شیر شاہ سوری

اسلم راہی ایم-اے

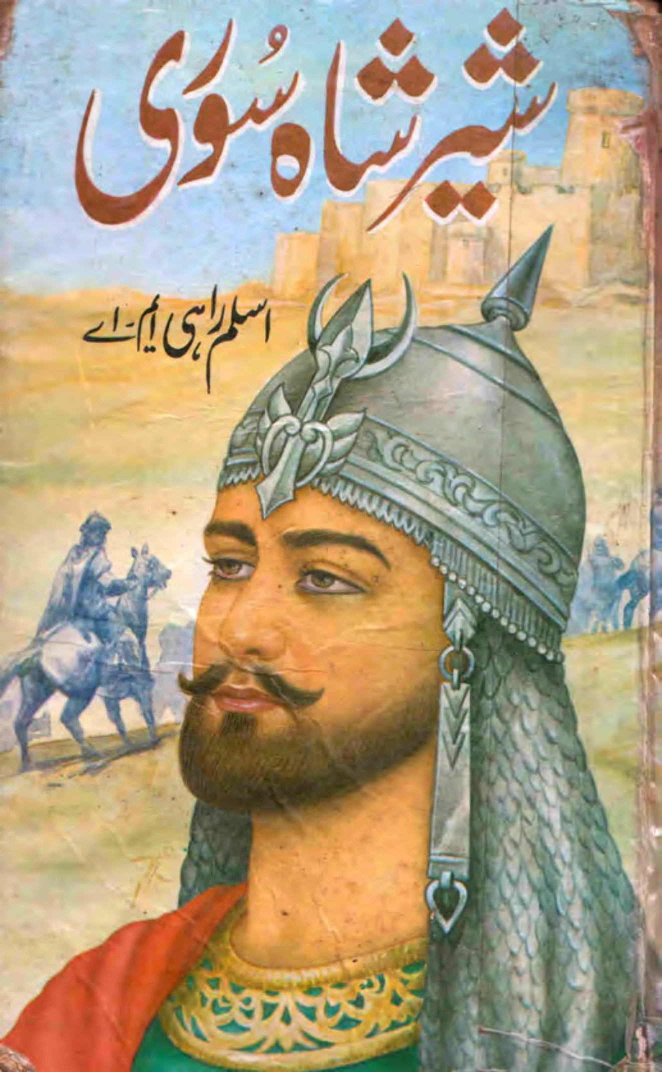

نامعلوم زمانوں کا باسی سورج نور کے اترتے کاروانوں کی طرح اسرار کون و مکاں اور چھپوں کی کسی بستی کی طرف غروب ہونے کو جھک رہا تھا۔ کہربار افق پر ابر کے قافلوں کے لب و رخسار سرخ ہو گئے تھے۔ سورج کی کوچ کرتی شعاعیں بے انت منزلوں کو صحرا بدر بگولوں کی طرح اندھیرے کے دکھ بھرے سافر کی طرف دھکیلتی ہوئی خواہشوں کے لالہ زاروں کو ویران اور زرد پتوں کی شال اوڑھے درختوں کو ان کے سایوں سے محروم کرنے لگیں تھیں۔ فضاؤں کی میلسان میلی ہونے لگی تھی اور دور کے سبک ساحلوں کی ہوائیں خنک ہونا شروع ہو گئیں تھیں۔

ایسے میں دریائے کرم ناسہ اور دریائے سون کے درمیانی کوہستانی سلسلے کے جنگل کے اندر دو سوار درمیانہ روی سے اپنے گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے جنوب کی سمت جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک سوار بوڑھا تھا اور دوسرا نوعمر نوخیز اور کڑیل اعضاء کا مالک تھا۔ اس کے چہرے کی ضیا تابی میں جہانگیر و دائم جذبے شفق کی بکھرتی آگ جیسے احساسات اور برق کی برچھیوں ایسی اٹھان واضح طور پر دیکھی جا سکتی تھی۔ اس کی ساگر جیسی آنکھوں میں وقت کے تیور خواہشوں کے وفور اور تمناؤں کے ہیولے رقص کناں تھے۔ اپنے لمبے قد کاٹھ اپنی کڑیل جسمانی ساخت اپنے مضبوط اعضاء جوارح کی بناء پر وہ تشنگی کے دشت جیسا سخت جان' بجتے طبل جنگ کی طرح پرجوش' امر لمحوں کے سنگ کی مانند نڈر' کمال ہنر جیسا جراتمند اور حقائق کی غبار آلودگی کی طرح بے خوف لگتا تھا۔

جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے بوڑھا اچانک چونک سا پڑا اور اپنے سامنے اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ صاحب خان۔ میرے بیٹے۔ میرے بچے وہ ذرا سامنے تو دیکھو۔ اس نوجوان نے جس کا نام صاحب خان پکارا گیا تھا' جب سامنے دیکھا تو اسے اپنے

قریب ہی دو لومڑیاں دکھائی دیں۔ انہیں دیکھتے ہی صاحب خان کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ اس بوڑھے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے میرے باپ۔ آپ صرف تماشہ دیکھیں کہ میں ان لومڑیوں کا کیسے شکار کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی صاحب خان نے انگیخت کرنے والی ایک سخت ایڑھ اپنے گھوڑے کو لگائی اور لومڑیوں کی طرف بھگایا۔ گھوڑے کے یوں بھاگنے پر لومڑیاں چوکنی ہوئیں اور بھاگ کھڑی ہوئی تھیں۔ اسی وقت صاحب خان نے اپنی پیٹھ پر بندھے ہوئے ترکش سے تیر نکالے کندھے پر لٹکتی ہوئی کمان درست کی اور باری باری تاک کر جو اس نے تیر چلائے تو دونوں لومڑیاں ڈھیر ہو گئی تھیں اور زمین پر زخمی ہو کر لوٹنے لگی تھیں۔

دونوں لومڑیوں کا شکار کرنے کے بعد وہ نوجوان جس کا نام صاحب خان تھا اپنے گھوڑے سے اتر پڑا شاید وہ آگے بڑھ کر لومڑیوں کو پکڑنا چاہتا تھا اتنی دیر تک بوڑھا بھی قریب آگیا تھا۔ اپنے گھوڑے سے وہ اترا۔ صاحب خان کو گلے لگاتے ہوئے اس نے بڑے پیارے انداز میں اس کی پیشانی چومی پھر کہنے لگا۔

صاحب خان میرے بیٹے۔ میں خوش قسمت ہوں جسے تم جیسا عظیم اور جراتمند بیٹا نصیب ہوا۔ بہت کم لوگ ہوں گے جن کا نشانہ تیرے جیسا بے خطا ہو گا۔ میرے بیٹے تو نے کیا خوب انداز میں پلک جھپکتے میں دونوں لومڑیوں کا شکار کیا۔ آؤ انہیں پکڑیں اور پھر واپس چلیں دونوں باپ بیٹا لومڑیوں کی طرف بڑھنا ہی چاہتے تھے کہ جنگل کے اندر قریب ہی ایک ہولناک جوان و نوخیز نسوانی چیخ سنائی دی۔

یہ چیخ سن کر صاحب خان اور اس کا باپ دونوں پریشان ہو گئے تھے۔ جن لومڑیوں کا انہوں نے شکار کیا تھا ان کی طرف بڑھتے ہوئے ان کے قدم رک گئے تھے اتنے میں پھر وہی نوخیز نسوانی چیخیں یوں بلند ہوئیں جیسے تنہائی کے کرب بیکراں میں وقت کی صدائے خوف اور کالی رات کے ایوانوں میں آوازوں کی دھکتی کرچیاں بکھر گئی ہوں۔ دوسری بار یہ چیخیں سنتے ہوئے صاحب خاں اور اس کے باپ کی حالت مسافرت کی پریشانی اور انتظار کی زرد لو جیسی ہو گئی تھی پھر صاحب خان اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

دیکھ میرے باپ۔ لگتا ہے یہاں ہمارے قریب ہی کوئی لڑکی کسی دکھ یا کرب میں مبتلا ہے یا اس پر کوئی حملہ آور ہوا ہے یا اسے بے آبرو اور بے عصمت کرنا چاہتا ہے۔ اے میرے باپ آپ یہیں رہیں میں دیکھتا ہوں معاملہ کیا ہے۔ اس پر صاحب

خان(1) کا باپ جس کا نام ملک سکھا تھا بڑی شفقت بڑے پیار میں کہنے لگا۔ دیکھ بیٹے میں تجھے اکیلا نہیں جانے دوں گا۔ آؤ ہم دونوں اپنے گھوڑوں کا رخ اس سمت کرتے ہیں جس سمت سے لڑکی کی چیخوں کی آواز آئی ہے پھر دیکھتے ہیں کیا معاملہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور آواز کی سمت انہوں نے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

دونوں باپ بیٹا اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے تھوڑا سا جب آگے گئے تو انہوں نے دیکھا چھ سوار اپنے گھوڑوں پر بیٹھنے کی کوشش کر رہے تھے جبکہ ساتواں پہلے سے ہی گھوڑے پر سوار تھا اور ایک لڑکی کو اس نے اپنے سامنے بری طرح دبوچ رکھا تھا۔ ان کے قریب ہی زمین پر خون میں لت پت پانچ چھ لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

صاحب خان اور اس کے باپ کو بڑی تیزی سے اپنی طرف آتے دیکھ کر گھوڑوں پر بیٹھے ہوئے سارے سوار رک گئے۔ وہ سوار جو گھوڑے پر بیٹھا تھا اور لڑکی کو اپنے آگے دبوچ رکھا تھا وہ بھی اتر گیا لڑکی پر اس کی گرفت ختم ہو گئی تھی ایسا ہوتے ہی لڑکی گھوڑے سے کود گئی اور پھر وہ اندھا دھند صاحب خان اور اس کے باپ کی طرف بھاگی تھی۔

اس لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے صاحب خان کا باپ ملک سکھا بڑی پریشانی اور حیرت میں اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

صاحب خان۔ میرے فرزند میرے بیٹے۔ اس لڑکی کی طرف غور سے دیکھو یہ تو رہتاس کے راجہ ہرکشن کی بیٹی راجکماری گنگا ہے۔ ان سواروں نے اسے کہاں سے اٹھایا میرے خیال میں یہ جو لاشیں پڑی ہیں یہ راجکماری گنگا کے محافظ ہوں گے۔ یہاں تک کہتے کہتے ملک سکھا رک گیا اس لئے کہ راجکماری گنگا بھاگتی ہوئی قریب آئی اور صاحب خان کے پاس آکر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہنے لگی۔ صاحب خان۔ بھگوان۔ ایشور اور پرماتما کے لئے مجھے ان لچوں لفنگوں اور اوباشوں کے ہاتھوں سے بچاؤ۔ یہ مجھے بے بس' بے لاج' بے آن اور بے دھرم کرنے پر تلے

---

(1) مورخین کے مطابق صاحب خان شیر شاہ کے خاندانی غلام ملک سکھا کا بیٹا تھا۔ گو صاحب خان موروثی غلام تھا لیکن مورخین کہتے ہیں کہ اس میں کسی مملکت کا تاج پہننے کی صلاحیت تھی اس میں ایک بہترین سپاہی اور شہزادہ بننے کے تمام اوصاف تھے۔ بے انتہا گریٹیل۔ حد درجہ کا بہادر اور خوبصورت انسان تھا۔ مورخین یہ بھی کہتے ہیں کہ ان اوصاف کے ساتھ ساتھ صاحب خان اپنے اندر مذہبی جوش اور صوفی اصولوں کی چھاپ رکھتا تھا۔

ہوئے ہیں۔

صاحب خان اور ملک سکھا نے ایک ساتھ اپنی تلواریں بے نیام کرتے ہوئے اپنی ڈھالیں سنبھال لیں تھیں پھر صاحب خان نے اپنے قریب کھڑی راجکماری گنگا سے کہا۔ دیکھو گنگا تو ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو جا۔ اب میری موجودگی میں تمہیں یہ لوگ لے جا نہیں سکتے۔ تمہارے ساتھ بدسلوکی نہیں کر سکتے۔ صاحب خان کی بات مانتے ہوئے راجکماری گنگا ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

جہاں تک راجکماری گنگا کی شخصیت کا تعلق تھا تو وہ شگوفوں کی بھینی مٹھیوں جیسی موہنی' چنبیوں کی ملائم ہتھیلیوں جیسی سندر' خوشبو کے تن بدن جیسی روپ دار' شگوفوں کی بلائیں لیتی' رقص کرتی تتلیوں کی طرح بھلوا' نئی رتوں کے ان سنے گیتوں جیسی سروپ اور ملاقات کی کہانیوں جیسی وسیم و قسیم تھی۔ اس کا گلاب چہرہ' اس کی ناچتی چشم بیگوں میں مستیاں اس کے سلگتے دھکتے عارض' اس کی خرمن مہتاب جبیں' اس کی چنچل گھٹاؤں سی زلفیں اور اس کے پھولوں کے جوہر جیسے بدن پر چست لباس اسے فتنے سے قیامت بنائے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر قبل تک جہاں راجکماری گنگا کی حالت روح کے آزار' چتا کی لپٹوں' اجنبیت کی لکیروں جیسی خستہ' دکھ کے ذائقوں جیسی المناک' دیمک کے جالوں کی طرح دلگیر تھی وہاں اب وہ صاحب خان اور اس کے باپ کے آ جانے کی وجہ سے شفاف جھرنوں کی طرح نہال' رنگوں کے مہکار کی طرح آنند' زعفران کے کھیت کی طرح دلشاد اور خواب جگاتی' پھول کھلاتی گیت سناتی' پریم نگر کی صبح جیسی شادان ہو کر رہ گئی تھی۔

اتنی دیر تک ان سواروں میں سے وہ جس نے تھوڑی دیر قبل راجکماری گنگا کو اپنے سامنے دبوچ رکھا تھا اپنی تلوار اور ڈھال لہراتا ہوا صاحب خان اور اس کے باپ کے قریب آیا اور اونچے لہجے میں ان دونوں کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا تم لوگ کون ہو۔ تمہارا تعلق کن سرزمینوں سے ہے۔ بظاہر تم مسلمان لگتے ہو پھر تم نے ایک ہندو لڑکی گنگا کو ہمارے ہاتھوں کیوں بچایا۔ ہمیں نہیں پتہ تھا کہ یہ کسی راجا کی بیٹی اور راجکماری ہے۔ تمہاری زبان سے پتہ چلا کہ یہ رہتاس کے راجہ چندرل کی راجکماری گنگا ہے۔ اب تو ہم ہر صورت اسے اپنے ساتھ لے کر جائیں گے اور اس سے مستفید ہوں گے ایسا کرنے کے لئے ہمیں چاہے تم دونوں کی لاشوں پر سے ہی کیوں نہ گزرنا پڑے۔

جب وہ خاموش ہوا تو صاحب خان نے اس کی بات کا جواب دیا۔

دیکھ لفنگے لڑکی کسی قوم یا کسی بھی مذہب کی ہو اس کی عزت' اس کی لاج' اس کی آبرو قابل احترام ہے اور ہر صورت میں اس کی عصمت' اس کی عفت کی حفاظت کی جانی چاہئے۔ دیکھ اگر تو واقعی اپنے ساتھیوں کے ساتھ راجکماری گنگا کو اٹھا لے جانے کا تہیہ کر چکا ہے تو پھر اس کی طرف بڑھ اسے ہاتھ لگا کر دیکھ۔ اس پر وہ شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا میں ابھی اسے پکڑتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں تو میرا کیا بگاڑ لیتا ہے۔

اس کی اس حرکت پر صاحب خان کا رنگ غصے اور غضبناکی میں آگ میں رکھے ہوئے سرخ انگاروں کی مانند ہو گیا تھا جبکہ ذرا فاصلے پر کھڑی راجکماری گنگا خوف و دہشت سے کانپنے لگی تھی۔

ابھی وہ شخص تھوڑا سا آگے بڑھا ہی تھا اور ہاتھ بڑھا کر راجکماری گنگا کا بازو پکڑنا چاہتا تھا کہ بجلی کے کوندے کی طرح صاحب خان حرکت میں آیا اور تلوار برسا کر اس کی گردن کاٹ دی تھی۔ اس کے بعد صاحب خان رکا نہیں اپنے لباس کے اندر سے اس نے فوراً خنجر نکالا اور اس کے ساتھیوں میں سے ایک کو تاک کر مارا وہ خنجر ایک کا دل چیرتا ہوا نکل گیا تھا اور وہ زمین پر گر گیا تھا اس طرح ایک ہی جھٹکے میں صاحب خان نے دو کا خاتمہ کر دیا تھا۔ باقی پانچ رہ گئے تھے۔ جو ایک طرح سے صاحب خان اور اس کے باپ ملک سکھا کا گھیراؤ کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر راجکماری گنگا ایک بار پھر پریشان اور غمزدہ ہو گئی تھی اور مزید پیچھے ہٹنے لگی تھی۔

پھر وہ پانچوں ایک ساتھ آگے بڑھے اور دونوں باپ بیٹوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ صاحب خان نے تین کو اپنے سامنے روکا جبکہ دو کے سامنے اس کا باپ ملک سکھا جم گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک ان سب کے درمیان گھمسان کا رن پڑا۔ اس دوران صاحب خان نے اپنے ساتھ ٹکرانے والے تین میں سے ایک کا خاتمہ کر دیا تھا اور اس کے سامنے دو رہ گئے تھے۔ اس دوران اس نے دیکھا اس کا باپ ملک سکھا جن دو سے ٹکرا رہا تھا ان میں سے ایک کی تلوار سے وہ زخمی ہو گیا تھا لہٰذا اس کے حملہ آور ہونے اور وار روکنے کی رفتار سست ہو گئی تھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جو دو اس سے ٹکرا رہے تھے ان میں سے ایک اس کی پشت کی طرف آیا اور چاہتا تھا کہ تلوار برسا کر ملک سکھا کی گردن کاٹ دے کہ صاحب خان ایک دم پیچھے ہٹا اور پشت کی طرف سے جو اس کے باپ پر وار کر رہا تھا اس نے اس کی گردن کاٹ دی تھی لیکن اس دوران تک سامنے والے نے ملک سکھا پر ایسا وار کیا کہ ملک سکھا کا اس نے

کام تمام کر کے رکھ دیا تھا۔

اب اکیلے صاحب خان کے مقابلے پر تین تیغ زن رہ گئے تھے۔ اپنے باپ کی موت پر صاحب خان کی حالت ہجرتوں کے کھلتے در، ترنج پیدا کرتی خواہشوں کی چنگاریوں اور طبیعت کے خلجان جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر موت کا سماں بپا کرتے سخت غصے، نفرت، جلن اور کدو میں صاحب خان آگے بڑھا اور درد کے اجالے کی آوازوں، زہر ہلاہل کی طلب اور سناٹوں کے زخموں کی طرح وہ ان تینوں پر حملہ آور ہوا تھا۔

تھوڑی دیر تک صاحب خان ان تینوں کے مقابلے پر ڈٹ کر اور جم کر لڑتا رہا یہاں تک کہ اس کی تلوار ایک پر برسی اور اسے خون میں نہلاتی چلی گئی تھی۔ باقی دو رہ گئے تھے۔

ان کے مزید ایک ساتھی کا کام تمام ہونے پر بچنے والے دو ساتھی پریشان ہو گئے تھے۔ اب صاحب خان کے حوصلے پہلے کی نسبت بلند اور زیادہ مستحکم ہو گئے تھے اور وہ پہلے کی نسبت کہیں بڑھ چڑھ کر ان پر حملہ آور ہونے لگا تھا۔ ایک بار اس نے دونوں کی تلواروں کو اپنی ڈھال پر روکا اور پلک جھپکتے میں اس نے اپنی تلوار ایک پر برسائی اور اسے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اب مقابلے میں صرف ایک تھا اس نے بھاگنے کی کوشش کی پر صاحب خان نے اسے ایسا نہ کرنے دیا۔ پیٹھ کی طرف سے وہ اس پر حملہ آور ہوا اور اسے چیر کر رکھ دیا تھا۔

صاحب خان کی اس کارگزاری پر قریب کھڑی راجکماری گنگا کی حالت موسموں کی کروٹ میں تتلی اور جگنو کے رقص، چاندنی میں ملفوف رنگوں کی دھنک اور پیار میں ڈوبے اشارے کرتی سبزہ زاروں کی خوشبو سے بغلگیر ہوتی سحر جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ آگے بڑھ کر وہ صاحب خان کے پاس آئی اور رس گھولتی آواز میں کہنے لگی۔

صاحب خان ان لچوں کے ہاتھوں مجھے بچا کر اور پھر ان سب کا کام تمام کر کے نے مجھ پر وہ احسان کیا ہے کہ اگر دنیا بھر کی دولت بھی میں تمہاری جھولی میں ڈال دوں تو تمہارے اس احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتی۔ صاحب خان تم نے میری جان ہی نہیں پت اور لاج کی بھی حفاظت کی ہے۔ دیکھ صاحب خان زندگی میں اگر کوئی موقعہ آیا تو میں تمہارے اس احسان کا بدلہ ضرور چکاؤں گی۔

صاحب خان نے راجکماری گنگا کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا۔ اپنے گھوڑے کی طرف گیا۔ زین سے بندھا ہوا کلہاڑا اس نے اتارا۔ زمین کھود کر ایک گڑھا بنایا۔

گڑھا کھودنے میں راجکماری گنگا بھی اس کی مدد کرنے لگی تھی۔ جب مناسب گڑھا کھد گیا تب اپنے باپ کو گڑھے میں ڈال کر صاحب خان نے اسے دفن کر دیا تھا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے کے پاس آیا اپنے باپ کے گھوڑے کی باگ اس نے اپنے گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھی اور گھوڑے پر بیٹھنا ہی چاہتا تھا کہ رک گیا پھر گنگا کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

دیکھ گنگا تو ان کے ہاتھوں کیسے لگ گئی۔ اب تو کہاں جانا پسند کرے گی۔ راجکماری گنگا کہنے لگی۔

دیکھ صاحب خان۔ یہاں سے چند میل پیچھے میرے پتا جی نے اپنے چند دستوں کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا ہے۔ دراصل ہم اس سرحدی مقام کی طرف شکار کے لئے آئے تھے۔ میرے پتا پڑاؤ ہی میں رہے جبکہ میں اپنے چند محافظوں کے ساتھ شکار کے لئے نکل کھڑی ہوئی اتفاق سے ہماری نظر ایک جنگلی بکری پر پڑی میں نے اپنے گھوڑے کو اس کے پیچھے ڈال دیا۔ میرے محافظ بھی میرے ساتھ تھے۔ اس کوہستانی بکری کے تعاقب میں میں کافی دور نکل آئی۔ میرے کچھ محافظ اور ذاتی داسی اوما بھی پیچھے رہ گئے۔ یہ جو محافظ یہاں کام آئے ہیں ان کے ساتھ میں بکری کے تعاقب میں دور نکل آئی یہاں تک کہ یہ لوگ گھات سے نکلے حملہ آور ہو کر انہوں نے میرے محافظوں کا کام تمام کر دیا اور مجھے اٹھا کر لے جانا چاہتے تھے کہ تم پہنچ گئے۔ تمہاری وجہ سے میں بے لاج اور بے پت ہونے سے بچ گئی ہوں۔ اب تم مجھ پر دوسرا احسان یہ کرو کہ مجھے میرے پتا جی کے پڑاؤ میں پہنچاؤ۔ اس پر صاحب خان گھوڑے پر سوار ہوا اور کہنے لگا آؤ میرے ساتھ۔ راجکماری گنگا فوراً حرکت میں آئی اپنے گھوڑے پر وہ سوار ہوئی اور صاحب خان کے ساتھ ہو لی تھی۔

دونوں اپنے گھوڑوں کو درمیانہ روی سے ہانکتے ہوئے ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ایک طرف سے کچھ مسلح جوان اور ایک لڑکی وہاں آ نمودار ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہوئے راجکماری گنگا صاحب خان سے کہنے لگی یہ وہ محافظ ہیں جو کوہستانی بکری کے تعاقب میں مجھ سے علیحدہ ہو گئے تھے ان کے ساتھ جو لڑکی ہے وہ میری ذاتی داسی اوما ہے۔ اس پر اوما کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے صاحب خان کہنے لگا۔ دیکھ راجکماری گنگا۔ تمہیں اوما سے میرا تعارف کرانے کی ضرورت نہیں ہے میں اسے خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس پر تیز نگاہوں سے راجکماری گنگا نے صاحب خان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

صاحب خان تم اسے کیسے جانتے ہو۔ اس پر گنگا کی داسی اوما قریب آئی اور کہنے

گی۔

میں بتاتی ہوں صاحب خان مجھے پہلے سے کب اور کیسے جانتے ہیں۔ دیکھ راجکماری جب کبھی بھی لومڑیوں کی کھالیں بیچنے کے لئے یہ صاحب خان رہتاس شہر میں آیا اور تمہارے پتا جی کو کھالیں پیش کیں اور رہتاس شہر میں قیام کیا تو اکثر اوقات ایسا ہوا کہ تمہارے پتا جی اسے بلانے کے لئے مجھے بھیجتے جب بھی یہ رہتاس میں آتا یہ سرائے میں قیام کرتا اور میں ہی اس سرائے سے اسے بلانے جاتی تھی۔ لہٰذا میں صاحب خان کو ایک عرصے سے جانتی ہوں۔ اوما کا جواب سن کر راجکماری گنگا مطمئن ہو گئی تھی۔ تھوڑا سا آگے جا کر صاحب خان نے کچھ سوچا عجیب سے انداز میں راجکماری گنگا کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

دیکھ راجکماری گنگا۔ اگر تم برا نہ مانو تو میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس پر راجکماری غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی کیا کہنا چاہتے ہو جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہہ ڈالو۔ صاحب خان نے سہمی سہمی آواز میں پھر کہا۔

دیکھ راجکماری میں ڈرتا ہوں کہیں میری روداد الم۔ میری آواز نحیف تیرے ایوانوں کی دیواروں سے سر ٹکرا کر سلگتی آتش فرقت کی صورت نہ ڈھل جائے۔ ساتھ ہی میں اپنی بے مائیگی پر جو بات کہنا چاہتا ہوں وہ کہتے ہوئے جھنجلاتا ہوں۔ اس پر راجکماری گنگا اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہنے لگی ذرو مت۔ جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو۔ میں خفا نہیں ہوں گی۔ اس پر صاحب خان کا کچھ حوصلہ بڑھا وہ کہنے لگا یہ بات میں علیحدگی میں کہنا پسند کروں گا۔ راجکماری گنگا نے تیز نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کیا یہ علیحدگی تم میری داسی اوما سے بھی چاہو گے۔ صاحب خان کہنے لگا نہیں۔ اوما یہ گفتگو سن سکتی ہے اس لئے کہ اس پر مجھے پورا اعتماد اور بھروسہ ہے۔ اس پر راجکماری گنگا اپنے محافظوں سے کہنے لگی تم یہیں رکو میں ذرا علیحدگی میں صاحب خان کی بات سنتی ہوں دیکھوں یہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اپنے گھوڑے کو ہانکتی ہوئی راجکماری گنگا رکی اور صاحب خان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی اب کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ صاحب خان کہہ رہا تھا۔

دیکھ راجکماری گنگا میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں ایک عرصے سے تمہیں پسند کرتا ہوں۔ تم سے محبت کرتا ہوں اور تم سے شادی کا خواہاں ہوں۔ صاحب خان کے ان الفاظ سے راجکماری گنگا کا چہرہ مارے غصے اور غضبناکی سے آگ کی طرح تپ گیا تھا۔ پھر وہ حرکت میں آئی اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا اور پوری قوت سے ایک تھپڑ اس نے صاحب خان کے چہرے پر دے مارا تھا۔ پھر وہ غیض و غضب میں ڈوبی ہوئی آواز میں

کہنے لگی۔

تمہیں جرات کیسے ہوئی کہ میرے ساتھ محبت اور چاہت کا اظہار کرو۔ تمہیں جسارت کیسے ہوئی کہ تم میرے وصال کے طالب بن کر میرے سامنے آؤ۔ تم نے اپنی حیثیت دیکھی۔ تم کتوں کے جھوٹے پیالے میں پانی پینے والے ایک راکھ آلودہ انسان ہو۔ میرے اور تمہارے درمیان ایسا ہی فرق ہے جیسے سبز لمحوں کے بدن' موسموں کی جلتی آگ پر ناچتی خوشبو اور بے عکس خدوخال جیسے لمحوں کی بوندہ باندی اور عذاب کی دربدری میں ہے۔

جو کچھ تم نے کہا ہے صاحب خان یہ کہنے سے پہلے تم نے یہ کیوں نہ سوچا کہ میں رہتاس کے راجہ ہرکشن کی راجکماری ہوں جبکہ تم ایک معمولی انسان ہو۔ تمہارا تعلق ایک خانہ بدوش قبیلے سے ہے اور تم خانہ بدوش قبیلے کے سردار کے غلام ہو اور جنگل میں لومڑیاں پکڑ کر ان کی کھالیں بیچ کر گزر بسر کرنے والے ہو۔ یہی کام تمہارا باپ بھی کرتا رہا ہے اپنے کندھوں پر کھالیں اٹھائے تم ہمارے شہر رہتاس میں کھالیں بیچنے آتے رہو ہو۔ بس میرا باپ تمہیں اہمیت دیتا رہا ہے اس لئے کہ وہ تم سے کھالیں خریدتا رہا ہے۔ بس اس سے زیادہ ہمارے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر آئندہ تم نے اس موضوع پر میرے ساتھ گفتگو کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا اپنے محافظوں سے کہہ کر میں تیری گردن کٹوا دوں گی۔ اب تو یہاں سے دفع ہو جا۔ نہ میں تیرا سنگ پسند کروں گی نہ تیری شکل دیکھنا چاہوں گی۔ اس کے ساتھ ہی راجکماری گنگا نے اپنے گھوڑے کو موڑا اور پیچھے ہٹ گئی تھی۔

راجکماری گنگا جب ذرا پیچھے ہی ہٹی تب اوما نے بڑی رازداری میں صاحب خان کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھ صاحب خان میرے بھائی تو مجھے بہن کہہ چکا ہے اور بہن ہی کی طرح میری عزت میرا احترام کرتا ہے گو میں رہتاس کے شاہی محل میں داسی ہوں پر دیکھ تیرے کندھے سے کندھا ملا کر بہن کی طرح تیرے لئے کام کروں گی۔ میں جانتی ہوں تو ایک عرصہ سے راجکماری گنگا کو پسند کرتا ہے بھگوان اور ایشور نے چاہا تو وقت آئے گا کہ یہی گنگا ایک نہ ایک روز تیرے پاؤں پر پڑے گی۔ صاحب خان کہنے لگا۔

سن اوما میری بہن۔ وہ وقت دور نہیں۔ میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ عنقریب وہ وقت آئے گا جو الفاظ راجکماری گنگا نے میرے لئے استعمال کئے ہیں ویسے ہی الفاظ میں اس کے لئے استعمال کروں گا۔ ایسے کتے کی طرح دھتکاروں گا کہ یہ میرے پاؤں

پر گر کر مجھ سے معافی مانگتی پھرے گی اس کی حالت یقیناً" قابل دید ہو گی۔

اس پر اوما جواب دیتے ہوئے کہنے لگی۔

سن صاحب خاں میرے بھائی اب میں جاتی ہوں۔ کہیں راجکماری مجھ پر شک ہی نہ کرنے لگے۔ اب میں اس کی ساری نقل و حرکت پر نگاہ رکھوں گی اور اس کے ایک ایک پل کی خبر میں اپنے بھائی کے ذریعے تمہیں پہنچاتی رہوں گی تم فکر مت کرنا۔ اس کے ساتھ ہی اوما وہاں سے ہٹ گئی تھی جبکہ صاحب خان بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگانے لگا تھا۔ بیس پچیس سوار وہاں نمودار ہوئے اور انہوں نے صاحب خان اوما' راجکماری گنگا اور اس کے محافظوں کے گرد گھیرا بنا لیا تھا یہ صورتحال دیکھتے ہوئے صاحب خان اوما کے پیچھے پیچھے راجکماری گنگا کے قریب آیا۔ پھر وہ محاصرہ کرنے والے مسلح جوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگا تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔

اس پر محاصرہ کرنے والوں میں سے ایک کہنے لگا۔ دیکھ صاحب خان تو نے جنگل میں ہمارے کچھ ساتھیوں کو قتل کیا ہے۔ تو جانتا ہے قتل کی سزا قتل ہے لیکن ان لوگوں سے بھی ایک جرم ہوا ہے لہٰذا ہم تم پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔ ہم تمہیں گرفتار کر کے اپنے آقا شیر شاہ سوری کے پاس لے جائیں گے جو یہاں سے تین میل جنوب میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ اس پر صاحب خان کہنے لگا یہ جو سامنے سفید لباس میں لڑکی ہے یہ رہتاس کے راجہ چندر مل کی راجکماری گنگا ہے۔ ساتھ اس کے محافظ ہیں اور ایک داسی ہے۔ میں اس شرط پر تمہارے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوں کہ تم ان لوگوں کو اپنے ٹھکانے کی طرف جانے کی اجازت دے دو۔ پھر میں تمہارے ساتھ جہاں کہو گے جانے کے لئے تیار ہوں۔ اس پر وہی شخص بولا اور کہنے لگا سب کو جانے کی اجازت ہے تم اکیلے ہمارے ساتھ چلو۔ اس کے ساتھ ہی صاحب خان چپ چاپ ان کے ساتھ ہو لیا تھا۔ جبکہ راجکماری گنگا اپنی داسی اوما اور محافظوں کے ساتھ آگے بڑھ گئی تھی۔

O═O═O

تھوڑی ہی دیر بعد راجکماری گنگا اس جگہ پہنچی جہاں اس کے باپ راجہ ہرکشن نے اپنے حفاظتی دستوں کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ ہرکشن نے اپنے پڑاؤ سے باہر نکل اپنی بیٹی کا استقبال کیا اور بڑی فکرمندی میں پوچھا۔

میری پتری۔ میری دھی۔ تم کہاں چلی گئی تھیں۔ میں نے کچھ محافظ تمہاری تلاش میں بھیجے تھے میں بڑا فکرمند تھا۔ اس پر گنگا نے جواب دیا۔

اپنے محافظوں کے ساتھ میں شکار کے لئے بہت دور نکل گئی تھی یہ میری حماقت در غلطی تھی اس کے بعد گنگا نے اپنے باپ کو وہ حالات تفصیل کے ساتھ سنا دیئے تھے جن کے تحت جنگل میں کچھ لوگوں نے اسے پکڑ لیا اچانک ایک طرف سے صاحب خان نمودار ہوا اس کی عزت اور جان بچائی بعد میں اس نے جو صاحب خان کے ساتھ سلوک کیا وہ بھی اس نے پوری تفصیل کے ساتھ سنا ڈالا تھا۔

اپنی بیٹی گنگا سے یہ سارے حالات سننے کے بعد راجہ ہرکشن کچھ فکرمند ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

گنگا میری بیٹی تو نے صاحب خان کے ساتھ ایسا سلوک کر کے اچھا نہیں کیا۔ اگر اس نے تمہارے ساتھ محبت اور چاہت کا اظہار کیا تھا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس نے کوئی بہت بڑا پاپ کر دیا ہے۔ ہر ایک کو ایک دوسرے سے اپنے جذبات کا

اظہار کرنے کا حق حاصل ہے۔ صاحب خان بے شک ایک خانہ بدوش قبیلے کے سردار کا غلام ہے اس کی خاطر لومڑیاں پکڑتا ہے اور ان کی کھالیں جگہ جگہ بیچتا ہے میری اس سے شناسائی بھی لومڑیوں کی کھالوں ہی کے سلسلے سے ہے۔ اس لئے کہ میں اس کی کھالوں کا سب سے بڑا خریدار ہوں۔ اس تمام تفصیل کے باوجود وہ ایک انتہائی بہادر' دلیر اور سورما نوجوان ہے اور ایسے شخص سے کسی بھی صورت نفرت نہیں کی جا سکتی۔ تو جانتی ہے بیٹی میں نے ہمیشہ اس کی قدر اس کی عزت کی ہے اور اس کے ساتھ اپنے بیٹوں جیسا سلوک روا رکھا ہے۔ تم نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کر کے یقیناً اس کی توہین کی ہے۔ سب سے بڑا ظلم اور جبر یہ ہوا کہ اس نے تمہاری عزت' تمہاری عصمت محفوظ کی' تمہاری جان بچائی جس کے صلے میں شیر شاہ کے آدمی اسے پکڑ کر لے گئے۔ تم اس کی کوئی مدد نہ کر پائیں۔ اس وقت تمہیں آڑے آنا چاہئے تھا۔ ان لوگوں کو بتانا چاہئے تھا کہ اس شخص نے میری جان بچائی ہے لہٰذا تم اسے کیوں گرفتار کرتے ہو۔ لیکن بقول تمہارے تم نے ایک لفظ نہیں کہا اور شیر شاہ کے لوگوں کے حوالے کر کے تم ادھر چلی آئیں۔ بہرحال تم آرام کرو۔ میں اس کا کچھ بندوبست کرتا ہوں۔

اس کے بعد ہرکشن نے اپنے محافظ کو بلایا جب وہ محافظ بھاگتا ہوا قریب آیا تو ہرکشن نے کہا۔ گھوڑے پر بیٹھ کر ابھی اور اسی وقت پوری رفتار سے اس خانہ بدوش قبیلے کی طرف جاؤ جس سے صاحب خان کا تعلق ہے۔ وہ یہیں نزدیک ہی مشرق میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے اس کے سردار سے جا کر کہو کہ اس کے غلام صاحب خان کو شیر شاہ سوری کے آدمی پکڑ کر لے گئے ہیں لہٰذا وہ اس کی مدد کرے۔ اب تم جاؤ وقت ضائع نہ کرو۔ اس کے ساتھ ہی وہ محافظ حرکت میں آیا گھوڑے پر سوار ہوا اسے ایڑ لگا کر چلا گیا تھا۔ جبکہ چندرمل اپنی بیٹی راجکماری کو لے کر اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔

○

شیر شاہ سوری کے مسلح جوان صاحب خان کو جس وقت اپنے ساتھ لے جا رہے تھے تو صاحب خان اپنے گھوڑے کو ایک ڈھلتی ہوئی عمر کے شخص کے پاس لایا۔ جو

شاید ان جوانوں کا سالار تھا۔ قریب آ کر صاحب خان اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز میں نہیں جانتا جس جرم میں تم مجھے شیر شاہ کے پاس لے کر جا رہے ہو اس جرم کی وہ مجھے کیا سزا دیتا ہے پر میری تسلی میری تشفی کے لئے کیا تم مجھے شیر شاہ اور اس کے آباؤ اجداد کے حالات ذرا تفصیل سے بتاؤ گے تاکہ میں اندازہ لگا سکوں کہ جو کام میں نے کیا ہے اس کے لئے شیر شاہ میرے ساتھ انصاف بھی کرے گا یا نہیں۔

شیر شاہ کے بوڑھے لشکری نے ایک بار غور سے صاحب خان کی طرف دیکھا پھر کہا۔

دیکھ عزیز۔ تیری خواہش پوری کروں گا میں تجھے شیر شاہ کے حالات تفصیل سے سناتا ہوں۔ سن۔ ماضی میں سلطان بہلول لودھی نے جونپور کے حکمران کے ساتھ اپنی مسلسل کشمکش کے دوران کوہ سلیمان کے رہنے والے روحی افغانوں کو فوج میں بھرتی کرنا شروع کیا اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو برصغیر بھیجا تاکہ وہ اس خطے میں رہنے والے دیگر ہم نسل افغانوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم کر سکیں ان لوگوں میں قبیلہ سور کا ایک شخص ابراہیم خان بھی تھا۔

یہ ابراہیم خان بنیادی طور پر ایک سپاہی تھا اور اپنی اعلیٰ خدمات کے عوض انعام اور عہدوں سے نوازا جاتا رہا۔ اس ابراہیم خان کے تین لڑکوں میں سے ایک حسن تھا جس نے چار شادیاں کیں پہلی بیوی ایک افغان اور چوتھی بیوی ایک ہندو خاتون تھی۔ افغان خاتون سے حسن کے دو بیٹے تھے۔ ایک فرید خان۔ دوسرا نظام خان۔ یہی فرید خان شیر شاہ سوری بنا اور چوتھی بیوی یعنی ہندو بیوی سے حسن کے دو بیٹے تھے سلیمان اور احمد۔

حسن خان کی دوسری اور تیسری بیوی کی اولاد میں علی' یوسف' خرم اور شادی خان شامل ہیں لیکن ان چاروں میں کوئی بھی قابل ذکر نہیں۔

حسن خان کی ہندو بیوی دراصل ایک کنیز تھی جسے وہ چاہتا تھا اسی بناء پر وہ اپنی ہر بات منوا لیتی۔ حسن خان کا سب سے بڑا لڑکا فرید خان ۱۴۸۸ میں ہوشیار پور کے قریب باجواڑہ میں پیدا ہوا۔

فرید یعنی شیر شاہ کے دادا ابراہیم کو پہلے پنجاب اور پھر کچھ عرصہ بعد بنور بھیج دیا گیا یہ علاقہ اس وقت ایک شخص جمال خاں کے زیر انتظام تھا۔ بنور کی جاگیر ابراہیم کو اس کی اعلیٰ خدمت کے پیش نظر دی گئی ابراہیم کی وفات اسی مقام پر ہوئی۔ سکندر لودھی کے زمانے میں حسن خان.کو جونپور تبدیل کر دیا گیا۔ سکندر لودھی نے کچھ عرصہ پہلے اپنے باغی بھائی باربک کو شکست دی تھی۔ جو ان دنوں جونپور میں مقیم تھا۔ سکندر لودھی وہاں ایسا شخص چاہتا تھا جو باربک کی نگرانی دیانتداری سے کر سکتا ہو۔ اس لئے اس نے جمال خان کو پنجاب کے بجائے جونپور کا گورنر مقرر کر دیا۔

پنجاب سے جمال خان کے جانے کے بعد حسن خان کو مقرر کیا گیا اور سہسرام‘ حاجی پور خواص پور‘ ڈانڈا کے علاقوں کی ذمہ داری بھی اس کے سپرد کر دی گئی اور اسے اعلیٰ منصب بھی عطا کیا گیا۔

جاگیر سنبھالنے کے بعد حسن خان اپنی پہلی بیوی اور اس کے دونوں بیٹوں فرید خان اور نظام خان کی طرف سے بالکل غافل ہو گیا۔ جس کی وجہ سے اس کی کم عمر ہندو بیوی تھی جس نے حسن خان کو پوری طرح اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا۔

اپنی دوسری اولادوں کے ساتھ حسن خان کا رویہ بہت درشت ہوتا چلا گیا۔ اس کی ہندو بیوی اپنے لڑکوں سلیمان اور احمد کے مفادات کے پیش نظر فرید کی بدترین دشمن ہو گئی۔ سوتیلی ماں اور باپ کے درشت رویئے سے تنگ آکر فرید نے سہسرام سے رخصت ہو کر جونپور میں جمال خان کے پاس پناہ لی۔

گھر سے فرار کے بعد فرید نے لاتعداد مصائب اور مشکلات کا سامنا کیا۔ لیکن حوصلہ نہ ہارا۔ جونپور میں جمال خان نے اسے پناہ تو دے دی لیکن مصر رہا کہ وہ اپنے والد کے پاس لوٹ جائے لیکن فرید خان نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ جونپور ہی میں تعلیم جاری رکھنے پر بضد رہا۔

فرید کے گھر سے چلے جانے کے بعد حسن کو اس کے رشتہ داروں اور دیگر احباب نے بے حد شرمندہ کیا کہ اس نے ایک معمولی عورت کے بہکاوے میں آ کر اپنی اولاد کو نظر انداز کر دیا۔

حسن خان بھی اپنے رویئے پر نادم تھا۔ چنانچہ اس نے جونپور کے گورنر جمال

خان کو پیغام بھیجا جس میں درخواست کی گئی کہ فرید کو وہ کسی نہ کسی طرح سہسرام واپس بھیج دے۔ ورنہ اس کی تعلیم ادھوری رہ جائے گی۔

جب جمال خان نے یہ خط فرید خان کو دکھایا تو فرید خان نے گھر جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ سہسرام کے مقابلے میں اس کی تعلیم جونپور میں بہتر طریقے سے انجام پا سکتی ہے۔ چنانچہ فرید نے جونپور ہی میں عربی‘ فارسی اور اسلامی تعلیم حاصل کی اور اپنی ذہانت کے باعث بہت جلد آگے نکل گیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا سپاہی دم لینے کے لئے رکا۔ تھوڑی دیر تک بڑے غور سے صاحب خان کی طرف دیکھا پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھے ہوئے تھا۔

سن میرے عزیز۔ فرید خان کا زیادہ وقت نہ صرف مذہبی رہنماؤں کی صحبت میں گزرتا تھا بلکہ اس دوران وہ فن حرب کے حصول کی طرف بھی وہ توجہ دیتا رہا۔ جونپور کا علمی‘ ادبی اور اسلامی ماحول فرید کے مستقبل پر پوری طرح اثر انداز ہوا۔

ان دنوں جونپور شیراز ہند کہلاتا تھا اور برصغیر کے تمام علماء جونپور(ا) میں مقیم تھے۔

فرید خان ابھی اپنی تعلیم میں مصروف ہی تھا کہ فرید خان کے باپ حسن خان کو جونپور کے حاکم جمال خان کے پاس جانے کا اتفاق ہوا۔ جمال خان نے حسن خان کو ملامت کی کہ اس کی ناعاقبت اندیشی کے باعث اس کا محنتی اور دیانتدار بیٹا اس کے ہاتھوں سے نکلتا جا رہا ہے۔ جمال خان نے فرید کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ تمام سور قبیلے میں فرید جیسا ذہین‘ زیرک اور معاملہ فہم لڑکا نظر نہیں آتا۔ وہ یقیناً ایک دن بہت بڑا آدمی بنے گا۔

---

(1) یہی وہ جگہ تھی جہاں سے پہلی بار اکبر کے دین الٰہی کی مخالفت کا علم بلند ہوا۔ اسی جگہ سے اکبر کے تخت و تاج سے دستبردار ہونے کا مطالبہ بھی کیا گیا۔ پندرہویں صدی میں جونپور کے تعلیمی مراکز انفرادی مقام رکھتے تھے اور اس جگہ کا نام بھی نہایت احترام سے لیا جاتا تھا۔ فرید نے 1494ء سے 1497ء تک اسی ماحول میں تعلیم حاصل کی اور جلد ہی علمی حلقوں میں نام پیدا کر لیا۔ یہ سہ سالہ تعلیمی دور فرید خان کی پوری زندگی پر اثر انداز ہوا۔

حسن نہ صرف اپنے بیٹے کی غفلت برتنے پر نادم ہوا بلکہ کچھ افغان سرداروں نے فرید کو بھی مجبور کیا کہ وہ اپنے باپ کی عزت کی خاطر اس کے ساتھ سہسرام لوٹ جائے۔ بہرحال جب حسن خان اور فرید کی ملاقات ہوئی تو دونوں باپ بیٹے پرجوش انداز میں ایک دوسرے سے گلے ملے اور اس کے بعد فرید اپنے والد کے ساتھ جانے پر رضامند ہو گیا۔

واپسی پر حسن خان نے فرید کو اپنی جاگیر کا نظام چلانے کے مکمل اختیارات دے دیئے۔ 1497ء سے 1518ء تک فرید نے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیئے۔ فرید کی آمد کے بعد نا صرف جاگیر کے مالیہ کی وصولی میں باقاعدگی پیدا ہوئی بلکہ اس میں اضافہ بھی ہوا۔

حالانکہ فرید نے اکیس برس کے دوران کوئی ظلم نہ کیا لوگوں سے نہایت اچھا سلوک روا رکھا۔ فرید نے جاگیر کے تمام کارندوں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ مالیہ کی وصولی کے لئے کاشتکاروں پر ظلم اور تشدد نہ کریں۔ اس نے پہلی بار کاشتکاروں کو مالیہ کی رقم غلہ یا نقدی کی صورت میں ادا کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔

مالیہ پیداوار کے پیش نظر مقرر ہوتا لیکن اس کی وصولی میں کسی قسم کی رعایت نہ کی جاتی۔ فرید کے حاجی پور اور خواص پور اور ڈانڈا کا انتظام سنبھالنے کے بعد ان پرگنوں میں انقلاب آ گیا۔ کاشتکار طبقہ فرید خان کا گرویدہ ہو چکا تھا۔ اس نے ہر شخص سے انصاف کیا۔ جاگیر سے رشوت اور بدعنوانیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ قانون شکن رشوت خور اور بدعنوان اہلکاروں کو سخت سزائیں دیں تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت حاصل ہو سکے یہی وجہ تھی کہ فرید عوام میں بے حد مقبول ہوا۔

لگتا تھا فرید کی مشکلات اور مصائب ختم نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے کہ فرید جب عوام میں بے حد مقبول ہوا تو سوتیلی ہندو ماں جل اٹھی۔ اس نے فرید خان کو جاگیر کے انتظام سے الگ کرنے اور اپنے بیٹے سلیمان کو اس کی جگہ لانے کے لئے حسن خان سے اصرار کرنا شروع کر دیا۔

کچھ عرصے تک تو حسن خان اپنی بیوی کو ٹالتا رہا لیکن اس نے اپنے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ حسن خان یہ اقدام کرنے پر مجبور ہو گیا۔ فرید کو جاگیر کے نظام سے

الگ کرنے کے لئے حسن خان بہانے تلاش کرنے لگا۔

اس نے ہر ممکن کوشش کی کہ عوام کی طرف سے کوئی شخص فرید کی شکایت کرے تو وہ فرید کو جاگیر کے انتظام سے علیحدہ کر دے۔ لیکن جاگیر کا ایک بچہ بھی فرید کے خلاف زبان کھولنے پر آمادہ نہ تھا۔

ادھر سے ناکامی کے بعد حسن خان نے حساب کتاب کی پڑتال شروع کر دی لیکن اس معاملے میں بھی اسے ناکامی ہوئی۔ فرید ایک ذہین شخص تھا اور وہ باپ کے ارادوں کو بھانپ گیا۔ اس نے اپنے باپ حسن خان کو ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا۔

"جب تک آپ کا اعتماد میرے ساتھ رہا میں جاگیر کا انتظام بھی بطریق احسن چلاتا رہا۔ لیکن اب میں یہ اعتماد ختم ہوتا ہوا محسوس کر رہا ہوں۔ لہٰذا میں خود ہی اس ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ میں آپ کو رنجیدہ خاطر دیکھنا نہیں چاہتا۔ آپ جسے چاہیں یہ ذمہ داری سونپ دیں۔"

حسن خان فرید کے اس رودیئے سے بے حد متاثر ہوا۔ پھر اس نے جواب دیا میں تسلیم کرتا ہوں نہ صرف تم میری اولاد میں بلکہ پورے خاندان کے قابل ترین شخص ہونے کی وجہ سے باعث عزت ہو۔ مجھے علم ہے جو کام تم نے کیا وہ سلیمان اور احمد کبھی بھی نہ کر سکیں گے۔ بلکہ جاگیر کا نظام ان کے ہاتھوں میں جانے کے بعد تمہارے کیئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ لیکن مجبوری یہ ہے کہ تمہاری سوتیلی ماں نے میری زندگی کو جہنم بنا دیا ہے۔ ممکن ہے تمہاری علیحدگی کے بعد وہ مطمئن ہو جائے گی اور مجھے سکون کا سانس لینا نصیب ہو۔

ایک بار پھر فرید کو باپ کے گھر سے پھر رخصت ہونا پڑا۔ افغان امیروں اور عوام کی طرف سے فرید کی واپسی پر شدید احتجاج کیا گیا گو حسن خان نے ان لوگوں کو یہ تسلی دینے کی کوشش کی کہ اس کی زندگی کے بعد فرید ہی کو جاگیر کا وارث مقرر کیا جائے گا۔ لیکن افغان امیر اس بات سے مطمئن نہ ہو سکے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا لشکری ایک بار پھر سانس لینے کے لئے رکا۔ اس کے بعد گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا۔

کہا جاتا ہے یہ ہندو عورت حسن خان کی بیوی نہیں بلکہ داشتہ کی حیثیت سے

تمام زندگی اس کے پاس رہی۔ اس نے فرید کو جاگیر سے نکلوانے کے لئے انتہائی نفسیاتی حربوں سے کام لیا۔ اس کا آخری حربہ جو کارگر ثابت ہوا وہ یہ تھا کہ اس نے اس وقت تک حسن خان سے ہم بستر ہونے سے انکار کر دیا جب تک فرید خان کو جاگیر سے نکال کے اس کے بیٹے سلیمان اور احمد کو مقرر نہیں کیا جاتا۔

فرید خان اس حادثے سے بے حد رنجیدہ خاطر ہوا۔ اس نے ایک بار پھر باپ کے گھر کو خیر باد کہا اور آگرہ کا رخ کیا۔ آگرہ میں فرید خان سلطان ابراہیم لودھی کے دربار میں پہنچا۔ لیکن ابراہیم لودھی نے اس کی یہ درخواست قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ سہسرام کی جاگیر اس کے حوالے کر دی جائے۔

دراصل سلطان ابراہیم لودھی فرید کو باپ کا ناشکرگزار اور نافرمان سمجھتا تھا اس لئے اس نے فرید کی درخواست قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

فرید ایک بار پھر تن تنہا اپنے مستقبل کو سنوارنے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہو گیا اور دولت خان کی طرف گیا۔ جو پہلے آگرہ میں ایک جاگیردار اور اعلیٰ منصب کا حامل تھا بعد میں یہی دولت خان پنجاب کا گورنر بنا۔ اسی دولت خان نے بابر کو ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی تھی۔ حالات کا جائزہ لینے کے بعد فرید خان دولت خان لودھی کے پاس چلا گیا اور اس سے مراسم پیدا کئے اور پھر یہی مراسم بہترین دوستی میں تبدیل ہو گئے۔

دولت خان لودھی نے بھی ابراہیم لودھی کو مشورہ دیا کہ وہ فرید خان کی مدد کرے لیکن بادشاہ نے کوئی توجہ نہ دی۔ لہٰذا فرید خان دولت خان کے پاس پنجاب ہی میں مقیم رہا۔

1525ء میں جب فرید خان کا باپ حسن خان فوت ہوا تو دولت خان نے ابراہیم لودھی سے سفارش کر کے فرید خان کو حسن خان کی جاگیر کا وارث قرار دلوا دیا۔ فرید خان کی وراثت کے متعلق شاہی فرمان کے اجراء کے بعد فرید خان کے سوتیلے بھائی سلیمان اور احمد اس کے دشمن ہو گئے۔

جب فرید خان اپنے باپ کی جاگیر کا قبضہ لینے کی غرض سے سہسرام روانہ ہوا تو اس کا سوتیلا بھائی سلیمان جنگ کئے بغیر بھاگ نکلا۔ اس نے ایک افغان سردار محمد خان

سور کے پاس جا کر پناہ لی جو پرگنہ جوئند کا مالک تھا اور اسی سردار سے مل کر اپنے بھائی کے خلاف سازباز شروع کر دی۔

محمد خان سور نے اس موقع کو غنیمت جانا کیونکہ فرید کے والد حسن خان کے ساتھ اس کی عداوت تھی اور اب وہ حسن خان کے بیٹوں کے درمیان جھگڑے کو ہوا دے کر دونوں کو کمزور بنانا چاہتا تھا۔ احمد خان نے فرید سے اصرار کیا کہ وہ باپ کی جاگیر تقسیم کرے۔ لیکن فرید کا کہنا یہ تھا کہ وہ سلیمان اور احمد کو بھائی تسلیم کرتے ہوئے جاگیر کا حصہ تو انہیں دینے کو تیار ہے لیکن جاگیر کے انتظام میں ان کا کوئی عمل دخل اس کے لئے اس بناء پر قابل قبول نہ تھا کہ نظم و نسق بادشاہ کی طرف سے اس کے نام پر تھا۔

چنانچہ محمد خان نے سلیمان کو اکسایا کہ وہ فرید خان پر حملہ کر دے۔ فرید خان کو علم تھا کہ شاید وہ اکیلا اپنے بھائی کا مقابلہ نہ کر سکے لہٰذا اس نے بہار کے گورنر بہار خان کی مدد طلب کی۔

دریں اثناء بابر نے ہندوستان پر حملہ کر دیا اور فرید ابراہیم لودھی اور بابر کے درمیان جنگ کے نتیجے کا انتظار کرنے لگا۔ 1525ء میں پانی پت کے میدان میں بابر اور ابراہیم لودھی کی فوجوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ فرید خاموش تماشائی بنا رہا۔ دراصل فرید کا خیال یہ تھا کہ اگر بابر کے مقابلے میں ابراہیم لودھی فتح یاب ہوا تو وہ یقیناً" بہار کے گورنر بہار خان کی مدد سے اپنے بھائی سلیمان اور اپنے باپ کے پرانے دشمن محمد خان کو شکست دے دے گا۔

اور اگر جنگ میں بابر کو فتح ہوئی تو فرید کو اس کے پرگنوں کا حاکم تسلیم کر لیا جائے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد شیر شاہ سوری کا وہ بوڑھا سپاہی لمحہ بھر کے لئے رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

دیکھ صاحب خان پانی پت کے میدان میں ابراہیم لودھی کو بابر کے ہاتھوں شکست ہوئی اور وہ خود بھی میدان جنگ میں مارا گیا۔ پانی پت کی فیصلہ کن جنگ نے ہندوستان میں افغانوں کے ساڑھے تین سو سالہ دور کا خاتمہ کر دیا اور برصغیر میں سلطنت مغلیہ

کی بنیاد پڑی۔ ابراہیم لودھی کی شکست کے بعد بہار کے گورنر بہار خان نے بلا تاخیر سلطان کا لقب اختیار کیا اور اپنے نام کے سکے جاری کئے اور خطبہ پڑھوایا گیا۔

فرید خان ان دنوں بہار کے حاکم بہار خان کے پاس ہی مقیم تھا۔ ایک روز جب وہ بہار خان کے ساتھ شکار کو نکلا تو فرید خان نے اپنی تلوار سے شیر کا مقابلہ کر کے اسے ہلاک کر دیا اسی دن سے بہار خان نے اسے شیر خان کے خطاب سے نوازا اور ساتھ ہی اپنے بیٹے جلال خان کا اتالیق اور استاد بھی مقرر کر دیا۔

بہار خان کا منظور نظر ہونے کے بعد شیر خان نے سہسرام کا رخ کیا وہاں کا انتظام اس وقت اس کا حقیقی بھائی نظام خان چلا رہا تھا۔ تاہم بعض امور پر شیر خان کی توجہ کی شدید ضرورت تھی۔

محمد خان جس سے فرید خان کی دشمنی چلی آ تی تھی افغانوں کے لوہانی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اور اس کے اسی قبیلے سے تعلق رکھنے والے بیشتر افسر اور درباری شیر خان کو ایک قومی شخص کی حیثیت سے دیکھنا پسند نہ کرتے تھے۔ دریں اثناء بہار سے شیر خان کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے محمد خان نے بہار خان کو اس کے خلاف اکسانا شروع کر دیا اور یہ فرمان جاری کرا دیا کہ شیر خان اپنی جاگیر کے حصے کے اپنے تمام بھائیوں کے حصے ان کے سپرد کر دے۔ نا صرف یہ بلکہ محمد خان شیر خان اور اس کے بھائیوں کے درمیان ثالث بھی بن بیٹھا۔

اس نازک صورتحال کے تحت شیر خان اور اس کے بھائی نظام خان نے مانک پور کے صوبیدار جنید برلاس سے تعلق پیدا کیا۔ جنید برلاس بابر کے بہترین جرنیلوں میں سے ایک تھا۔ شیر خان بہ نفس نفیس اس کے پاس گیا اور اس سے وعدہ کیا کہ ا۔ پرگنوں کے مستقبل حصول کے بعد اس کی اطاعت قبول کرے گا۔ مانک پور کے صوبیدرا نے شیر خان کی یہ تجویز قبول کر لی۔ کیونکہ اس طرح وہ بابر کے لئے ایک طاقتور اور معاملہ فہم ساتھی کا اضافہ کر سکتا تھا۔

چنانچہ شیر خان کو فوج دے دی گئی۔ شیر خان نے بلا تاخیر اعلان جنگ کر دیا اور بعض دیگر پرگنوں پر بھی فوج کی مدد سے قبضہ کر لیا۔ بعدازاں محمد خان سور پر بھی وہ حملہ آور ہو گیا حتیٰ کہ اس کے دارالحکومت جوئیند تک جا پہنچا۔ محمد خان نے رہتاس

کی پہاڑیوں میں پناہ لی جب شیر خان نے جوئیند پر قبضہ جما لیا تو محمد خان کو پیغام روانہ کیا جس کا متن کچھ یوں تھا۔

کبھی ہمارے والد کے ساتھ آپ کے مراسم خوشگوار بھی رہے ہیں اس اعتبار سے آپ ہمارے بھی بزرگ ہیں۔ مجھے یہ ہرگز گوارہ نہیں کہ ایک ذیشان افغان سردار اغیار کی پناہ میں دن گزارے آپ لوٹ آئیں تاکہ آپ کے علاقے آپ کو لوٹا دیئے جائیں گے اور میں آپ کو حسن سلوک کا یقین دلاتا ہوں۔

شیر خان کی یقین دہانی پر محمد خان لوٹ آیا۔ شیر خان نے وعدہ وفا کیا اور اس کے تمام علاقے اس کو لوٹا دیئے اس کے بعد محمد خان نے شیر خان کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر کبھی کوئی سازش نہ کی اور شیر خان کے ساتھ اپنے تعلقات ہمیشہ اچھے رکھے۔

اس کامیابی کے بعد شیر خان نہ صرف مانک پور میں بابر کے گورنر برلاس کا وفادار رہا بلکہ مختلف اوقات میں اسے تحفے تحائف بھی روانہ کرتا رہا۔ شیر خان کی اس کامیابی کے باعث بہت سے افغان سردار بھی اس کی ملازمت میں چلے آئے۔ محمد خان سور کو واپس بلانے سے شیر خان کا اصل مقصد افغانوں کی منتشر قوت کو یکجا کرنا بھی تھا۔ بعد ازاں شیر خان جنید برلاس کا شکریہ ادا کرنے جب خود آگرہ گیا تو وہاں اسے بابر کو حاضری دینے کا موقع ملا۔ بابر نے پہلی ہی ملاقات میں شیر خان کی صلاحیتوں کا اندازہ لگا لیا اور اپنے سالار جنید سے کہا۔

میں اس نوجوان افغان کی کشادہ پیشانی پر تاج کی علامت محسوس ہوتی ہے۔ ہم نے یہ سطوت اس سے پہلے کسی پیشانی پر نہیں دیکھی۔ لہٰذا اس نوجوان پر کڑی نظر رکھی جائے۔

بابر نے شیر خان کو گرفتار کرنے کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔ لیکن جنید برلاس کے مشورے پر یہ ارادہ ترک کر دیا۔ بابر کے اس اقدام سے نہ صرف حالات خراب ہونے کا اندیشہ تھا بلکہ سطوت شاہی پر بھی حرف آتا تھا۔ چونکہ شیر خان ایک شاہی مہمان کی حیثیت سے آگرہ گیا تھا۔

بہرحال شیر خان عارضی طور پر بابر کی ملازمت میں آگیا۔ دراصل اس کا مقصد

ملازمت نہ تھا بلکہ بابر کے انتظام و انصراف کا مطالعہ اس سے قریب تر رہ کر کرنا چاہتا تھا۔ نیز شیر خان ایسے وسائل پر بھی غور کر سکتا تھا۔ جنکے ذریعے بابر کو ہندوستان سے باہر نکالا جا سکتا تھا۔

شیر خان دہلی کی مہم میں بابرر کے ساتھ گیا لیکن وہ بابر کے بدلے ہوئے تیوروں کو محسوس کر چکا تھا لہٰذا وہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ اس کی دوستی بابر یا اس کے گورنر جنید برلاس کے ساتھ زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکے گی۔ بہرحال ان لوگوں سے عداوت مول لینے سے قبل ضروری تھا کہ وہ اپنے لئے مخلص ساتھی تلاش کرتا تاکہ وہ بوقت ضرورت اس کے کام آ سکتیں۔

اس طرح شیر خان جنید برلاس سے ملاقات کئے بغیر اپنے فوجی دستوں کے ساتھ بابر کے پاس سے چلا گیا۔ بعد ازاں اس نے ایک خط کے ذریعے جنید سے معذرت کی کہ جاگیر سے اس کی عدم موجودگی کے باعث عوام کو کچھ شکایات پیدا ہو گئیں تھیں لہٰذا اس کی آمد ضروری تھی اس طرح شیر خان یہاں سے نکل کر اپنی جاگیر سہسرام واپس چلا گیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد شیر خان کا وہ سپاہی پھر دم لینے کے لئے رکا۔ اس کے بعد وہ صاحب خان سے شیر شاہ سوری کے حالات کہتا چلا گیا تھا۔

سن صاحب خان۔ بابر کے یہاں سے شیر شاہ سوری کے بھاگنے کی ایک وجہ اور بھی بتائی جاتی ہے اور وہ یہ کہ کہتے ہیں کہ ایک روز ایک دعوت میں بابر کی موجودگی میں شیر خان کو چینی کی طشتری میں مچھلی کھانے کو دی گئی۔ شیر خان اس کھانے سے ناواقف تھا۔ اس نے فوراً" اپنے خنجر سے اس کو کاٹا اور کھانے لگا۔ بابر یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے وزیر میر خلیفہ کی توجہ اس طرف دلائی اور یہ کہا کہ اس نے ایک سے ایک عالی مرتبہ جلیل القدر بہادر افغان دیکھے ہیں لیکن آج تک کسی اور افغان نے اسے متاثر نہیں کیا۔

بابر نے اپنے وزیر میر خلیفہ کو یہ بھی تاکید کی کہ وہ شیر خاں پر متواتر نگاہ رکھے۔ میر خلیفہ شیر خاں کی جانب سے بابر کو یقین دلاتا ہے کہ شیر خان نیک طبع اور نیک سرشت ہے اس کے ساتھیوں کی تعداد اتنی زیادہ نہیں ہے کہ اس کی جانب سے کسی

قسم کا خطرہ پیدا ہو۔

شیر خان اس سرگوشی سے متفکر ہو جاتا ہے اور اپنے خیمے میں لوٹ کر اپنے ہمراہیوں سے اس کا مشورہ کرتا ہے اور چپ چاپ بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ بابر کو مجلس میں شیر خان کی عدم موجودگی کا احساس ہوتا ہے تو وہ شیر خان کو بلانے کے لئے آدمی بھیجتا ہے تو یہ معلوم ہونے پر کہ شیر خان بھاگ گیا ہے وہ اپنے وزیر میر خلیفہ سے ناراض ہو جاتا ہے۔

کہتے ہیں شیر خان واپس سہسرام لوٹتا ہے اور جنید برلاس کی خدمت میں بیش قیمت تحفے اور سوغات بھیج کر اپنی غیر حاضری کا بہانہ پیش کرتا ہے اور اسی وقت یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ نہ تو مجھے ہی مغلوں پر کوئی اعتبار رہ گیا ہے اور نہ ہی مغل میرا اعتبار کرتے ہیں۔ اب وقت اور حالات کا تقاضہ یہی ہے کہ میں دوبارہ بہار کے حکمران بہار خان کے پاس چلا جاؤں۔

یہاں تک کہہ کر شیر شاہ سوری کا وہ سپاہی صاحب خان سے پھر کہہ رہا تھا۔

صاحب خان شیر خان چاہتا تھا کہ بہار خان کے ساتھ ایک بار پھر وہ تعلقات استوار کرے لیکن اسے یہ بھی معلوم تھا کہ بابر کی ملازمت میں چلے جانے کے بعد بہار خان اس کے خلاف ہو چکا ہو گا۔ دوسری طرف محمد خان کوشش کر رہا تھا کہ شیر خان کے بھائی نظام خان کو سہسرام سے بیدخل کرنے کے لئے بہار خان سے اجازت حاصل کرے۔

ان مشکل حالات میں شیر خان نے افغانوں کو متحد اور منظم کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ اس مقصد کے لئے وہ ایک بار پھر بہار خان کے دربار میں پہنچا اس نے شیر خان کو خوش آمدید کہا اور ایک بار پھر اپنے لڑکے جلال خان کا سرپرست اور اتالیق مقرر کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد ہی بہار خان وفات پا گیا اس وقت اس کا لڑکا جلال خان کم عمر تھا چنانچہ اس کی والدہ نے جلال خان کے نگران کے طور پر کام کرنا شروع کر دیا اور شیر خان کو بچے کا اتالیق رکھا۔

اس طرح 1528ء میں شیر خان کو اپنی تمام قوت مجتمع کرنے کے لئے ایک اور اچھا موقع ہاتھ آ گیا۔ جلال خان کی والدہ کی وفات کے بعد شیر خان کے ہاتھ اور

مضبوط ہو گئے اس لئے کہ جلال خان برائے نام لیکن شیر خان عملی طور پر بہار کا بادشاہ تھا۔ شیر خان نے افغانوں کی قوت یکجا کرنے کے لئے تگ و دو شروع کر دی لیکن سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ شیر خان کی بڑھتی ہوئی قوت کے باعث بہت سے افغان اس کے خلاف ہو چکے تھے۔ شیر خان کا خیال یہ تھا کہ جب تک بہار اور بنگال بابر کے خلاف متحدہ محاذ قائم نہ کریں دونوں کا زندہ رہنا مشکل ہو جائے گا۔

دوسری جانب ان دنوں بنگال کا حکمران سلطان محمود تھا اور اس کی سرحد بہار کے ساتھ ملتی تھی۔ سلطان محمود شیر خان کو اچھی نظر سے نہ دیکھتا تھا۔ ویسے بھی اس کی نظریں بہار پر جمی ہوئی تھیں بہار کے اصل حکمران جلال خان کی کم عمری سے وہ فائدہ اٹھانا چاہتا تھا لیکن وہ شیر خان کی صلاحیتوں اور اس کی قوت کا صحیح اندازہ نہ لگا سکا۔

ان حالات میں بنگال کے حکمران سلطان محمود نے بہار پر حملہ کر دیا مگر شدید نقصان اٹھایا۔ شیر خان نے بڑی قوت سے اس کا مقابلہ کیا اور اسے بدترین شکست دی۔ بہار فتح کرنے کی جگہ اپنے گھوڑوں' ہاتھیوں' اسلحہ اور خزانے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ جنگ سے پہلے شیر خان نے سلطان محمود کے سپہ سالار قطب خان کو یہ مشورہ دیا کہ جنگ کی جگہ صلح کا راستہ اختیار کر کے شیر خان سے مل کر مغلوں کے خلاف محاذ قائم کرے لیکن قطب خان نے اسے شیر خان کی کمزوری پر معمول کیا آخر جنگ ہوئی اور بنگال کے حکمران سلطان محمود اور اس کے سپہ سالار قطب خان کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

اسی اثناء میں بہار کے نوعمر حکمران جلال خان کے دربار میں شیر شاہ کی مخالفت بڑھتی چلی گئی اور سازشوں کا جال پھیلتا چلا گیا۔ شیر خان کے مخالف افغانوں نے اس سازش میں جلال خان کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ جلال خان کو شبہ تھا کہ اگر شیر خان کو راستے سے نہ نکالا گیا تو ایک دن وہ خود بہار پر قابض ہو جائے گا۔

چنانچہ ان سب نے مل کر شیر خان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا لیا لیکن شیر خان کو اس منصوبے کے بارے میں پہلے ہی اطلاع مل گئی تھی۔ جلال خان کو ناکامی ہوئی تو اس نے بنگال کے حکمران سلطان محمود سے گٹھ جوڑ کر لیا حتیٰ کہ کچھ عرصہ بعد اس کی

اطاعت بھی قبول کر لی۔

بنگال کے حکمران کے لئے اس سے بہتر اور کون سا موقع ہو سکتا تھا۔ شیر خان کی عداوت میں جلال خان اتنا بھی نہ سمجھ سکا کہ وہ اپنے ان دشمنوں سے مصافحہ کر رہا تھا جو اس پر فوج کشی کر چکے تھے۔

درحقیقت شیر خان حاکم بہار کی وفاداری کا دم بھرتا رہا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو وہ بہار پر اسی وقت آسانی سے قبضہ جما سکتا تھا جب جلال خان باپ اور ماں دونوں کے سائے سے محروم ہونے کے بعد شیر خان کے رحم و کرم پر تھا۔

لیکن جلال خان نے اپنے چاپلوس درباریوں کی باتوں میں آ کر اپنی ناتجربہ کاری کی بناء پر شیر خان سے دشمنی مول لے لی تھی۔ شیر خان جلال خان کے اس رودیئے سے بہت بد دل ہوا وہ دربار چھوڑ کر سہسرام لوٹ گیا۔ شیر خان کے ساتھ المیہ یہ تھا کہ بنگال اور بہار دونوں کے حکمران اس کی وفاداری کو مشکوک نظروں سے دیکھتے تھے اور بلا وجہ اس کے دشمن ہو چکے تھے۔

شیر خان کی واپسی کے بعد جلال خان نے اپنی فوج کو بنگال کے حکمران سلطان محمود کی افواج میں ضم کر دیا۔ نیز بنگال اور بہار ایک ریاست بنا دیئے گئے۔ اس طرح جلال خان کی بہار پر خودمختاری اور حکمرانی کا خود بخود خاتمہ ہو گیا۔

شیر خان اس اقدام پر بہت خوش ہوا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس اقدام کے بعد بہار کی فوج کے باہمی اختلافات ختم ہو گئے تھے اور اب وہ بڑی آسانی کے ساتھ جلال خان کے بعض علاقوں پر قبضہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ شیر خان نے مزید فوج بھرتی کی اور ان کے خلاف جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

بنگال کے حکمران سلطان محمود نے گزشتہ شکست کا انتقام لینے کی غرض سے شیر شاہ کے خلاف فوج روانہ کر دی۔ شیر خان کو علم تھا کہ بنگال کے مقابلے میں اس کے پاس فوج کم تھی لہٰذا اس نے حملہ کرنے میں پہل سے گریز کیا۔

شیر خان چاہتا تھا کہ جنگ شروع ہونے کے بعد دشمن پر پہلی بار ہی کاری ضرب لگائی جائے جب بنگال سے مزید تازہ دم فوج آئے تو اس کی آمد سے قبل ہی بچی کچھی فوج کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ دشمن نے حملہ کیا تو شیر خان نے سب

سے پہلے دشمن کے پیادہ فوج کو اس کے توپ خانے اور ہاتھیوں سمیت دور دھکیل دیا۔ اس کے بعد شیر خان فوج کے محفوظ دستوں پر ٹوٹ پڑا۔

اس جنگ میں بنگال فوج کا کمانڈر ابراہیم بھی مارا گیا۔ یوں 1528ء میں شیر خان کو دوسری بار بنگال کے حکمران کے خلاف زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔ جلال خان بصد مشکل بنگال پہنچا لیکن بنگال کا خزانہ ہاتھی توپ خانہ شیر خان کے ہاتھ لگا۔ اس طرح بنگال اور بہار کی اس متحدہ قوت کو شکست دینے کے بعد شیر خان بہار کا حکمران بن گیا تھا۔

اس فتحمندی کے چند دن بعد شیر خان چنار کے قلعے کی طرف بڑھا جو تاج خان کی وفات کے بعد اس کی دوسری کم عمر بیوی ملکہ لاڈو کی حفاظت میں تھا۔ شیر خان نے جنگ کرنے کے بجائے لاڈو کو شادی کا پیغام بھیجا جو قبول کر لیا گیا۔ اس طرح چنار کا قلعہ اور اس کا سارا خزانہ شیر خان کے ہاتھ میں آ گیا اسی دولت کے باعث شیر خان کی قوت اثر و رسوخ اور وسائل میں زبردست اضافہ ہوا۔

اس کے بعد شیر خان نے برصغیر میں بکھری ہوئی افغان قوت کو یکجا کرنے کے لئے شب و روز جدوجہد کا آغاز کر دیا اور عوام کی بہبود پر زیادہ سے زیادہ توجہ دی تاکہ اس کے ساتھ عوام کی وفاداری اور اس کا اعتماد مستقبل میں کام آ سکے۔ اس نے تمام مفتوحہ علاقوں کے انتظام کو بھی بہتر سے بہتر بنانے کے لئے کام شروع کیا۔

اتنا کہنے کے بعد شیر شاہ کا وہ سپاہی دم لینے کے لئے رکا۔ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس کی رفتار کچھ تیز کی پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

دیکھ صاحب خان اتنی طویل جدوجہد کے بعد شیر خان کے لئے پھر کچھ پریشانیاں پیدا ہو گئیں وہ چاہتا تو یہ تھا کہ اپنی حکومت کو مزید وسعت دے لیکن ابھی یہ منصوبہ زیر غور ہی تھا کہ ابراہیم لودھی کے بھائی محمود لودھی نے شیر خان کو طلب کر لیا۔

ابراہیم لودھی کا بھائی محمود لودھی ابراہیم کی پانی پت کی جنگ میں شکست کے بعد سنگرام سنگھ کے پاس چلا گیا تھا اور جب سے اس کے پاس پناہ گزین رہا پھر کنوہ کی جنگ میں اس کے ساتھ شریک ہوا اس کے بعد کچھ عرصہ چتوڑ میں مقیم رہا لیکن بعد ازاں لودھی دربار کے امراء کے مشورے پر راجپوتانہ چھوڑ کر واپس چلا آیا اور پٹنہ کو اپنا

صدر مقام بنا لیا۔

محمود لودھی کے شیر خان پر ماضی میں کچھ اس قدر احسانات تھے کہ وہ محمود لودھی کے بلاوے سے انکار نہ کر سکا۔ دوسرے محمود لودھی کے بلاوے پر انکار نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کیونکہ محمود خان خود بھی افغان تھا اور شیر خان افغانوں کو متحد کرنے کا بیڑہ اٹھائے ہوئے تھا اگر وہ محمود خان لودھی کے بلاوے پر نہ جاتا تو افغانوں کے اتحاد کے اس نعرے کی نفی ہوتی تھی جو شیر خان ایک عرصے سے بلند کر رہا تھا۔

یوں محمود لودھی نے اس کے لشکر کے ساتھ مغلوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے پانی پت کی مہم میں حصہ لینے کے لئے طلب کیا۔ تو شیر خان نے پیغام بھیجا کہ فی الحال اس کا لشکر جنگ کے لئے پوری طرح تیار نہیں ہے لہٰذا وہ کچھ دیر بعد روانہ ہو سکے گا۔

اس موقع پر محمود لودھی کے افسروں نے یہ باور کرنے کی کوش کی کہ شیر خان چونکہ مغلوں کی ملازمت میں رہ چکا ہے لہٰذا وہ ان سے وفاداری کو طور پر حیلوں بہانوں سے کام لے رہا ہے۔ ان افسروں نے محمود لودھی کو یہ بھی مشورہ دیا کہ اگر اس جنگ میں آپ شیر خان کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں تو اودھ جانے کے لئے سہسرام کا راستہ اختیار کیا جائے تاکہ شیر خان کو اپنا لشکر ہمراہ بھیجنے پر مجبور کیا جائے۔

محمود لودھی نے اپنے ان افسروں کی تجویز کو قبول کر لیا اور پھر وہ سہسرام کے راستے اودھ کی طرف روانہ ہوا۔ شیر خان نے محمود لودھی کا شاہانہ استقبال کیا۔ چپ چاپ اپنے لشکر کے ہمراہ اس کے ساتھ ہو لیا۔

اس وقت بابر اپنے بیٹے ہمایوں کی علالت سے پریشان تھا۔ اسے کسی دوسرے مسئلے پر توجہ دینے کی فرصت نہ تھی۔ محمود لودھی نے اس حالت سے فائدہ اٹھایا۔ دریائے گنگا کو اس نے عبور کیا لکھنؤ پر اس نے قبضہ کر لیا۔ دریں اثناء بابر وفات پا گیا اور ہمایوں تخت نشین ہوا۔

جب ہمایوں کو آگرہ میں لکھنؤ ہاتھ سے نکل جانے کی اطلاع ملی تو اس نے جونپور کی طرف پیشقدمی کی 1532ء میں یہ جنگ محمود لودھی اور ہمایوں کے درمیان ہوئی۔ اس جنگ میں محمود لودھی کو بدترین شکست ہوئی اور وہ فرار ہو کر بہار کی طرف چلا

گیا۔ محمود لودھی نے پھر فوج منظم کی مگر دوبارہ اسے ناکامی ہوئی آخر وہ اڑیسہ چلا گیا اور کچھ عرصہ بعد وفات پا گیا۔

اس جنگ کے بعد مغلوں کو احساس ہو چکا تھا کہ اگر برصغیر میں کوئی طاقت ان سے ٹکر لے سکتی ہے تو وہ شیر خان کی طاقت ہے۔ ادھر شیر خان بھی یہ محسوس کر رہا تھا کہ جب تک وہ اپنی طاقت کو مستحکم کر کے اپنے علاقوں کو مزید وسعت نہ دے گا اس وقت تک آرام سے نہ بیٹھے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد شیر خان کا سپاہی کہتے کہتے رک گیا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر وہ کہنے لگا دیکھ صاحب خان ان حالات کے بعد ہمایوں نے ہمارے آقا شیر خان سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنا چنار کا قلعہ اس کے حوالے کر دے۔ شیر خان نے جب ہمایوں کا مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اب صورت حال یہ ہے کہ ہمایوں ایک لشکر لے کر شیر خان کی سرکوبی کے لئے آگرہ سے نکل چکا ہے یہاں سے چند فرلانگ آگے شیر خان اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے ہے وہ ہمایوں کی آمد کا منتظر ہے۔ دیکھیں ہمایوں کی آمد کے بعد دونوں کے درمیان کیسی ہولناک جنگ ہوتی ہے۔ اب ہم تمہیں اسی جگہ لے کر جائیں گے جہاں چند فرلانگ آگے شیر خان نے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد وہ سپاہی خاموش ہو گیا پھر صاحب خان کہنے لگا۔

دیکھ میرے بھائی۔ میرے عزیز۔ میں تیرا شکرگزار ہوں کہ تو نے میرے کہنے پر شیر شاہ کے حالات تفصیل کے ساتھ سنائے۔ شیر شاہ کے حالات سننے کے بعد میں امید رکھتا ہوں کہ وہ شخص میرے معاملے میں انصاف سے کام لے گا۔ جس شخص نے ایک اعلیٰ مقام پر پہنچنے کے لئے اس قدر جدوجہد اس قدر مصائب برداشت کئے ہوں میرے خیال میں وہ مجھ جیسے شخص کے ساتھ ظلم اور زیادتی نہیں کرے گا۔ دیکھ میرے بھائی اب میں بخوشی اور اطمینان قلب کے ساتھ تمہارے ساتھ شیر خان کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے جاؤں گا۔ اتنا کہنے کے بعد جب صاحب خان خاموش ہوا تو شیر خان کا وہ لشکری پھر کہنے لگا۔

دیکھ صاحب خان میں ایک بات اور تم سے کہتا چلوں۔ میرا خیال ہے تمہارے

تعلقات قلعہ رہتاس کے راجہ چندر مل سے بڑے گہرے اور دوستانہ ہیں۔ پر اب ہرکشن کی بھی عنقریب ہی کم بختی اور بدبختی آنے والی ہے۔ اس پر صاحب خان نے جواب دیا۔

دیکھ عزیز میرے اس راجہ کے ساتھ نہ کوئی ذاتی تعلقات ہیں نہ اتنے گہرے روابط اور مراسم۔ میں اور میرا بڑا بھائی دونوں ہی ایک خانہ بدوش قبیلے کے سردار کے غلام ہیں۔ میرا باپ بھی وہیں ہمارے ساتھ ہے۔ اب وہ تمہارے سپاہیوں کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے۔ جہاں تک راجہ ہرکشن کا تعلق ہے تو میں گزارش کروں کہ خانہ بدوش قبیلے کے سردار کے غلام کی حیثیت سے میں اور اس کے دوسرے کارکن جنگلوں میں لومڑیاں پکڑنے کا کام کرتے ہیں اور ان کی کھالیں بیچتے ہیں۔ رہتاس کا راجہ ہرکشن کھالوں کا سب سے بڑا خریدار ہے۔ بس اسی سلسلے میں وہ مجھے جانتا ہے۔ ویسے وہ مجھ پر مہربان ہے۔ مجھے بیٹا کہہ کر پکارتا ہے اور میری کم بختی یہ ہے کہ میں اس کی بیٹی گنگا کو پسند کرتا ہوں اور میری مزید بدبختی یہ کہ راجکماری گنگا مجھے ناپسند کرتی ہے۔ وہ کسی اور سے محبت کرتی ہو گی۔ یا ایک ہندو لڑکی کی حیثیت سے مجھے مسلمان سمجھ کر وہ اس قابل نہ خیال کرتی ہو گی کہ میری محبت کا جواب وہ چاہت اور محبت سے دے۔ یہ تو کہو تمہارا حاکم شیر خان کیوں رہتاس کے راجہ ہرکشن کے خلاف حرکت میں آنا چاہتا ہے۔ اس پر وہ لشکری جواب میں کہنے لگا۔

دیکھ صاحب خان۔ جس وقت ہمایوں نے شیر خان سے اس کا قلعہ چنار مانگا اور شیر خان نے وہ قلعہ دینے سے انکار کر دیا تو شیر خان کو جب پتہ چلا کہ قلعہ حاصل کرنے کے لئے ہمایوں اس کے خلاف لشکر کشی پر آمادہ ہے تو ہمایوں کے خلاف شیر شاہ نے رہتاس کے راجہ چندر مل سے مدد طلب کی۔ لیکن چندر مل نے شیر خان کی مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ بس یہ بات شیر خان نے اپنے دل میں بٹھا رکھی ہے اور جب کبھی بھی اسے مناسب موقع ملا وہ رہتاس کے راجہ ہرکشن پر حملہ آور ہو کر قلعہ رہتاس حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس پر صاحب خان کہنے لگا اگر شیر خان ایسا ہی کرے تو اچھا ہے۔ اس طرح اس کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہو گا اور وہ اپنی سلطنت کو وسعت دینے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

صاحب خان کی اس گفتگو کے جواب میں شیر خان کا وہ لشکری خاموش ہی رہا پھر انہوں نے اپنے گھوڑوں کو انگیخت کرنے والی ایڑیں لگائیں اور اپنی رفتار پہلے کی نسبت تیز کر دی تھی۔

O===O===O

دریائے گنگا اور دریائے کرم ناسہ کے سنگم کے قریب شیر خان نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ شیر خان کے جاسوسوں نے اسے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ ان کے کچھ سپاہی اس نوجوان کو پکڑ کر لا رہے ہیں جس نے شیر شاہ کے کئی سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ لہٰذا جس وقت صاحب خان کو شیر خان کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت شیر خان اپنے پڑاؤ میں ایک چٹائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ اس کا بیٹا قطب خان' دوسرا بیٹا عادل خان اور تیسرا بیٹا جلال خان بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ اس کے بائیں ہاتھ اس کے سالاروں میں سے اسماعیل سوری' حبیب خان ککڑ' غازی خان سور' سلطان سروانی' ہیبت خان نیازی' حاجی خان برنی اور برہمی جیت ایک دوسرے کے شانے سے شانہ ملا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ صاحب خان جب شیر خان کے سامنے لایا گیا تو شیر خان تھوڑی دیر تک اسے بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر دائیں جانب اپنے تینوں بیٹوں کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

میرے بیٹو۔ میرے بچوں۔ میرے فرزندوں۔ یہ جو جوان کھڑا ہے بظاہر عاجز اور مسکین لگتا ہے۔ لیکن اس کی پیشانی پر میں راتوں کو چہل قدمی کرتے سیاروں جیسی چمک' وقوع پذیر ہونے والے ڈراؤنے مناظر جیسا استقلال' آسمان سے اتر کر قوموں کو ادھیڑتے عذاب جیسی جفاکشی' بزم ہستی کے بن بلائے مہمان جیسی بے باکی دیکھتا ہوں۔

اس کی آنکھوں کی طرف دیکھو ان میں سرمدی سرمئی دھندلکوں میں بادلوں کی چادر ادھڑتی برہم بجلیوں کی سی لپک' موسموں کی جھڑتی راکھ میں خواہشوں کی اڑتی چنگاریوں جیسا سماں ہے۔ اس کے چہرے پر پہلی چمک کو دیکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ ایک روز یہ تاریک راتوں کی ہتھیلی پر اپنے مقدر کا سورج ثابت ہو گا۔ اگر یہ کسی لشکر کا سالار ہو جائے تو ہوا کی لوح پر پہلی اذان کے بکھرتے نور کی طرح عروج حاصل کرے گا۔ اس وقت یہ بے شک سہمے پرندوں کی طرح خاموش' ٹھنڈی سفید اگر جیسا طرز دکھائی دیتا ہے پر وقت آنے پر یہ رینگتی شور کرتی آوازوں اور کروٹیں لیتی چنگاریوں جیسا ثابت ہو گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد شیر خان رکا پھر صاحب خان سے پوچھا۔

تم نے میرے آدمیوں کو کیوں قتل کیا۔ صاحب خان جواب میں کہنے لگا۔

دیکھ فرید خان لوگ تمہیں شیر خان کہتے ہیں۔ میں تمہیں شیر شاہ کہہ کر مخاطب ہوں جنگل میں لومڑیوں کا شکار کرتے ہوئے میں نے اور میرے باپ نے دیکھا کہ کچھ مسلح جوان ایک لڑکی کو بے عصمت کرنے کے درپے تھے۔ میں نے اس لڑکی کو پہچان لیا وہ میری جاننے والی تھی وہ رہتاس کے راجہ ہرکشن کی راجکماری گنگا تھی۔ شیر شاہ لڑکی نایاب اور عزیز ہے لہٰذا میں فورا" اپنے باپ کے ساتھ رہتاس کے راجہ ہرکشن کی راجکماری گنگا کو بچانے کے لئے آگے بڑھا وہ مسلح جوان جو اسے اٹھا کر لے جانے کی کوشش کر رہے تھے وہ مجھ سے اور میرے باپ سے ٹکرائے۔ بدقسمتی سے ان کے ساتھ مقابلے میں میرا باپ مارا گیا تاہم میں نے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ راجکماری گنگا کی میں نے عصمت اور جان بچائی اور اسے اس کے باپ کے پڑاؤ کی طرف بھجوا دیا۔ جو قریب ہی شکار کی غرض سے خیمہ زن ہے۔ اسی دوران آپ کے مسلح جوانوں نے مجھے گھیر لیا اور آپ کے پاس لے آئے بس یہی میرا جرم اور میرا گناہ ہے۔ اگر کسی لڑکی کی عزت بچانا جرم ہے تو میں مجرم ہوں اور سزا کے لئے تیار ہوں۔

صاحب خان کی یہ ساری گفتگو سن کر شیر خان کوئی فیصلہ دینے ہی والا تھا کہ دو گھڑسوار بڑی تیزی سے وہاں پہنچے۔ اپنے گھوڑوں سے اتر کر وہ بھاگتے ہوئے قریب

آئے اور شیر شاہ سے کچھ کہنے کی اجازت طلب کی۔ شیر خان نے انہیں اپنے قریب آنے کو کہا پھر ان دونوں میں سے جو ڈھلتی ہوئی عمر کا تھا وہ شیر خان کے قریب آیا اور بڑی رازداری اور سرگوشی میں کہنے لگا۔

دیکھ شیر خان۔ میں ایک خانہ بدوش قبیلے کا سردار ہوں میرا نام فدائی خان ہے یہ نوجوان جو سامنے کھڑا ہے جس کا نام صاحب خان ہے یہ میرا غلام ہے۔ شیر خان کیا تیرے ذہن میں کسی ایسے شخص کا نام آتا ہے جس کا نام ملک سکھا ہو۔ اس پر شیر خان چونکا اور کہا۔

ہاں میں ملک سکھا کو جانتا ہوں وہ ہمارا خاندانی غلام تھا پھر میرے باپ کی سختیوں کی وجہ سے وہ ہمیں چھوڑ کر چلا گیا۔ اس پر فدائی خان کہنے لگا۔ سن شیر خان۔ وہ ملک سکھا جو تمہارا خاندانی غلام تھا وہ تمہارے یہاں سے بھاگ کر میرے یہاں چلا آیا اور اپنے دونوں بیٹوں مقرب خان اور صاحب خان کے ساتھ میرے یہاں غلام کی حیثیت سے کام کرنے لگا۔ یہ تینوں باپ بیٹے لومڑیوں کا شکار کرنے میں انتہا درجے کی مہارت رکھتے ہیں۔ جب سے یہ میرے یہاں آئے ہیں انہوں نے میری آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے۔ شیر شاہ یہ نوجوان صاحب خان جو تمہارے سامنے کھڑا ہے وہ اسی ملک سکھا کا بیٹا ہے۔ یہ میرے ساتھ جو نوجوان آیا ہے اس کا نام مقرب خان ہے اور یہ صاحب خان کا بڑا بھائی ہے۔

فدائی خان کے اس انکشاف پر شیر خان نے اپنی جگہ سے اٹھ کر صاحب خان کے بڑے بھائی مقرب خان سے مصافحہ کیا اور پھر فدائی خان کہنے لگا دیکھ شیر خان میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ تمہارے جن مسلح جوانوں کو صاحب خان نے قتل کیا ہے وہ رہتاس کے راجہ ہرکشن کی راجکماری گنگا کو اٹھا لے جانا چاہتے تھے اسے بے آبرو بے عصمت کرنا چاہتے تھے لہٰذا صاحب خان نے راجکماری کو بے عصمت ہونے سے بچایا اس پر مزید میں یہ بھی کہوں کہ یہ صاحب خان رہتاس کے راجہ ہرکشن کی راجکماری گنگا کو دیوانگی کی حد تک پسند کرتا ہے اور اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہے۔ پر گنگا اس سے نفرت کرتی ہے۔ اس کو ناپسند کرتی ہے شاید اس بناء پر کہ یہ مسلمان ہے شاید اس بناء پر کہ یہ غلام ہے شاید اس بناء پر کہ یہ ایک کم مایہ اور بے

دشمن انسان ہے۔

اتنا کہنے کے بعد فدائی خان جب خاموش ہوا تو شیر شاہ نے اسے اور مقرب خان کو اپنے قریب ہی بیٹھنے کو کہا۔ جب وہ بیٹھ گئے تب شیر خان نے اپنے سامنے کھڑے صاحب خان کو مخاطب کیا۔

صاحب خان تو نے جو رہتاس کے راجہ ہرکشن کی راجکماری گنگا کی عصمت اور اس کی آبرو بچاتے ہوئے میرے مسلح جوانوں کو قتل کیا تو اس کا تم سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ قسم خدائے مہربان کی اگر کسی لڑکی کی عزت بچاتے ہوئے تم اس سے دس گنا زیادہ نوجوانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تب بھی میں تمہاری ذات پر فخر کرتا۔ سن تم نے جو ان نوجوانوں کو قتل کیا اگر وہ تیرے ہاتھوں سے بچ جاتے تو میں خود ان کے سر قلم کر دیتا۔ مجھے افسوس ہے کہ ان جوانوں کے ہاتھوں تیرا باپ ملک سکھا مارا گیا۔ سن ملک سکھا میرے خاندان کا موروثی غلام تھا مجھے اس کے مرنے کا ازحد دکھ اور غم ہے۔ اب میں تجھے دربدری کی زندگی بسر نہیں کرنے دوں گا تو مجھے صرف یہ بتا کیا تو صرف لومڑیاں ہی پکڑنا جانتا ہے یا تیغ زنی اور شمشیرزنی کے فن سے بھی واقف ہے۔

شیر خان کے اس استفسار پر صاحب خان نے تھوڑی دیر تک سوچ و بچار کیا اس کی چھاتی تن گئی۔ اس کے چہرے پر عزم و استقلال کے جذبے جوش مارنے لگے اس کے بعد وہ عجیب سی الوالعزمی میں کہنے لگا دیکھ شیر شاہ اگر آپ مجھے اپنے لشکر میں شامل کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس طرح ماضی میں جنگلوں کے اندر میں لومڑیوں کا شکار کرتا رہا ہوں اسی طرح میں آپ کے دشمنوں کا بھی شکار کروں گا۔ شیر شاہ مجھے نہیں پتہ آپ کے دائیں بائیں کون لوگ بیٹھے ہیں مجھے بتایا جائے اور ان سے میرا تعارف کرایا جائے تو جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں وہ کہوں۔ اس پر شیر شاہ کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

دیکھ صاحب خان۔ میرے دائیں جانب میرے بیٹے بیٹھے ہوئے ہیں اور جو اشخاص میرے بائیں جانب ہیں یہ سب میرے سالار میرے جرنیل ہیں۔ اس پر

صاحب خان کی چھاتی تن گئی گردن بالکل سیدھی ہو گئی اس کے بعد اس نے بڑی جراتمندی میں کہا۔

شیر شاہ آپ کو چھوڑ کر آپ کے بیٹوں اور آپ کے سالاروں سب کو میں چیلنج دیتا ہوں کہ ان میں سے جو چاہے میرے ساتھ حرب و ضرب کے ہر فن میں مقابلہ کر لے اور اگر میں ان میں سے کسی سے شکست کھا گیا' ہار گیا تب ساری زندگی آپ کے غلام کی حیثیت سے آپ کے ساتھ بسر کروں گا اور اگر میں ان سے جیت گیا تو پھر جو انعام آپ چاہیں مجھے دیں۔

صاحب خان کا یہ جواب سن کر شیر خان نے تھوڑی دیر تک توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر استفہامیہ سے انداز میں اس نے اپنے بیٹوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ دیکھا جو اندازہ میں نے اس صاحب خان کے متعلق لگایا تھا وہ بالکل درست ہوا۔ میں جانتا ہوں تم چاروں میں سے کوئی بھی تیغ زنی میں اس کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتا۔ رہا سوال میرے سالاروں کا تو اس وقت ہیبت خان نیازی اپنے آپ کو سب سے بڑا تیغ زن اور طاقتور خیال کرتا ہے اس کے علاوہ برہم جیت بھی اس بات کا دعویدار ہے کہ طاقت اور قوت اور فن سپاہ گری میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ میرے خیال میں ان دونوں کو میں اس صاحب خان سے مقابلے میں آزماتا ہوں۔ شیر شاہ کی اس تجویز کے جواب میں اس کا بیٹا عادل خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

پدر محترم میں تو اس صاحب خان کو اپنا حقیقی بھائی سمجھنے لگا ہوں لہٰذا میرا تو اس سے مقابلہ کرنے کا کوئی ارادہ تک نہیں۔ میرے بھائی بھی ایسا نہیں کریں گے۔ یہ جو آپ اسے ہیبت خان یا برہم جیت کے ساتھ ٹکرانا چاہتے ہیں تو میرے خیال میں یہ درست بھی ہے۔ ویسے ہیبت خان عمر کے لحاظ سے اس صاحب خان سے کافی بڑا ہے کم از کم عمر میں ڈیڑھ گنا ہو گا یہی حالت برہم جیت کی بھی ہے بہرحال دیکھتے ہیں صاحب خان ان دونوں کے سامنے کیسے جمتا ہے۔ پدر محترم اس موقع پر میں آپ کو ایک تجویز پیش کروں گا۔ اس پر شیر شاہ نے بڑے شوق سے اپنے بیٹے عادل کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ کیسی تجویز۔ عادل خان کہنے لگا۔

پدر محترم۔ ہیبت خان میرے خیال میں ہمارے سارے سالاروں میں جسمانی لحاظ

سے زیادہ طاقور اور پر قوت خیال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کی طاقت اور قوت کو صاحب خان کے ساتھ آزمائیے۔ برہم جیت بڑا تیز' بڑا طرار اور تلوار اور تیغ زنی کے فن میں بڑا عیار خیال کیا جاتا ہے۔ صاحب خان کے ساتھ شمشیر زنی کا مقابلہ برہم جیت سے کرائیے۔ اس پر شیر خان خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ عادل میرے بیٹے تمہاری تجویز سے میں اتفاق کرتا ہوں۔ ایسا ہی ہو گا۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد شیر خان نے اپنے سالار ہیبت خان نیازی اور برہم جیت کو طلب کیا۔ وہ دونوں اٹھ کر شیر خان کے سامنے آن کھڑے ہوئے۔ شیر خان نے سب سے پہلے ہیبت خان نیازی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ہیبت خان تم اپنے ہتھیار اتار دو۔ سر پر جو تم نے آہنی خود اور بازوؤں پر لوہے کے جوشن پہنے ہوئے ہیں یہ بھی علیحدہ کر دو۔ شیر خان کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے ہیبت خان نے فوراً" اپنا سارا جنگی سامان اتار دیا اور نہتا ہو کر شیر خان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ شیر خان نے کہا صاحب خان کی طرف بڑھو اور جسمانی قوت میں اس کے ساتھ مقابلہ کرو پھر صاحب خان کی طرف دیکھتے ہوئے شیر خان نے کہا۔

صاحب خان۔ میں نے اپنے دو سالاروں کا انتخاب کیا ہے۔ ایک ہیبت خان نیازی یہ تمہارے ساتھ جسمانی طاقت کا مظاہرہ کرے گا اس مقابلے میں کوئی ہتھیار استعمال نہیں کیا جائے گا اور تیغ زنی کا مقابلہ تمہارے ساتھ میرا سالار برہم جیت کرے گا کہو تمہیں منظور ہے۔ اس پر صاحب خان کہنے لگا شیر شاہ آپ حاکم ہیں آپ کا ہر فیصلہ مجھے منظور ہے اور مجھے امید ہے کہ میں آپ کی امیدوں پر پورا اترنے کی کوشش کروں گا۔ اس کے ساتھ ہی شیر خان نے ہیبت خان اور صاحب خان کو آگے بڑھ کر مقابلہ شروع کرنے کا حکم دیا۔

ہیبت خان بڑے نچے تلے قدموں سے آگے بڑھا صاحب خان کے قریب جا کر وہ رکا پھر اسے ایک طرح سے حقارت میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔ سن بھیڑیوں لومڑیوں کا شکار کرنے والے تجھے کیا سوجھی کہ تو یہاں میرے آقا شیر خان کے سامنے میرے ساتھ مقابلے کی ٹھانے۔ تو جنگلوں میں لومڑیوں بھیڑیوں کا ہی شکار کرتا رہتا تو وہ تیرے لئے سودمند تھا۔ انسانوں کا شکار تیرے بس کی بات نہیں۔ تو ایک خانہ بدوش بنجارہ

ہے تیرا تیغ زنی اور ایسے مقابلوں سے کیا تعلق۔ اس پر کھولتے لہجے میں صاحب خان نے جواب دیا۔

سن ہیبت خان۔ ذرا مجھ پر ضرب لگا کر تو دیکھ پھر اس کے انجام میں میں تجھے بتاؤں گا کہ لومڑیوں کے شکار کے ساتھ ساتھ میں اپنے مدمقابل کا شکار بھی کیسے کرتا ہوں جب تو مجھ سے ٹکرائے گا تو اس کے چند ہی لمحے بعد اردگرد بیٹھے لوگ دیکھیں گے میں تیرے ذہن کی راہداریوں میں روتی سوچیں بھروں گا تیرے دل کے پیاسے جزیروں میں سناٹوں کے زخم لگا دوں گا۔

سن ہیبت خان۔ میں ایک غلام شکاری اور خانہ بدوش بنجارے کی حیثیت سے زندگی میں اب تک اندھیرے کے دروازوں پر دستک دیتا رہا ہوں آج میں تیرے بدن پر دستک دوں گا تیری اقدار کو مٹی میں ملاؤں گا اور تیری سانسوں کی شاہراہ کو ویران گزرگاہ میں بدلوں گا آگے بڑھ مجھ پر ضرب لگا کہ میں تجھے اپنا آپ دکھاؤں پھر یہ سارے لوگ دیکھیں گے کہ مقابلے کے اس میدان میں کون پست و زیر کون فاتح و زبر ہوتا ہے۔

ہیبت خان بل کھاتا ہوا آگے بڑھا اور اپنا دایاں ہاتھ بلند کر کے اس نے صاحب خان کے ضرب لگانا چاہی۔ صاحب خان اپنی جگہ پر سکون تھا۔ جوں ہی ہیبت نے اپنا مکا لہرایا صاحب خان فوراً" حرکت میں آیا اور ہیبت خان کے مکے پر اس نے اپنا مکہ دے مارا تھا۔ دونوں کے ہاتھ جب سختی کے ساتھ ٹکرائے تو ہیبت خان درد کی شدت سے سسکار کر رہ گیا صاحب خان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

اس کے بعد ہیبت خان نے دو تین بار اپنے دائیں ہاتھ کی ضرب صاحب خان کے لگانا چاہی لیکن صاحب خان نے ہر بار اپنے جسم سے دور ہی ہیبت خان کے ہاتھ کو روک دیا تھا۔ اس کے بعد صاحب خان نے مزاحمت ترک کر دی اور بالکل ستون کی طرح بے حس و حرکت کھڑا ہو کے رہ گیا۔ اس پر ہیبت خان کا حوصلہ بڑھا اور لگاتار تین چار ضربیں اس نے صاحب خان کے کندھوں اس کی گردن اس کے پیٹ اور اس کے شانے پر دے ماری تھیں۔ ساری ضربیں صاحب خان بڑے صبر بڑے تحمل اور بڑے ضبط کے ساتھ برداشت کر گیا تھا۔ جب صاحب خان کی طرف سے کسی ردعمل'

کسی تکلیف اور دکھ کا اظہار نہ کیا گیا تب ہیبت خان اپنی جگہ کسی قدر پریشان ہو گیا تھا۔ اس موقع پر صاحب خان نے اسے مخاطب کیا۔

دیکھ ہیبت خان لگتا ہے تیری ضرب میں کوئی زور طاقت ہی نہیں رہی ہیبت خان میں اک بنجارہ ضرور سہی پر جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے میں جنگلی جانوروں ہی کا شکار کرتا رہا ہوں ہیبت خان تیرے نام کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ تو جنگلی درندوں کی طرح مجھ پر حملہ آور ہو گا اور مجھے تیرے سامنے اپنا دفاع مشکل ہو جائے گا لیکن تو تو میرے سامنے بھیڑ بکری ہی ثابت ہوا تو نے مجھے چار پانچ گھونسے مارے لیکن تو نے دیکھا میں نے کسی قسم کی تکلیف یا اذیت کا اظہار نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تیرے مکے تیری ضرب میں جان نہیں دیکھ اب میں تجھے ضرب لگانے کا نمونہ دیتا ہوں اس کے ساتھ ہی صاحب خان نے اس زور کا مکہ ہیبت خان کی گردن کے نیچے مارا کہ ہیبت خان کے پاؤں زمین سے اکھڑ گئے اور بل کھاتا ہوا وہ انتہائی بے بسی کے عالم میں زمین پر گر گیا تھا۔

صاحب خان پر گویا دیوانگی طاری ہو گئی تھی بڑی تیزی سے وہ آگے بڑھا تین چار پاؤں کی ضربیں اس نے ہیبت خان کے لگائیں ہیبت خان بوجھ لادے جانے والے اونٹ کی طرح درد کی شدت اور تکلیف سے بلبلا اٹھا تھا۔ پھر صاحب خان نے اسے بالوں سے پکڑ کر اٹھایا لگاتار کئی طمانچے اس نے ہیبت خان کے منہ پر مارے پھر ایک زوردار گھونسہ جو اس نے ہیبت خان کے پیٹ پر مارا تو ہیبت خان درد کی شدت سے دوہرا ہوتا ہوا پھر زمین پر گر گیا تھا۔

صاحب خان طوفانی انداز میں آگے بڑھا ایک بار پھر بالوں سے پکڑ کر ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے ہیبت خان کو اٹھایا ایک ہاتھ اس کی گردن دوسرا اس کے رانوں پر جمایا پھر ہیبت خان کو اس نے اپنے دونوں ہاتھوں پر فضا میں معلق کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک فضا میں گول دائرے کی صورت صاحب خان ہیبت خان کو گھماتا رہا اس کے بعد آگے بڑھا اور ہیبت خان کو اس نے انتہائی بے بسی کے عالم میں شیر خان کے پاؤں کے قریب زمین پر پٹخ دیا تھا۔

ایسا کرنے کے بعد صاحب خان نے شیر خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ شیر شاہ

میں جنگلی جانوروں کا شکار کرنے والا غلام ہی سہی پر ہیبت خان جیسے تو میرا ایک جھٹکا نہیں سہ سکتے۔ یہ ہیبت خان مقابلہ کرنے کے لئے جب میدان میں اترا تھا تو اس کے نام کے حوالے سے میں خوفزدہ تھا کہ اس کے سامنے مجھے اپنا دفاع کرنا مشکل ہو جائے گا۔ لیکن یہ تو بالکل مٹی اور موم ثابت ہوا۔ میں نے اس کے کئی ضربیں لگائیں لیکن اس ظالم نے اپنا دفاع تک نہ کیا۔ نہ جانے یہ کیسا ہیبت خان ہے اس کی ضرب میں جوش، ولولہ، طاقت اور قوت ہی نہیں رہی۔

صاحب خان کی یہ گفتگو سن کر شیر شاہ اپنی جگہ پر بیٹھا تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا ساتھ ہی ساتھ بڑے شفیقانہ انداز میں وہ صاحب خان کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے بڑی نرمی بڑی شفقت اور بڑی مہربانی میں صاحب خان کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

صاحب خان میرا یہ سالار ہیبت خان بڑی قوت اور طاقت کا مالک ہے لیکن میں دیکھتا ہوں تیرے سامنے یہ بالکل بکری ہو کے رہ گیا ہے۔ اس سے میں یہ اندازہ لگانے میں کامیاب ہوا ہوں کہ صاحب خان تو ہیبت خانوں کا بھی ہیبت خان ہے تو نے ہیبت خان کو زیر اور مغلوب کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ تو عظیم ہے۔ قسم خدائے واحد لاشریک کی ہیبت خان کو زیر کر کے تو نے اپنے آپ کو اس قابل بنا دیا ہے کہ تجھے لشکروں کا سالار اعلیٰ مقرر کیا جائے۔

جواب میں صاحب خان نے کہا۔ شیر شاہ میں آپ کے ان الفاظ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ابھی تو مقابلہ آدھا ہی ہوا ہے ہیبت خان کے ساتھ تو میرا مقابلہ بغیر ہتھیار کے تھا اب میں آپ کے دوسرے جرنیل برہم جیت کے میدان میں اترنے کا انتظار کروں گا اس کے ساتھ میرا تیغ زنی کا مقابلہ ہونا ہے صاحب خان کے ان الفاظ پر شیر خان نے اپنے سالار برہم جیت کو بلایا۔ برہم جیت فوراً اٹھا پھر شیر خان کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ اس کے بعد شیر شاہ نے ہاتھ کے اشارے سے صاحب خان کو بھی بلایا پھر صاحب خان کو مخاطب کر کے شیر خان کہنے لگا۔

صاحب خان ہیبت خان کو شکست دینے کے بعد بنیادی طور پر میں تمہیں اپنے لشکروں کا سالار اعلیٰ مقرر کرتا ہوں۔ دیکھ جسم پر ڈھال سر پر خود ہاتھوں پر جوشن کندھوں پر لوہے کے خول پہن لے اس لئے کہ یہ سارا جنگی سامان برہم جیت بھی

زیب تن کئے ہوئے ہے تاکہ تم اس کے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کر سکو۔ میں یہ سارا سامان تمہارے لئے منگواتا ہوں۔ اس پر صاحب خان فوراً" کہنے لگا۔

شیر شاہ میرے محترم۔ میرے لئے کسی قسم کا جنگی سامان منگوانے کی ضرورت نہیں ہے اس برہم جیت کے ساتھ میں اسی حالت میں تیغ زنی کا مقابلہ کروں گا جس حالت میں میں ہوں۔ میری تلوار میری ڈھال اس وقت میدان کے وسط میں پڑی ہوئی ہے وہاں سے وہ اٹھاتا ہوں اور برہم جیت کے ساتھ مقابلہ کرتا ہوں۔ صاحب خان کے اس جواب پر شیر خان نے کچھ سوچا پھر اپنے سالار برہم جیت کو مخاطب کر کے کہا۔

برہم جیت تم بھی اپنا یہ سارا جنگی لباس اتار دو۔ صاحب خان کی طرح اپنے پاس صرف اپنی تلوار اور ڈھال رکھو۔ اس پر برہم جیت فوراً" حرکت میں آیا۔ جسم پر پہنی ہوئی زرہ اس نے اتار دی سر پر آہنی خود بھی اس نے اتار پھینکا ہاتھوں کے جوشن اور کندھوں کے آہنی خول بھی اس نے اتار دیئے تھے۔ پھر شیر خان نے دونوں کو میدان کے وسط میں جا کر تیغ زنی کا مقابلہ شروع کرنے کا حکم دیا تھا۔

میدان میں جانے کے بعد صاحب خان اور برہم جیت دونوں نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلواریں بے نیام کیں اپنی ڈھالیں بھی سنبھال لیں تھیں۔ پھر برہم جیت اپنی تلوار لہراتا ہوا صاحب خان کے قریب گیا اور اس سے کہنے لگا۔

دیکھ صاحب خان۔ تو ابھی نوعمر ہے نوجوان ہے تجھے تجربے' صبر اور تحمل کی ضرورت ہے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ تو نے جسمانی طاقت اور قوت میں ہیبت خان کو بڑی آسانی سے اپنے سامنے زیر اور مغلوب کیا ہے۔ لیکن تیغ زنی صرف طاقت اور قوت کا کھیل نہیں یہ تجربہ' صناعی اور اپنے فن میں گن مانگتی ہے۔ تم ابھی اس کام میں مجھے ادھورے لگتے ہو۔ اس لئے کہ اب تک تم صرف لومڑیوں کا ہی شکار کرتے رہے ہو۔ انسان سے مقابلہ میرے خیال میں تمہاری مختصر سی زندگی میں ابھی مفقود ہے۔ اس پر صاحب خان نے جواب دیا۔

دیکھ برہم جیت۔ خانہ بدوش قبیلے کے سردار کے ایک غلام کی حیثیت سے میں جنگلوں میں صرف لومڑی ہی نہیں بھیڑیوں کا بھی شکار کرتا رہا ہوں۔ دیکھ برہم جیت

تیرے مقابلے میں ہیبت خان جسمانی ساخت میں بھیڑیئے کی مانند تھا۔ جب میں بھیڑیئے کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کر چکا ہوں تو جو لومڑی جیسی حیثیت رکھتا ہے تجھے زیر کرنا میرے لئے بالکل آسان ہو گا۔ کسی غلط فہمی دھوکے اور فریب میں مت رہنا کہ میں تیغ زنی کے فن کا تجربہ نہیں رکھتا ہوں۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔ برہم جیت نے بیزاری اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

دیکھ صاحب خان۔ تو کیوں اپنی زندگی کی مانگ بیوہ کرتا ہے۔ کیوں اپنے آپ کو روح اور بدن کے اختلاف میں ڈھالتا ہے۔ میں جب حملہ آور ہوا تو تو اپنے آپ کو سلگتی رات کے درمیان خوابوں کی دریوزہ گری کی طرح محسوس کرے گا۔ ابھی تو نوعمر ہے ناپختہ کار ہے ابھی تو وقت کے اپاہج لمحوں میں تجربے کی بیساکھیوں پر چلنے کے قابل ہے۔ لہذا یہ مقابلہ دیکھ بھال کر کرنا۔ تیغ زنی کا فن ہر کسی کے بس کا کھیل نہیں۔ اس پر صاحب خان نے جھلاتے ہوئے کہا۔

دیکھ برہم جیت یہ تو وقت بتائے گا کہ کون تجربے کی بیساکھیوں پر چلنے کے قابل ہے۔ ویسے میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ جب تیرا میرا ٹکراؤ ہو گا تو تیرے بھڑکیلے رنگ و [illegible] لپٹی سوچوں کو تہ کر کے میں تیرے تجربے میں لمحوں جیسا زہر شامل کر دوں گا۔ تو نے موسموں کی یخ بستگی میں ناسمجھی کی جو بوسیدہ چادر اوڑھ رکھی ہے وہ میں اتاروں گا۔ تیری خوش فہمی کے رنگین قرینوں کو میں درد سے دکھتے نشان اور اسیر آرزوؤں کی طرح بناؤں گا۔ دیکھ برہم جیت۔ میں جو کہتا ہوں کر گزرتا ہوں۔ خواہ اس کے لئے مجھے اپنے تن' من' دھن کی بازی ہی کیوں نہ لگانی پڑے۔ اب دیر نہ کر مجھ پر حملہ آور ہو تاکہ یہ مقابلہ کسی انجام کو پہنچے۔ اس پر برہم جیت فوراً" آگے بڑھا اور صاحب خان پر اس نے اپنی تلوار کا ایک وار کیا تھا۔

تلوار کے اس وار کو صاحب خان نے بڑی آسانی کے ساتھ اپنی ڈھال پر روک لیا تھا۔ تھوڑی دیر تک ست روی سے دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے رہے۔ پھر صاحب خان نے ست روی کا لبادہ اتار پھینکا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کے جسم میں برق بھر گئی ہو۔ وہ اپنے سامنے آنے والی ہر شئے کو سیلاب کے خونخوار ریلے کی طرح بہا کے لے جائے گا۔ اب اس نے بڑی تندی' بڑی تیزی' بڑی پھرتی' بڑی سرعت

کے ساتھ برہم جیت پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا۔ برہم جیت نے تھوڑی دیر تک جم کر مقابلہ کیا پھر وہ صاحب خان کے تیز حملوں کے سامنے اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ برہم جیت کو اب صاحب خان نے اپنے تیز حملوں کے سامنے رکھتے ہوئے میدان میں الٹے پاؤں کر دینا شروع کر دیا تھا۔

معاملہ اپنے انجام کے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ برہم جیت جو اپنے آپ کو بے مثل تیغ زن خیال کرتا تھا اپنے آپ میں تھکاوٹ کے آثار محسوس کر رہا تھا۔ بلکہ اس کی حالت سے بھی پتہ لگتا تھا کہ اس کی کیفیت اب آگ کے پاس رکھے پانی کی بوند اور اس کی زندگی مقابلے کے درمیان وقفہ عذاب بنتی چلی جا رہی تھی۔ کچھ دیر تک مزید صاحب خان برہم جیت کو میدان میں الٹے پاؤں بھگاتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اندازہ لگا لیا کہ برہم جیت سر سے لے کر پاؤں تک پسینے پسینے ہو چکا ہے۔ برہم جیت نے کئی بار کوشش کی کہ دفاع سے نکل کر جارحیت پر اتر آئے اور جس طرح صاحب خان نے اسے الٹے پاؤں میدان میں بھگایا ہے ویسی ہی حالت وہ صاحب خان کی بھی کرے لیکن صاحب خان کے حملوں میں ایسی تیزی ایسی قوت ایسا دباؤ تھا کہ برہم جیت اپنی ہر کوشش اپنے ہر جتن کے باوجود صاحب خان کی وہ حالت کرنے میں کامیاب نہ ہوا جو صاحب خان نے اس کی بنا رکھی تھی۔

تھوڑی دیر کے مزید مقابلے کے بعد صاحب خان نے زور دار انداز میں اللہ و اکبر کی تکبیر بلند کی پھر اس نے برہم جیت کو مخاطب کر کے کہا برہم جیت سنبھل۔ اب میں تجھے اپنا رنگ دکھانے لگا ہوں اس کے ساتھ ہی صاحب خان نے اپنا بایاں پاؤں زمین سے اٹھا لیا۔ دائیں پاؤں پر وہ چرخی کی طرح گھوما اور پھر دوبارہ تکبیر بلند کرتے ہوئے اس نے اس زور سے اپنی تلوار برہم جیت کی تلوار پر ماری کہ برہم جیت کی تلوار کٹ کر علیحدہ ہو گئی تھی دستہ تلوار کے چھوٹے سے حصے کے ساتھ اس کے ہاتھ میں رہ گیا تھا اس موقع پر صاحب خان نے فتح مندی سے بھرپور ایک قہقہہ لگایا پھر برہم جیت کو مخاطب کر کے کہا۔

برہم جیت میرا نام صاحب خان ہے۔ گو میں خانہ بدوش قبیلے کے سردار کا غلام ہی سہی۔ گو میں ماضی میں لومڑیوں اور بھیڑیوں کا شکار ہی کرنے والا تھا پر تجھ پر یہ

انکشاف کروں کہ میری تلوار انسانی جسم ہی نہیں لوہا بھی کاٹتی ہے۔ اپنی شکست اپنی ہزیمت اور تلوار ٹوٹ جانے پر برہم جیت بڑا خجل بڑا شرمندہ سا ہو رہا تھا۔ پھر کٹی ہوئی تلوار کا دستہ اس نے پھینک دیا اور سر جھکائے شکست خوردہ سا اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔

شیر خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا آگے بڑھ کر اس نے صاحب خان کو گلے لگایا پیشانی چومی پھر بڑی پدرانہ شفقت میں کہا۔ صاحب خان جس وقت تو نے ہیبت خان کو اپنی طاقت اور قوت کا بہترین مظاہرہ کرتے ہوئے مغلوب کیا تھا اسی وقت میں تجھے اپنے لشکروں کا سالار اعلیٰ مقرر کر چکا تھا۔ اب جبکہ تم نے برہم جیت کو بڑی آسانی کے ساتھ تیغ زنی کے مقابلے میں شکست دی ہے اور اس کی تلوار کاٹ کر تو نے اسے ہزیمت میں ڈبو کر رکھ دیا ہے تو میں تجھے اپنا بیٹا بنانے کا عزم کر چکا ہوں۔ تو میرے لشکر میں سالار اعلیٰ کی حیثیت سے رہے گا اور میرے قرب میں تجھے میرے بیٹے کی حیثیت حاصل ہو گی۔ کہو یہ دونوں انعامات تمہیں قبول ہیں۔ اس پر صاحب خان بڑی شکرگزاری میں کہنے لگا۔

شیر شاہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی میں ایک انقلاب برپا ہو گیا ہے۔ مجھ جیسا غلام یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں جنگل میں لومڑیاں پکڑتے پکڑتے کسی اعلیٰ و ارفع بہترین حکمران کے لشکروں کا سپہ سالار بن بیٹھوں گا۔ آپ نے مجھے جو رفعت جو مقام دیا ہے اس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں شیر خان کہنے لگا دیکھ صاحب خان میں تیرے ساتھ بھائی مقرب خان کو بھی اپنے لشکر میں شامل کرتا ہوں اس کی حیثیت بھی ایک سالار کی سی ہو گی۔ مجھے امید ہے کہ تیری طرح وہ بھی تلوار کا دھنی ہو گا۔ صاحب خان اب سپہ سالار کی حیثیت سے تیرا خیمہ میرے خیمے کے قریب نصب ہوا کرے گا۔ جو عزت و وقار جو دبدبہ جو جاہ و جلال میرے بیٹوں کو لشکر اور ریاست میں ہے وہ تجھے بھی حاصل ہو گا۔ میں اپنے خیمے کے قریب تیرے خیمے کے نصب کئے جانے کا انتظام کرتا ہوں تاکہ تو اس میں قیام اور آرام کرے اس پر صاحب خان کہنے لگا۔

شیر شاہ۔ میرے محترم۔ کیا مجھے خانہ بدوش قبیلے میں جا کر اپنا سامان لانے کی

اجازت نہیں ہے۔ اس پر شیر خان کہنے لگا تمہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے مگر تم جلد لوٹ آنا۔ پھر شیر خان نے خانہ بدوش قبیلے کے سردار فدائی خان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

دیکھ فدائی خان۔ تو خانہ بدوش قبیلے کا سردار ہے اور اس خانہ بدوش قبیلے میں صاحب خان اور مقرب خان دونوں کی حیثیت غلاموں کی سی تھی۔ یعنی یہ دونوں تیرے غلام تھے اب بتا تو ان دونوں کو کتنی رقم کے عوض آزاد کرنے پر تیار ہے۔ اس پر فدائی خان نے بڑی تکریم بڑی ارادتمندی میں کہا۔

شیر خان آپ نے اس صاحب خان اور اس کے بھائی پر وہ عنایت وہ کرم کیا ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ دیکھ شیر خان یہ دونوں میرے غلام ضرور تھے اور مجھے ان کے باپ ملک سکھا کے مرنے کا بھی بڑا دکھ اور افسوس ہے۔ لیکن لومڑیوں اور بھیڑیوں کا شکار کرتے ہوئے ان تینوں باپ بیٹوں نے مجھے اس قدر رقم کما کر دی ہے کہ یہ پہلے ہی اپنی آزادی کا سامان کر چکے ہیں۔ لہٰذا ان کی آزادی کے لئے مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ میں ان دونوں کو آزاد کرتا ہوں تاکہ وہ آپ کے لشکر میں سالار کی حیثیت سے کام کر سکیں اس پر شیر شاہ نے فدائی خان کا شکریہ ادا کیا پھر صاحب خان مقرب خان اور فدائی خان پیچھے ہٹ گئے۔

ذرا فاصلے پر جا کے فدائی خان صاحب خان سے کہنے لگا۔

صاحب خان میرے بیٹے مجھے تو خبر ہی نہ تھی کہ شیر شاہ کے آدمی پکڑ کر تمہیں ادھر لے آئے ہیں۔ مجھے تو یہ اطلاع رہتاس کے راجہ ہرکشن نے بھجوائی تھی اور مجھے کہلا بھیجا تھا کہ میں تمہارا تحفظ کروں اور شیر خان سے تمہاری گلو خلاصی کراؤں شاید تم نے جنگل میں رہتاس کے راجہ ہرکشن کی راجکماری گنگا کی عزت اور جان بچائی تھی۔ لیکن یہاں آ کر تو میرے بیٹے' میرے بچے ایک انقلاب برپا ہو گیا۔

یہاں مقابلے کے دوران جو تم نے اپنی طاقت' قوت اور فن کا مظاہرہ کیا ہے میرے بیٹے اس نے تمہیں زمین سے اٹھا کر اوج ثریا تک پہنچا دیا ہے۔ میں تمہیں شیر خان کے لشکروں کا سپہ سالار اور اس کا بیٹا بننے پر تہہ دل سے مبارک باد دیتا ہوں۔ صاحب خان میرے بیٹے جس وقت رہتاس کے راجہ ہرکشن نے مجھے پیغام بھجوایا تھا کہ

میں تمہارے تعاقب میں جاؤں تو اس نے یہ بھی پیغام بھیجا تھا کہ جب شیر خان سے صاحب خان کو رہائی ملے تو اسے کہنا کہ وہ مجھے ضرور ملے۔ راجہ ہرکشن نے ابھی تک وہیں پڑاؤ کر رکھا ہے لہٰذا تم پہلے سیدھے راجہ ہرکشن کے پڑاؤ کی طرف جاؤ۔ اس کے بعد وہاں سے فارغ ہو کر اپنے قبیلے میں آنا اتنی دیر تک میں اور مقرب خان دونوں تمہارا سارا سامان سمیٹ چکے ہوں گے پھر تم اپنے بھائی کے ساتھ شیر خان کے پڑاؤ میں آ جانا۔ صاحب خان نے اس سے اتفاق کیا پھر وہ تینوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور انہیں ایڑ لگا کر سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

○

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا صاحب خان رہتاس کے راجہ ہرکشن کے پڑاؤ میں داخل ہوا۔ پڑاؤ دریائے کرم ناسہ اور دریائے سون کے درمیانی کوہستانی سلسلے کا وتر تھا۔ جس میں گھنا جنگل تھا اور یہ دونوں دریا دریائے گنگا کے معاون بنتے تھے۔ پڑاؤ کے اندر اپنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے صاحب خان راجہ ہرکشن کے محل نما خیمے کے سامنے آن رکا۔

گھوڑے سے وہ اترا اور خیمے سے باہر جو محافظ پہرہ دے رہا تھا اس سے کہنے لگا۔

مجھے راجہ نے طلب کیا ہے تمہیں شاید اس کی اطلاع ہو۔ اس پر وہ محافظ کہنے لگا مجھے اس کی اطلاع نہیں۔ پر تم جا سکتے ہو۔ اس لئے کہ تمہارے آنے جانے پر کوئی پابندی عاید نہیں۔ صاحب خان نے اس کا شکریہ ادا کیا پھر وہ خیمے میں داخل ہوا۔ سامنے والے کمرے ہی میں اس نے دیکھا کہ راجہ ہرکشن اور اس کی بیٹی راجکماری گنگا دونوں باہم بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ جوں ہی صاحب خان داخل ہوا گنگا نے پہلے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا پھر اپنی جگہ سے اٹھی اور غصے میں انتہائی بیزاری سے پیر پٹختی ہوئی وہ خیمے کے دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔

اپنی بیٹی کی اس حرکت کو دیکھتے ہوئے راجہ ہرکشن کسی قدر فکرمند سا ہوا تھا پھر اس نے اپنے آپ پر ضبط کیا اور ہاتھ کے اشارے سے خالی نشست کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔ صاحب خان آؤ بیٹھو۔ تم رک کیوں گئے ہو۔ میں نے فدائی خان کو پیغام بھجوایا تھا کہ وہ تمہیں ضرور میرے پاس بھیجے۔ کہو جب تمہیں شیر خان کے

لشکری پکڑ کر لے گئے تو تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ جواب میں صاحب خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

دیکھ راجہ۔ شاید آپ کو یہ خبر ہو گئی ہو گی کہ جنگل میں میں نے شیر شاہ سوری کے چند مسلح جوانوں کے ہاتھوں تمہاری بیٹی گنگا کی جان اور عزت بچائی۔ اس پر ہرکشن نے فوراً" بات کاٹی دیکھ صاحب خان میرے بیٹے تمہیں یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے پہلے ہی پتہ چل چکا ہے کہ تم نے گنگا کی عزت بچائی اور اس کے بعد جنگل سے تمہیں شیر خان کے لشکری پکڑ کر لے گئے اور اگر تم یہاں تک پہنچ جاتے تو میں یقیناً" تمہاری حفاظت کرتا۔ کہو تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوا۔

صاحب خان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

دیکھ راجہ جب مجھے شیر خان کے پاس لے جایا گیا تب اس نے میرے ساتھ خوب انصاف کیا۔ اس نے میرے اس کام کی تعریف کی کہ میں نے ایک لڑکی کی عزت اور جان بچائی۔ دوسرے یہ کہ اس نے اپنے دو سالاروں سے میرا مقابلہ کرایا۔ یہ سالار ہیبت خان اور برہم جیت ہیں۔ ہیبت خان سے میرا جسمانی قوت میں مقابلہ ہوا میں نے اسے چت کر دیا۔ برہم جیت سے تیغ زنی میں میرا مقابلہ ہوا میں نے دونوں مقابلے جیت لئے جب میں نے ہیبت خان سے جسمانی قوت کا مقابلہ جیتا تو شیر خان نے مجھے اپنے لشکر کا سالار اعلیٰ مقرر کیا اور جب میں نے اس کے دوسرے سالار برہم جیت سے تیغ زنی کا مقابلہ جیتا تب شیر خان نے مجھے اپنا بیٹا بنا لیا۔ اب میں شیر خان کا بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے لشکروں کا سالار اعلیٰ بھی ہوں۔ اس سے اجازت لے کر آیا ہوں کہ خانہ بدوش قبیلے سے میں اپنا سامان لے آؤں۔ اس کے بعد مستقل طور پر اس کے لشکر میں شامل ہو جاؤں گا۔ پھر فدائی خان نے مجھے بتایا کہ آپ نے مجھے طلب کیا تھا شاید آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے۔ اس پر ہرکشن اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا تم تھوڑی دیر بیٹھو میں آتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ہرکشن اس کمرے میں داخل ہوا جس میں تھوڑی دیر پہلے راجکماری گنگا گئی تھی۔

صاحب خان نے سنا ساتھ والے کمرے میں راجہ ہرکشن اور اس کی بیٹی راجکماری نے گفتگو شروع کی تھی لہٰذا صاحب خان ہمہ تن گوش ہو گیا اور ان کی

گفتگو سننے کی کوشش کرنے لگا۔ گفتگو کا آغاز ہرکشن نے کیا تھا اس نے اپنی راجکماری گنگا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

گنگا۔ میری بیٹی۔ میری پتری۔ میں چاہتا ہوں تو صاحب خان سے اپنے غیر مناسب الفاظ اور سلوک کی معافی مانگے۔ اس نے تجھ پر احسان کیا۔ تیری پت۔ تیری لاج تیری زندگی تیری جان کی اس نے حفاظت کی اور جواب میں تو نے اسے دھتکار دیا۔ دیکھ بیٹی اس وقت وہ ہمارے خیمے میں موجود ہے۔ میں چاہوں گا کہ تو اس سے معافی مانگ لے۔ اپنے غیر مناسب رودیئے کی۔ اس پر راجکماری نے بری طرح چڑتے ہوئے اور بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

پتا جی آپ چاہتے ہیں کہ میں اس صاحب خان جیسے مسلمان ابھاگی' لوبھی' لالچی اور اشمہ سے اپنے رودیئے پر شما کی بھکشا مانگوں۔ میں ایک ریاست کی راجکماری ہوں اور وہ ایک معمولی لومڑیاں پکڑنے والا نربھاگی' نیچ' پاپی اور پشو انسان ہے۔ میں بھلا اس سے کیوں معافی کی بھیک مانگوں گی۔ وہ ایک نیچ ذات کا انسان ہے اور اونچی ذات والوں کے لئے یہ مناسب نہیں کہ نیچ ذات والوں سے شما کی بھکشا مانگتے پھریں۔ اس پر راجہ ہرکشن نے فوراً" مداخلت کی۔

دیکھ میری پتری۔ دھرم ہرگز یہ ودیا اور تعلیم نہیں دیتا کہ انسان میں اونچ نیچ کا تصور ہو۔ ذات پات۔ یہ سارا سلسلہ ان برہمنوں کا خود ساختہ ہے۔ دھرم اس کی اجازت نہیں دیتا۔ بیٹے اس نے تیری پت۔ تیری لاج بچائی ہے اور تجھے اس سے برا لبھاؤ اور سلوک کر کے اپنے آپ کو مجرم بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر راجکماری گنگا پھر بول اٹھی۔

پتا جی۔ آپ مجھے نامناسب لبھاؤ اور سلوک پر اس سے شما طلب کرنے کی ہدایت دے رہے ہیں کل کو آپ یہ بھی کہیں گے کہ میں اس سے پریم کروں اور اس کی پریم کویتا بنوں۔ پھر آپ یہ بھی کہیں گے کہ میں داسی بن کر ہمیشہ کے لئے اس کی سیوہ دار بن کر رہ جاؤں۔ میں ہرگز ایسا نہیں کروں گی۔ اس پر ہمارے پہلے ہی بہت احسان ہیں وہ لومڑیوں کی کھالیں یہاں لاتا رہا ہے اور ہم اسے اس کا منہ مانگا معاوضہ دیتے رہے ہیں کبھی اس کے ساتھ سودا یا بددیانتی نہیں کی۔ لہٰذا ہمارے اس پر پہلے ہی احسان

ہیں۔ وہ ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے پلتا رہا ہے۔ لہٰذا میں اس سے معافی نہیں مانگوں گی۔ اس پر راجہ ہرکشن پھر کہنے لگا۔

دیکھ پتری اگر شیر خان کے سپاہی تجھے اٹھا کر لے جاتے اور تجھے بے پت بے لاج کر دیتے تو سوچ تیرے باپ۔ تیرے خاندان اور تیری ریاست کے پلے کیا رہتا۔ میں کہتا ہوں دیکھ وہ محسن' مربی ہے۔ اس سے شما کی بھکشا مانگ۔ اس پر گنگا تنگ آ کر کہنے لگی آپ یہیں رکیں میں اس سے اپنا حساب بے باق کرتی ہوں پھر گنگا نے خیمے کے اسی کمرے سے نقدی کی ایک تھیلی لی۔ پھر وہ اس کمرے میں گئی جہاں صاحب خان بیٹھا ہوا تھا اس نے نقدی کی وہ تھیلی صاحب خان کی گود میں پھینک دی پھر نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ دیکھ لومڑیاں پکڑنے والے خانہ بدوش قبیلے کے پنج غلام تو نے شیر خان کے مسلح جوانوں کے ہاتھوں جو میری پت میری لاج کی حفاظت کی یہ اس کا معاوضہ اس کا انعام ہے۔

راجکماری گنگا کے ان الفاظ پر صاحب خان غصے میں اٹھ کھڑا ہوا نقدی کی تھیلی جو گنگا نے اس کی گود میں پھینکی تھی وہ اس نے اٹھائی اور زور سے گنگا کے منہ پر دے ماری۔ گنگا صاحب خان سے ایسے سلوک کی توقع تک نہیں رکھتی تھی۔ اس کا رنگ پیلا زرد ہو کر رہ گیا تھا۔ زمین پر گری ہوئی نقدی کی تھیلی اس نے اٹھا لی پھر وہ غضبناکی اور غصے میں صاحب خان سے کوئی بدکلامی کرنا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ راجہ ہرکشن بھی اس کمرے میں داخل ہوا اور گنگا سے کہنے لگا دیکھ میری پتری تو جا۔ اب میں صاحب خان سے خود گفتگو کر لیتا ہوں۔ ناگواری سے گنگا پاؤں پٹکتی ہوئی دوسرے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔ جبکہ ہرکشن صاحب خان کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی راجکماری گنگا کے ناروا رویئے کی معافی مانگی۔ اس کے بعد بڑے رازدارانہ انداز میں وہ صاحب خان سے گفتگو کرنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر تک دونوں اکٹھے بیٹھے رہے پھر صاحب خان وہاں سے نکل گیا تھا۔

○

صاحب خان کے جانے کے بعد راجہ ہرکشن اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کمرے میں آیا جس میں راجکماری گنگا ابھی تک غصے کی حالت میں کھڑی تھی۔ ہرکشن اس کے

قریب آیا بڑے پیار بڑی محبت میں گنگا کو اس نے اپنے ساتھ لپٹایا پھر بڑی پدرانہ شفقت میں کہنے لگا۔

گنگا میری پتری دیکھ تو اب غصہ تھوک دے۔ میں نے تیرے معاملے میں ایک بہت بڑا فیصلہ کیا ہے۔ اس پر گنگا نے غور سے اپنے باپ ہرکشن کی طرف دیکھا پھر پوچھا پتا جی کیسا فیصلہ۔ ہرکشن کہنے لگا دیکھ بیٹی یہاں سے جانے کے بعد میں تیرے سوئمبر کا انتظام کروں گا۔ ایک انوکھے انداز میں تیرا سوئمبر رچایا جائے گا اور جو اس سوئمبر میں کامیاب رہے گا میں اسی سے تمہیں بیاہ دوں گی۔ سوئمبر میں آس پاس کی ریاستوں کے راجکماروں اپنی ریاست کے عام سورماؤں کو بھی حصہ لینے کی اجازت ہو گی۔ کیا تو میری اس تجویز سے اتفاق کرتی ہے۔

اپنے باپ ہرکشن کے ان الفاظ پر گنگا خوش ہو گئی تھی۔ پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگی پتا جی میں آپ کی اس تجویز سے اتفاق کرتی ہوں جو بھی یہ سوئمبر جیتے گا میں اس کا جیون ساتھی بنتے ہوئے فخر محسوس کروں گی۔ راجکماری کا یہ جواب سن کر ہرکشن بھی خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ کہنے لگا اب میری پتری تو آرام کر۔ میں پڑاؤ کا چکر لگا کر آتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ہرکشن خیمے سے نکل گیا تھا۔

ادھر صاحب خان ہرکشن کے خیمے سے نکل کر خانہ بدوش قبیلے میں آیا وہاں اس نے اپنا سامان سمیٹا۔ اپنے بھائی مقرب خان کے ساتھ وہاں سے نکلا اور مستقل طور پر وہ شیر خان کے لشکر میں سالار اعلیٰ کی حیثیت سے شامل ہو گیا تھا۔

○===○===○

شیر خان یعنی شیر شاہ سوری دریائے گنگا اور دریائے کرم ناسہ کے سنگم پر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے بڑی فکرمندی سے ہمایوں کے لشکر کا منتظر تھا۔ ہمایوں ایک جرار لشکر کے ساتھ شیر شاہ سوری کی سرکوبی کے لئے پیش قدمی کر رہا تھا اور ہر صورت میں وہ شیر شاہ سے بہار کا علاقہ واپس لینے پر تلا ہوا تھا۔ لیکن اس دوران ایک عجیب و غریب اور انوکھا انقلاب رونما ہوا جس کی بناء پر شیر شاہ سوری کی طرف پیشقدمی ترک کر کے ہمایوں کو آگرہ کی طرف واپس جانا پڑا۔

وہ اس طرح کہ گزشتہ کئی سالوں سے گجرات کا حکمران بہادر شاہ مغل سلطنت کو تباہ و برباد کر کے ہندوستان میں ختم کرنے کے درپے تھا اور عجیب و غریب منصوبے بنا رہا تھا۔ بہادر شاہ گجرات کے تخت پر 1526ء میں جلوہ افروز ہوا تھا وہ پہلا ہندوستانی حکمران تھا جس نے بابر کی پانی پت اور کنوہ کی لڑائیوں سے فنون حرب کا سبق سیکھا تھا۔

پھر اس نے اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرنے کے لئے ترکوں اور مغلوں کی طرز پر اپنی فوج کی تنظیم از سر نو کی اور ایک مہیب و مہلک توپخانہ مرتب کیا اس کام کے لئے اس نے قسطنطنیہ سے ترک صناع اور توپچی منگوائے۔ اس کے علاوہ اس نے ڈیو کے پرتگالیوں سے توپ اور گولہ بارود بھی حاصل کیا۔

بہادر شاہ کی اس نئی منظم فوج نے اپنے ہندوستانی مخالفین پر فوقیت حاصل کرنا شروع کر دی تھی اس نو تنظیم یافتہ فوج کی موجودگی سے اس نے تقریباً" آٹھ سال کے اندر ایک مدمقابل سلطنت تعمیر کر لی اور وہ ہندوستان میں شہنشاہی کے لئے بابر اور ہمایوں سے بازی لے جانے کے لئے گامزن ہونے لگا۔

لیکن وہ اتنا ہوشیار تھا کہ اس نے اپنا مدعا بابر اور ہمایوں سے پوشیدہ رکھا اس کو یعنی ہمایوں کو اپنی سیاسی تدبر سے اتنا ہی ظاہر ہونے دیا کہ وہ مغلوں کے دائرہ اقتدار کے باہر ہی سلطنت کی توسیع میں مصروف ہے۔

جس وقت ہمایوں شیر شاہ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے پیش قدمی کر رہا تھا اس وقت تک گجرات کے بادشاہ بہادر شاہ کا فرمان جنوب میں خاندیش سے اجر نگر تک قابل اطاعت تھا۔ شمال میں سندھ کے ارغون حکمران خلیج' کچھ کے پار اس کے خوف سے لرزہ براندام تھے۔ مشرق کی جانب وہ بابر اور ہمایوں سے بھی بازی لے گیا تھا۔ اس نے مالوہ اور راجپوتانہ کے بیابان اور جنگلوں میں بھی اپنا سکہ بٹھا دیا۔ مالوہ میں اس نے مالوہ کے نودولتے لیکن ہوشیار حکمران منگو خان عرف قادر خان کو اپنی طرف ملا لیا تھا اور راجپوتانہ میں اس نے مختلف راجاؤں کے درمیان باہمی بغض' حسد اور کینہ اور رنجش کا بیج بو کر فائدہ اٹھایا تھا۔

راجپوتانہ میں ناگور اور اجمیر کے بانسواڑہ' وڈونگر پور تک اور الود و عبود سے بوندی اور رتھمبور تک کوئی حکمران ایسا نہ تھا جو بہادر شاہ کی حکم عدولی کی تاب لا سکے۔

میواڑ کی خودمختاری بہادر شاہ کے جارحانہ حملوں کے سامنے تقریباً" نگوں اور خمیدہ تھی۔ 1533ء سے قبل ہی گجرات کی فاتح فوجیں مالوہ سے گزرتی ہوئی بندیل کھنڈ تک پہنچ چکی تھیں کوتاہ کلامی یہ کہ جس طرح پانی پت کی جنگ کے بعد بابر کے لئے رانا سانگا بہت بڑا خطرہ ثابت ہوا تھا اس سے بدرجہا زیادہ بہادر شاہ کی روز افزوں طاقت اور قوت مغلوں کے لئے خوف کا باعث بنی ہوئی تھی۔

پھر بھی ہمایوں اپنی سادہ لوحی سے یہ سمجھ بیٹھا کہ بہادر شاہ غیر مسلموں سے جنگ کر کے ایک طرح سے اسلام کی اشاعت کر رہا ہے۔ مغل بادشاہ [illegible] کا تھا

نمائندہ ہے۔

نیز یہ کہ جس وقت ہمایوں شیر شاہ سوری کے خلاف حرکت میں آنے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ بہادر شاہ نے چتوڑ پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اس وقت ہوا جب ہمایوں شیر شاہ کی طرف کوچ کر چکا تھا۔ چنانچہ بہادر شاہ کو ہمایوں کی غیر موجودگی میں موقع مل گیا کہ وہ چتوڑ کی رانی کرم وتی جو رانا سانگا کی بیوہ تھی اور مہاراجہ بکرم جیت جو ان دنوں نابالغ تھا اس کی ماں تھی اسے زیر کر کے اپنی سلطنت میں توسیع کرے۔

جب گجرات کی فوج نے رانی کرم وتی پر دباؤ ڈالا تو اس نے ہمایوں کے پاس ایک سفیر بھیجا اور امداد کی درخواست کی۔ لیکن ہمایوں اس موقع پر کوئی خاطر خواہ جواب نہ دے سکا اس لئے کہ ان دنوں وہ اپنے لشکر کے ساتھ شیر شاہ سوری کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا اور ہر صورت میں وہ سب سے پہلے شیر شاہ سوری کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھا۔

یہ سارے حالات بہادر شاہ کے لئے بڑے سودمند ثابت ہوئے تاہم پھر بھی بہادر شاہ علی الاعلان مغلیہ حکومت سے اتنا ہی محتاط تھا جتنا کہ شیر خان۔ دونوں پر بادشاہی طاقت کا رعب طاری تھا۔

چتوڑ کی رانی کرم وتی پر حملہ آور ہونے کے ساتھ ہی گجرات کے حکمران بہادر شاہ نے اپنے کچھ سفیر سوداگروں کے بھیس میں شیر شاہ سوری کی طرف روانہ کئے اور شیر شاہ سوری کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ دونوں مل کر مغلیہ سلطنت کے خلاف جہاد کریں۔ مشرق سے شیر شاہ حملہ کرے اور مغرب سے گجرات کی فوج آگرہ اور دہلی پر فوج کشی کرے۔

جو سفیر سوداگروں کے بھیس میں بہادر شاہ نے شیر شاہ کی طرف روانہ کئے تھے ان کے ہاتھ ایک خاصی بڑی رقم بھی بہادر شاہ نے شیر شاہ کے لئے بھجوائی تھی اور اسے اپنے ساتھ ملانے کی دعوت دی تھی۔

شیر شاہ سوری بڑا عقلمند بڑا دور اندیش حکمران تھا۔ اس نے بہادر شاہ کے سفیروں سے روپیہ تو وصول کر لیا اور نہ جانے کے لئے بہانہ بنا دیا اور پھر یہ عام دستور ہے کہ جو لوگ روپیہ لیتے ہیں وہ ان لوگوں سے زیادہ عقلمند ہوتے ہیں جو کہ دوسروں

کی جیبوں میں روپیہ انڈیلتے ہیں۔

دراصل اس موقع پر شیر شاہ سوری نہیں چاہتا تھا کہ بہادر شاہ کے دام سیاست میں پھنس کر خواہ مخواہ وہ مغلوں سے جنگ کا وبال اپنے سر پر لادے۔ شیر شاہ سوری اس وقت دراصل اس موقع کی تاک میں تھا کہ بہادر شاہ کی حرکتوں سے ہمایوں کی توجہ شیر شاہ سے ہٹ جائے تو کچھ وقفہ مل جائے تاکہ اس عرصے میں وہ اپنی تیاریوں کو مزید مستحکم اور مضبوط بنا سکے۔ یوں حالات ایک طرح سے شیر شاہ سوری ہی کے حق میں کروٹ لے رہے تھے۔

گجرات کا حکمران بہادر شاہ ایک تو ہمایوں کو بیش قیمت تحفے اور محبت آمیز خطوط بھیج کر دھوکہ دے رہا تھا اور دوسری جانب راجپوتانہ کی سرحد پر فوجوں کا اجتماع کر رہا تھا۔ شاید اس کا ارادہ چتوڑ پر حملہ کرنے کا تھا۔ چتوڑ کی رانی کرم وتی نے جب بہادر شاہ کے خلاف ہمایوں سے مدد طلب کی اور ہمایوں کی طرف سے کوئی خاطر خواہ جواب نہ ملا تو بہادر شاہ کے حوصلے اور زیادہ بڑھ گئے لہٰذا اس نے اپنے ایک سالار تاتار خان کو ایک بہت بڑا لشکر دے کر پنجاب کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ پنجاب کی طرف سے مغلوں کے مرکزی شہر دہلی کے خلاف مورچہ بندی شروع کرے۔

دنیا کی تاریخ میں ہمایوں جیسا سادہ لوح انسان جس کو دوست و دشمن آسانی سے دھوکہ دے سکے آج تک تخت نشین نہ ہوا ہو گا۔ اس نے ان تکلیف دہ حالات میں شیر شاہ سوری کے خلاف' بنگال اور بہار کے خلاف حرکت میں آنے کا مصمم ارادہ کئے رکھا۔ پر وہ گجرات کے خطرناک حکمران بہادر شاہ جیسے دشمن کے منصوبوں کو نہ سمجھ سکا۔

ہمایوں اپنے جرار لشکر کے ساتھ شیر شاہ سوری کی طرف مسلسل پیش قدمی کر رہا تھا کہ اچانک ایک ایسی تبدیلی رونما ہوئی جس نے ہمایوں کو چونکا کر رکھ دیا۔ ہمایوں کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گجرات کے حکمران بہادر شاہ نے جو اپنے سپہ سالار تاتار خان کو لشکر دے کر مغلوں کی سلطنت پر ضرب لگانے کے لئے روانہ کیا تھا وہ تاتار خان کی گرم جوشی اور جلد بازی نے سارا کھیل بگاڑ کر رکھ دیا۔ آہستہ آہستہ دھیمے انداز میں کام کرنے کے بجائے تاتار خان بڑی گرم جوشی سے مغلوں کے گڑھ

آگرہ پر ٹوٹ پڑا۔ ہمایوں کو چونکہ باہر سے کسی قوت کے آگرہ پر حملہ آور ہونے کا خطرہ نہ تھا لہٰذا یہاں اس نے حفاظت کا کوئی خاص انتظام نہ کیا ہوا تھا۔

چنانچہ بہادر شاہ کے سپہ سالار تاتار خان نے اپنے لشکر کے ساتھ آگرہ کے گرد و نواح کے علاقے میں مغلوں کو خوب روندا' دور دور تک اس نے تباہی مچائی اور مغل سلطنت میں ایک طرح سے اس نے خوف و ہراس پھیلا کر رکھ دیا تھا۔ یہ خبر ہمایوں کو اس وقت ملی جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ کالپی نام کے ایک قصبے کے باہر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔

جب اسے یہ سنسنی خیز خبر ملی تو اس نے شیر شاہ کی طرف پیشقدمی روک دی فوراً" اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر کے اپنے بھائی عسکری مرزا کی کمانداری میں دیا اور اسے تاتار خان کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔

ہمایوں جانتا تھا کہ بہادر شاہ خاصا طاقتور حکمران ہے لہٰذا اس گوشمالی میں بھی ہمایوں بڑا محتاط تھا۔ وہ بہادر شاہ سے اعلانیہ بگاڑ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے کالپی سے بہار شاہ کو ایک خط لکھا جس میں تاتار خان کی حرکت کی سخت شکایت کی اس کے علاوہ اس نے آگرہ کی طرف اپنے بھائی عسکری مرزا کے پیچھے پیچھے اپنے باقی لشکر کے ساتھ آگرہ کی طرف رخ کیا تاکہ بہادر شاہ کے ساتھ بگڑی بات بنا کر شیر شاہ کے خلاف بنگال اور بہار کی مہم پر جانے کے لئے تیار ہو جائے۔

ہمایوں کا بھائی عسکری مرزا بہادر خان کے سالار تاتار خان کی اس حرکت پر انتہائی برافروختہ اور غضبناک تھا۔ لہٰذا وہ تاتار خان پر اچانک بڑی غضبناکی میں حملہ آور ہوا۔ تاتار خان کے لشکر کی حالت اس وقت بڑی بے ترتیب تھی۔ بہت سے افغان اور مقامی لوگ مال غنیمت کے لالچ میں تاتار خان کی فوج میں شامل ہو گئے تھے چنانچہ جیسے ہی مغل لشکر نے مرزا عسکری کی کمانداری میں تاتار خان پر حملہ کیا تو تاتار خان کے کرائے کے یہ سارے لشکری بھاگ گئے اس سے تاتار خان کے باقاعدہ لشکر پر بھی برا اثر پڑا تھا۔

بہرحال مندرائیل کے مقام پر جو آگرہ کے ضلع میں واقع ہے بہادر شاہ کے سالار تاتار خان اور ہمایوں کے بھائی عسکری مرزا کے درمیان بڑی ہولناک جنگ ہوئی۔ اس

جنگ میں عسکری مرزا نے تاتار خان کو بدترین شکست دی اور تاتار خان کی گردن اڑا دی گئی۔ ان دنوں گجرات کے حکمران بہادر شاہ نے چتوڑ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ بہادر شاہ کو جب خبر ملی کہ اس کے سالار تاتار خان کو شکست ہوئی ہے اور تاتار خان جنگ میں مارا گیا ہے اور یہ کہ ہمایوں شیر خان کی طرف پیش قدمی ختم کر کے آگرہ کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے تو بہادر شاہ بڑا خوفزدہ ہوا۔ اس نے چتوڑ کا محاصرہ تو جاری رکھا۔ بہرحال اس نے ہمایوں کو اس کے احتجاجی خط کا جواب دیا۔ یہ خط ہمایوں کو آگرہ میں موصول ہوا۔ اس میں بہادر خان نے تاتار خان کے فعل کی ذمہ داری سے صاف انکار کر دیا تھا۔ ہمایوں پر اس خط کا بہت ہی اچھا اثر پڑا۔ اس کے بعد ہمایوں اور بہادر شاہ کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی۔ ہر طرف سے ایک دوسرے کو تین تین خط لکھے گئے اور جواب دیئے گئے۔ بہادر شاہ نے اپنے خطوط میں ہمایوں کی خودبینی کو اکسایا۔ اسے محافظ دین بتایا اور مذہب و شریعت کے نام پر اس سے اپیل کی کہ کم از کم چتوڑ کی مہم کے دوران جو ایک قسم سے جہاد تھا اس میں دست اندازی نہ کرے۔

ادھر خود ہمایوں چونکہ شیر شاہ سوری کے خلاف حرکت میں آنے کا خواہش مند تھا لہٰذا اس نے بہادر شاہ کی طرف چنداں توجہ نہ کی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہادر شاہ نے اپنی سیاسی چالوں سے اپنے آپ کو ہمایوں کی گرفت سے آزاد کرا لیا۔ اس طرح گجرات کے حکمران بہادر شاہ کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد ہمایوں نے اپنے لشکر کے ساتھ آگرہ سے باہر باغ زرفشاں میں قیام کیا۔ شیر شاہ سوری کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے اس نے آگرہ سے کوچ کیا۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے حاکم بنگال سلطان محمود کی طرف قاصد بھجوائے کہ وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ تیار رہے تاکہ شیر شاہ سوری کے خلاف وہ بھی اس کی کاردائیوں میں شامل ہو سکے۔

○

رہتاس کے راجہ ہرکشن نے دور و نزدیک کے سارے راجاؤں میں اپنی بیٹی راجکماری گنگا کے سوئمبر کے لئے منادی کروا دی تھی۔ سوئمبر کے لئے یہ شرط رکھی گئی تھی کہ دو دو ہفتے کے وقفے کے بعد تین بار سوئمبر رچایا جائے گا اور جو سورما اور

نوجوان لگاتار تین بار سوئمبر جیتے گا وہی راجکماری گنگا کا جیون ساتھی بنے گا۔

جس روز سوئمبر کا پہلا موقع تھا اس روز قلعہ رہتاس کے باہر میلے جیسا سماں تھا۔ بے شمار انگنت لوگ جمع تھے۔ رہتاس کی ریاست کے اندر سے بھی بہت سے سورما اس سوئمبر میں حصہ لینے کے لئے پہنچ چکے تھے۔ جبکہ آس پاس کے راجاؤں میں سے رائے سین کے راجہ پورن کا بیٹا سانول داس میواڑ کے راجہ سنگرام سنگھ کا بیٹا سورج مل اور کالنجر کے راجہ بیر سنگھ بندیلہ کا بیٹا سور داس بھی اس سوئمبر میں حصہ لے رہے تھے۔

قلعہ رہتاس کے باہر لوگوں کا ایک جم غفیر تھا۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی لوگ ہی لوگ تھے۔ گول دائرے کی صورت میں یہ لوگ جمع تھے اور اس گول دائرے کے اندر ایک بلند شہ نشین بنا دی گئی تھی جو لکڑی کا ایک بلند محل لگتی تھی اس کے اوپر رہتاس کا راجہ ہرکشن اپنی بیٹی راجکماری گنگا کے ساتھ بیٹھا تھا اور اس شہ نشین کے اوپر راجہ ہرکشن کی ساری رانیاں بھی اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ چکی تھیں۔

سوئمبر کا طریقہ کار یہ رکھا گیا تھا کہ میدان کے وسط میں ایک ہاتھی خوب بناؤ سنگھار کر کے کھڑا کیا گیا تھا۔ ہاتھی کے ہودے پر ایک لکڑی کا چوکھٹا جو خاصہ اونچا تھا ترتیب دیا گیا تھا اور لکڑی کے اس چوکھٹے کے درمیان میں راجہ ہرکشن کے مصوروں نے ایک آنکھ بنائی تھی اس آنکھ کی پتلی سرخ رکھی گئی تھی اور اعلان یہ کیا گیا تھا کہ جو سورما جو راجکمار سرخ رنگ کی پتلی پر یا اس کے نزدیک سب سے بہتر نشانہ لینے میں کامیاب ہو گا وہی اس مقابلے میں کامیاب قرار دیا جائے گا۔

مقابلے میں حصہ لینے والے ہر راجکمار اور سورما کو پانچ پانچ تیر مہیا کئے جانے تھے اور ان پانچ تیروں میں سے تین تیر جو بہتر نشانے پر ہوں گے وہی اس کی کامیابی کے لئے شمار کئے جانے تھے۔ شہہ نشین کے اوپر راجہ اس کی راجکماری اور اس کی رانیاں بیٹھی تھیں اس کے بالکل نیچے راجہ ہرکشن کا برہمن وزیر چورامن بیٹھا ہوا تھا۔ جس کے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا کہ وہ مقابلے میں حصہ لینے والوں کو پانچ پانچ تیر مہیا کرے اور ان کے نام اور کوائف ایک روزنامچے میں درج کرتا چلا جائے۔

راجہ ہرکشن کے حکم پر جب مقابلہ شروع ہوا تو سب سے پہلے تیر رائے سن کے

راجہ پورن کے بیٹے سانول داس کو مہیا کئے گئے۔ ہاتھی پر لکڑی کے چوکھٹے پر جو آنکھ بنی تھی اس سے ذرا فاصلے پر زمین میں اینٹیں نصب کر کے ان پر چونا ڈال دیا گیا تھا۔ وہیں سے مقابلے میں حصہ لینے والے تیر اندازوں کو آنکھ کی پتلی کو اپنا ہدف بنانا تھا۔

اپنے پانچ تیروں کے ساتھ رائے سن کے راجہ کا بیٹا سانول داس وہاں جا بیٹھا۔ کمان سیدھی کی آنکھ کی پتلی کو اس نے نشانہ بنا کے پانچ تیر برسائے لیکن اس کے پانچوں میں سے کوئی تیر بھی پتلی میں نہیں لگا دو تیر آنکھ کے حصے میں لگے باقی سارے تیر آنکھ سے باہر گئے تھے۔

سانول داس کے بعد میواڑ کے راجہ سنگرام کا بیٹا سورج مل پانچ تیر لئے مقابلے میں حصہ لینے کے لئے آیا۔ اس نے بھی پانچ تیر چلائے پر اس کا بھی کوئی تیر آنکھ کی بنی ہوئی سرخ پتلی یا اس کے قریب تر نہ لگا تھا۔

سورج مل کے بعد کالنجر کے راجہ بیر سنگھ بندیل کا بیٹا سور داس اپنے پانچ تیر لے کر آیا اس نے بھی کمال مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے تیر چلائے پر اس کے بھی سارے تیر ناکام رہے۔ اس کے چار تیر آنکھ کے باہر لگے اور پانچواں تیر آنکھ کے گوشے کے قریب پیوست ہوا تھا۔

اس کے بعد ریاست کے اندر سے آئے ہوئے بڑے سورما قسمت آزماتے رہے لیکن سب کی بدقسمتی آنکھ کی سرخ پتلی کو کوئی بھی نشانہ نہ بنا سکا تھا۔ آخر میں ایک سوار پنڈال کے اندر نمودار ہوا وہ سوار سیاہ رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھا اپنا چہرہ بھی اس نے سیاہ رنگ کے نقاب میں ڈھانپ رکھا تھا۔ سیاہ رنگ کے لباس والے اس سوار نے پنڈال کے اندر آکر اپنے گھوڑے کو ایک جھٹکے کے ساتھ لگام کھینچتے ہوئے روکا جس کے ردعمل میں اس کا گھوڑا ایک بار فضا میں الف ہوتا ہوا بری طرح ہنہنایا اس کے بعد ایک اونچی اور زہریلی جست کے ساتھ وہ سوار نیچے اترا۔ اس کی تلوار اس کا خنجر پہلے ہی اس کی کمر کے پٹکے پر دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے گھوڑے پر لٹکتی ہوئی کمان اپنے کندھے پر ڈالی اور اس لکڑی کی شہہ نشین کی طرف بڑھا جس کے اوپر رہتاس کے راجہ ہرکشن اور اس کی راجکماری گنگا بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے نیچے ہرکشن کا وزیر چورامن مقابلے میں حصہ لینے والوں میں تیر بانٹ رہا تھا۔

سیاہ لباس میں ملبوس وہ اجنبی برہمن وزیر چورامن کے پاس گیا اور اس سے مقابلے میں حصہ لینے کے لئے تیر طلب کیا۔ تیر دینے سے پہلے چورامن نے اسے غور سے دیکھا اور کہا۔

دیکھ اجنبی۔ مقابلے میں حصہ لینے سے پہلے تو اپنے چہرے سے نقاب ہٹا۔ تاکہ میں اور سب لوگ دیکھیں تو کون ہے کیسا نوجوان ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ اس پر اس نوجوان نے کہا دیکھ چورامن تو مجھے مقابلے میں حصہ لینے کی اجازت دے نہ دے پر میں اپنے چہرے سے نقاب نہیں ہٹاؤں گا۔ اس پر چورامن نے کہا اگر تو نقاب نہیں ہٹاتا تو پھر اپنے کوائف ہی لکھا۔ اپنا نام ہی بول۔ اپنا پتہ بتا۔ تاکہ میں روزنامچے میں تیرے کوائف لکھوں۔ اس لئے کہ مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ اس پر وہ اجنبی نوجوان کہنے لگا دیکھ چورامن میں اپنا نام بھی نہیں بتاؤں گا اور اپنے کوائف بھی نہیں لکھاؤں گا۔ اس پر چورامن نے کہا اگر یہ بات ہے تو پھر تو سوئمبر کے اس مقابلے میں حصہ بھی نہیں لے سکتا۔ اس پر وہ نوجوان مڑا اور کہنے لگا دیکھ چورامن اگر تو چاہتا ہے کہ اس سوئمبر میں میں نہ حصہ لوں تو یوں ہی سہی میں چلا جاتا ہوں عین اسی موقع پر شہہ نشین کے اوپر سے راجہ ہرکشن بولا اور تحکمانہ انداز میں کہنے لگا چورامن اس نوجوان کو تیر دو تاکہ یہ اس مقابلے میں حصہ لے۔ اگر یہ نوجوان اپنا نام اپنے کوائف نہیں بتاتا تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسے تیر دو تاکہ یہ مقابلے میں حصہ لے۔ راجہ کا یہ حکم سن کر برہمن وزیر چورامن فوراً" حرکت میں آیا اور پانچ تیر اس نقاب پوش اجنبی کی طرف بڑھائے۔ اس اجنبی نے ہاتھ بڑھا کر تین تیر لے لئے اور باقی دو چورامن کو لٹا دیئے۔ س پر چورامن نے کہا دیکھ اجنبی پانچوں تیر لے لے۔ اس سے تیری کارکردگی میں اضافہ ہو گا۔

وہ اجنبی کہنے لگا۔ دیکھ چورامن۔ کارکردگی تو صرف تین تیروں میں شمار کی جائے گی۔ پانچ تیروں میں جو تین تیر نشانے پر لگیں گے وہی کارکردگی میں شمار ہوں گے لہذا میں اپنی کارکردگی کے لئے تین ہی تیر لوں گا اور مجھے امید ہے کہ میرا ایک تیر ہی باقی کے پانچ تیروں پر بھاری ہو گا۔ اس پر اوپر سے راجہ ہرکشن کہنے لگا۔ دیکھ اجنبی تو اپنے آپ کو تین تیروں تک کیوں محدود رکھتا ہے۔ اگر تو قسمت آزما ہی رہا ہے تو

اپنے مقدر کے کھیل کو بہتر بنا۔ اپنے حصے کے پانچ تیر لے۔ اس سے تیری کارکردگی میں اضافہ ہو گا اور تو بہتر صورتحال میں آئے گا۔ اس پر وہ نقاب پوش اجنبی کہنے لگا نہیں راجہ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں تین ہی تیروں میں بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کروں گا۔

اس کے ساتھ ہی وہ نقاب پوش نوجوان ہٹ گیا۔ جہاں پر بیٹھ کر تیر چلانے تھے اس جگہ پر وہ پہنچا۔ تھوڑی دیر تک اس نے اپنے سامنے ہاتھی کے ہودے پر بنے چوکھٹے پر آنکھ کے نشان کو دیکھا۔ اس کے بعد کندھے سے اس نے اپنی بھاری وزنی کمان اتاری۔ کمان کا ایک سرا اس نے گھٹنے پر جمایا دوسرا گھٹنا اس نے ٹیک کے لئے زمین پر لگا دیا تھا۔ پھر پہلا تیر اس نے چلے پر چڑھایا۔ شست لی سانس روکی پھر تیر چلا۔ اس کا پہلا تیر عین سرخ رنگ کی پتلی کے درمیانی حصے میں پیوست ہوا تھا۔

اس اجنبی کی اس کارگزاری پر پورا میدان اس کے حق میں تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ تھوڑی دیر تک ایسا ہی سماں رہا۔ شہہ نشین کے اوپر اس اجنبی نوجوان کا نشان دیکھتے ہوئے راجہ ہرکشن اور اس کی حسین و خوبصورت راجکماری گنگا کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ تھی۔

اس کے بعد اس نوجوان نے اپنا دوسرا تیر سنبھالا۔ اسی طرح کمان کا ایک سرا اس نے اپنے گھٹنے پر رکھا دوسرا گھٹنا زمین پر ٹکا کر اس کا سہارا لیا اس کے بعد شست باندھتے ہوئے اس نے دوسرا تیر چلایا دوسرا تیر پہلے تیر کو مس کرتا ہوا عین سرخ رنگ کی پتلی میں پیوست ہوا تھا۔ ایک بار پھر پورا میدان تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ راجکماری گنگا اس نوجوان کی کارگزاری پر ایسی خوشی ہوئی تھی کہ فرط مسرت میں ایک بار وہ شہہ نشین کے اوپر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور بڑے غور سے کبھی اس کے دو پیوست تیروں کو دیکھتی کبھی اس نوجوان کی طرف دیکھتی۔

تالیاں جب بند ہوئیں اور میدان پرسکون ہوا تب وہ اجنبی نقاب پوش تیسری بار حرکت میں آیا۔ اب اس نے شست باندھتے ہوئے جب تیسرا تیر چلایا اس کا تیسرا تیر پہلے دو تیروں کے درمیانی حصے میں گھستا چلا گیا۔ اس طرح اس کے تینوں تیر ایک دوسرے کو مس کرتے ہوئے عین سرخ رنگ کی پتلی کے اندر پیوست ہوئے تھے۔ یہ

صورت حال دیکھتے ہوئے میدان کے اردگرد لوگ اپنی جگہ پر اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ ناچنے کودنے اور فضا میں اپنی پگڑیاں اچھال کر اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگے تھے۔ ایسی صورتحال میں راجہ ہرکشن اور اس کی راجکماری بھی شہہ نشین سے اتر گئے تھے۔ وہ نوجوان ابھی تک اسی جگہ کھڑا تھا جہاں سے اس نے تیر چلائے تھے۔ راجہ بڑی تیزی سے نیچے اترا اور اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔ دیکھ نوجوان میں تجھے تیری اس کامیابی پہ مبارک باد دیتا ہوں۔ اس موقع پر راجکماری گنگا بھی قریب گئی اور کہنے لگی دیکھ نوجوان میں نہیں جانتی تو کون ہے تیرا نام کیا ہے بہرحال جس کارگزاری کا تو نے مظاہرہ کیا ہے وہ بڑی بے مثال اور نایاب ہے اور میں بھی تجھے تیری اس کامیابی پر مبارک باد دیتی ہوں۔ کیا تو مجھے اپنا نام نہیں بتائے گا۔ اس لئے کہ تو آج کا سوئمبر جیت چکا ہے۔

اس پر وہ اجنبی ہلکی سی آواز میں کہنے لگا ابھی میں کچھ نہیں بتاؤں گا نہ ہی اپنے خیالات کا اظہار کروں گا اس لئے کہ یہ سوئمبر کا پہلا حصہ ہے ابھی دو حصے باقی ہیں۔ اس سے آگے اس اجنبی نے کچھ نہ کہا وہ وہاں سے ہٹا۔ قریب ہی کھڑے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ انگیخت کرنے والی ایڑ اس نے اپنے گھوڑے کو لگائی پھر وہ جنوب کی طرف اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا سب کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ راجکماری گنگا اس نوجوان کو کافی دیر تک حسرت سے دیکھتی رہی۔ پھر وہ سر جھکا کر اپنے باپ ہرکشن کے ساتھ ہو لی تھی۔

○===○===○

گجرات کے حکمران بہادر شاہ کے ساتھ اپنے تعلقات کسی حد تک بہتر اور استوار کرنے کے بعد ہمایوں ایک بار پھر آگرہ سے شیر شاہ سوری کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔ لیکن قدرت کو شاید ہمایوں کا فعل پسند نہ تھا۔ اس لئے کہ اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی بڑی سرعت کے ساتھ یلغار کرتا ہوا ہمایوں جب کالپی کے مقام پر پہنچا تو یہاں چتوڑ کی رانی کرم وتی کی طرف سے ایک قاصد اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

رانی کرم وتی کی طرف سے اس قاصد کے ہاتھوں ہمایوں کو راکھی ملی۔ اس کے ساتھ ہی رانی کرم وتی نے گجرات کے سلطان بہادر شاہ کے خلاف ہمایوں سے مدد طلب کی تھی۔

رانی کرم وتی کی طرف سے جب قاصد یہ پیغام لے کر ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہوا تو کالپی کے مقام پر ہمایوں نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ ہمایوں نے اپنے لشکر کے سرکردہ لوگوں کا ایک اجلاس طلب کیا اور جو پیغام چتوڑ کی رانی کرم وتی کی طرف سے آیا تھا وہ ان کے سامنے پڑھ سنایا گیا۔ سارے سالار اور ہمایوں کے عزیز و اقارب تھوڑی دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے پھر ہمایوں کا چچا ناصر مرزا اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگا۔ اس نے ہمایوں سے کہا۔

بہتر یہ ہے کہ ہمیں واپس جانا چاہئے۔ شیر شاہ کے خلاف حرکت میں آنے سے

پہلے گجرات کے حاکم بہادر شاہ کے ساتھ اپنا معاملہ صاف کر لینا چاہئے۔ ہمایوں میرے بیٹے جس وقت تم دوسری بار شیر شاہ کے خلاف پیش قدمی کرنے والے تھے میں نے اس وقت ہی تمہیں منع کیا تھا کہ گجرات کا حکمران بہادر شاہ انتہائی عیار شخص ہے۔ بظاہر وہ اپنے آپ کو تمہارا مطیع اور فرمانبردار ظاہر کرتا ہے لیکن اندر ہی اندر وہ مغلیہ سلطنت کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہے۔ میں اس موقع پر میرے بیٹے تمہیں مشورہ دوں گا کہ یہیں کالپی سے واپس ہو لو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھنا گجرات کا حاکم بہادر شاہ چتوڑ کو فتح کرنے کے بعد مالوہ کی طرف بڑھے گا اور مالوہ پر قبضہ کر لے گا اور اگر چتوڑ کے بعد اس نے مالوہ پر بھی اپنی گرفت کر لی تو یاد رکھنا دہلی کی سلطنت ہمیشہ کے لئے خطرات میں گھری رہے گی۔

سن ہمایوں میرے بیٹے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ بہادر شاہ کی سرکوبی کرو اور قبل اس کے کہ بہادر شاہ مالوہ پر قبضہ کر لے تم خود مالوہ پر قابض ہو جائے۔ چتوڑ اگر ایک خود مختار ریاست رہتی ہے تو یہ مغلیہ سلطنت کے لئے بہتری اور حفاظت کی ایک علامت ہے۔

گو ہمایوں نے اپنے چچا ناصر مرزا کے ان خیالات کی تائید کی تھی اور اس کی تجویز کو پسند بھی کیا تھا لیکن اس نے دوسرے لوگوں سے بھی اس سلسلے میں مشاورت کی اس کے جواب میں سب سے پہلے ہمایوں کے معتمد خاص معید بیگ سے مشورہ لیا گیا۔ معید بیگ نے بھی ہمایوں کے چچا ناصر بیگ کی تجویز سے اتفاق کیا اس کے علاوہ ہمایوں کے بھائی مرزا عسکری اور مرزا ہندال نے بھی ہمایوں کو یہی تجویز دی کہ شیر شاہ کی طرف جانے کے بجائے پہلے ہمیں اپنا معاملہ بہادر شاہ سے درست کرنا چاہئے اور بہادر شاہ کو زیر کرنے کے بعد اکیلے شیر شاہ سے نپٹنا ہمارے لئے آسان ہو جائے گا۔

اس موقع پر ہمایوں کے وزیر معید بیگ نے یہ خطرہ پیش کیا کہ اگر اس وقت ہم شیر خان سے ٹکراتے ہیں تو ہو سکتا ہے۔ اندر ہی اندر شیر خان اور گجرات کا حکمران بہادر شاہ آپس میں گٹھ جوڑ کر لیں اس طرح ایک طرف سے بہادر شاہ ہم پر حملہ آور ہو جائے اور دوسری طرف سے شیر شاہ۔ اور یوں ہماری حالت بد سے بدتر ہو کر رہ جائے۔ ان خیالات کے تحت شیر شاہ کی طرف ہمایوں نے پیش قدمی روک دی کالپی

کے مقام سے اس نے واپسی کا کوچ کیا تاکہ گجرات کے حکمران بہادر شاہ سے نپٹ سکے۔

کالپی سے گجرات کوچ کرنے کے بعد ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ چنزیری اور رائے سین سے ہوتا ہوا سارنگ پور آیا۔ پھر وہاں سے جنوب کی جانب اجین کو مڑا۔ اس دوران تک گجرات کا حکمران بہادر شاہ چتوڑ کے قلعے کو فتح کر چکا تھا۔ چتوڑ کی رانی کرم وتی اپنا قلعہ ہاتھ سے نکلتے وقت ہندو رسم جوہر ادا کرتی ہوئی آگ میں کود کر مر گئی تھی۔

بہادر شاہ کو جب خبر ہوئی کہ ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ منزل پر منزل مارتا ہوا اس کی سرکوبی کے لئے بڑھ رہا ہے تو وہ چتوڑ سے ہٹ گیا تاکہ ہمایوں کی راہ روکے اور اپنے مفتوحہ علاقوں پر اپنے قبضے کو مستحکم کرے۔ لیکن بہادر شاہ کی بدقسمتی کہ جب وہ ہمایوں سے ٹکرایا تو ہمایوں نے اس جوش جذبے اور اس سختی کے ساتھ بہادر شاہ پر حملہ کیا کہ بہادر شاہ کی ساری قوت کو ہمایوں نے تاش کے پتوں کی طرح بکھیر کر رکھ دیا تھا۔

اس کے بعد جگہ جگہ ہمایوں اور گجرات کے حاکم بہاد شاہ کے درمیان جنگیں ہوئیں لیکن ہر جنگ میں ہمایوں نے بہادر شاہ کو نیچا دکھایا اسے ذلت آمیز شکست دی۔ بہادر شاہ کو جب یقین ہو گیا کہ وہ کسی بھی مقام پر ہمایوں کے سامنے جم کر نہیں لڑ سکتا تو وہ ناامید و مایوس اور شکست خوردہ اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر گجرات کی طرف بھاگ گیا تھا۔

بہادر شاہ کو گجرات کی طرف بھگانے کے بعد ہمایوں چتوڑ کی طرف آیا۔ اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے چتوڑ کی رانی کرم وتی آگ میں کود کر اپنا خاتمہ کر چکی تھی۔ ہمایوں نے چتوڑ کے تاج و تخت پر رانی کرم وتی کے بیٹے بکرماجیت کو بٹھایا اور خود وہ آگرہ کی طرف گیا تاکہ اپنے لشکر کے حالات درست کرنے کے بعد شیر شاہ سوری کی سرکوبی کے لئے نکلے۔

شیر شاہ سوری نے ابھی تک اپنے لشکر کے ساتھ دریائے گنگا اور دریائے کرم ناسہ کے سنگم پر قیام کیا ہوا تھا۔ اسے جب خبر ملی کہ کالپی کے مقام تک آنے کے بعد

ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ واپس چلا گیا ہے تاکہ بہادر شاہ سے اپنا معاملہ درست کر لے تو شیر شاہ بے حد خوش ہوا۔ اب اس نے ارادہ کر لیا کہ ہمایوں کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ بنگال پر حملہ آور ہو گا اور بنگال اور بہار پر اپنا قبضہ مکمل کرنے کے بعد وہاں مغلوں کے مقابلے میں ایک مستحکم حکومت قائم کرے گا تاکہ آنے والے دور میں اگر مغل اس سے ٹکرائیں تو وہ ان کے حملوں کا خاطر خواہ جواب دے سکے۔ اپنے ان ارادوں کو عملی جامہ پہنانے سے قبل شیر شاہ نے اپنے سالاروں کا اجلاس طلب کیا۔

یہ اجلاس شیر شاہ سوری نے اپنے خیمے سے باہر طلب کیا جہاں لوگوں کے بیٹھنے کو چٹائیوں پر سوت کی بنی ہوئی دریاں بچھائی گئی تھیں۔ جب سارے سالار وہاں پہنچ گئے تو شیر شاہ نے مجلس مشاورت شروع کی۔

وسطی حصے میں شیر شاہ خود بیٹھا۔ اس کے دائیں جانب اس کے بیٹے عادل خان' جلال خان اور قطب خان تھے۔ بائیں جانب سب سے پہلے صاحب خان تھا۔ اس لئے کہ صاحب خان اب شیر شاہ کے لشکروں کا سالار اعلیٰ تھا۔ اس کے بعد شیر شاہ کے دوسرے سالار مثلاً ہیبت خان' اسمٰعیل سوری' حبیب خان ککڑ' جلال خان جالو' سرمست خان سروانی' خان ٹنی اور برہم جیت بیٹھ چکے تھے۔ جب سب سالار بیٹھ چکے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے شیر خان نے کہنا شروع کیا۔

میرے بیٹو۔ میرے بچوں۔ میرے سالارو اور میرے عزیزو۔ تم سب لوگوں کو خبر ہے کہ ہمایوں جو بڑی برق رفتاری سے ہماری طرف پیش قدمی کر رہا تھا وہ کالپی کے مقام سے واپس لوٹ گیا ہے۔ اس لئے کہ ہماری نسبت وہ گجرات کے حکمران بہادر خان سے زیادہ خطرہ محسوس کر رہا تھا۔ اس خطرے کو ٹالنے کے لئے وہ واپس لوٹ گیا ہے۔ اس کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم نے ارادہ کیا ہے کہ بنگال پر حملہ آور ہونا چاہئے اور بنگال اور بہار پر ایک اپنی متحدہ حکومت قائم کر لینی چاہئے۔ تاکہ آنے والے دور میں ہمایوں اگر ہم سے ٹکرائے تو ہم پوری قوت سے اس کے حملوں کا جواب دے سکیں۔

ذرا رک کر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے شیر شاہ پھر کہہ رہا تھا۔

میرے عزیزو۔ یاد رکھو جب تک بہار کے علاوہ ہم بنگال پر بھی اپنا قبضہ نہیں کرتے اس وقت تک ہماری طاقت اور قوت ادھوری رہے گی اور کسی بھی وقت ہمایوں ہمیں جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا۔ اس کے علاوہ بنگال کا موجودہ حکمران سلطان محمود ماضی میں ہمارے خلاف ناروا رویہ اختیار کئے ہوئے تھا لہٰذا اس کی سرکوبی بھی لازم ہے۔ بنگال پر قبضے تک ہمایوں ہمارے خلاف حرکت میں نہ آیا تو بنگال اور بہار میں اپنی سلطنت مستحکم کرنے کے بعد میں رہتاس کے راجہ ہرکشن کے خلاف بھی حرکت میں آؤں گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طاقت اور قوت پر بڑا ناز کرنے لگا ہے۔ اس نے ہمایوں کے خلاف صاف طور پر ہماری مدد کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اب تم کہو اس سلسلے میں تم لوگوں کا کیا مشورہ ہے۔

شیر شاہ کے اس انکشاف پر سارے سالار تھوڑی دیر تک ایک دوسرے سے مشورہ کرتے رہے اس کے بعد ہیبت خان اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ آقا آپ کا کہنا درست ہے ہمیں بنگال پر ضرور چڑھائی کرنی چاہئے۔ جب تک ہم بنگال پر اپنا قبضہ مستحکم نہیں کرتے اس وقت تک ہم ہمایوں کے خلاف جنگ نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد صاحب خان کے علاوہ دیگر سب سالاروں نے بھی ہیبت خان نیازی کے ان خیالات کی تائید کی تھی۔ شیر شاہ تھوڑی دیر تک چپ رہ کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے اپنے پہلو میں بیٹھے صاحب خان کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

صاحب خان میرے بیٹے تم خاموش اور چپ کیوں بیٹھے ہو۔ تم بھی تو کچھ کہو۔ تم میرے لشکروں کے سالار اعلیٰ ہو۔ تمہاری تجویز سب پر فوقیت رکھتی ہے۔ کہو اس سلسلے میں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس پر صاحب خان کہنے لگا۔

شیر خان۔ بنگال پر حملہ آور ہونے کی آپ کی تجویز انتہائی سودمند اور قابل عمل ہے اس لئے کہ ہمایوں اس وقت یہاں سے دور ہے۔ لیکن بنگال پر حملہ آور ہونے سے پہلے ہمیں دو پہلوؤں پر خاص نظر رکھنی ہو گی۔ اس پر شیر شاہ نے چونک کر صاحب خان کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ کون سے پہلو میرے بیٹے۔ جواب میں صاحب خان کہہ رہا تھا۔

شیر شاہ میرے عظیم آقا اگر ہم بنگال پر حملہ آور ہوتے ہیں تو بنگال کا حاکم

سلطان محمود اپنی پوری قوت اور طاقت سے ہمارا مقابلہ کرے گا۔ مجھے قوی امید ہے کہ ہم چند ہی دنوں میں ضرب پہ ضرب لگاتے ہوئے سلطان محمود کو اپنے سامنے بدترین شکستیں دیں گے اور اس سے بنگال حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن اس کے بعد ہمارے لئے دو طرف سے خطرات اٹھ سکتے ہیں۔

پہلا خطرہ یہ کہ ہم سے شکست کھانے کے بعد سلطان محمود اگر بچ نکلا تو وہ ضرور ہمایوں کی طرف بھاگے گا اور ہمارے خلاف وہ ہمایوں سے مدد طلب کرنے کی کوشش کرے گا۔

اور اگر ہمایوں گجرات کے حاکم بہادر شاہ کے خلاف مصروف جنگ رہا اور اسے سلطان محمود کو مدد دینے کا وقت نہ ملا تب سلطان محمود اس سے بھی ایک بڑا قدم اٹھا سکتا ہے۔ اسپر شیر شاہ نے چونک کر پوچھا وہ کون سا قدم میرے بیٹے۔ صاحب خان پھر بولا۔

شیر شاہ میرے محسن میرے عظیم مربی آپ جانتے ہیں کہ بنگال کے ساحل پر پرتگالیوں کا قبضہ ہے اور گوا جو ایک ساحلی شہر ہونے کے علاوہ مستحکم قلعہ بھی ہے وہ پرتگالیوں کا مرکز ہے۔ پرتگالی بہت بڑی بحری قوت ہیں اس کے علاوہ گوا کے مقام پر پرتگالیوں کے پاس ہم سے بھی بڑا لشکر موجود ہے اور مزید یہ کہ ان کے پاس بڑے جدید قسم کے اسلحہ اور ہتھیارات بھی موجود ہیں اس پر مستزاد یہ کہ یہ پرتگیزی سمندر کے اندر بحری قذاقی کا کام بھی کرتے ہیں اور اس کے ذریعے انہوں نے بے شمار دولت جمع کر رکھی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ بنگال کے حاکم سلطان محمود کو ہم سے شکست کھانے کے بعد اگر ہمایوں کی طرف سے کوئی خاطر خواہ جواب نہیں ملتا تو یہ سلطان محمود پرتگالیوں سے رابطہ قائم کرے گا اور ہمارے خلاف ان سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ لہٰذا میں یہ گزارش کروں گا کہ بنگال پر حملہ آور ہوتے وقت ہماری نگاہ تین محاذوں پر رہنی چاہئے۔ ایک بنگال کا حاکم سلطان محمود دوسرا ہمایوں اور تیسرے گوا کے پرتگیزی۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ سلطان بیک وقت ہمایوں اور گوا کے پرتگیزیوں کو ہمارے اوپر چڑھا لائے لہٰذا ان ساری قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں پہلے سے تیار اور مستعد رہنا چاہئے۔

صاحب خان جب خاموش ہوا تو شیر شاہ سوری تھوڑی دیر تک مسکرا مسکرا کر صاحب خان کی طرف دیکھتا رہا پھر خوش کن اور شفیقانہ اور پدرانہ لہجے میں کہنے لگا۔ صاحب خان میرے بیٹے تو نے ان خطرات سے آگاہ کر کے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ قسم خدائے مہربان کی تم نے میرا سالار اعلیٰ ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ ایک سالار کی نگاہ ایسی ہی باریک بین ہونی چاہئے۔ دیکھ صاحب خان میرے بیٹے تم فکرمند نہ ہو بنگال پر حملہ آور ہوتے وقت میں اپنے مخبروں اور جاسوسوں کے ذریعے ہمایوں کے علاوہ گوا کے پرتگیزیوں پر بھی نگاہ رکھوں گا۔ اس پر صاحب خان کہنے لگا۔

شیر خان میرے محسن اگر یہ معاملہ ہے تو پھر بنگال پر حملہ آور ہونے کے لئے ہمیں دیر اور تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ ہمایوں اس وقت بہادر شاہ کی سرکوبی کے لئے جا چکا ہے لہٰذا اس کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم بنگال پر قبضہ کر کے اپنی صورتحال وہاں مستحکم کر سکتے ہیں۔ شیر خان اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ اگر ایسا ہے تو کوچ کے بگل بجا دو۔ ابھی اور اسی وقت لشکر بنگال پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کرے گا۔ شیر خان کا یہ حکم ملنا تھا کہ تھوڑی ہی دیر بعد دریائے گنگا اور دریائے کرم ناسہ کے سنگم سے شیر شاہ نے اپنے لشکر کے ساتھ بنگال پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کر لیا تھا۔

○

رہتاس کے راجہ ہرکشن نے اپنی راجکماری گنگا کے دوسرے سوئمبر کا اہتمام کیا تھا۔ پہلے کی طرح رہتاس شہر اور قلعے کے باہر کھلے میدان کے اندر لوگوں کا ایک جم غفیر جمع ہوا تھا لیکن اس بار مقابلہ کا طریقہ کار اور تھا۔

پہلے سوئمبر میں آنکھ کی پتلی کو تیروں کے ذریعے نشانہ بنایا جاتا تھا جبکہ اس بار یہ اہتمام کیا گیا تھا کہ سوئمبر میں حصہ لینے والے وہی لوگ ہوں گے جو پہلے سوئمبر میں حصہ لے چکے ہیں اور مقابلے کا طریقہ کار یہ ہو گا کہ مقابلے میں حصہ لینے والے ہر فرد کے لئے فضا کے اندر تین کبوتر چھوڑے جائیں ے اور ہر ایک کو پہلے کی طرح پانچ پانچ تیر مہیا کئے جائیں گے ان پانچ تیروں کو ان تین کبوتروں پر آزمایا جاتا تھا اور جو پانچ تیروں سے زیادہ سے زیادہ کبوتر گرائے وہی کامیاب قرار دیا جاتا تھا۔

پہلے کی طرح لوگ گول دائرے میں اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ چکے تھے۔ وہ بلند منزلہ شہہ نشین جو پہلے سوئمبر کے موقع پر تعمیر کی گئی تھی ویسی کی ویسی ہی کھڑی رکھی گئی تھی اور اس کے اوپر رہتاس کا راجہ ہرکشن اپنی راجکماری گنگا اور اپنی رانیوں کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ میدان کے وسط میں گول دائرے کی صورت میں اینٹیں نصب کر کے ان پر چونا لگا دیا گیا تھا اور اینٹوں کے اس گول دائرے کے اندر ہی مقابلے میں حصہ لینے والوں نے رہ کر فضا میں چھوڑے جانے والے کبوتروں پر تیر اندازی کرنی ہے۔

جب مقابلہ کی ابتدا ہوئی تو پہلے سوئمبر کی طرح ابتداء رائے سین کے راجہ رن مل کے بیٹے سانول داس نے لی تھی۔ پہلے ہی کی طرح راجہ ہرکشن اپنی راجکماری گنگا اور رانیوں کے ساتھ شاہ نشین کے اوپر بیٹھا تھا اور شاہ نشین کے نیچے ہرکشن کا برہمن وزیر چورامن روزنامچے میں مقابلے میں حصہ لینے والوں کے نام لکھنے اور تیر مہیا کرنے پر مقرر تھا۔ دوسری بار بھی مقابلوں میں حصہ لینے والوں کے کوائف کا اندراج اس لئے کیا جا رہا تھا کہ ان کے کوائف کے ساتھ مقابلے میں ان کی کارگزاری اور درجہ بندی بھی تحریر کر دی جائے۔

جب مقابلے کی ابتداء کا حکم ہوا تب برہمن چورامن نے سب سے پہلے رائے سین کے راجکمار سانول داس کو پانچ تیر مہیا کئے پانچ تیر لے کر وہ لوگوں کے ہجوم کے درمیان اینٹوں سے بنے ہوئے گول دائرے کے اندر آن کھڑا ہوا تھا۔ پھر بلند اور کئی منزلہ شاہ نشین کے اوپر بیٹھے ہوئے راجہ ہرکشن کے محافظوں میں سے کچھ نے فضا کے اندر تین کبوتر چھوڑے۔ جوں ہی کبوتر پرواز کرتے ہوئے میدان کے وسطی حصے میں آئے سانول داس نے ان پر باری باری پانچ تیر آزمائے سانول داس کی بدقسمتی اس کا ایک تیر بھی کسی کبوتر کو مس نہ کر سکا لہٰذا ناکامی میں سر جھکائے سانول داس میدان سے نکل گیا تھا۔

دوسرے نمبر پر پہلے کی طرح میواڑ کا راجکمار سورج مل آیا اسے بھی پانچ تیر دیئے گئے پہلے کی طرح تین کبوتر فضا میں چھوڑے گئے۔ سورج مل کی خوش قسمتی کہ اس پانچ تیروں میں سے ایک تیر اس کا ایک کبوتر میں پیوست ہوا اور وہ کبوتر فضا میں پلٹیاں کھاتا ہوا زمین پر گر گیا تھا۔ سورج مل کی اس کارگزاری پر لوگوں نے کھل کر

داد دی تالیاں بجائیں اور اپنے کپڑے فضا میں اچھالتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا۔

تیسرے نمبر پر کالنجر کا راجکمار سورداس آیا اس بیچارے نے بھی بڑی تگ و دو سے اپنے پانچ تیر کبوتروں پر آزمائے پر اس کی بھی بدقسمتی اس کے بھی پانچوں کے پانچوں تیر ضائع گئے۔ لہٰذا وہ بھی شکست خوردہ اور نامراد میدان سے نکل گیا تھا۔ اس کے بعد جن مقامی سورماؤں اور تیر اندازوں نے پہلے سوئمبر میں حصہ لیا تھا۔ دوسرے سوئمبر میں بھی ہو طبع آزمائی کرتے رہے۔ پر کوئی بھی ان میں سے ایک سے زیادہ کبوتر گرانے میں کامیاب نہ ہوا تھا۔

آخری سورما اپنی طبع آزمائی کر کے نکلا تو عین اس موقع پر وہی اجنبی گھڑسوار اپنے سیاہ رنگ کے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا میدان میں داخل ہوا تھا۔ گھوڑے کو اس نے ایک طرف روکا۔ پہلے ہی کی طرح جب اس نے تیزی سے لگامیں کھینچتے ہوئے گھوڑے کو رکنے پر مجبور کیا تو گھوڑا بری طرح ہنہناتا ہوا فضا میں بلند ہوا تھا۔ اس موقع پر اس اجنبی نے گھوڑے سے چھلانگ لگائی گھوڑا وہیں کھڑا رہا جبکہ اس کی زین سے بندھی ہوئی کمان کھول کر اس نے اپنے کندھے سے لٹکائی اور شاہ نشین کے نیچے بیٹھے چندرمل کے وزیر چورامن کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

چورامن پہلے سوئمبر کی طرح دوسرے میں بھی حصہ لینے کے لئے میں آ گیا ہوں۔ پہلے سورماؤں کی طرح قسمت اور طبع آزمائی کے لئے مجھے تیر نہیں ملیں گے۔

چورامن نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا اس بار چورامن کی نگاہوں میں اجنبیت اور سختی کے بجائے شفقت اور نرمی تھی۔ اسی نرمی میں اس نے اس اجنبی کو بغور دیکھا اس نے جائزہ لیا وہ اجنبی پہلے کی طرح سیاہ رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ اپنا چہرہ بھی اس نے سیاہ رنگ کے نقاب سے ڈھانپ رکھا تھا۔ چورامن نے پوچھا کیا اس بار بھی تم میرے روزنامچے میں اندراج کرنے کے لئے اپنے کوائف نہیں بتاؤ گے اگر تم کوائف نہیں بتانا چاہتے تو کم از کم اپنا نام ہی بتا دو۔ اس پر اس اجنبی نے جواب دیا۔

چورامن یہ دوسرا سوئمبر ہے۔ اگر تم مجھے تیر نہ مہیا کرو گے تو میں مقابلے میں حصہ لئے بغیر واپس چلا جاؤں گا پر اپنا نام اپنے کوائف نہیں بتاؤں گا۔

شاہ نشین پر بیٹھی ہوئی راجکماری گنگا اس اجنبی نوجوان کی گفتگو بڑی دلچسپی بڑے غور بڑے انہماک سے سن رہی تھی۔ چونکہ وہ نوجوان پہلا سوئمبر جیت چکا تھا لہٰذا اس کی طرف دلچسپی سے دیکھنا یا اس کی ذات میں دلچسپی رکھنا اب ایک طرح سے راجکماری گنگا کی کمزوری بنتا جا رہا تھا۔ اس لئے کہ بہرحال وہ راجکماری کے سوئمبر کا ایک حصہ بڑے احسن طریقے سے جیت چکا تھا۔

راجکماری کے علاوہ اس کا باپ ہرکشن بھی لبوں پر مسکراہٹ لئے اپنے وزیر چورامن اور اس نقاب پوش اجنبی کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس موقع پر ہرکشن التفات کرتے ہوئے اپنے وزیر چورامن سے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی چورامن بول اٹھا اور اس اجنبی سے کہنے لگا۔

دیکھ میرے قابل عزت اجنبی مہمان تو چونکہ پہلا سوئمبر جیت چکا ہے لہٰذا دوسرے سوئمبر میں تمہارے حصہ نہ لینے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ دیکھ اجنبی تمہارے سامنے ایک طرف ان گنت بان پڑے ہیں ان میں سے تو اپنے پانچ بان اٹھا اور قسمت آزما۔ اس پر وہ سیاہ نقاب پوش اجنبی آگے بڑھا۔ ڈھیروں تیروں میں سے اس نے پانچ کے بجائے صرف تین ہی تیر اٹھائے اس موقع پر چورامن نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

کیوں تم اپنی سہولت کو ضائع کرتے ہو۔ جب پانچ بان تمہارا حق بنتا ہے تو تم پانچ کے بجائے تین بان کیوں اٹھاتے ہو۔ میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ اپنے حصے کے پورے پانچ بان اٹھاؤ اور انہیں فضا میں چھوڑے جانے والے کبوتوں پر آزماؤ اگر تین میں سے تمہارا کوئی تیر خطا ہو جائے تو کم از کم جو باقی تیر تمہارے پاس ہوں گے ان سے تم اپنی کارگزاری کی اس کمزوری کو پورا کر سکتے ہو۔ اس پر وہ نوجوان کہنے لگا۔

دیکھ چورامن تیر تو میں تین ہی لوں گا اور تمہیں میں یقین سے کہتا ہوں کہ میرے ان تین تیروں میں سے کوئی بھی خطا نہیں جائے گا۔ یہ طے شدہ فیصلہ ہے کہ میں پانچ نہیں تین ہی تیر لوں گا اور تو دیکھے گا کہ میرے تین تیر بہترین کارگزاری کے حامل بنیں گے۔ اس کے ساتھ ہی اس اجنبی نے تیر اپنی مٹھی میں مضبوطی سے پکڑے اور میدان کے وسط میں اینٹوں کے بنے ہوئے گول دائرے کے اندر جا کے کھڑا ہو

گیا۔

عین اس موقع پر ایک اور گھڑ سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا میدان کے وسط میں اینٹوں کے بنے ہوئے گول دائرے کے پاس آیا جس کے اندر وہ نقاب پوش کھڑا تھا وہاں آ کر وہ دوسرا سوار اترا اور اس سے رازدارانہ گفتگو کرنے لگا۔ شاہ نشین پر بیٹھے راجہ چندر مل اور اس کی راجکماری گنگا نے دیکھا دوسرا سردار خانہ بدوش قبیلے کا سردار فدائی خان تھا۔ تھوڑی دیر تک اس جوان سے فدائی خان نے گفتگو کی پھر وہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا میدان سے نکل گیا تھا۔

اس موقع پر شاہ نشین کے اوپر راجکماری گنگا نے متفکر سے انداز میں اپنے باپ ہرکشن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

پتا جی یہ خانہ بدوش قبیلے کا سردار فدائی خان اس وقت میدان میں کیوں آیا ہے اور سیاہ نقاب اوڑھے جو نوجوان مقابلے کے لئے تیار کھڑا ہے۔ جس نے پچھلا سوئمبر جیتا تھا۔ فدائی خان نے اس سے کیا گفتگو کی ہے۔ کیا یہ نقاب اوڑھنے والا شخص کہیں لومڑیاں پکڑنے والا صاحب خان تو نہیں ہے۔ ہرکشن کہنے لگا نہیں بیٹی تمہارا اندازہ غلط ہے۔ صاحب خان تو لومڑیاں پکڑنے والا نہیں رہا وہ تو اب شیر شاہ سوری کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے اور اب وہ شیر شاہ سوری کے لشکروں کا سالار اعلیٰ ہے۔ جبکہ شیر شاہ اپنے لشکر کے ساتھ دریائے گنگا کے کنارے سے بنگال پر حملہ آور ہونے کے لئے مشرق کی طرف جا چکا ہے۔ لہٰذا یہ جو نقاب پوش اس وقت مقابلے میں حصہ لینے کے لئے تیار کھڑا ہے یہ صاحب خان نہیں کوئی اور ہے۔ ہو سکتا ہے۔ یہ فدائی خان کا کوئی جاننے والا ہو اور فدائی خان اس کے لئے کوئی اہم پیغام رکھتا ہو اور اسے وہ پیغام فی الفور پہنچانا چاہتا ہو۔ اس پر راجکماری گنگا نے پھر پوچھا۔

پتا جی اگر یہ لومڑیاں پکڑنے والا صاحب خان نہیں ہے جس سے میں دل کی گہرائیوں سے نفرت کرتی ہوں تو پھر یہ جو اجنبی نوجوان ہے۔ یہ اپنے کوائف کیوں نہیں لکھواتا۔ روزنامچے میں اپنا نام کیوں نہیں درج کراتا اس پر ہرکشن کہنے لگا ہو سکتا ہے یہ تیسرے اور آخری سوئمبر کے موقع پر اپنے آپ کو ظاہر کرے۔ دیکھ میری پتری یہ رہتاس کے راجہ ہرکشن کی راجکماری گنگا کا سوئمبر ہے اور اگر وہ تمہیں جیتتا ہے۔

تو جیتنے والا کیسا ہی رشی کیوں ہو وہ تم جیسی خوبصورت پرکشش اور دھن دولت والی لڑکی کو کیسے چھوڑے گا۔ دیکھ میری پتری میں تمہیں یقین دلاتا ہوں جب تیسرے سوئمبر کا وقت آئے گا تو یہ نوجوان آپ سے آپ اپنا آپ ظاہر کر کے تمہارا قرب تمہاری چاہت تمہاری محبت حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ پتری ایک بات بتا۔

اس پر پیار بھری نگاہوں میں راجکماری گنگا نے اپنے باپ ہرکشن کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کیسی بات پتا جی۔ چندرل پوچھنے لگا۔ دیکھ میری پتری یہ اجنبی جو پہلا سوئمبر جیت چکا ہے اگر یہ دوسرے سوئمبر اور اس کے بعد تیسرے سوئمبر میں بھی کامیاب رہتا ہے اور اس کے بعد جب یہ اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے اور اگر یہ کسی ریاست کا راجہ نہ ہوا اگر یہ کوئی بڑا یا صاحب حیثیت شخص نہ ہوا تو کیا تب بھی تو اسے اپنا جیون ساتھی تسلیم کرنے پر رضامند ہو جائے گی۔

راجکماری گنگا نے جواب دیا۔

پتا جی یہ شخص جو اپنے آپ کو سیاہ رنگ کے نقاب میں ڈھانپے ہوئے ہے میں نہیں جانتی یہ کون ہے۔ اس کا نام کیا ہے۔ کس سرزمینوں سے اس کا تعلق ہے۔ یہ کہاں سے آتا ہے۔ اس کے باوجود اگر یہ دوسرا اور تیسرا سوئمبر پہلے سوئمبر کی طرح جیت جاتا ہے تو پتا جی یہ شخص اگر کوئی بالکل ہی گیا گزرا یا بالکل ہی غریب و بے مایہ ہوا تب بھی میں اسے اپنا جیون ساتھی بناتے ہوئے فخر محسوس کروں گی۔ اگر مجھے اپنے جیون ساتھی کے لئے دھن دولت ہی دیکھنا ہوتا تو پھر پتا جی یہ سوئمبر رچانے کا کوئی فائدہ ہی نہ تھا۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں۔ جو کوئی بھی میرے سوئمبر کے یہ تین حصے جیتے گا۔ اس کا تعلق انسانوں کے کسی بھی گروہ سے ہو۔ میں بخوشی اور فخریہ انداز میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دوں گی اور اسے اپنے جیون کا ساتھی تسلیم کروں گی۔

راجکماری گنگا کا یہ جواب سن کر ہرکشن خوش ہو گیا تھا۔ پھر کہنے لگا پتری قسم بھگوان کی مجھے تم سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی۔ اب مقابلے کی ابتداء کرتے ہیں اس کے ساتھ ہی ہرکشن کے مخصوص اشارے پر محافظوں نے تین کبوتر فضا کے اندر چھوڑ دیئے تھے۔

جوں ہی وہ تینوں کبوتر پہلو بہ پہلو پرواز کرتے ہوئے میدان کے وسطی حصہ کے

قریب آئے تب وہ سیاہ نقاب پوش اجنبی حرکت میں آیا یکے بعد دیگرے بڑی پھرتی والی تیزی سے اس نے تیر چلائے۔ اس کے تینوں تیر نشانے پر بیٹھے اس کے تیروں نے تینوں کبوتروں کو چھید کر رکھ دیا تھا اور کبوتر باری باری فضا میں لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے تیروں سمیت زمین پر گر گئے تھے۔

ایسا ہونا تھا کہ لوگ اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے اور اس سیاہ نقاب پوش اجنبی کی فتح اور جیت کے نعرے لگانے لگے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ فضاؤں کے اندر اپنے پڑے اچھالتے ہوئے اس اجنبی کی کامیابی پر خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ اس موقع پر اپنے باپ ہرکشن کے پاس بیٹھی ہوئی راجکماری گنگا کی حالت بھی قابل دید تھی۔

سیاہ نقاب پوش اجنبی جوان کے بڑی تیزی کے ساتھ تینوں کبوتر گرا دینے پر گنگا کے چہرے کے نقش و نگار پر مسکراتی جگمگاتی رنگ و روشنی کی رتیں پھوٹ پڑتی تھیں اس کے بدن کے روپ و نکھار میں تاروں کی سی سیمابی روح، نکہت و نور کی تجلی آمیز مسرت حلول کر گئی تھی۔ اس کے بعد لعل بدخشاں ہونٹوں پر محبتوں کے حسین رنگوں میں ڈوبی خوشبو اور رنگوں کی پچکاریاں اپنا کام دکھا رہی تھیں۔

مجموعی طور پر زہرہ جبیں، مہر جمال، روح عصر بہاراں غزالی آنکھوں والی، در یمن دانتوں والی، راجکماری گنگا رات کی دہلیز پر چاند راتوں کے لب و رخسار کی سرخی جیسی نوش کن، بوندوں کی جلترنگ میں ہوائے سنگیت جیسی پرکشش اور گلابی رتوں کے آنگنوں میں دھنک رنگ جھولوں جیسی خوبصورت اور پرجمال ہو کے رہ گئی تھی۔

اجنبی نوجوان کی کامیابی پر اپنی بیٹی گنگا کی یہ حالت دیکھتے ہوئے راجہ ہرکشن کے چہرے پر بھی خوش کن اثرات تھے پھر غور سے راجکماری گنگا کی طرف دیکھتے ہوئے راجہ ہرکشن نے پوچھا۔

دیکھ میری پتری یہ اجنبی نوجوان پہلے کی طرح دوسرا سوئمبر بھی بڑی کامیابی کے ساتھ جیت چکا ہے مجھے امید ہے کہ اسی طرح یہ سوئمبر کا تیسرا حصہ بھی جیتے گا اس کے بعد یہ اپنا نام اور اپنے کوائف ظاہر کرے گا۔ میری بیٹی جب یہ نوجوان تمہارا تیسرا سوئمبر بھی جیت جائے تو تم کب تک اس کی پتی اور اس کی جیون ساتھی بننا پسند کرو

گی۔ اس پر راجکماری گنگا نے بے پناہ خوشیوں میں ڈوبی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

پتا جی اگر یہ اجنبی نوجوان میرے سوئمبر کا تیسرا حصہ بھی اسی طرح جیت جاتا ہے تو میں دو ماہ بعد اس کی پتنی اور اس کی جیون ساتھی بن جانا پسند کروں گی اس لئے کہ دو ماہ بعد میری رقص و موسیقی کی تعلیم مکمل ہو جائے گی اس کے بعد میں شادی کے پھیروں کے لئے تیار ہوں گی۔ تب ہرکشن نے اپنی خواہش اور خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

دیکھ میری پتری ایسا ہی ہو گا۔ جیسا تو چاہ رہی ہے۔ اگر یہ اجنبی نوجوان تیسرا سوئمبر بھی اسی طرح جیتتا ہے تو دو ماہ بعد جب تیری رقص و موسیقی کی تعلیم مکمل ہو جائے گی تو میں تجھے اس اجنبی سے بیاہ دوں گا۔ اس وقت تک میرے خیال میں ہم جان جائیں گے کہ اس کا نام کیا ہے؟ یہ کون ہے؟ اس کا تعلق کن سرزمینوں سے ہے اور یہ کہاں سے سوئمبر میں حصہ لینے کے لئے آتا ہے۔ اس پر راجکماری گنگا فوراً" بول اٹھی۔

پتا جی کیا ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ ہم اس شاہ نشین سے نیچے اتریں اور پہلے کی طرح اس اجنبی نوجوان کو سوئمبر کا دوسرا حصہ جیتنے پر مبارک باد دیں۔ ہرکشن نے اپنی بیٹی راجکماری گنگا کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر وہ دونوں باپ بیٹی بڑی تیزی سے شاہ نشین سے نیچے اتر رہے تھے۔

وہ سیاہ نقاب پوش اجنبی ان تینوں کبوتروں کو گرانے کے بعد اب آہستہ آہستہ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جس وقت وہ اپنے گھوڑے کے قریب گیا اس وقت تک ہرکشن اور راجکماری گنگا بھی بڑی تیزی سے چلتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئے پھر راجکماری گنگا اس کے قریب گئی اور اپنی مٹھاس بھری آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ دیکھ اجنبی میں اب بھی نہیں جانتی تیرا نام کیا ہے تو کون ہے کن سر زمینوں سے آتا ہے۔ تو چونکہ اس سوئمبر کا دوسرا حصہ بھی جیت چکا ہے۔ لہٰذا تو میری نگاہوں میں بھاگوان' شبھ اور بختاور ہو چکا ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ اب اس سوئمبر کے تیسرے حصے کے لئے میں تمہیں پشکارا اور خوش آمدید کہوں گی۔ یہاں تک کہنے کے بعد راجکماری گنگا تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہی پھر اس کے بعد

دوبارہ اس اجنبی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

دیکھ اجنبی اب تک تو نے ہمیں نہ اپنا نام بتایا اور نہ یہ ظاہر کیا ہے کہ تیرا تعلق کن سرزمینوں سے ہے نہ ہی تو نے اپنے کوائف لکھوائے ہیں۔ کیا تیری طرف سے ایسا رویہ میری ذات کے لئے ادھرم اپناؤ' ہتھیاؤ' ا-لنتی اور کشٹ و ظلم نہیں ہے کیا تم دوسری کامیابی کے بعد اپنے چہرے سے نقاب نہیں ہٹاؤ گے کہ میں دیکھ سکوں کہ تم کون ہو کیسے نوجوان ہو اس پر مدھم سی آواز میں اس نوجوان نے کہا۔ دیکھ راجکماری گنگا تیرے ان سارے سوالوں اور پرشنوں کا جواب میں تیرے سوئمبر تیسرے حصے میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد دوں گا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اجنبی و ناآشنا جوان بڑی پھرتی سے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اپنے گھوڑے کو ایک انگیخت کرنے والی اس نے زوردار مہمیز لگائی۔ جواب میں اس کا گھوڑا ایک بار اپنے اگلے دونوں پاؤں اٹھا کر ہنہنایا پھر وہ سرپٹ دوڑ پڑا۔ اس نوجوان کو جاتے ہوئے دیکھ کر راجکماری گنگا بے حد اداس اور افسردہ ہو کے رہ گئی تھی جب وہ نوجوان اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تب وہ بیچاری گردن جھکائے بکھری بکھری اداس اداس اپنے باپ راجہ ہرکشن کے ساتھ شاہ نشین کی طرف ہو لی تھی۔

○===○===○

دریائے گنگا کے کنارے کنارے شیر شاہ سوری نے بنگال پر قبضہ کرنے کے لئے بڑی تیزی سے کوچ کیا۔ پھر مئی سن 1535ء کے آغاز میں شیر شاہ نے بڑے اطمینان سے دریائے گنگا کے ہر دو جانب بنگال کے علاقے کو اپنے قبضے میں کرنے کے لئے جنگ کا بگل بجا دیا تھا۔

شیر شاہ سوری نے بڑی تیزی سے بنگال میں اپنی یلغار کی ابتداء کی۔ برسات کا موسم شروع ہونے سے پہلے ہی پہلے شیر شاہ نے بنگال کے ضلع مونگیر کے اکثر حصوں پر قبضہ کر لیا کیونکہ موسم برسات میں مشرق کی جانب موجودہ بھاگلپور کے نشیبی علاقہ میں نقل و حرکت ناممکن ہو کر رہ جاتی ہے۔

مونگیر ضلع کے اکثر علاقوں پر پر قبضہ کرنے کے بعد اس ضلع میں مونگیر نام کا جو سب سے بڑا اور مضبوط قلعہ تھا شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ اس کے سامنے آ نمودار ہوا۔ مونگیر قلعہ کو فتح کرنا کوئی معمولی کام نہ تھا اس لئے کہ اس ضلع کا 4/5 حصہ پہاڑوں اور دراڑوں سے پر ہے۔ اس ضلع میں کھڑک پور اور گڈھو کی پہاڑیاں ہیں۔ جو حملہ آوروں کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ سورج گڑھ سے چھ میل کے فاصلے پر کول دریا کا دہانہ ہے جو ایک رکاوٹ ثابت ہو سکتا ہے۔ مونگیر قلعے پر حملہ آور ہونے کے لئے شیر شاہ سوری نے سورج گڑھ کے قریب اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ

کیا تاکہ اس کے لشکری ستا کر آرام کر لیں۔ مونگیر کا قلعہ سورج گڑھ سے بجانب مشرق اٹھارہ میل ہے۔ راج محل کی پہاڑیوں میں واقع تیلیا گڑھی مونگیر سے چھیاسٹھ میل مشرق میں ہے۔ سورج گڑھ سے مونگیر کی طرف جاتے ہوئے جن میدانوں میں سفر کیا جا سکتا ہے ان کی چوڑائی چھ میل کے لگ بھگ ہے۔ پر یہ چوڑائی مونگیر کے قریب جاتے جاتے صرف ڈھائی میل رہ جاتی ہے۔ سورج گڑھ سے مونگیر تک اٹھارہ میل کا فاصلہ کسی بھی حملہ آور کے لئے جو بجانب مغرب دریائے گنگا کے جنوبی کنارے پر حملہ کرنا چاہتا ہو حوصلہ شکن ہے۔

اس لئے کہ اس سڑک کے ہر دو جانب جنوب مشرک میں کھڑک پور کی پہاڑیاں ہیں۔ جو مونگیر کے مقام پر دریائے گنگا سے ہمکنار ہے۔ اس کے مشرقی کنارے پر مونگیر کا ناقابل تسخیر قلعہ ہے جسے فتح کرنا کسی بھی حملہ آور کے لئے اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس کے پاس بھاری توپ خانہ نہ ہو۔ اس کے علاوہ اس کا دریائے گنگا پر بھی قبضہ نہ ہو۔ ماضی میں کسی بھی دانا اور دوراندیش فوجی سپہ سالار نے ایسی مہلک جگہ میں اپنے لشکروں کو جھونکنا پسند نہ کیا پر شیر شاہ سوری ہر صورت میں مونگیر کے اس اہم قلعے کو فتح کرنا چاہتا تھا۔

بنگال کے حکمران سلطان محمود کو بھی شیر شاہ سوری کے اس حملے کی خبر ہو گئی تھی۔ لہٰذا شیر شاہ سوری کے مونگیر پہنچنے سے پہلے ہی پہلے سلطان محمود نے مونگیر کے قلعے کے دفاع کا کا انتظام کر لیا۔ وہ اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے حرکت میں آیا۔ لشکر کا ایک حصہ اس نے مونگیر کے قلعے میں متعین کیا اور باقی لشکر کے ساتھ وہ دریائے گنگا کے شرقی کنارے گھاٹ میں بیٹھ گیا تاکہ جب شیر شاہ اپنے لشکر کے ساتھ اس سمت آئے تو اس پر دو طرفہ حملہ کیا جائے۔ ایک گنگا کے شرقی کنارے سے دوسرا مونگیر کے قلعے کے اندر سے۔ اس طرح دوطرفہ حملہ کر کے سلطان محمود ہر صورت میں شیر شاہ سوری کو پسپا کرنا چاہتا تھا۔

شیر شاہ سوری بھی حالات سے بے خبر نہ تھا اس کے جاسوس جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے اور بنگال کے حاکم سلطان محمود کے ایک ایک پل کی خبریں اسے پہنچا رہے تھے۔ ان حالات میں شیر شاہ سوری نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کیا تاکہ بنگال

کے حکمران سلطان محمود سے نپٹنے کے لئے کوئی لائحہ عمل طے کیا جا سکے۔

جب شیر شاہ سوری کے سب بڑے بڑے سپہ سالار اس کے خیمے سے باہر ڈالی جانے والی دری کے اوپر جمع ہو گئے تب شیر شاہ نے ان سب کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیزو۔ میرے بھائیو۔ میرے فرزندوں۔ تم جانتے ہو اس وقت ہمارا مقصد اور ہمارا حدف مونگیر کا قلعہ ہے۔ مونگیر کے قلعہ کی حفاظت کے لئے بنگال کے حکمران سلطان محمود نے اپنی طاقت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس طرح وہ ہماری طاقت کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر کے کمزور کرنا چاہتا ہے اور اپنے لئے فوائد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میں نے یہ بھی سن رکھا ہے کہ ماضی میں کوئی بھی حکمران اس قلعے کو فتح نہ کر سکا اور کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تک حملہ آور کے پاس بھاری توپ خانہ نہ ہو اور یہ کہ دریائے گنگا کے شرقی کنارے بھی اس کے قبضے میں نہ ہوں اس وقت تک مونگیر نام کے اس قلعے پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا۔ میں تم لوگوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں خہ تم لوگوں میں سے کسی کے ذہن میں خوئی ایسی ترکیب ہے جس سے وہ سمجھتا ہو کہ اس قلعے کو فتح کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ پھر میں اپنا لائحہ عمل طے کرتا ہوں۔

شیر شاہ سوری کے اس استفسار پر تھوڑی دیر تک اس کے سارے سالار آپس میں صلاح و مشورہ کرتے رہے۔ اس کے بعد صاحب خان شیر شاہ سوری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ میرے آقا۔ میرے محسن۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ عرض کروں۔ اس پر شیر شاہ سوری نے بڑی پدرانہ شفقت میں کہا۔

صاحب خان۔ میرے بیٹے۔ جب کبھی بھی تم مجھ سے کچھ کہنا چاہو۔ تمہیں اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میرے لشکروں کے سالار اعلیٰ ہو اور تمہاری مشاورت اور تمہاری تدبیر کو ہمیشہ سب پر فوقیت دی جاتی رہے گی۔ کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس پر صاحب خان کہنے لگا۔

میرے محسن۔ میں اس قلعے کے پورے محل وقوع سے واقف ہوں اور جنوب تک وہ سارا علاقہ بھی میں نے دیکھ رکھا ہے جہاں دریائے کول دریائے گنگا سے ملتا

میری تجویز یہ ہے کہ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے ایک حصہ جنوب کی طرف بڑھ جائے۔ ایک شمال کی طرف بڑھ جائے۔ جو حصہ شمال کی طرف چلا جائے وہ سورج گڑھ پر حملہ آور ہو۔ سورج گڑھ کو فتح کرنے کے بعد وہ مڑے اور دریائے گنگا کے مغرب ہی میں رہتے ہوئے وہ مونگیر کے قلعے پر حملہ آور ہو اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دے۔ جو لشکر جنوب کی طرف جائے دریائے گنگا اور دریائے کول کے سنگم کے قریب کھڑک پور کے جنوب میں رک جائے۔ اس جگہ کھڑک پور کی پہاڑیوں کا کہیں سلسلہ تقریباً ختم ہونے کے قریب آ جاتا ہے۔ یہاں دس میل چوڑا میدان ہے جو آسانی سے عبور کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ دیگر مقام پر عموماً کھڑک پور کی پہاڑیاں ایک طرح ناقابل عبور بنا کے سامنے آتی ہیں۔ جو لشکر جنوب کی طرف جائے وہ دس میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد دریائے گنگا اور دریائے کول کے سنگم سے پہلے ہی دونوں دریاؤں کو عبور کر کے دریائے گنگا کے مشرق کی طرف چلا جائے اور گھات میں بیٹھتے ہوئے بنگال کے حکمران سلطان محود پر حملہ آور ہو جائے۔

ہمارا ایک لشکر شمال میں سوج گڑھ کی طرف جائے گا دوسرا کوہستانی سلسلے کے اندر ہی اندر کھڑک پور کی پہاڑیوں کو طے کرتا ہوا جنوب کی طرف جائے گا تو بنگال کا حکمران سلطان محمود یہی خیال کرے گا کہ مونگیر کا قلعہ ناقابل تسخیر ہونے کی وجہ سے شیر شاہ سوری کے لشکر نے اپنا رخ تبدیل کر دیا ہے اور اب وہ سورج گڑھ اور جنوب کے کچھ علاقوں کو فتح کرنے کے بعد دریائے گنگا کو عبور کئے بغیر واپس چلا گیا ہے۔ اتنی دیر تک ہمارا جنوب کا لشکر اچانک اس پر حملہ آور ہو کر اس کی بدترین حالت کرے گا اور شمال میں سورج گڑھ پر حملہ آور ہونے والا لشکر پلٹ کر مونگیر کے قلعے پر حملہ آور ہو گا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد صاحب خان جب خاموش ہوا تو شیر شاہ نے اپنا فیصلہ دیا۔

صاحب خان۔ میرے بیٹے۔ میرے فرزند۔ قسم خداوند قدوس کی تم نے ایک بہترین تجویز پیش کی ہے۔ اس تجویز پر عمل کر کے یقیناً ہم مونگیر کے ناقابل تسخیر قلعے کو فتح کر سکتے ہیں۔ سنو۔ میرے عزیز۔ میرے فرزند۔ اگر ہم نے مونگیر کے قلعے کو

فتح کر لیا تو یوں جانو اس فتح سے بنگال کے حکمران سلطان محمود کی ساری عسکری طاقت کی کمر ٹوٹ کر رہ جائے گی۔ اس کے بعد اس کے سامنے دو ہی راستے ہوں گے۔ یا تو وہ کھلے میدانوں میں ہمارے ساتھ جنگ کرے اور بالآخر اپنی جان بچا کے بھاگے یا اپنے سے کسی بڑی طاقت کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور ہمارے خلاف اس سے مدد طلب کرے۔ بہرحال جو لائحہ عمل تم نے تجویز کیا ہے اس پر ہوبہو عمل ہو گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد شیر شاہ سوری لمحہ بھر کے لئے رکا اس کے بعد وہ پھر کہہ رہا تھا۔

دیکھ صاحب خان تمہاری اس پیش کردہ تجویز کے مطابق لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ لشکر کا ایک حصہ میرے پاس رہے گا۔ جبکہ دوسرے حصے کی کمانداری تم خود کرو گے۔ تمہارے ساتھ اسماعیل سوری' حبیب خاں ککڑ اور ہیبت خان نیازی ہوں گے۔ جبکہ میرے ساتھ میرے بیٹوں کے علاوہ سرمست خان سروانی' حاجی خان بٹنی اور برہم جیت ہوں گے۔

سنو صاحب خان۔ تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کھڑک پور کی پہاڑیوں کے بیچ و بیچ شمال کی طرف بڑھ جانا۔ جس جگہ ہم نے اس وقت پڑاؤ کر رکھا ہے یہاں سے سورج گڑھ تقریباً" اٹھارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ تم رات کی تاریکی میں پیش قدمی کرتے ہوئے صبح ہونے سے پہلے پہلے سورج گڑھ کے قریب نمودار ہونا اور پھر اس انداز سے حملہ آور ہونا کہ سورج گڑھ کے اندر بنگال کے حکمران سلطان محمود کا جو دفاعی لشکر ہے اسے سنبھلنے کا موقع نہ ملے اور سورج گڑھ کو فتح کر کے اس پر قبضہ کر لینا۔ وہاں کا انتظامات درست کرنے کے بعد پھر تم جنوب کی طرف بڑھنا اور مونگیر قلعہ پر رات ہی کی تاریکی میں حملہ آور ہونا۔ جب کہ میں طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق جنوب کی طرف جاؤں گا اور پھر دریائے کول اور دریائے گنگا کے سنگم سے پہلے منی پور کے مقام پر دریائے گنگا کو عبور کر کے شرقی ساحل پر سلطان محمود پر ضرب لگانے کی کوشش کروں گا۔

شیر شاہ سوری نے جب اپنے دوسرے سارے سالاروں سے اس تجویز پر ان کی رائے معلوم کی تو سب نے بخوشی اس تجویز سے اتفاق کیا اس کے بعد شیر شاہ سوری

نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ آدھا حصہ اس نے اپنے پاس رکھا جبکہ دوسرا آدھا اس نے صاحب خان کی سرکردگی میں دے دیا تھا۔ اسی وقت لشکر نے اپنا پڑاؤ ختم کیا پھر شیر شاہ سوری اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دریائے کول کے کنارے کنارے کھڑک پور کی پہاڑیوں کے بیچ و بیچ جنوب کی طرف جا رہا تھا جبکہ صاحب خان اپنے لشکر کے ساتھ سورج گڑھ پر حملہ آور ہونے کے لئے شمال کا رخ کئے ہوئے تھا۔

رات کی تاریکی میں صاحب خان نے کھڑک پور کی پہاڑیوں کے اندر سے سورج گڑھ کا وہ اٹھارہ میل کا علاقہ تیزی سے رینگنے والے سانپ اور شکار کے متلاشی بھوکے چیتے کی طرح طے کیا۔ جس وقت مشرق میں صبح کاذب کے آثار نمودار ہو چکے تھے اس وقت صاحب خان اپنے لشکر کے ساتھ سورج گڑھ کے قریب جا نمودار ہوا تھا۔ وہاں اپنے لشکر کو اس نے روکا اور اس کی صفیں اس نے درست کرنا شروع کر دی تھیں۔

اپنے سارے کام سے فارغ ہونے کے بعد صاحب خان نے اپنے ماتحت کام کرنے والے سالاروں میں سے ہیبت خان' حبیب خاں ککڑ' اور اسماعیل سوری کو اپنے پاس بلایا۔ جب وہ تینوں اس کے پاس آئے تب صاحب خان نے رازدارانہ انداز میں انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

سنو میرے عزیزو۔ میرے بھائیو۔ بنگال کے حکمران سلطان محمود کا مورچہ سورج گڑھ اس وقت ہمارے سامنے ہے سلطان محمود نے ہم پر نگاہ رکھنے کے لئے جو جاسوس پھیلائے ہوں گے انہوں نے اطلاع دے دی ہو گی کہ میں اور میرے ساتھ تم تینوں لشکر کو لے کر سورج گڑھ پہنچ چکے ہو لہذا سلطان محمود یہ ہی سمجھے گا کہ مونگیر کا قلعہ اب بالکل محفوظ ہے لہذا وہاں سے نکل کر اس کے سالار اور لشکری سورج گڑھ کے لشکر کی مدد کرنے کی کوشش کریں گے۔

میرے بھائیو سنو میں اب اپنا جنگ کا لائحہ عمل تبدیل کرنے لگا ہوں سورج گڑھ کو بنگال کے حکمران سلطان محمود کا ایک مضبوط اور اہم مورچہ ہے لیکن اتنا مضبوط بھی نہیں کہ وہ ہم تینوں کی راہ روکے رہے لہذا میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ سورج گڑھ پر

صرف ہیبت خان نیازی اور حبیب خان ککڑ حملہ آور ہوں گے۔ اس پر ہیبت خان نیازی نے چونک کر پوچھا اور امیر آپ کہاں جائیں گے۔ صاحب خان نے بڑی نرمی میں کہا ہیبت خان پہلے میری پوری بات سنو پھر بیچ میں بولنا جواب میں ہیبت خان خاموش رہا تھا اس کے بعد صاحب خان نے پھر کہنا شروع کیا۔

دیکھو میرے بھائیو۔ لشکر کو برابر کے تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا ایک حصہ ہیبت خان تمہارے اور حبیب خان ککڑ کے پاس ہو گا دوسرا حصہ اسماعیل سوری کی کمانداری میں ہو گا تیسرا حصہ میرے پاس رہے گا۔

ہیبت خان تم حبیب خان کے ساتھ مل کر سورج گڑھ پر حملہ آور ہو گے اور ہر صورت میں اسے فتح کرنے کی کوشش کرو گے جس وقت یہ حملہ ہو گا سلطان محمود اور اس کے سالار یہ ہی خیال کریں گے کہ صاحب خان اپنے ساتھی سالاروں کے ساتھ سورج گڑھ پر حملہ آور ہو چکا ہے جبکہ خود شیر شاہ سوری دریائے گنگا اور دریائے کول کے سنگم کی طرف جا چکا ہے۔ لیکن میں دشمن کو اندھیرے میں رکھ کر ایک ہی رات میں بیک وقت دو کام لینا چاہتا ہوں۔

ہیبت خان جب تم حبیب خان کے ساتھ مل کر سورج گڑھ پر حملہ آور ہو گے تو یاد رکھنا مونگیر کے قلعے کے اندر اس وقت سلطان محمود کا بڑا لشکر محفوظ ہے وہ ضرور مونگیر کے قلعے سے نکل کر تمہارے خلاف سورج گڑھ کی مدد کرے گا اس لشکر کے خلاف اسماعیل سوری اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے گا جس وقت تم اور حبیب خان دونوں سورج گڑھ پر حملہ آور ہو گے اس وقت اسماعیل سوری اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ مونگیر اور سورج گڑھ کے درمیانی حصے میں گھات میں بیٹھ جائے گا اور جو بھی لشکر مونگیر سے نکل کر سورج گڑھ کی طرف آئے گا اس پر حملہ آور ہوتے ہوئے ان کی راہ روکتا رہے گا۔

جہاں تک میرا اور میرے حصے کے لشکر کا تعلق ہے تو میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کروں گا اور قلعہ مونگیر کے نواح میں کسی مناسب گھات میں بیٹھ جاؤں گا جب تم اور حبیب خان دونوں مل کر سورج گڑھ کو فتح کر لو گے اور یہاں دشمن کی مزاحمتی قوت کا قتل عام کرو گے تو ظاہر ہے یہاں کے لوگ اپنی جان بچانے کی خاطر

مونگیر کے قلعے کی طرف بھاگیں گے تم ان کا تعاقب کرنا سورج گڑھ سے بھاگنے والے یقیناً" سورج گڑھ اور مونگیر کے درمیان ان لشکریوں سے جا ملیں گے جن سے اس وقت اسماعیل سوری ٹکرا رہا ہو گا پھر تم دونوں اسماعیل سوری کے ساتھ مل کر ان پر ضرب لگانا اور انہیں مونگیر کی طرف بھگانے کی کوشش کرنا۔ مونگیر کی طرف جانے کے لئے ان کی راہ ہرگز مت روکنا۔ جب شکست خوردہ لشکری بھاگتے ہوئے مونگیر کے قلعے کی طرف جائیں گے تو تم تینوں اپنی رفتار سست کر لینا۔ جس وقت لشکری مونگیر کے قلعے میں دوبارہ محصور ہونے کے لئے مونگیر کے شمالی دروازوں سے اندر داخل ہو رہے ہوں گے ان کے پیچھے پیچھے میں بھی مونگیر کے قلعے میں داخل ہو جاؤں گا۔ اندر داخل ہوتے ہی میں قلعے کے دروازے کے محافظوں کا خاتمہ کر دوں گا وہاں اپنے لشکروں کو مقرر کر دوں گا اس کے بعد میں مونگیر میں داخل ہو جاؤں گا۔ میرے پیچھے پیچھے تم بھی مونگیر میں داخل ہونا اس طرح ایک ہی رات میں ہم سورج گڑھ کے علاوہ مونگیر کو بھی فتح کر سکتے ہیں۔ سنو میرے ساتھیو۔ مونگیر ایسا مستحکم اور مضبوط قلعہ ہے کہ اسے ایک طرح سے ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا ہے اور ماضی میں کسی بھی حکمران نے اسے دریائے گنگا پر قبضہ کئے بغیر فتح کرنے کا خطرہ مول نہیں لیا۔ بہرحال ہمیں یہ کام ہر صورت میں آج ہی رات کرنا ہے اور مجھے امید ہے کہ جو لائحہ عمل ہم نے تیار کیا ہے اس پر اگر خلوص نیت سے عمل کریں تو سورج گڑھ اور مونگیر دونوں کو صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے ہم فتح کر سکتے ہیں۔ اتنا کہنے کے بعد جب صاحب خان خاموش ہوا تو ہیبت خان' حبیب خان اور اسماعیل سوری تینوں کے چہروں پر اطمینان بخش مسکراہٹ تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ تینوں آپس میں کھسر پھسر کرتے ہوئے کوئی معاملہ طے کرنے کی کوشش کرتے رہے اس کے بعد ہیبت خان صاحب خان کے قریب ہوا اور بڑی عاجزی انکساری اور نرمی میں کہنے لگا۔

امیر صاحب خان۔ جو فیصلہ آپ نے کیا ہے قسم خدا کی اس سے بہتر کوئی فیصلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم پوری طرح آپ کے لائحہ عمل پر گامزن ہوں گے۔ آپ کی تجویز کے مطابق میں اور حبیب خان پوری طاقت اور قوت سے سورج گڑھ پر حملہ آور ہوں گے۔ اسماعیل سوری کو جو کام سونپا جا رہا ہے وہ بھی بہترین انداز میں کرے گا۔

اس کے بعد اگر آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مونگیر کے قلعے میں داخل ہو گئے تو پھر صبح طلوع ہونے سے پہلے پہلے یقیناً" سورج گڑھ اور مونگیر دونوں ہمارے قبضے میں ہوں گے۔ اس پر صاحب خان فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔

ہیبت خان اگر تم حبیب خان ککڑ اور اسماعیل سوری میرے لائحہ عمل سے متفق ہو تو لشکر کو فوراً" تین حصوں میں تقسیم کرو اور اپنی اپنی منزل کی راہ لو۔ اس پر چاروں حرکت میں آئے۔ لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ایک حصہ صاحب خان لے کر مونگیر کی طرف چلا گیا تھا دوسرا حصہ اسماعیل سوری کے حوالے کیا گیا اور وہ مونگیر اور سورج گڑھ کے درمیان شاہراہ کے کنارے گھات میں جا بیٹھا تھا۔ جبکہ تیسرے حصے کو لے کر ہیبت خان اور حبیب خان ککڑ سورج گڑھ پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھے تھے۔

صاحب خان اور اسماعیل سوری کے جانے کے بعد ہیبت خان اور حبیب خان ککڑ سلسلہ روز و شب میں نقش زیاں کی صورت۔ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے۔ پھر وہ رات کی تاریکی میں بلوری لیل و نہار پر برسنے والے سنگ گراں کی طرح سورج گڑھ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ سورج گڑھ میں جو بنگال کے حکمران سلطان محمود کا لشکر تھا اسے بھی خبر ہو چکی تھی کہ صاحب خان ان پر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا ہے لہٰذا اس لشکر نے حماقت یہ کی کہ شہر سے باہر نکل کر اس نے مقابلہ کرنے کی ٹھانی یہ صورتحال ہیبت خان اور حبیب خان ککڑ کے لئے بڑی سودمند ثابت ہوئی۔ وہ بنگال کے حکمران سلطان محمود کے لشکر پر روتی راتوں میں تشنگی کی موت اور منتشر راہوں کے اندھے سفر کی طرح حملہ آور ہوئے اور پورے لشکر کی حالت لمحوں کے اندر بے رفاقت موت اور خیالوں کی ویران گزرگاہ جیسی بنا کے رکھ دی تھی۔

سورج گڑھ سے باہر ہیبت خان نیازی اور حبیب خان ککڑ نے سلطان محمود کے اس لشکر کو بد ترین شکست دی اور جس وقت سلطان محمود کے بچے کھچے لشکری سورج گڑھ کے نواہ سے بھاگ کر سورج گڑھ میں داخل ہو رہے تھے ہیبت خان اور حبیب خان بھی اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو گئے۔ مسلح جوانوں کا انہوں نے خوب قتل عام کیا۔ رات کی تاریکی میں شہر کے اندر ایک خونی انقلاب برپا ہو گیا تھا۔ شہر کی

فصیل کے اوپر جو لشکری تھے وہ بھی نیچے اتر کر حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے لگے تھے اس کے علاوہ جو شہر کے اندر محافظ لشکر تھا وہ بھی بھاگ کر شہر میں داخل ہونے والے اپنے لشکروں سے آن ملا تھا۔ اسس طرح شہر کے اندر گھمسان کا رن پڑا تھا لیکن ہیبت خان اور حبیب خان کی خوش قسمتی کہ شہر کے اندر بھی انہوں نے متحدہ لشکر کو بد ترین شکست دی اکثر لشکریوں کا انہوں نے قتل عام کیا اور جو باقی لشکری تھے وہ سورج گڑھ کے جنوبی دروازے کے ذریعے سے نکلے اور مونگیر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔

یہاں ہیبت خان نیازی نے ایک بہت اچھا کام کیا۔ اس نے اپنے لشکر کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اس نے حبیب خان ککڑ کی سرکردگی میں دیتے ہوئے اسے سورج گڑھ کے نظم و نسق پر مقرر کی اور خود وہ ایک حصے کو لے کر ان لشکریوں کے تعاقب میں لگ گیا تھا جو سورج گڑھ سے نکل کر مونگیر کی طرف بھاگے تھے۔

دوسری جانب رات کی تاریکی میں کچھ دستے مونگیر سے نکل کر سورج گڑھ کی مدد کو آئے تو راستے میں اسماعیل سوری ان کی راہ روک کھڑا ہوا تھا۔ لہٰذا مونگیر اور سورج گڑھ کے درمیان اسماعیل سوری اور ان دستوں کے درمیان جنگ کی آنکھ مچولی کا کھیل شروع ہو گیا تھا۔ اسماعیل سوری نے ان کی راہ روکے رکھی اور کسی بھی صورت انہیں سورج گڑھ کی طرف نہ جانے دیا۔ ابھی یہ کشمکش جاری تھی کہ سورج گڑھ کے شکست خوردہ لشکری وہاں آن پہنچے۔ مونگیر سے سورج گڑھ کی مدد کرنے والے دستوں کو جب خبر ہوئی کہ سورج گڑھ میں ان کے لشکر کو شکست ہوئی ہے اور سورج گڑھ پر صاحب خان قبضہ ہو گیا ہے تو وہ بڑے بدحواس ہوئے اس لئے کہ بھاگنے والوں نے انہیں یہ بھی اطلاع دے دی تھی کہ دشمن ان کے تعاقب میں چلا آ رہا ہے لہٰذا انہوں نے اسماعیل سوری کے ساتھ کشمکش ترک کر دی اور مونگیر میں محصور ہونے کے لئے بھاگے۔ اتنی دیر تک ہیبت خان بھی ان کا تعاقب کرتا ہوا اسماعیل سوری سے آن ملا تھا۔ پھر دونوں نے مل کر اپنے آگے مونگیر کی طرف بھاگنے والوں کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔

دوسری جانب خود صاحب خان قلعہ مونگیر کے نواح میں ابھی تک داستان ظلمت

میں سحر کی روشن خاموش راہ اور بے کیف حریم نگار گیتی میں فضا کی یکسانیت کی طرح اپنی گھات میں چپ چاپ بیٹھا حالات کے رونما ہونے کا منتظر تھا۔ جب سورج گڑھ کی طرف سے بھاگ کر آنے والوں کا پہلا دستہ اس کے سامنے سے گزرا تو وہ تاروں کی سیمابی روح' ادراک کے پروردہ ذوق طلب ک طرح اپنی گھات سے نکلا اور سورج گڑھ سے مونگیر کی طرف آنے والی شاہراہ کے کنارے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گھات میں آن بیٹھا۔

فضا بالکل خاموش تھی صرف گھوڑوں کے دوڑنے کی آوازیں دور دور تک سنائی دے رہی تھیں۔ منجمد رات کے سناٹوں میں دودھیا روشنی کے اندر بھاگتے گھوڑوں سے اڑنے والی دھول کی وجہ سے آسمان تک سایوں کا ایک ہجوم اٹھ گیا تھا۔ جب بھاگنے والے زیادہ دستے گزرے تب صاحب خان حصے کے لشکر کے ساتھ بادلوں کے نگر کی پہلی بوند کی طرح حرکت میں آیا اور وہ بھاگنے والوں کے پیچھے پیچھے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مونگیر کی طرف بڑھا تھا۔

شکست خردہ لشکر کے ساتھ ہی ساتھ وہ قلعہ مونگیر میں داخل ہوا۔ قلعے کے دروازے پر جو محافظ تھے سب سے پہلے ان کا اس نے خاتمہ کیا اور دروازے کی حفاظت کے لئے اس نے اپنے لشکر کا ایک دستہ مقرر کر دیا تھا۔ سورج گڑھ سے مونگیر کی طرف بھاگ کر آنے والوں میں ایک افراتفری برپا تھی لہٰذا ابھی ت تک کوئی سمجھ نہ سکا تھا کہ ان کے اندر ہی اندر صاحب خان بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو چکا ہے اور یہ کہ قلعے کے دروازے پر بھی وہ قبضہ کر چکا ہے۔

قلعے کے دروازے کو اپنے ہاتھ میں محفوظ کرنے کے بعد صاحب خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مونگیر کے قلعے میں درد کی نوبت کے پرشور آہنگ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ جو لشکری بھاگ کر قلعے میں داخل ہوئے تھے یا ابھی بھاگ کر داخل ہو رہے تھے وہ ان پر خلا کے برجوں سے اترتی جوان آوارہ چاندنی' دیولاخوں کے یخ دروں میں آسمان کے ازل تاب جلووں اور اجالوں کی ساعتوں میں لپٹے بے خدوخال ہیولوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

صاحب خان کا یہ اچانک اور زوردار حملہ ایسا خوفناک اور جان لیوا تھا کہ لمحوں

اور ساعتوں کے اندر اس نے بھاگ کر آنے والوں کے علاوہ قلعے کے اندر جو محافظ لشکر تھا ان سب کی حالت بجھتے غلام پیکر بدنوں کرم خوردہ تجسیم اور دیمک زدہ روحوں کی بنا کے رکھ دی تھی۔ جس وقت صاحب خان قلعے کے محافظ لشکر پر زوردار ضربیں لگاتا ہوا انہیں اپنے آگے آگے ہانک رہا تھا عین اسی وقت ہیبت خان نیازی اور اسماعیل سوری بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مونگیر کے قلعے میں داخل ہوئے پھر سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی پہلے مونگیر قلعے میں بنگال کے حکمران سلطان محمود کا جس قدر لشکر تھا اس کا خاتمہ کر دیا گیا اور قلعے پر صاحب خان نے قبضہ کر لیا۔ یہ سارا کام سرانجام دینے کے بعد صاحب خان نے حبیب خاں ککڑ کی طرف پیغام بھجوایا کہ وہ سورج گڑھ ہی میں قیام کئے رکھے اور وہاں کے انتظامات کو مستحکم کرے۔ مونگیر کے قلعے میں صاحب خان نے اسماعیل سوری کو مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اگلے حکم تک قلعے کے اندر ہی قیام کرے اور جو مزاحمتی قوتیں ہیں ان کا خاتمہ کر کے قلعے کو اپنے حق میں مستحکم کرے۔ جبکہ اپنے آدھے لشکر کو ہیبت خان نیازی کے ساتھ صاحب خان مونگیر کے قلعے سے نکل کر دریائے کول کے کنارے کنارے شیر شاہ سوری کی طرف روانہ ہوا تھا۔

اتنی دیر تک شیر شاہ سوری نے بھی جہانگیر و دائم جذبوں طلسمات حیرت جیسے عزائم اور امر ہوتے سیال لمحوں کی سی سنگینی کی طرح دریائے گنگا کو پار کیا اور پھر وہ کہن سالہ وقت میں جذبہ جہاں بان اور بھٹکتی بلکتی ہوئی اندھی صدیوں کی داستانوں کی طرح دریائے گنگا کے کنارے سے ہٹ کر گھات میں بیٹھے ہوئے سلطان محمود کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔

بنگال کا حکمران سلطان محمود بھی بڑا جہاندیدہ انسان تھا۔ عمر کے بے نام سفر میں اس نے خوب گرم سرد دیکھ رکھا تھا۔ اسے خبر ہو گئی تھی کہ شیر شاہ سوری سیلاب کی طرح آگے بڑھتے ہوئے اس پر حملہ آور ہونے کے لیے پیش قدمی کر رہا ہے تاہم اسے یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ صاحب خان نے بیک وقت سورج گڑھ اور مونگیر کے قلعے پر قبضہ کر لیا ہے۔ شیر شاہ سوری کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی بنگال کے حکمراں سلطان محمود نے ایک قدم اٹھایا۔ اپنے لشکر کو اس نے دو حصوں میں تقسیم کیا ایک

حصہ اپنے پاس رکھا اور یہ ارادہ کیا کہ سامنے کی طرف سے وہ شیر شاہ سوری سے ٹکرائے گا جبکہ لشکر کے دوسرے حصے کو اس نے رات کی تاریکی میں شیر شاہ سوری کے لشکر پر پہلو میں ضرب لگانے کا حکم دیا تھا۔

اس طرح دو طرفہ حملہ کر کے بنگال کا حکمران سلطان محمود دریائے گنگا کے اس پار شیر شاہ سوری اور اس کے لشکریوں کو بھید کے ریشم کی طرح الجھا دینا چاہتا تھا۔ شیر شاہ سوری کو ابھی تک خبر نہیں تھی کہ سلطان محمود نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے اس طرح کہ ایک حصہ اس کے پہلو پر بھی ضرب لگا سکتا ہے۔ وہ سامنے کی طرف ٹوٹتی گھٹن، گراں بار اندھیروں اور بند قبا توڑتی کھٹھرتی آندھیوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

رات کی تاریکی میں دریائے گنگا کے اس پار ہولناک جنگ کی ابتداء ہوئی تھی۔ میدان جنگ چیخ و پکار اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ سے گونج اٹھا تھا۔ تلواریں ڈھالیں آپس میں ٹکرانے لگیں تھیں۔ مرنے والوں کی چیخیں اور زخمیوں کی آہ و بکا دور دور تک سنائی دینے لگی تھی۔ عین اس موقع پر جبکہ جنگ کی بھٹی اپنے عروج پر آ گئی تھی سلطان محمود کے لشکر کا ایک حصہ بائیں جانب سے شیر شاہ سوری کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس طرح اس لشکر نے شیر شاہ سوری کے لشکر میں ابتری پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔

پہلو کی طرف حملے کی وجہ سے وقتی طور پر شیر شاہ سوری کے لشکر کی صفیں ضرور درہم برہم ہوئی تھیں لیکن شیر شاہ سوری انتہائی دانشمند انسان تھا۔ پہلو کے حملے کو روکنے کے لئے شیر شاہ نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کرنا شروع کیا تھا۔ لیکن عین اسی وقت صاحب خان اور ہیبت خان دونوں وقت کے بد ترین سانحے نادرؔ و کمیاب لمحوں اور موت کی خنک لہروں کی طرح بنگال کے حکمران سلطان محمود کے لشکر کے اس حصے پر حملہ آور ہو گئے تھے جو شیر شاہ سوری کے لشکر کے پہلو پر حملہ کر چکا تھا۔ شیر شاہ سوری کو بھی صاحب خان کے حملے کی خبر ہو گئی تھی لہٰذا اس نے اپنی پوری توجہ اپنے سامنے اس لشکر پر دینی شروع کر دی تھی جس کی کمانداری سلطان محمود کر رہا تھا۔ اب شیر شاہ سوری کے حوصلے پہلے کی نسبت زیادہ بلند ہو گئے تھے۔ پہلو کی طرف

سے تھوڑی دیر پہلے جو خطرہ وہ محسوس کر رہا تھا وہ جاتا رہا تھا اور بنگال کے حکمران سلطان محمود کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ شیر شاہ سوری کا نامور سپہ سالار سورج گڑھ اور مونگیر کے قلعے پر قبضہ کرنے کے بعد اس کے لشکر کے ایک حصے پر حملہ آور ہو چکا تھے۔ یہ خبر ملتے ہی سلطان محمود کی ساری ہمتیں جواب دے گئیں تھیں اور اس پر مستزاد یہ کہ شیر شاہ سوری نے تیز حملے کرتے ہوئے اس کی اور اس کے لشکریوں کی امید کو کھلے قہقہوں کے کفن' اداس راستوں اور بھیدوں کے بکھرے رس جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔ دوسری جانب صاحب خان نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ پہلو میں ایک قیامت بپا کر دی تھی۔ دور تک وہ سلطان محمود کے بنگالی لشکر میں گھستا چلا گیا اور اپنے سامنے آنے والے دشمن کے ہر لشکری کو وہ پیاس کی پپڑیوں' ذات کے المیے اور روح کے حادثے میں ڈبوتا چلا گیا تھا۔ اس طرح شیر شاہ سوری اور صاحب خان دونوں نے مل کر دریائے گنگا کے کنارے بنگال کے حکمران سلطان محمود کو بد ترین شکست دی اور جس وقت سورج طلوع ہو رہا تھا سلطان محمود شکست اٹھا کر میدان جنگ سے بھاگ گیا تھا۔

○===○===○

رہتاس کے راجہ ہرکشن نے آپ اپنی راجکماری گنگا کے سوئمبر کا آخری اور تیسرا حصہ منعقد کرنے کا انتظام کیا تھا۔ قلعہ رہتاس سے باہر جس کھلے میدان میں سوئمبر کے دو پہلے حصے ہوئے تھے اسی میدان میں سوئمبر کے تیسرے حصے کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ پہلے کی طرح لوگوں کا ایک جم غفیر تھا جو وہاں جمع ہوا تھا۔ لوگوں کے درمیان میں ذرا سا فاصلہ رکھ کر خوب بلند چار بانس نصب کئے گئے تھے جن کے اوپر سے ان چاروں بانسوں کے سر ملا کر آپس میں باندھ دیئے گئے تھے۔ پھر ان چاروں بانسوں کے ملے ہوئے سروں پر ایک اور بہت بڑا بانس کھڑا کیا گیا تھا اس بانس کے اوپر گھومنے والا ایک ٹین کا بنا ہوا مرغ باد نما نصب کیا گیا تھا اور شرط یہ رکھی گئی تھی کہ جو بھی سوئمبر میں حصہ لینے والا سورما تیر مار کر اس مرغ باد نما کو گھما دے گا اسی کی جیت اور جئے ہو گی۔

اس طرح فیصلہ کیا گیا تھا کہ جو بھی لوگ سوئمبر میں حصہ لے رہے ہیں انہیں پانچ کے بجائے تین تیر مہیا کئے جائیں گے۔ تیر بانٹنے کے لئے پہلے کی طرح راجہ ہرکشن کے برہمن وزیر چورامن ہی کو مقرر کیا گیا تھا اور جو بلند شہہ نشین راجہ ہرکشن اس کی راجکماری گنگا' راجہ کی رانیوں اور دیگر لواحقین کے لئے بنائی گئی تھی برہمن وزیر اسی لکڑی کی بنی ہوئی شہہ نشین کے قریب تیر بانٹنے کے لئے بیٹھ چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد راجہ ہرکشن اپنی راجکماری گنگا اور اپنی رانیوں کے ساتھ میدان میں نمودار ہوا اور سب باری باری لکڑی کی بنی ہوئی شہہ نشینوں پر چڑھنے لگے تھے۔ شہہ نشین کے قریب آ کر راجکماری گنگا نے اپنے باپ ہرکشن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

پتا جی۔ میں اس بار شہہ نشین پر نہیں بیٹھوں گی۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ نقاب پوش جس کا نہ میں نام جانتی ہوں نہ مجھے یہ خبر ہے کہ وہ کہاں سے آتا ہے کس سرزمین سے تعلق رکھتا ہے۔ میرے سوئمبر کے تین حصوں میں سے دو حصے جیت چکا ہے لہٰذا اگر وہ یہ حصہ بھی ہار جاتا ہے تب بھی جیت اور فتح اسی کی ہے۔ اس لحاظ سے اگر سوئمبر کا یہ حصہ رچایا جائے یا نہ رچایا جائے وہ نقاب پوش میرا سوئمبر جیت چکا ہے۔ پتا جی ہو سکتا ہے پہلے کی طرح وہ ہم سے بات کئے بغیر اچانک اپنے گھوڑے پر بیٹھے اور بھاگ جائے لہٰذا میں اس سے گفتگو کرنے کے لئے شہہ نشین پر نہیں چڑھوں گی یہیں اپنے برہمن وزیر چورامن کے پاس ہی کھڑی رہوں گی۔ تاکہ مقابلے میں حصہ لینے کے بعد جب وہ اپنا پتہ بتائے بغیر اور چہرہ دکھائے بغیر یہاں سے جانا چاہے تو میں اس سے گفتگو کر سکوں۔ اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اس سے پوچھ سکوں کہ وہ میرا سوئمبر جیت چکا ہے لہٰذا اپنا آپ مجھ پر ظاہر کرے۔

راجکماری گنگا کی یہ گفتگو سن کر راجہ ہرکشن کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر اس نے بڑی شفقت اور محبت میں کہا۔

دیکھ میری بیٹی۔ تجھے ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ اس لئے کہ یہ تیرا سوئمبر ہے۔ تو ہر کام اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق کر سکتی ہے اور ہاں یہ تیرا فیصلہ بھی درست ہے۔ اگر وہ نقاب پوش سوئمبر کا آخری حصہ ہار بھی جاتا ہے تب بھی وہ جتیا ہوا ہے اور تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا حق رکھتا ہے۔ اگر تو اس سے گفتگو کرنا چاہتی ہے اور تجھے خطرہ ہے کہ وہ تجھ سے ملے بغیر اور گفتگو کئے بغیر ہی بھاگ جائے گا تو تو یہیں چورامن کے پاس ہی بیٹھ جا تاکہ جب وہ مقابلے میں حصہ لینے کے بعد فارغ ہو تو اس سے گفتگو کر سکے۔ اس کے بعد راجہ ہرکشن شہہ نشین پر چڑھ کر اپنی رانیوں میں بیٹھ گیا تھا جبکہ راجکماری گنگا برہمن وزیر چورامن کے قریب ہو بیٹھی تھی۔

کچھ دیر بعد سوئمبر کے مقابلے کی ابتدا ہوئی۔ یہ ابتدا رائے سین کے راجکمار سانول داس سے ہوئی۔ سانول داس راجہ چندرل کے وزیر چورامن کے پاس آیا اس سے تین تیر حاصل کئے پھر بلند بانس کے اوپر لگے مرغ کو نشانہ بنانے کے لئے جو جگہ مقرر کی گئی تھی وہاں سانول داس آن کھڑا ہوا۔ باری باری اس نے تین تیر آزمائے لیکن اس کا کوئی تیر مرغ باد نما کو نشانہ نہ بنا سکا۔

دوسرے نمبر پر میواڑ کا راجکمار سورج مل آیا۔ اس نے بھی تین تیر آزمانے پر اس کا بھی کوئی تیر نشانے پر نہ بیٹھا تھا۔ تیسرے نمبر پر کالنجر کا راجکمار سور داس آیا۔ اس کے بھی تینوں تیر بیکار گئے تھے اس کے بعد مقامی سورماؤں اور جنگجوؤں نے اپنے اپنے تیر آزمائے پر ان میں سے کوئی بھی مرغ باد کو ہدف بناتے ہوئے اسے گھمانے میں کامیاب نہ ہوا تھا۔

پہلے کی طرح جب آخری سورما اپنے تین تیر آزمانے کے بعد پیچھے ہٹا وہی نقاب پوش پنڈال میں داخل ہوا۔ وہ اپنے سیاہ رنگ کے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا شہہ نشین سے ذرا فاصلے پر رک گیا۔ گھوڑے کی باگیں اس نے ایک جھٹکے سے کھینچی تھیں پہلے کی طرح اس کا گھوڑا بری طرح ہنہناتے ہوئے فضا میں الف ہو گیا تھا۔ اس کے بعد وہ ایک جست کے ساتھ گھوڑے سے نیچے اترا۔ گھوڑے کو اس نے وہیں کھڑا رہنے دیا جبکہ وہ لکڑی کی شہہ نشین کے نیچے بیٹھے ہوئے ہرکشن کے وزیر چورامن کی طرف بڑھا تھا۔ چورامن کے قریب بیٹھی ہوئی راجکماری گنگا اس سیاہ رنگ کا نقاب اوڑھے جوان کو بڑے غور' بڑے انہماک اور بڑی محبت اور چاہت سے دیکھے جا رہی تھی۔

جب وہ نقاب پوش قریب آیا تو وزیر چورامن نے تین تیر اس کی طرف بڑھائے۔ اس نقاب پوش نے تینوں تیر اپنے ہاتھ میں لئے۔ تینوں تیروں کا اس نے باری باری جائزہ لیا۔ پھر دو تیر اس نے چورامن کو واپس کر دیئے۔ اس پر چورامن نے حیرت کے اظہار میں پوچھا۔

دیکھ اجنبی۔ کیا تو تین تیر نہیں آزمائے گا۔ کیوں تو اپنے آپ کو اپنے حق سے محروم کرتا ہے۔ مقابلے میں حصہ لینے والے سبھی سورماؤں نے تین تیر حاصل کئے ہیں

پر سب کی بدقسمتی کہ کوئی بھی مرغ باد نما کو نہیں گھما سکا۔ دیکھ اجنبی یہ بڑا مشکل جان جوکھم کا کام ہے۔ میں تجھے مشورہ دوں گا کہ تو تینوں تیر لے لے اس لئے کہ اس سے پہلے تو سوئمبر کے دو حصے جیت چکا ہے اگر تو تیسرا بھی جیت جائے تو پھر تیری جراتمندی تیری شجاعت تیرے نشانے کا کوئی جواب نہیں۔

اس پر وہ اجنبی نقاب پوش حرکت میں آیا اپنا منہ وہ چورامن کے قریب لے گیا اور کہنے لگا دیکھ چورامن۔ میں قسمت کا بڑا دھنی انسان ہوں۔ تین تیر نہیں آزماؤں گا۔ ایک ہی تیر لوں گا اور تجھے یقین دلاتا ہوں کہ میرا ایک ہی تیر اس مرغ باد نما کو وہ چکر دے گا کہ یہاں جمع ہونے والے سارے تماش بین دیکھتے رہ جائیں گے۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی ایک تیر اٹھائے وہ اجنبی نقاب پوش پیچھے ہٹ گیا تھا۔

اس موقع پر راجکماری گنگا اپنی جگہ سے اٹھی۔ راجہ ہرکشن کے محافظوں میں سے ایک کے پاس آئی اسے اپنے قریب بلایا جب وہ محافظ بھاگتا ہوا راجکماری گنگا کے قریب آیا تو گنگا اسے کہنے لگی۔

دیکھ یہ جو نقاب پوش اجنبی ہے اس کا گھوڑا پکڑ کر شہہ نشین کے قریب لے آ اور سن اگر یہ اجنبی مجھ سے گفتگو کئے بغیر یا اپنا آپ ظاہر کئے بغیر یہاں سے چلا جاتا ہے تو اس کا تعاقب کرنا اور ہر صورت میں دیکھ کے آنا یہ کہاں سے آتا ہے۔ کون ہے اس کا نام کیا ہے اور کیوں اپنے آپ کو مجھ پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ راجکماری گنگا کے اس حکم کے جواب میں وہ محافظ حرکت میں آیا اور اس نقاب پوش اجنبی کا سیاہ رنگ کا گھوڑا اس نے شہہ نشین کے قریب لا کھڑا کیا تھا۔

ایک تیر لئے وہ نقاب پوش اجنبی اس جگہ پر کھڑا ہوا جہاں بانس کے اوپر بندھے ہوئے مرغ باد نما پر تیر چلانا تھا۔ تیر چلانے کے لئے وہ نقاب پوش اجنبی زمین پر بیٹھ گیا۔ اپنا ایک گھٹنا اس نے زمین پر ٹکا دیا دوسرا گھٹنا اٹھائے رکھا پھر اس نے اپنی کمان سنبھالی۔ چلے پر تیر چڑھایا کچھ دیر تک وہ نشانہ اور شست لیتا رہا پھر اس نے اپنی سانس روک لی اور تاک کر جو اس نے تیر مارا تو اس کا وہ تیر عین مرغ باد نما کو جا کر لگا اور مرغ باد نما بڑی تیزی سے گھومنے لگا تھا۔

اس اجنبی نقاب پوش کا مرغ باد نما کو تیر مارنا تھا کہ لوگ پہلے کی طرح اچھل

اچھل کر خوشی کا اظہار کرنے لگے تھے۔ اپنے کپڑے فضاؤں میں اچھالنے لگے تھے۔ اجنبی نقاب پوش کی اس کامیابی پر فطرت کی سحرکاری جیسی پرکشش وصل کی برسات جیسی شاداب اور جذبوں کے رنگوں جیسی راجکماری گنگا کے پرطلسم چہرے پر جمال ہم نشینی' زیبائی فطرت اور وصال کے انگنت انمول جذبے رقص کر گئے تھے اس کی جادو بھری آنکھوں میں اس سے چاہتوں کے سمندر' شبنم کی طرح اترتے جذبے اور پھولوں کی طرح مہکتے احساسات اپنا رنگ دکھا گئے تھے۔

اس نقاب پوش نے اپنے ایک ہی تیر سے مرغ باد نما پر ضرب لگانے کے بعد اپنی کمان اپنی پشت پر باندھ لی تھی پھر وہ بڑی تیزی سے حرکت میں آیا اور شہہ نشین کے قریب اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا تھا۔ اتنی دیر تک راجکماری گنگا بھی اپنی جگہ سے اٹھی اور اس اجنبی نقاب پوش کے گھوڑے کے قریب جا کھڑی ہوئی تھی جبکہ روہتاس کا راجہ ہرکشن اپنی رانیوں کے ساتھ شہہ نشین کے اوپر ہی بیٹھا رہا تھا وہ اجنبی تیز تیز چلتا ہوا اپنے گھوڑے کے قریب آ کر رکا اور گھوڑے کی لگام جب اس نے پکڑی تب راجکماری گنگا نے شہد بھری آواز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے اجنبی تو خوش قسمت ہے کہ تو میرے سوئمبر کے تینوں حصے جیت چکا ہے۔ اب تو میرا حقدار ہے۔ اب میرے جسم پر تیرا حق بنتا ہے۔ دیکھ ہم راجپوت ہیں اور ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ راجکماری کا جو بھی سوئمبر جیتتا ہے راجکماری کے ساتھ بسر کرنے کے لئے چند روز راج محل میں قیام کرتا ہے۔ لہٰذا سوئمبر کے تینوں حصے جیتنے کے بعد اب جبکہ سوئمبر کے نتائج اور حالات مجھے تمہارے حوالے کر چکے ہیں راجپوت رسومات کے مطابق اب ہمارے راج محل میں تمہیں قیام کرنا ہو گا۔ اس قیام سے پہلے کیا تم مجھے اپنا نام نہ بتاؤ گے۔ اپنے چہرے سے نقاب نہ ہٹاؤ گے کہ میں تم جیسے شیر دل سورما کا چہرہ دیکھ سکوں اور پھر تمہاری پتنی بننے سے پہلے مجھے کم از کم یہ تو خبر ہونی چاہئے کہ میرے پریم' میری چاہتوں کا کون حقدار ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد راجکماری گنگا خاموش ہو گئی تھی۔ دوسری طرف وہ اجنبی نقاب پوش بھی خاموش تھا۔ اس پر راجکماری گنگا پھر شہد بھری آواز میں بولی اور پوچھا۔

اے مہربان اور فاتح اجنبی۔ تم نے میری اس ساری گفتگو کا کوئی جواب نہیں دیا

اس پر مدھم دھیمی آواز میں اس اجنبی نے کہا۔ دیکھ راجکماری اگر میں تمہاری اس ساری گفتگو کا جواب نہ دینا چاہوں تب۔ اس اجنبی کے اس جواب پر راجکماری گنگا نے دل شکن سے لہجے میں کہا۔ لیکن تم میری اس گفتگو کا جواب کیوں نہیں دینا چاہتے ہو۔ لوگ تو راجکماریوں کا سوئمبر جیت کر اپنے آپ کو خوش قسمت اور خوش نصیب خیال کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ راجکماری ان سے ایک لمحہ کے لئے ہی مخاطب ہو لے۔ تم کیسے اجنبی ہو کہ میری اتنی پیار بھری گفتگو کا جواب تک نہیں دینا چاہتے۔

اے اجنبی۔ میں ایسی حسین' پرکشش اور پرجمال لڑکی ہوں کہ ہر کوئی میرے ساتھ وصل کی خواہش رکھتا ہے۔ لیکن چونکہ تم میرا سوئمبر جیت چکے ہو لہٰذا میں بخوشی اپنا تن من دھن سب کچھ تم پر قربان کرتی ہوں اور اپنی ہر شئے تمہارے حوالے کرتی ہوں۔ بولو تمہارا کیا جواب ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس اجنبی نے اپنے گھوڑے کی باگ سنبھالی ایک جست کے ساتھ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا پھر گھورنے کے انداز میں اس نے راجکماری کی طرف دیکھا اور پہلے کی بہ نسبت کسی قدر بلند اور غصہ ملی جلی آواز میں اس نے کہا۔ راجکماری گنگا میں تم سے نفرت کرتا ہوں تمہیں ناپسند کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی اس اجنبی نے اپنے گھوڑے کو موڑا اسے ایڑ لگائی اور اسے پنڈال سے باہر نکلنے کے لئے سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

اجنبی نوجوان کا یہ جواب سن کر راجکماری گنگا بے چاری دھواں دھواں گھنٹیوں کی صداؤں جیسی افسردہ۔ رات کے پچھلے پہر میں بلند ہوتی پہریداروں کی آوازوں جیسی سنسان۔ کتابوں میں رکھے مرجھائے پھولوں جیسی اداس اور سردیوں کی طویل راتوں میں ماضی کے تیرتے تخیل جیسی ویران ہو کر رہ گئی تھی۔ اس موقع پر اس نے راجہ ہرکشن کے محافظ کو مخصوص اشارہ کیا اور وہ اشارہ پاتے ہی وہ محافظ اس نقاب پوش اجنبی کے پیچھے لگ گیا تاکہ اس کا بھید جان سکے کہ وہ کون ہے کہاں سے آتا ہے اور کن سرزمینوں کی طرف جاتا ہے تھوڑی دیر تک اپنی شہہ نشین سے راجہ ہرکشن بھی اتر آیا اپنی راج کماری گنگا کے قریب آ کر رکا اور تسلی اور تشفی آمیز لہجے میں اس نے پوچھا۔

دیکھ میری پتری اس نقاب پوش نے تیرے سوئمبر کے تینوں حصے جیت لئے ہیں اب وہ تیرے ساتھ بیاہ رچانے کا حقدار ہے تجھے اپنی پتنی بنانے کا وہ پورا حق رکھتا ہے تو نے جو اس سے گفتگو کی مجھے بھی بتا اس نے تیرے ساتھ کیا وعدہ کیا اس پر راجکماری گنگا نے اداسی میں ڈوبی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

پتا جی میں نے اس سے اس کا نام اس کا ٹھکانہ پوچھنے کی کوشش کی لیکن اس نے عجیب سا جواب دیا اپنے گھوڑے پر بیٹھنے کے بعد اس نے صرف اتنا کہا کہ وہ مجھے ناپسند کرتا ہے اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور بھاگ گیا تاہم میں نے آپ کے ایک محافظ کو اس کے پیچھے لگایا ہے تاکہ وہ جان کے آئے کہ یہ اجنبی کون ہے کہاں سے آتا ہے اور کن سرزمینوں کی طرف جاتا ہے اس پر راجہ ہرکشن نے تعجب کے اظہار میں کہا۔

دیکھ میری پتری یہ اجنبی بھی کوئی عجیب ہے اتنی محنت اور مشقت سے اس نے تیرے سوئمبر کے تینوں حصے جیتے پر اس پر مجھے کمال طرح کی حیرت ہوتی ہے کہ سوئمبر جیتنے کے باوجود اس نے تمہاری طرف کوئی توجہ کوئی رغبت نہیں کی لوگ تو میری راجکماری کی ایک جھلک کو دیکھنے کے لئے ترستے ہیں اور یہ اجنبی ہے جو تم سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر کے چلا گیا ہے پر دیکھ میری پتری تو نے اچھا کیا ایک محافظ کو اس کے پیچھے لگا دیا اب وہ پتا کر کے آئے گا کہ یہ نقاب پوش اجنبی کون ہے کہاں سے آتا ہے کدھر جاتا ہے آ میری بچی راج محل کی طرف چلیں اس کے ساتھ ہی لوگ اپنے گھروں کو جانے لگے تھے جبکہ راجہ ہرکشن اپنی راجکماری اور رانیوں کے ساتھ اپنے محل کی طرف جا رہا تھا۔

○

رہتاس کے راجہ ہرکشن کی راجکماری گنگا کا سوئمبر جیتنے والا وہ اجنبی نقاب پوش اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا جنوب مشرق کی طرف جا رہا تھا راجکماری گنگا نے اپنے باپ ہرکشن کے محافظ دستے کے جس جوان کو اس کے تعاقب میں لگایا تھا وہ بھی ذرا فاصلہ رکھ کر اس نقاب پوش کا پیچھا کر رہا تھا تاکہ وہ جان سکے کہ وہ نقاب پوش کون ہے اور کن سرزمینوں سے اس کا تعلق ہے۔

وہ اجنبی نقاب پوش اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا رہتاس سے تقریباً آٹھ میل دور ویرانوں میں گیا ہو گا کہ درختوں کے ایک جھنڈ سے تین سوار نکلے اور اس کی راہ روک کھڑے ہوئے ان تینوں سواروں کو دیکھتے ہوئے اس اجنبی نقاب پوش نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنے گھوڑے کی باگ کھینچی اور اسے روک لیا۔

پھر اس اجنبی نقاب پوش نے راہ روکنے والوں کی طرف دیکھا وہ تین سوار، رائے سین کا راجکمار سانول داس، میواڑ کا راجکمار سورج مل اور کالنجر کا راجکمار سور داس تھے۔ پھر رائے سین کا راجکمار سانول داس اپنے گھوڑے کو ذرا سا آگے بڑھا کر اس نقاب پوش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ اجنبی ہم نہیں جانتے تو کون ہے تیرا تعلق کن سرزمینوں سے ہے لیکن تو نے ہرکشن کی راجکماری گنگا کا سوئمبر جیت کر ایک طرح سے ہم تینوں کو زیر اور مغلوب کیا ہے ہماری طرف غور سے دیکھ میں رائے سین کا راج کمار سانول داس میرے ساتھ میواڑ کا راجکمار سورج مل اور کالنجر کا راجکمار سور داس ہیں ہم تینوں اس ویرانے میں تمہاری راہ روک کھڑے ہیں تاکہ تم بچ کر نہ جا سکو۔

اس پر اس نقاب پوش نے بڑے ٹھنڈے مزاج اور نرمی میں پوچھا۔ میری تمہارے ساتھ کیا دشمنی کیا عداوت ہے جو تم تینوں میری راہ روک کھڑے ہوئے ہو اور میری جان کے درپے ہو اس پر اس بار میواڑ کا راجکمار سورج مل جواب میں کہنے لگا۔

دیکھ اجنبی تو نے ہرکشن کی راجکماری گنگا کا سوئمبر جیت کر ہم تینوں کو زیر اور مغلوب ہی نہیں کیا تو ہم تینوں کی بے عزتی کا بھی باعث ہے لہٰذا ہم تینوں تم سے اپنی اس بے عزتی کا انتقام ضرور لیں گے۔ اس نقاب پوش نے ایک بار پھر بڑی نرمی سے کہا۔

سنو میری راہ روکنے والے تین راجکماروں میں تمہیں تنبیہہ کرتا ہوں کہ میری راہ چھوڑ دو میں تم سے ٹکرانا نہیں چاہتا تم سے ٹکرانا تم سے لڑنا تم سے جنگ کرنا میری منزل نہیں ہے ایک بات غور سے سن لو اگر تم راجکماری گنگا کا سوئمبر مجھ سے نہیں جیت سکے تو ان ویرانوں میں میرے ساتھ مقابلہ کیسے کر سکو گے۔

اس پر اس بار میواڑ کا راجکمار سورج مل جواب دیتے ہوئے کہنے لگا۔

سن اجنبی سوئمبر جیتنا اور بات تھا ان ویرانوں میں ہم تینوں تم پر اکٹھے حملہ آور ہو کر تمہارے اعضاء کو لخت لخت ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیں گے تو ہمیں کوئی کم ذات ہندو لگتا ہے جو تو اپنا آپ چھپا کر سوئمبر میں حصہ لینے پر مجبور ہوا ہے اگر تو اعلیٰ ذات کا کوئی کھشتری ہوتا یا کسی ریاست کا راجکمار ہوتا تو یوں منہ چھپا کر نقاب ڈال کر تو اس سوئمبر میں حصہ نہ لیتا بلکہ ہماری طرح علی الاعلان مقابلے میں شامل ہوتا۔ قبل اس کے کہ ہم تینوں اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لئے تم پر اپنی تلواریں برسائیں بتا تو کون ہے اس پر اس نقاب پوش نے پہلی بار غرانے کے انداز میں جواب دیا۔

سنو تینوں بزدل راجکماؤ اگر میں تمہارے کسی بھی سوال کا جواب دینا پسند نہ کروں تو تمہارا ردعمل کیا ہو گا جواب میں اس بار رائے سین کا راجکمار سانول داس بولا۔

سن اجنبی جو کچھ پوچھا ہے اگر تو نے اس کا جواب نہ دیا تو پھر تو دیکھے گا ہم تم پر، بھڑکتی شہد کی مکھیوں، پاگل ہواؤں کے نوحوں اور کوہستانوں میں بھٹکتی کونجوں کی طرح حملہ آور ہوں گے تیری حالت مار مار کر دلگیر اور غمناک آوازوں جیسی بنا کے رکھ دیں گے سن اجنبی ان ویرانوں میں ہم تمہیں مار مار کر توڑتے رہیں گے اور تم ہمارے سامنے بڑی بے بسی سے بیل کی طرح رانبھتے رہو گے۔ تم ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے اپنی حالت ہمارے ہاتھوں صحرا کی مٹی میں جلتے اداس دن اور ہوا کی خانماں برباد صورت جیسی بنوانا چاہتے ہو قبل اس کے کہ ہم تینوں نحوست کے گرداب کر کے سفید اژدھے اور کروٹیں لیتی چنگاریوں کی طرح تم پر وارد ہوں چپ چاپ بتا دو تمہارا نام کیا ہے تمہارا تعلق کس ریاست سے ہے کہاں سے آئے ہو کہاں جاتے ہو کیوں اپنا آپ ظاہر نہیں کرتے چہرے پر نقاب کیوں ڈالتے ہو اس پر اجنبی نے پہلے سے بھی زیادہ درندگی اور بھیانک پن میں جواب دیا۔

سن کوے جیسے حریص شب کو اڑتے الو جیسے احمق اور راتوں کو چھچھاتے چوہوں جیسے ذلیل انسانوں ان ویرانوں میں کیوں تم میرے ہاتھوں بے رفاقت موت مرنے پر

تل گئے ہو کیوں تم میرے ہاتھوں خود اپنی روحوں کا آزار جیون ندی کی خشک سالی اور غم کا غار خریں بننے پر تل گئے ہو کیوں تم میرے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ماتم کی شب سونجھ اندھی مسافت کی مرگ خیز تھکاوٹ اور اپنے جسم کی پیاسی ریت کے لئے سراب مانگتے ہو۔

سنو میری راہ روکنے والے تینوں ذلیل انسانوں ذلیل راجکماروں میں صرف تین تک گنوں گا اس کے باوجود اگر تم تینوں نے میری راہ نہ چھوڑی تو یاد رکھنا میں تم تینوں کو ان ویرانوں میں برف کی سل سمجھ کر توڑ دوں گا ایندھن سمجھ کر جلاؤں گا گناہ اور شر کے پتلے سمجھ کر کاٹ دوں گا۔ سنو درندگی کی غلاظتوں مورکھ بے سمجھ مانسوں! ابھی وقت ہے میری راہ چھوڑ دو ورنہ میں تمہارے خلاف طوفانی اور خونی انقلاب برپا کر دوں گا۔

عین اس موقع پر رہتاس کے راجہ ہرکشن کے محافظ دستوں کا وہ جوان بھی وہاں پہنچ گیا جسے راجکماری گنگا نے اس اجنبی نقاب پوش کے تعاقب میں لگایا تھا وہ ذرا فاصلے پر ہی میں رہا اور درختوں کے جھنڈ میں چھپنے کی کوشش کی لیکن اس اجنبی نقاب پوش نے اس تعاقب کرنے والے کو ایک جھنڈ میں چھپتے ہوئے دیکھ لیا تھا لہٰذا وہ اس کی طرف سے بھی محتاط ہو گیا تھا۔ اس کے بعد کالنجر کے راجکمار سور داس نے اس اجنبی کی گفتگو کا جواب دیتے ہوئے کہا دیکھ اجنبی لگتا ہے تو ہمارے ہاتھوں مرنے کا تہیہ کر چکا ہے اگر تیرے یہ ہی ارادے ہیں تو یوں ہی سہی اس کے بعد وہ تینوں راجکمار اپنے کسی ردعمل کا اظہار کرنے ہی لگے تھے کہ اچانک وہ اجنبی نقاب پوش بجلی کے کوندنے کی طرح حرکت میں آیا اپنے لباس کے اندر سے اس نے بھاری پھل کا خنجر نکالا اسے جو تاک کر اس نے مارا تو وہ خنجر رائے سین کے راجکمار سانول داس کے سینے میں پیوست ہوا اور اس کا کام تمام کر گیا تھا۔

سانول داس کے زخمی ہو کر اپنے گھوڑے سے گرتے ہی راجکمار سورج مل اور کالنجر کا راجکمار سور داس پریشانی میں اس کی طرف دیکھنے لگے تھے عین اسی موقع پر اس اجنبی نقاب پوش نے اپنے گھوڑے کو انگیخت کرنے والی ایک ضرب لگائی اور تلوار کھینچ کر وہ ان پر حملہ آور ہوا میواڑ کا راجکمار سورج مل ایک طرف ہٹ گیا جبکہ

کالنجر کے راجکمار سور داس کی اس اجنبی نے گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

اپنے دو ساتھیوں کے مارے جانے کے بعد میواڑ کا راجکمار سورج مل اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر بھاگ کھڑا ہوا وہ جان گیا تھا کہ اس کے مقابلے میں انتہائی خطرناک نقاب پوش ہے جو اس کی حالت اس کے دونوں ساتھیوں سے مختلف نہیں بنائے گا لیکن اب اس نقاب پوش سے بھاگنا آسان نہیں تھا جوں ہی میواڑ کے راجکمار سورج مل نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا نقاب پوش اجنبی بھی اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگا کر اس کے پیچھے لگ گیا تھا۔

اس نقاب پوش نے میواڑ کے راجکمار سورج مل کو زیادہ دور نہیں جانے دیا اسے جا لیا اور ایسی تلوار برسائی کہ پشت کی طرف سے اسے شانوں سے لے کر پیٹھ تک کاٹ کے رکھ دیا تھا۔ اس طرح چند لمحوں ہی کے اندر اس اجنبی نقاب پوش نے تینوں راجکماروں کا صفایا کر دیا تھا۔ اس کے بعد اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا وہ نقاب پوش درختوں کے اس جھنڈ کے قریب آیا جس کے اندر راجکماری گنگا کا تعاقب کرنے والا جوان چھپا تھا۔

جھنڈ کے قریب آ کر اس نقاب پوش نے اپنے گھوڑے کو روکا اپنی پیٹھ پر لٹکتی ہوئی کمان سنبھالی پیٹھ پر بندھے ہوئے ترکش سے تیر نکال کر چلے پر چڑھایا پھر بلند آواز سے جھنڈ کے اندر چھپے ہوئے جوان کو مخاطب کر کے اس نے پکارا۔

اے جھنڈ میں چھپنے والے اجنبی میں نہیں جانتا تو کون ہے اور کس غرض سے یہاں چھپا ہے لیکن میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ فوراً" جھنڈ سے باہر آؤ ورنہ یاد رکھو میں زیادہ دیر انتظار نہیں کروں گا اور تم پر تیر برسا دوں گا اگر تو مجھے جانتا ہے تو تو یہ بھی جانتا ہو گا کہ میرا نشانہ بڑا بے خطا ہے اور میرا پہلا ہی تیر تیرے دل کو چیرتا ہوا نکل جائے گا۔ اس نقاب پوش کی اس دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا اور تعاقب کرنے والا وہ سوار درختوں کے جھنڈ سے باہر نکل آیا تھا۔ نقاب پوش اجنبی کے قریب آ کر وہ رک گیا اس موقع پر نقاب پوش نے اپنی کمان پیٹھ پر لٹکا لی ہاتھ میں پکڑا ہوا تیر اس نے ترکش میں ڈال دیا اپنی تلوار سنبھالی ڈھال پر اپنی گرفت مضبوط کی پھر وہ اسے مخاطب کر کے پوچھنے لگا بتا تو کون ہے اور تو درختوں کے جھنڈ میں کیوں چھپا ہے اس پر

اس تعاقب کرنے والے نے لرزتی کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

آپ پہلے مجھ سے وعدہ کریں کہ اگر میں سچ کہوں تو آپ میری جاں بخشی کر دیں گے اس پر نقاب پوش نے کہا کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو اگر تو نے سچ بولا تو میں تم سے کچھ نہیں کہوں گا اس پر وہ تعاقب کرنے والا کہنے لگا۔

دراصل میرا تعلق رہتاس کے راجا ہرکشن کے محافظ دستوں سے ہے آپ نے چونکہ راجکماری گنگا کا سوئمبر جیتا تھا اور سوئمبر جیتنے کے بعد آپ نے روایات کے مطابق راجکماری سے گفتگو نہیں کی اور اسے اپنا نام اور پتا بتائے بغیر چل دیئے تو راجکماری نے مجھے آپ کے تعاقب میں لگایا تاکہ میں یہ جان سکوں کہ آپ کون ہیں آپ کا نام کیا ہے آپ کہاں سے آتے ہیں اور کن سرزمینوں کی طرف نکل جاتے ہیں۔ اس تعاقب کرنے والے کا یہ جواب سن کر اس اجنبی نے تھوڑی دیر تک خاموشی اختیار کئے رکھی اس کی حالت سے لگتا تھا وہ دھیمے دھیمے مسکرا رہا ہو پھر تھوڑی دیر بعد وہ کہنے لگا یقیناً" تو نے سچ کہا ہے دیکھ جن تین راجکماروں نے راجکماری گنگا کے سوئمبر میں حصہ لیا تھا وہ ان ویرانوں میں میری راہ روک کھڑے ہوئے انہیں اس بات کا دکھ تھا کہ میں نے انہیں راجکماری کا سوئمبر نہیں جیتنے دیا اور ہر مقابلہ میں نے جیت لیا لہٰذا وہ میری جان کے درپے ہوئے مجھے قتل کرنا چاہتے تھے پر تو نے دیکھا ہو گا کہ میں نے ان سب کا کام تمام کر دیا ہے اس پر تعاقب کرنے والا کہنے لگا میں پورے مقابلے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں وہ راجکمار واقعی اس قابل تھے کہ انہیں قتل کیا جاتا۔ اس پر نقاب پوش کہنے لگا دیکھ تو مرنے والے تینوں راجکماروں کے گھوڑوں کو اپنے آگے آگے ہانک اور یہاں سے واپس چلا جا اگر تو نے پھر میرا تعاقب کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میں راجکماروں کی طرح تیری بھی گردن کاٹ کے رکھ دوں گا اب تو ان گھوڑوں کو ہانک اور یہاں سے دفع ہو جا۔

اس نقاب پوش کی اس دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا تعاقب کرنے والے نے مرنے والے تینوں راجکماروں کے گھوڑوں کو ہانکا اور بڑی تیزی سے وہ واپس چلا گیا تھا۔ وہ نقاب پوش اس وقت تک وہاں کھڑا ہو کر تعاقب کرنے والے کی طرف دیکھتا رہا جب تک وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو گیا پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور

اسے جنوب مشرق کے رخ پر سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

رہتاس کا راجہ ہرکشن اپنی رانیوں اور اپنی راجکماری گنگا کے ساتھ اپنے محل میں محوِ گفتگو تھا کہ اس کے محافظوں کا سرکردہ اندر آیا اور راجہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ مہاراج راجکماری گنگا نے محافظ دستے کے جس لشکری کو سوئمبر جیتنے والے نقاب پوش کے تعاقب میں روانہ کیا تھا وہ لوٹ آیا ہے اور راجکماری سے ملاقات کا خواہش مند ہے محافظ دستے کے سرکردہ کے ان الفاظ پر راجکماری گنگا اپنی جگہ پر تڑپ کر اٹھ کھڑی ہوئی راجہ بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور کہنے لگا ہم دونوں باپ بیٹی اس سے بات کرتے ہیں اس کے ساتھ ہی راجہ ہرکشن اور راجکماری گنگا ایک ساتھ اس کمرے سے باہر آئے۔

تھوڑے فاصلے پر وہ لشکری اپنے گھوڑے کی باگ تھامے کھڑا تھا اور اس کے پیچھے مرنے والے تینوں راجکماروں کے گھوڑے کھڑے تھے راجکماری اس کے قریب آئی اور بڑی بے چینی میں پوچھا تو نے اس نقاب پوش کا تعاقب کیا وہ کون ہے اس کا نام کیا ہے اور وہ کدھر گیا۔ اس پر وہ لشکری اپنی گردن جھکاتے ہوئے کہنے لگا راجکماری مجھے افسوس ہے کہ میں اس کا تعاقب نہ کر سکا اس پر راجکماری گنگا نے انتہائی تعجب میں پوچھا لیکن تم کیوں اس کا تعاقب نہیں کر سکے۔ لشکری نے جواب دیا۔

راجکماری میں اس نقاب پوش کا تعاقب کئے ہوئے تھا کہ یہاں سے آٹھ دس میل دور جس وقت وہ نقاب پوش اجنبی جنوب مشرق کے رخ پر اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑائے ہوئے تھا میں اس کے تعاقب میں تھا درختوں کے جھنڈ سے ایک ساتھ سوئمبر میں حصہ لینے والے راجکمار یعنی رائے سین کا راجکمار سانول داس، میواڑ کا راجکمار سورج ملا اور کالنجر کا راجکمار سور داس نمودار ہوئے اور اس اجنبی نقاب پوش کی راہ روک کھڑے ہوئے۔

اتنی دیر تک میں تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا اور درختوں میں چھپ کر یہ سارا منظر دیکھنے کی کوشش کرنے لگا اس نقاب پوش نے جب تینوں راجکماروں سے راہ روکنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ چونکہ اس نے ان تینوں کو راجکماری گنگا کا سوئمبر نہیں جیتنے دیا تھا اور ان کی شکست کا باعث بنا ہے لہٰذا وہ اسے زندہ نہیں

چھوڑیں گے ان تینوں نے اس اجنبی سے اس کا نام اور اس سرزمین کا نام پوچھا جس سے اس کا تعلق ہے لیکن اس نے انہیں کچھ بتانے سے انکار کر دیا۔ پھر جس وقت تینوں راجکمار اس نقاب پوش پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہے تھے۔ راجکماری وہ اجنبی خونی انقلاب برپا کر گیا۔

وہ انتہائی تیز انتہائی چوکس اور تیغ زنی کا ماہر انسان ہے پلک جھپکتے میں اس نے اپنا ایک خنجر نکالا اور رائے سین کے راجکمار سانول داس کے سینے میں پیوست کر دیا اس وقت دوسرے دونوں راجکمار اپنے مرنے والے راجکمار ساتھی کی طرف دیکھ رہے تھے نقاب پوش نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس نے زور شور سے حملہ آور ہو کر کالنجر کے راجکمار سور داس کی اس نے گردن کاٹ دی یہ صورتحال دیکھتے ہوئے میواڑ کا راجکمار سورج مل بھاگ کھڑا ہوا لیکن نقاب پوش نے بڑی خونخواری سے اس کا تعاقب کیا پشت کی طرف سے اس پر تلوار برسائی اور پیٹھ تک اسے کاٹ کر رکھ دیا یوں اس نے تینوں راجکماروں کا خاتمہ کر دیا۔

میری بدقسمتی کہ اس اجنبی نقاب پوش نے مجھے درختوں کے جھنڈ میں چھپتے ہوئے دیکھ لیا تھا لہٰذا وہ میری طرف آیا اس نے اپنی کمان سنبھالی اس پر تیر چڑھایا اور مجھے دھمکی دی کہ میں جھنڈ سے باہر آؤں ورنہ وہ مجھے اپنے تیروں کا نشانہ بنائے گا سوئمبر کے دوران میں اس کا نشانہ دیکھ چکا تھا وہ بلا کے بے خطا نشانے کا مالک ہے لہٰذا میں چپ چاپ باہر آ گیا۔

اس نے جب مجھ سے تعاقب کرنے کی وجہ پوچھی تو میں نے سچ سچ بتا دیا کہ راجکماری گنگا نے مجھے تمہارے تعاقب میں لگایا تھا تاکہ یہ جانا جا سکے کہ تمہارا نام کیا ہے تمہارا کن سرزمینوں سے تعلق ہے۔ اس پر میرے سچ بولنے پر شاید وہ خوش ہوا اور مجھے اس نے حکم دیا کہ مرنے والے تینوں راجکماروں کے گھوڑوں کو لے کر میں واپس چلا جاؤں لہٰذا اس کا کہا مانتے ہوئے میں واپس لوٹ آیا اور میرے پیچھے یہ جو تین گھوڑے کھڑے ہیں یہ مرنے والے تینوں راجکماروں کے ہیں۔ بس راجکماری میں یہی کہنا چاہتا تھا۔

یہاں تک کہنے کے بعد تعاقب کرنے والا لشکری جب خاموش ہوا تب راجکماری ہماری بڑی افسردہ اور اداس ہو گئی تاہم تھوڑی دیر تک اس نے اپنے آپ کو

سنبھالا اور تعاقب کرنے والے لشکری سے کہا اب تم جاؤ جا کر آرام کرو۔ تم فکرمند مت ہو جو کام تمہیں سونپا گیا تھا وہ تم نے پورا کر دیا ہے۔ راجکماری کا یہ روعمل دیکھتے ہوئے وہ لشکری خوشی خوشی وہاں سے چلا گیا تھا اس کے جانے کے بعد راجکماری گنگا نے اپنے باپ راجہ ہرکشن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

پتا جی خبر نہیں یہ نقاب پوش کیسا انسان تھا بلا کا تیغ زن ہے لاجواب قسم کا تیر انداز ہے اس نے میرا سوئمبر بھی جیتا اور مجھے کوئی اہمیت بھی نہیں دی اور جاتے ہوئے یہ بھی کہہ گیا کہ وہ مجھے ناپسند کرتا ہے۔ پتا جی آخر یہ کون شخص ہے جو اپنے آپ کو اس قدر اہمیت دیتا ہے اور اپنے آپ کے مقابلے میں مجھے اس قدر کم تر خیال کرتا ہے پتا جی میں یوں ہی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھوں گی میں ہر صورت ہر حال میں جاننے کی کوشش کروں گی کہ یہ نقاب پوش کون ہے۔ میرے سوئمبر کے دوسرے حصے میں خانہ بدوش کے قبیلے کا سردار فدائی خان اس نقاب پوش کے ساتھ آیا تھا۔

پتا جی۔ آپ کسی طریقے سے فدائی خان کو تلاش کریں اور اسے میرے پاس لائیں تاکہ میں اس سے پوچھوں کہ نقاب چہرے پر ڈال کر سوئمبر جیتنے والا وہ جوان کون تھا۔ پتا جی چونکہ وہ تینوں بار میرا سوئمبر جیت چکا ہے لہذا میں ہر صورت میں اسے حاصل کرنے کی کوشش کروں گی۔ ویسے تو رواج اور ریت یہ ہے کہ راجکمار یا کھشتری راجکماریوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن میرے معاملے میں سارے پانسے الٹے پڑ رہے ہیں۔ میرا سوئمبر جیتنے کے بعد اس نے مجھ سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اب میں اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کو نہیں چھوڑوں گی۔ ہر صورت میں سوئمبر جیتنے والے کو حاصل کروں گی اور اسے اپنا جیون ساتھی بنا کر رہوں گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد راجکماری گنگا جب خاموش ہوئی تب راجہ ہرکشن نے بڑی نرمی بڑی شفقت میں کہا۔ دیکھ میری پتری تو فکرمند مت ہو۔ میں خانہ بدوش قبیلے کے سردار فدائی خان کو تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر وہ مجھے ملا تو تمہارے سامنے پیش کر دوں گا تاکہ تم اس سے پوچھ سکو کہ نقاب اوڑھ کر تمہارا سوئمبر جیتنے والا جوان کون ہے۔ ہرکشن کا یہ جواب سن کر راجکماری گنگا خوش ہو گئی تھی پھر دونوں باپ بیٹی محل کے اس کمرے کی طرف چلے گئے تھے جہاں وہ پہلے بیٹھے ہوئے تھے۔

○===○===○

شیر شاہ سوری کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد بنگال کا حکمران سلطان محمود اپنے مرکزی شہر گوڑ کی طرف بھاگا تھا۔ گوڑ پہنچ کر اسے یہ خبریں ملیں کہ دریائے گنگا کے کنارے اسے شکست دینے کے بعد شیر شاہ سوری اب سلطان محمود کی ایک اور مضبوط چوکی تیلیا گڑھی پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ سلطان محمود ہر صورت ہر حال میں تیلیا گڑھی کا دفاع کرنا چاہتا تھا اس لئے کہ تیلیا گڑھی کا مقام اور قلعہ اگر شیر شاہ سوری کے قبضے میں چلا جاتا تو پھر بنگال میں کہیں بھی سلطان محمود کے قدم نہ جم سکتے تھے۔

دریائے گنگا کے کنارے شیر شاہ سوری کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد حاکم بنگال سلطان محمود نے یہ اندازہ تو لگا لیا تھا کہ وہ اکیلا شیر شاہ سوری کا مقابلہ نہ کر سکتا ہے اور نہ اس کے سامنے بنگال کا دفاع کر سکتا ہے۔ لہذا شیر شاہ سوری کی یلغار کو روکنے کے لئے اسے کسی سے مدد مانگنی ہو گی یا کسی کو اپنا اتحادی بنانا ہو گا۔ اس مقصد کے لئے سلطان محمود کے سامنے صرف دو ہی راستے تھے۔

پہلا یہ کہ وہ شیر شاہ سوری کے خلاف ہندوستان کے شہنشاہ ہمایوں سے مدد طلب کرے۔ ہمایوں چونکہ ان دنوں اپنی پوری قوت صرف کرتے ہوئے گجرات کے حکمران بہادر خان کے خلاف برسرپیکار تھا اور جگہ جگہ دونوں کے درمیان جنگیں ہو رہی

تھیں لہٰذا حاکم بنگال سلطان محمود نے یہ ٹھان لی کہ اس موقع پر اگر وہ ہمایوں کو اپنی مدد کے لئے پکارتا ہے تو ہمایوں اس حالت میں نہیں کہ گجرات کے حاکم بہادر شاہ کی مہم کو ادھورا چھوڑ کر وہ شیر شاہ سوری کے خلاف حرکت میں آئے۔ لہٰذا ہمایوں کو مدد کے لئے پکارنے کا عمل سلطان محمود نے ترک کر دیا۔

دوسری بڑی قوت جسے حاکم بنگال سلطان محمود شیر شاہ سوری کے خلاف اپنا اتحادی بنا سکتا تھا وہ گوا کے پرتگالی تھے۔ جو ہندوستان کے اندر ان دنوں بہت بڑی قوت رکھتے تھے شیر شاہ سوری کے خلاف پرتگالیوں سے مدد حاصل کرنے کے لئے حاکم بنگال سلطان محمود نے شیر شاہ سوری کے خلاف پرتگالیوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے اور گوا میں ان کے گورنر نونوڈاکنہا سے رابطہ قائم کرنے کے لئے ایک پرتگالی بحری قذاقوں کے کپتان کا انتخاب کیا جو ان دنوں حاکم بنگال سلطان محمود کے پاس اس کے مرکزی شہر گوڑ میں قیدی کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس بحری قذاقوں کے سردار کا نام میلو جسارٹے تھا۔ میلو جسارٹے کے حاکم بنگال سلطان محمود کا قیدی بننے کی داستان کچھ اس طرح ہے۔

گوا کے پرتگالی بہت عرصہ پہلے سے ہی بنگال کی پوشیدہ دولت کی راز افشانی کے لئے متواتر کوششیں کرتے رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ مشرقی بنگال کے سات گاؤں یعنی موجودہ ضلع ہگلی اور چٹا گانگ کی بندرگاہ پر تسلط کر لیں۔ سات گاؤں تک پہنچنا تو آسان تھا مگر وہ بہت دور اندر کی طرف واقع تھا جبکہ چٹا گانگ سمندر کے کنارے تھا۔

اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے گوا میں پرتگالیوں کے گورنر نونوڈاکنہا نے اپنے بحری قذاقوں کے کپتان میلو جسارٹے کو اس مقصد سے ایک پروانہ دیا کہ وہ چٹا گانگ کی بندرگاہ کی طرف جائے اور بنگال میں اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اس مقصد کے لئے بحری قذاقوں کے کپتان میلو جسارٹے کو ایک مضبوط بحری بیڑہ بھی مہیا کیا گیا تھا۔

میلو جسارٹے کی بدقسمتی کہ جب وہ اس مہم پر روانہ ہوا تو وہ ایک سمندری طوفان کی زد میں آگیا اور اس کا بحری بیڑہ تتر بتر ہو گیا اور اس کا اپنا بحری جہاز آراکان کے سمندری کنارے پر جا لگا۔ میلو جسارٹے ایک چھوٹے سے جہاز میں چٹا گانگ کے

کنارے تک پہنچ گیا۔ لیکن وہ دریائے کرن چالی کو جس کے دہانے پر یہ بندرگاہ واقع ہے پہچان نہ سکا اور اس کی ایک خاص وجہ تھی کہ خلیج بنگال میں اس مقام پر پچاس میل کے اندر تین دریا آ کر ملتے ہیں۔ ایک کرن فالی' دوسرا سانپ کھا' تیسرا مت مہری۔

بحری قذاقوں کے کپتان میلو جسارٹے اور اس کے ساتھی پرتگالیوں نے سمندر سے کچھ مچھیروں کو گرفتار کر لیا جو کہ اپنی ناؤ میں مچھلیاں پکڑ رہے تھے ان کی مدد سے اپنے جہاز کو چٹا گانگ کی جانب لے گئے۔ مچھیرے اس جہاز کو مت مہری دریا کے دہانے پے لے آئے اس وقت سمندر جوار پر تھا۔ پرتگالی جہاز چکریا تک پہنچ گیا یہ چھوٹا سا قصبہ مسلمانوں کی آمد سے پہلے ارکان کے راجہ کی ملکیت میں تھا۔

مت مہری دریا تنگ اور اتھلا ہے جب دریا کے جزر کا وقت آیا تو پرتگالی جہاز اس میں پھنس گیا۔ چکریا کے گورنر خدا بخش نے میلو جسارٹے اور اس کے دیگر ملاحوں کو گرفتار کر لیا اور بحری ڈاکو سمجھ کر قید خانے میں ڈال دیا۔

میلو جسارٹے کی سرکردگی میں پرتگالیوں نے ایک بار قید خانے سے فرار ہونے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو اور بھی اندر لے جا کر قید کر دیا گیا۔ اسی دوران میلو جسارٹے کے ساتھ ایک حادثہ بھی پیش آیا۔ اس کا ایک خوبصورت بھتیجا بھی اس کے ساتھ تھا ان ہی دنوں اس کو اوہام پرست ہندوؤں نے بطور قربانی اس کو دریا کی نذر کر دیا کیونکہ یہ قربانی سفید بھیڑ کی دی جاتی تھی وہ لڑکا بھی سرخ و سفید اور خوبصورت تھا لہٰذا ہندوؤں نے اس کی قربانی دے ڈالی۔ چکریا کے گورنر خدا بخش خان نے کچھ عرصہ میلو جسارٹے کو اپنے یہاں رکھا پھر 1530ء میں پندرہ سو پونڈ جرمانہ کر کے اس نے میلو جسارٹے اور اس کے ساتھیوں کو رہا کر دیا۔ اس طرح میلو جسارٹے قید سے رہا ہونے کے بعد گوا چلا گیا۔

1533ء میں گوا کے پرتگالی گورنر نونوڈاکنہا نے میلو جسارٹے کو دوبارہ اپنا نمائندہ بنا کر چٹاگانگ بھیجا تاکہ وہ بنگال کے حاکم سلطان محمود سے اس کے مرکزی شہر گوڑ میں ایک کارخانہ قائم کرنے اور تجارتی رعائتیں حاصل کرنے کے متعلق بات چیت کرے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے ساتھ پرامن طریقے سے تجارت کرنے کی

اجازت بھی لے۔

اپنے گورنر کا حکم پا کر میلو جسارٹے پھر بحری بیڑہ لے کر روانہ ہوا۔ اس دفعہ چٹاگانگ کے مسلمان گورنر نے بڑی گرم جوشی سے میلو جسارٹے کا استقبال کیا۔ لیکن میلو جسارٹے کمینہ اور ذلیل انسان تھا۔ اس نے اس استقبال کا غلط فائدہ اٹھایا اپنا کمینہ پن دکھایا اس نے اپنے مال کو بلا چنگی دیئے چوری سے اندر لانا شروع کر دیا اور اپنے جارحانہ اور غیر منصفانہ رویے سے چٹاگانگ کے لوگوں کو اپنے خلاف کر لیا۔ اسی دوران میلو جسارٹے کی ایک اور بد بختی کی ابتداء ہوئی اور وہ اس طرح کہ حاکم بنگال کو خوش کرنے کے لئے اس نے اس کی طرف بیش قیمت تحائف روانہ کئے ان تحائف میں کچھ خوشبودار پانی کی بوتلیں بھی تھیں اور پانی کی یہ بوتلیں بحری قذاقوں کے کپتان میلو جسارٹے نے ایک مسلمان جہاز کو لوٹ کر حاصل کیں تھیں اور ان بوتلوں پر جو مسلمانوں نے کاغذ چسپاں کئے تھے وہ ویسے کے ویسے ہی تھے۔

یہ تحائف حاکم بنگال سلطان محمود کی خدمت میں پیش کئے گئے تو اس پر ظاہر ہو گیا کہ یہ سارے تحائف مسلمانوں کے جہاز کو لوٹ کر حاصل کئے گئے ہیں۔ اس بات سے حاکم بنگال سلطان محمود سخت برہم اور ناراض ہوا۔ اس نے میلو جسارٹے کے سفیر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن بعد میں ایک شخص کے سفارش کرنے پر انہیں گوڑ کے قید خانے میں ڈال دیا گیا۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ حاکم بنگال سلطان محمود سے چٹاگانگ کے اپنے گورنر خدا بخش خان کو حکم جاری کیا کہ میلو جسارٹے اور اس کے دیگر ساتھیوں کو بھی فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ چٹاگانگ کے مسلم گورنر نے میلو جسارٹے اور اس کے ساتھیوں کو دعوت پر مدعو کیا۔

دعوت کے دوران ہی میلو جسارٹے اور اس کے ساتھیوں کو خبر ہو گئی کہ انہیں گرفتار کیا جاتا ہے لہٰذا وہ جنگ پر آمادہ ہو گئے اس جنگ میں میلو جسارٹے کے مزید دس ساتھی مارے گئے باقی ماندہ کو گرفتار کر کے خدا بخش خان نے حاکم بنگال سلطان محمود کے پاس اس کے مرکزی شہر گوڑ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

میلو جسارٹے گوڑ پہنچا تو حاکم بنگال سلطان محمود نے اسے قید میں ڈال دیا۔ میلو

جسارٹے اور اس کے ساتھیوں کی گرفتاری کی خبر گوا میں پرتگالی گورنر نونوڈا کنہا کو پہنچی تو اس نے ایک دو بار بحری بیڑا بھیج کر میلو جسارٹے اور اس کے ساتھیوں کو رہائی دلانے کی کوشش کی لیکن ہر بار اس کے بحری بیڑے کو شکست اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ لہٰذا میلو جسارٹے ابھی تک حاکم بنگال سلطان محمود کی قید میں تھا اور اب اسی بحری قذاقوں کے کپتان میلو جسارٹے کے ذریعے وہ چاہتا تھا کہ گوا کے پرتگالی گورنر نونوڈا کنہا سے بات کرے اور شیر شاہ سوری کے خلاف اسے اپنا اتحادی بنا کر بنگال کا دفاع کرے۔

اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے حاکم بنگال سلطان محمود جب دریائے گنگا کے کنارے شیر شاہ سوری کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اپنے مرکزی شہر گوڑ پہنچا تو وہاں پہنچنے کے دوسرے ہی روز اس نے قید خانے سے پرتگالی بحری قذاقوں کے کپتان میلو جسارٹے کو طلب کیا۔ میلو جسارٹے جب سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا تو سلطان محمود نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا بڑا والہانہ استقبال کیا بیٹھنے کو اسے اپنے پہلو میں جگہ دی۔

کچھ دیر تک سلطان محمود خاموشی سے میلو جسارٹے کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

دیکھ جسارٹے کیا تو جانتا ہے میں تمہیں اپنے پاس کیوں طلب کیا ہے اس پر جسارٹے نے حیرت اور امید ملے جلے جذبات میں سلطان محمود کی طرف دیکھا اور جواب دیا۔ میں نہیں جانتا حاکم بنگال نے مجھے قید خانے سے نکال کر اپنے پاس کیوں بلایا ہے۔ تاہم میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ کو میری کسی خدمت کی ضرورت آن پڑی ہے تو میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ میلو جسارٹے کے اس جواب پر سلطان محمود کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی پھر وہ اپنے مقصد کی طرف آیا۔

دیکھ جسارٹے میں تمہیں قید سے رہا کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ تمہارے ساتھ جو ساتھی ہیں وہ بھی رہا کر دیئے جائیں گے۔ پر ساتھ ہی تمہیں میرا ایک کام بھی کرنا ہو گا۔ اس پر میلو جسارٹے کے چہرے پر خوشیاں ہی خوشیاں بکھر گئی تھیں پھر وہ بڑی بے چینی سے اپنی جگہ پر پہلو بدلتے ہوئے کہنے لگا۔ سب سے پہلے تو میں حاکم بنگال کا

شکر گزار ہوں کہ وہ مجھے اور میرے ساتھیوں کی رہائی کا ارادہ کر چکے ہیں۔ اس کے بعد میں یہ پوچھوں گا کہ آپ مجھ پر کیا شرط عاید کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر سلطان محمود کہنے لگا۔ دیکھ جسارٹے شاید قیدخانے میں تجھے یہ خبریں مل چکی ہوں گی کہ شیر شاہ سوری بہار پر قبضہ کرنے کے بعد بنگال پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ ایک بار وہ دریائے گنگا کے کنارے شکست دے چکا ہے میرے شہر سورج گڑھ اور سب سے اہم ترین قلعے مونگیر پر قبضہ کر چکا ہے۔ اب جو خبریں پہنچ رہی ہیں ان کے مطابق شیر شاہ سوری چند دن تک میرے دوسرے اہم ترین مورچے تیلیا گڑھی پر حملہ آور ہو گا اور اگر شیر شاہ سوری نے تیلیا گڑھی بھی فتح کر لیا اور اس پر قبضہ کر لیا تو پھر مجھے خطرہ لاحق ہو جائے گا کہ وہ پورے بنگال پر چھا جائے گا اور کوئی اس کی راہ روکنے والا نہ ہو گا۔ میں چاہتا ہوں تم پرتگالی شیر شاہ سوی کی راہ روکنے کے لئے میرا ساتھ دو۔

یہاں تک کہنے کے بعد حاکم بنگال سلطان محمود جب خاموش ہوا تب پرتگالی بحری قذاق میلو جسارٹے کہہ رہا تھا۔

میں حاکم بنگال کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم آپ کے ساتھ مل کر یقیناً" شیر شاہ سوری کی راہ روک دیں گے حاکم بنگال میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ گوا میں اس قدر پرتگالی لشکر اور بحری بیڑا ہے جسے اگر شیر شاہ سوری کے خلاف استعمال کیا جائے تو دنوں کے اندر شیر شاہ سوری کو بنگال ہی سے نہیں بہار سے بھی باہر نکالا جا سکتا ہے اور اس سلسلے میں میں آپ کی پوری مدد کروں گا۔ آپ ایسا کریں کہ میرے ساتھیوں کو واپس گوا بھیجیں میں انہیں پوری بات سمجھا دوں گا وہ اس سلسلے میں گوا کے پرتگالی گورنر نونوڈاکنہا سے بات کرینگے ساتھ ہی میری طرف سے ایک خط بھی اسکے نام لے جائیں گے۔ یہ خط ملتے ہی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ نونوڈاکنہا نا صرف بحری بیڑا روانہ کریگا بلکہ اس بحری بیڑے میں ایک بہت بڑا لشکر بھی شیر شاہ سور کے خلاف آپ کی مدد کرنے کے لئے روانہ کریگا۔ اور اس لشکر کی مدد سے ہم ہر حالت میں شیر شاہ سوری کی راہ روکیں گے۔

میلو جسارٹے کا یہ جواب سن کر حاکم بنگال سلطان محمود خوش ہو گیا تھا پھر وہ کہنے لگا۔ دیکھ جسارٹے تو نے ایسا جواب دیا ہے جو میرے اطمینان میری خوشی کا باعث بنا

ہے۔ آج سے نہیں بلکہ ابھی سے تو میرا فوجی مشیر ہے۔ جہاں کہیں بھی میں نے حملہ آور ہونا ہو گا میں تم سے مشورہ کروں گا۔ تمہاری حیثیت میرے لشکر میں ایک بہترین سالار کی سی ہو گی۔ تمہیں رہائش اور ضروریات کا سارا سامان میرے مرکزی شہر گوڑ میں مہیا کیا جائیگا۔ تمہیں رہنے کو بہترین حویلی دی جائیگی۔ اب تم یہ کام کرو کہ میں اپنے چند آدمی تمہارے ساتھ قید خانے کی طرف بھجواتا ہوں وہاں سے سارے پرتگالی رہا کئے جائیں گے انہیں تم اپنے گورنر نونوڈاکنہا کی طرف گوا روانہ کرو اور اپنا خط بھی ان کے ہمراہ بھیج دو۔ تاکہ شیر شاہ سوری کا مقابلہ کرنے کیلئے گوا کا پرتگالی گورنر بحری بیڑا اور اپنا لشکر بھیج سکے۔ اسکے ساتھ ہی میلو جسارٹے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ سلطان محمود نے اپنے کچھ آدمی اس کے ساتھ بھجوائے جنہوں نے گوڑ میں جس قدر پرتگالی قید تھے انہیں رہا کر دیا میلو جسارٹے نے ان کے ہاتھ ایک خط بھی گوا میں اپنے پرتگالی گورنر نونوڈاکنہا کو روانہ کیا جس کا خاطرخواہ اثر ہوا اور اس خط کے جواب میں پرتگالی گورنر نونوڈاکنہا نے نا صرف بحری بیڑا خلیج بنگال کی طرف روانہ کیا بلکہ ایک بہت بڑا لشکر بھی جو پرتگالیوں پر مشتمل تھا چند دن بعد بنگال کے مرکزی شہر گوڑ پہنچ گیا تھا۔

○

دریائے گنگا کے کنارے حاکم بنگال سلطان محمود کو شکست دینے کے بعد شیر شاہ سوری نے پھر اپنی پیش قدمی شروع کر دی تھی۔ دراصل وہ ہمایوں کے فارغ ہونے سے پہلے ہی پہلے بنگال پر قبضہ کر کے اپنی حالت کو مضبوط و مستحکم کر لینا چاہتا تھا۔

اس زمانے میں بہار سے بنگال جانے کا سب سے چھوٹا راستہ مونگیر بھاگل پور کول گونگ سے ہوتا ہوا تیلیا گڑھی کے درہ سے گزرتا تھا۔ اس درہ کی حفاظت کے لئے بہار کی سرحد تک تیلیا گڑھی نام کا مستحکم قلعہ بنا ہوا تھا۔ بہار کی سرحد سے گزر کر یہ راستہ مشرقی بنگال میں سکری گلی جا پہنچتا تھا۔ سکری گلی سے یہ سڑک گنگا کے کنارے کنارے مشرق سے مغرب کی جانب ایک دم مڑ جاتی تھی۔

اور پھر گنگا کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ جاتی تھی تیلیا گڑھی کا قلعہ جو درہ کے مغربی کنارے پر تھا اور جس کے کھنڈرات آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں سڑک کے

راستے کو بالکل روکے ہوئے تھا اس قلعے کی ایک جانب راج محل پہاڑی سلسلہ کی ناہموار ناقابل عبور ڈھلوان چٹانیں ہیں جو جانب جنوب اسی میل تک سنتھان پرگنہ اور بنگال کے بھیڑبونگ ضلع کی بیرونی حد تک پھیلی ہوئی ہیں۔

اس اونچے پہاڑی درے کے نیچے گنگا کے مشرق کی جانب تیز گرداب بناتی ہوئی بہتی تھی جس سے تیلیا گڑھی کے قلعے کے شمال میں ایک گہری کھائی بن جاتی تھی۔

گنگا کے دوسرے کنارے پر گڑھی کے درہ کے ساتھ ساتھ بنگال کے حکمرانوں اور فرمانرواؤں نے پوانٹی تک زبردست قلعہ بندی کر رکھی تھی۔ پوانٹی سے بنگال کے مرکزی شہر گوڑ تک اس زمانہ میں ایک شاہی سڑک جاتی تھی۔

یہ درہ فنون حرب کے نقطہ نظر سے ایسا تھا کہ نا تو اس پر حملہ ہی کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی اس کا محاصرہ ممکن تھا کیونکہ اس زمانے میں حملہ کر کے مقابلے میں دفاعی ذرائع زیادہ بہتر تھے۔ یہی وہ مقام تھا جہاں 1200ء میں بنگال کے مہاراجہ لکشمن سنگھ نے بختیار خلجی کی راہ روکنے کی کوشش تھی لیکن بختیار خلجی نے اسے دھوکہ دیا اور دوسرا رستہ اختیار کر لیا۔ اس واقعہ کے اب ٹھیک تین سو چھتیس 336 سال بعد شیر شاہ سوری بھی حاکم بنگال سلطان محمود کے ساتھ بختیار خلجی جیسا ہی کھیل کھیلنا چاہ رہا تھا۔

بہرحال شیر شاہ سوری نے تیلیا گڑھی کی جانب کوچ کر لیا۔ اس وقت اپنے کوچ سے اس نے یہی ظاہر کیا کہ وہ تیلیا گڑھی کے درہ کو براہ راست اپنا ہدف بنا کر اس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ بنگال کے حکمران سلطان محمود نے اس درہ کی حفاظت کے لئے جسے بنگال کا دروازہ کہا جاتا تھا۔ اپنا اور پرتگالیوں کا ایک متحدہ لشکر وہاں پہنچا دیا تھا۔ لیکن حاکم بنگال سلطان محمود شیر شاہ سوری کی گہری جنگی چال کو نہیں سمجھ رہا تھا۔

حاکم بنگال سلطان محمود اور پرتگالیوں کا یہ خیال تھا کہ چونکہ شیر شاہ سوری کے پاس بحری بیڑا نہیں ہے۔ اس کے پاس جنگی کشتیاں ہیں لہٰذا وہ دریائے گنگا کو استعمال کرتے ہوئے بنگال کے مرکزی شہر گوڑ نہیں پہنچ سکے گا بلکہ وہ تیلیا گڑھی میں متحدہ قوت سے ٹکرائے گا اور تیلیا گڑھی کا قلعہ اور وہاں سے جانے والی شاہراہ جو گوڑ کی طرف جاتی ہے جگہ جگہ قلعہ بندی کی وجہ سے ایسی مضبوط و مستحکم تھی کہ سلطان

محمود اور پرتگالیوں کو قوی امید تھی کہ شیر شاہ سوری کسی بھی صورت نہ تیلیا گڑھی پر قبضہ کر سکے گا نہ تیلیا گڑھی سے گوڑ تک جانے والی شاہراہ پر اپنے لشکر کے ساتھ محفوظ سفر جاری رکھ سکے گا۔

شیر شاہ سوری بھی ایک ہی وقت میں دو اہم معرکہ سر کرنے کا عہد کئے ہوئے تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ بنگال کا مرکزی شہر گوڑ اور تیلیا گڑھی کا مضبوط قلعہ ایک ہی وقت میں اس کے ہاتھ آ جائے یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے شیر شاہ سوری نے تیلیا گڑھی سے کچھ فاصلے پر اپنے لشکر کو روک دیا۔ پھر لشکر کا ایک حصہ اس نے اپنے بیٹے جلال خان کی سرکردگی میں دیا اور صاحب خان کے بھائی مقرب خان کو اس کا نائب مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ تیلیا گڑھی پر حملہ آور ہوں اور پرتگالیوں کے علاوہ حاکم بنگال سلطان محمود کو اپنے ساتھ مصروف جنگ رکھیں اس دوران شیر شاہ سوری ایک اور معرکہ سر کرنا چاہتا تھا اور وہ معرکہ بنگال کے مرکزی شہر گوڑ پر حملہ تھا۔

شیر شاہ سوری کا بیٹا جلال خان اور مقرب خان دونوں جب آگے بڑھ کر تیلیا گڑھی پر حملہ آور ہوئے اور بنگال کے لشکر اور پرتگالیوں کو اپنے ساتھ مصروف کر لیا۔ تب شیر شاہ سوری نے اپنے کام کی ابتداء کی۔ اس نے دریائے گنگا میں کھڑی بنگال کی تین سو کشتیوں پر قبضہ کر لیا وہ دہی سادہ سی کشتیاں تھیں جنہیں بنگال کے رہنے والے کوسرہ کھلوایا اور رہوار کہہ کر پکارتے تھے۔ ان کشتیوں کے ذریعے شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا۔ جنگی اور رسد کا سامان اس نے ان کشتیوں کے ذریعہ روانہ کیا اور خود اپنے لشکر کے ساتھ وہ راج محل کے پہاڑی علاقہ سے گزر کر جنوب کے گمنام علاقوں کی طرف چل دیا۔ جو کوہستانی سلسلوں سے ہو کر گزرتا تھا۔ کچھ دور تک اسی کوہستانی سلسلہ کے اندر شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ سفر کرتا رہا۔ پھر وہ جنوب مشرق کی طرف گھوم کر جھار کھنڈ کے جنگلوں میں پہنچ گیا۔ اس زمانہ میں یہ ایسا ویران علاقہ تھا۔ جہاں یا تو راہزن لٹیرے بستے تھے یا اڑیسہ کو جانے والے مسافر آتے تھے۔ اس علاقے میں کوئی سڑک نہیں تھی صرف چھوٹی پگڈنڈیاں تھیں جو سردیوں کے موسم میں انسان اور مویشیوں کے لئے قابل استعمال ہو

جاتی تھیں کیونکہ گنجان خاردار جھاڑیاں مرجھا کر راستہ بنا دیتی تھیں اور تیز رو پہاڑی ندیاں خشک ہو جاتی تھیں۔

دوسری جانب شیر شاہ سوری کے بیٹے جلال خان نے مقرب خان کے ساتھ مل کر پرتگالی اور بنگال کے لشکر کو اپنے ساتھ مصروف جنگ رکھا ہوا تھا۔ کشتیوں کے ذریعہ شیر شاہ سوری کا سامان جنگ اور رسد کا سامان اس جگہ پہنچ گیا جہاں وہ چاہتا تھا۔ پھر شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ پوانٹی سے گوڑ شہر کی طرف جانے والی سڑک پر پنکھے کی طرح پھیل گیا تھا۔

بنگال کا مرکزی شہر ان دنوں گوڑ تھا جو مہانند دریا کے ساٹھ میل شمال کی جانب تھا مہانند دریائے گنگا کا معاون دریا ہے۔ شیر شاہ سوری کے راستے میں پہلے بڑا شہر فرندوز آتا تھا۔ شیر شاہ چاہتا تھا کہ گوڑ پر حملہ آور ہونے سے پہلے فرندوز پر حملہ کرے اس لئے کہ اگر وہ اس شہر کو نظرانداز کر کے گوڑ کا محاصرہ کرتا ہے تو فرندوز سے کمک اور رسد حاصل کر کے حاکم بنگال سلطان محمود شیر شاہ سوری کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا تھا۔

اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ لشکر کا آدھا حصہ اس نے اپنے پاس رکھا۔ دوسرا حصہ اس نے صاحب خان کی سرکردگی میں دیا۔ اسے پوانٹی یعنی فرندوز شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔ خود شیر شاہ سوری اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پوانٹی اور تیلیا گڑھی کے درمیان پڑنے والی شاہراہ کے کنارے گھات میں بیٹھ گیا تھا تاکہ اگر تیلیا گڑھی سے سلطان محمود اور اس کے اتحادی پرتگالی فرندوز شہر کی طرف آئیں تو ان کی راہ روک سکیں۔

صاحب خان اپنے لشکر کے ساتھ دکھوں سے تعارف کراتی رات کی اتھاہ سیاہی اور صدیوں کی دہلیز پر دستک دیتے دشت کے بے رنگ مناظر کی طرح حرکت میں آیا اور رات کی تاریکی میں سوتی ہوئی آفتوں اور اذیتوں کی طرح وہ شہر پر حملہ آور ہوا پوانٹی (فرندوز) شہر صاحب خان اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ تنگ تاریک' خستہ' صدیوں پرانے دیمک زدہ در کی دہلیز کی طرح ثابت ہوا۔ بڑی آسانی سے صاحب خان

اگر پار سے آنے والے موت کے سندیس کی طرح پوانٹی شہر میں داخل ہوا۔ پوانٹی شہر میں جس قدر بنگالیوں اور پرتگالیوں پر مشتمل حفاظتی لشکر تھا اسے اپنے پہلے ہی حملے میں صاحب خان اور اس کے ساتھیوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یوں پوانٹی شہر پر صاحب خان قابض ہو گیا تھا۔

پوانٹی (فرندوز) شہر پر قابض ہونے کے بعد صاحب خان نے شہر کا نظم و نسق سنبھالا یہاں اس نے اپنا ایک گورنر مقرر کیا اور چھوٹا سا ایک لشکر بھی پوانٹی شہر میں مقرر کیا۔ اس کے بعد باقی لشکر کو لے کر وہ دوبارہ شیر شاہ سوری سے جا ملا تھا۔ صاحب خان جب پوانٹی شہر پر قبضہ کرنے کے بعد جب دوبارہ شیر شاہ سوری سے آن ملا تب شیر شاہ سوری نے پھر بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کی طرف پیش قدمی کی یہاں تک کہ بڑی تیزی کے ساتھ وہ آگے بڑھا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ گوڈھ شہر سے باہر جا نمودار ہوا۔

شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ جب گوڈھ شہر کے پاس آیا تو اس نے دیکھا گوڑ شہر کی قلعہ بندی بڑی مستحکم تھی۔ شہر کے چاروں طرف خندقیں اور قلعہ کی مضبوط فصیلیں تھیں جن کی چوڑائی کسی بھی جگہ دس گز سے کم نہ تھی شیر خان کے سوار ان خندقوں کو عبور نہیں کر سکتے تھے اور پیادہ فوج اور ان خندقوں اور فصیلوں کے مقابلے میں چیونٹیاں معلوم ہوتی تھی لیکن شیر شاہ سوری ہر صورت میں حاکم بنگال سلطان محمود کو اپنے سامنے زیر کر کے گوڑ پر قبضہ کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھا۔

اس دوران حاکم بنگال اور پرتگالیوں کو تیلیا گڑھی میں یہ خبر ہو گئی کہ شیر شاہ سوری نے اپنے بیٹے کے ساتھ صرف انہیں جنگ میں مصروف رکھا ہے جبکہ خود شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ گوڑ شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔

یہ خبر سنتے ہی حاکم بنگال سلطان محمود کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی لہٰذا تیلیا گڑھی کو ان کے حال پر چھوڑ کر وہ اپنے لشکر کے علاوہ پرتگالیوں کو لے کر بڑی تیزی سے گوڑ شہر کی طرف بڑھا تھا اس کی غیر موجودگی میں شیر شاہ کے بیٹے جلال خان اور مقرب خان نے تیلیا گڑھی کے قلعے پر قبضہ کر لیا تھا۔

حاکم بنگال سلطان محمود جب اپنے مرکزی شہر گوڑ کے قریب پہنچا اور اسے خبر ملی

کہ شہر کا شیر شاہ سوری نے محاصرہ کر رکھا ہے اور وہ ہر حالت میں شہر پر قبضہ کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے تو اس نے شیر شاہ سوری سے صلح کی ٹھان لی لہٰذا اس نے شیر شاہ سوری کی خدمت میں قاصد بھجوائے اور صلح کی درخواست کی شیر شاہ سوری بھی شاید صلح پر آمادہ تھا لہٰذا اس نے صلح کی درخواست کو قبول کر لیا بالآخر سلطان محمود اور شیر شاہ سوری کے درمیان صلح کی شرائط طے پا گئیں جن کے مطابق حاکم بنگال سلطان محمود نے بطور نذرانہ یا جرمانہ شیر شاہ سوری کو تیرہ لاکھ طلائی سکہ دینے کا وعدہ کیا اور ساتھ ہی گوڑ سے سکری گری کا سارا علاقہ جو وسعت میں 90 میل اور چوڑائی میں کہیں کہیں 30 مل تک تھا شیر شاہ کے تصرف میں کر دینے کا عہد کیا۔

آخر ان شرائط کے عوض صلح ہو گئی یوں سلطان محمود کے مقابلے میں شیر شاہ سوری کو بہترین فتح نصیب ہوئی اس فتح سے شیر شاہ سوری کو نہ صرف مالی فائدہ ہوا بلکہ شیر شاہ سوری کو سیاسی اقتدار کی بالا دستی بھی حاصل ہو گئی اس کے علاوہ تیلیا گڑھی کے درے کو شیر شاہ سوری کے قبضے میں دے کر گویا حاکم بنگال سلطان محمود نے اس کے ہاتھ بنگال کی فتح لکھ دی تھی۔ اب شیر شاہ سوری کو پوری آزادی تھی کہ وہ اپنی حسب مرضی اس درہ سے جب چاہے سلطان محمود کی سلطنت سے خون بہا وصول کرے جب چاہے اس کا تاج و تخت چھین لے۔

O==O==O

رہتاس کے راج محل میں حسین و پری جمال راجکماری گنگا دودھیا فرش پر رقص کرنے کے ساتھ ساتھ متاثر کر دینے والا انتہائی دلکش گیت بھی گا رہی تھی۔ اس کی چونکہ موسیقی کی تعلیم مکمل ہو گئی تھی لہٰذا اس تعلیم کی تکمیل کی وجہ سے اس کے رقص اور گانے کا جشن برپا تھا۔

بلند شہ نشین پر راجہ ہرکشن اور اس کی رانیاں بیٹھی ہوئی تھی اور دائیں بائیں راجہ کے وزیر و مشیر اور سرکردہ لوگوں کے علاوہ پنڈت پروہت بھی اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوئے تھے جبکہ راجہ کے دائیں طرف تھوڑا سا پیچھے راجکماری گنگا کو موسیقی اور رقص کی تعلیم دینے والے پنڈت بیٹھے ہوئے تھے۔

گنگا دودھیا فرش پر رقص کر رہی تھی اس کے سفید ریشمی لباس سے سر سراتا جھانکتا ہر عضو اس کے تھرکتے پاؤں جسم کے زاویے تجسیم کی کمان اس کی مرمریں عارض اس کی گلاب پیشانی و لب اسے طوفان بنائے ہوئے تھے۔ سازوں کے سنگ و آہنگ اس کی آنکھوں میں مستیاں تھیں اس کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ تاثیر سخن اور چاشنی حسن و زباں رکھتا تھا۔

اس کی انگلیوں کے رنگین اظہار بیان سرخ ہونٹوں پر شفق رنگ کہانیوں گلاب رخساروں پر حروف و معانی کے رقص اور جسم میں احساس جوانی کے خطوط نے ہر

ایک کو جو وہاں تھا اور رقص دیکھنے میں محو تھا پاگل بنا کر رکھ دیا تھا۔

تھرکتے اور رقص کرتے سمے راجکماری گنگا اس وقت یوں لگ رہی تھی جیسے تختہ برف پر رقصاں فردوس سے نکلی ہوئی ان گنت پریاں جیسے دودھیا فرش پر اپسراؤں کا رقص راجکماری گنگا کے گانے اور رقص پر ہر آنکھ داد تحسین دے رہی تھی۔ اپنے جسم کے ہر زاویے کو بل دیتی ہوئی وہ یوں محسوس ہو رہی تھی جیسے نیلی جھیل ہرے جنگل میں پریم نگر کی کوئی ارمنی شنگولی اپنے اعضاء کی بساط کو دوہرا کر کے رکھنے پر تلی ہوئی ہو اس کے رقص نے زمین سے آسمان تک ایک نیشلا سماں باندھ کر رکھ دیا تھا۔ اس کے رقص اس کے گانے نے ان دیکھے سپنوں کی طرح ہر جسم ہر آنکھ کو سرشار کیا تھا۔ ہر دامن ترسیدہ میں اس نے زندگی کے رنگ یوں بھر دیئے تھے جیسے زیست کے خالی کٹورے میں ان گنت سکے چھن چھن بج اٹھتے ہیں۔

رقص کرتے ہوئے راجکماری گنگا کا باریک ریشمی لباس اس طرح لہریں لے رہا تھا جیسے اجالوں کی مملکت میں چاند کے کھلتے بادبان جیسے خیمہ زن کہکشاں میں آرزوؤں کی چمپئی چادر جیسے ساعت مہربان میں نیند شبنم کی طرح اترنے لگی ہو۔

تھوڑی دیر ایسا ہی سماں رہا راجکماری گنگا اپنے ہر عضو کا رقص پیش کرتی رہی اس کے اشارے پر سازندوں نے ہاتھ روک دیئے اور اس نے رقص بند کر دیا پھر وہ مسکراتی ہوئی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتی ہوئی راجہ ہرکشن کے قریب شہہ نشین پر آئی اور پوچھنے لگی پتا جی آپ نے میرے رقص میرے گانے کو کیسا پایا راجہ ہرکشن نے توصیفی انداز میں راجکماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

گنگا میری پتری جو رقص آج تو نے اس راج محل میں پیش کیا ہے اس سے پہلے ایسا رقص تو میں نے کسی دیوداسی کا بھی نہیں دیکھا۔ بھگوان جھوٹ نہ بلوائے میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے استادوں نے تمہیں ایسی رقص و موسیقی کی تعلیم دی ہے کہ تمہیں پتھر سے ایک نایاب و قیمتی ہیرے میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ پھر راجکماری گنگا نے اپنے باپ راجہ ہرکشن کے کانوں میں سرگوشی کی۔

پتا جی ان سب لوگوں کو رخصت کر دیں میں آپ سے ایک اہم بات کہنا چاہتی ہوں اس پر ہاتھ کے اشارے سے راجہ ہرکشن نے سب لوگوں کو چلے جانے کا اشارہ

کیا اس پر وزیر مشیر پنڈت اٹھے اور راج محل کے اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

راجہ ہرکشن کے وزیر مشیر اور پنڈت پروہت نکل گئے تب راجہ ہرکشن نے تجسس آمیز انداز میں گنگا کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

گنگا میری پتری تو مجھے تنہائی میں کیا کہنا چاہتی ہے اس پر گنگا کہنے لگی پتا جی میں نے اس سے پہلے آپ کو خبر نہیں کی اب بتانا لازی سمجھتی ہوں آپ کے محافظ دستوں کے سالار کو میں نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے دو یا تین جوان خانہ بدوش قبیلے کے سردار فدائی خان کی تلاش میں روانہ کریں پتا جی آخر اس فدائی خان نے کہیں نہ کہیں تو اپنا خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا ہو گا۔ میں اس فدائی خان سے ملنا چاہتی ہوں اس سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جس نوجوان نے میرا سوئمبر تین بار جیتا وہ کون ہے پتا جی آپ جانتے ہیں کہ دوسری بار سوئمبر میں حصہ لینے کے لئے وہ اجنبی نوجوان آیا تھا تو تھوڑی دیر کے لئے خانہ بدوش قبیلے کے سردار فدائی خان نے اس سے گفتگو کی تھی یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ فدائی خان اسے ضرور جانتا ہے لہٰذا میں فدائی خان کو تلاش کرنا چاہتی ہوں اور اس سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ وہ کون نوجوان ہے جس نے میرا سوئمبر جیتا۔

پتا جی میرے معاملے میں حالات کچھ الٹ ہیں یہاں راجکمار راجکماریوں کو حاصل کرنے کے لئے تگ و دو کرتے ہیں یہاں نوجوان اپنی پسند کی لڑکیوں کو حاصل کرنے کے لئے زمین و آسمان کے قلابے ایک کرتے ہیں لیکن میرا معاملہ مختلف ہے میں اس نوجوان کو حاصل کرنے پر تلی ہوئی ہوں جس نے میرا سوئمبر جیتا ہے۔ جو مجھے ٹھکرا کے جا چکا ہے پتا جی میں ہر صورت میں اس نوجوان کو حاصل کر کے رہوں گی اس لئے کہ اس نے میرا سوئمبر جیتا ہے اس پر میرا حق بنتا ہے پتا جی گو آخری اور سوئمبر کا تیسرا حصہ جیتنے کے بعد اس نے واضح الفاظ میں مجھے کہا تھا کہ وہ مجھے ناپسند کرتا ہے لیکن اس سے ملنے کے بعد میں اسے اپنے پاس رکھنا چاہتی ہوں اور اس کی ناپسند کو ہر صورت میں پسند میں تبدیل کرنا چاہتی ہوں پتا جی میں نے ایسا نوجوان زندگی میں نہیں دیکھا جس نے اس انداز سے کسی راج کماری کا سوئمبر جیتا ہو کہ تیر پانچ ملنے ہوں اور وہ تین ہی لے تیر تین ملنے ہوں اور وہ ایک ہی سے مرغ باد نما کو اتنی بلندی پر گھما

کے رکھ دے۔

یہاں تک کہنے کے بعد راجکماری گنگا جب خاموش ہوئی تب راجہ ہرکشن نے کچھ سوچا پھر جواب دیا۔

دیکھ گنگا میری پتری میری بچی میں پوری طرح تیرے ساتھ ہوں اگر تو نے میرے محافظ دستوں کے سالار کو فدائی خان کی تلاش کا حکم دیا ہے اور اس نے کچھ جوان اس کی تلاش میں روانہ کئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں تو نے اچھا کام کیا ہے دیکھ میری بیٹی میری پتری تجھے ہر کام میں میری پوری پوری تائید حاصل ہو گی اگر تو سوئمبر جیتنے والے نوجوان کو حاصل کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے تو میں ایشور سے دعا کرتا ہوں وہ تجھے تیری تگ و دو تیری تلاش میں کامیاب کرے اس کے ساتھ ہی راجہ ہرکشن اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اس کی طرف دیکھتے ہوئے راجکماری گنگا اور رانیاں بھی کھڑی ہو گئیں پھر وہ سب محل کے دوسرے حصے کی طرف جا رہے تھے۔

○

گوڑ شہر میں حاکم بنگال سلطان محمود کے ساتھ صلح کرنے کے بعد شیر شاہ سوری اپنے قلعے چنار میں واپس پہنچا ہی تھا کہ اسے خبریں ملنی شروع ہو گئیں کہ حاکم بنگال سلطان محمود نے شیر شاہ سوری کو نیچا دکھانے کے لئے ہمایوں سے ساز باز کرنا شروع کر دی ہے اور ساتھ ہی اس نے گوا کے پرتگالی گورنر کی طرف بھی قاصد بھجوا دیئے تھے کہ وہ ایک جرار لشکر گوڑ بھیجے تاکہ شیر شاہ سوری سلطان محمود سے بغاوت کرنے کے بعد پھر دوبارہ گوڑ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے تو اسے شکست دے کر بنگال سے مار بھگایا جائے۔

اپنے قلعہ چنار میں شیر شاہ سوری کو جب حاکم بنگال سلطان محمود کے ان اقدام کی خبر ہوئی تو وہ بڑا فکرمند ہوا۔ لہٰذا اس نے فیصلہ کیا کہ ہر صورت میں وہ دوبارہ بنگال پر حملہ آور ہو گا۔ بنگال پر اپنا دائمی تسلط قائم کر کے رہے گا۔ چنار سے بنگال طرف کوچ کرنے سے پہلے شیر شاہ سوری نے اپنے مخبر تیز رفتار گھوڑوں پر روانہ کیے تاکہ وہ اسے ہمایوں اور اس کے لشکر کی نقل و حرکت کے متعلق آگاہ کریں تاکہ ہمایوں سے متعلق خبریں ملنے کے بعد ہی وہ کوئی آخری فیصلہ کر سکے۔

ابھی تک ہمایوں جس نے گجرات کے حکمران بہادر شاہ کو شکست دینے کے بعد ایک طرح سے اپنی سلطنت میں امن بحال کر دیا تھا ایک اور مصیبت سے دوچار ہوا۔ جن دنوں شیر شاہ سوری نے اس شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا انہی دنوں مغلوں کے ایک باغی سردار سلطان مرزا نے ہمایوں اور اس کی سلطنت کے خلاف بغاوت کر دی۔ قنوج سے نکل کر یہ شخص بلگرام آیا۔ بلگرام کو اس نے اپنا مرکز بنایا اس کے بعد اپنے بڑے لڑکے الغ مرزا کو اس نے جونپور روانہ کیا۔ جونپور میں مغلوں کا حاکم جنید برلاس تھا۔ جو ایک بہترین سپہ سالار ہونے کے علاوہ انتہائی شجاع اور دلیر انسان تھا۔ الغ مرزا براہ راست جنید برلاس سے نہیں ٹکرایا لیکن جونپور کے ایک بڑے علاقے میں اس نے بڑی تباہی مچائی۔

باغی سردار سلطان مرزا نے اپنے دوسرے بیٹے شاہ مرزا کو مغلوں کا علاقہ امانت پورہ فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ الغ مرزا نے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ جونپور میں لوٹ مار کرنے کے بعد وہ اودھ اور بنارس پر قبضہ کرنے کے لئے جھپٹا اور اس ارادے کی تکمیل کے لئے اس نے ایسا راستہ اختیار کیا کہ جونپور کا مضبوط قلعہ جس میں جنید برلاس تھا وہ حائل نہ ہوا۔ شیر شاہ سوری کو سلطان مرزا اور اس کے بیٹوں کی یہ ساری سرگرمیاں اس وقت معلوم ہوئیں جس وقت اس نے گوڑ میں شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اسے فکرمندی ہو گئی تھی کہ ہو سکتا ہے سلطان مرزا اور اس کے باغی بیٹے ہمایوں سے شکست کھانے کے بعد اس کی سلطنت میں گھسیں اور تباہی مچائیں۔ لہٰذا اس نے حاکم بنگال سلطان محمود سے فوراً صلح کر لی اور اپنے قلعے چنار کی طرف آ گیا تھا۔

سلطان مرزا اور اس کے باغی بیٹوں کی سرکوبی کے لئے ہمایوں نے اپنے بھائی ہندال مرزا کو مقرر کیا تھا جس نے ان باغیوں کا خوب قلعہ قمع کیا انہیں بدترین شکست دی اور یہ باغی مغلوں کے علاقے سے نکل کر جان بچانے کے لئے دوسرے علاقوں کی طرف بھاگ گئے تھے۔

ہمایوں ابھی اس بغاوت سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اس کے بھائی مرزا عسکری نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ ہمایوں اس وقت اپنے لشکر کے ساتھ مانڈوں کے

مقام پر قیام کئے ہوئے تھا۔ لہٰذا وہ بڑا فکرمند ہوا۔ مرزا عسکری نے احمد آباد میں بغاوت کرنے کے بعد کوچ کیا اور ہمایوں کے ایک سالار تازی بیگ سے غضب کرنے کی کوشش کی اور اپنی بادشاہت کا اعلان کرنے کے لئے اس کے بعد وہ آگرہ کی طرف چل دیا۔ ہمایوں اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے فوراً روانہ ہوا۔ ہمایوں کی خوش قسمتی اس نے اپنے بھائی کی بغاوت کو فرو کر دیا اور مرزا عسکری کو اس نے معاف کر دیا اور اس کے مشیر ہندو بیگ کو اپنے ساتھ آگرہ لایا۔ انہی دنوں مغلوں کا بہترین سپہ سالار اور جرنیل جنید برلاس جونپور میں مرگیا لہٰذا ہندو بیگ کو ہمایوں نے جنید برلاس کی جگہ جونپور کا گورنر بنا دیا۔

ہندو بیگ شیر شاہ سوری کے لئے مرنے والے حاکم جنید برلاس اس سے زیادہ کار آمد ثابت ہوا۔ ہندو بیگ شیر شاہ سوری کو پسند بھی کرتا تھا اسے اس کی عادت اور اخلاق سے محبت تھی اسی دوران ایک قاصد کے ذریعے شیر شاہ سوری نے ہندو بیگ کو پیغام بھیجا جس میں لکھا۔

"بادشاہ سے جو میں نے وعدہ کیا تھا اس سے میں نے بالکل انحراف نہیں کیا۔ میں نے آپ کے علاقے میں آج تک کوئی مداخلت نہیں کی۔ کیا آپ ازراہ کرم میری وفاداری کی خبر بادشاہ تک نہیں پہنچا دیں گے اور اسے اس بات پر راضی نہ کر دیں گے کہ وہ اس علاقے کی طرف رخ نہ کرے۔ میں تو آپ لوگوں کا فرمانبردار ہوں اور وفادار آسامی ہوں۔"

شیر شاہ سوری کے یہ الفاظ ہندو بیگ کو بہت پسند آئے وہ ویسے بھی شیر شاہ سوری کو پسند کرتا تھا۔ لہٰذا اس نے ایک قاصد ہمایوں کی طرف رروانہ کیا اور اس قاصد کے ہاتھ جو خط بھیجا اس میں ہندو بیگ نے لکھا۔

شیر شاہ سوری آپ کا وفادار ہے وہ آپ کے نام کے سکے ڈھالتا ہے اور آپ کے نام کا خطبہ پڑھتا ہے۔ آج تک اس نے شاہی حدود میں کوئی بھی مداخلت نہیں کی اور نہ اپنے کسی قول و فعل سے آپ کو ناراضگی کا موقع فراہم کیا ہے۔ لہٰذا میرے خیال میں شیر شاہ سوری کو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے۔

ہمایوں شاید اپنے گورنر ہندو بیگ کی اس خبر پر مطمئن ہو گیا تھا لہٰذا اس نے فی

الفور شیر شاہ سوری کے خلاف کوئی قدم اٹھانا مناسب نہ سمجھا۔

ان حالات میں شیر شاہ سوری نے بنگال پر حملہ آور ہونے کی ٹھان لی۔ شیر شاہ سوری کے لئے صورتحال بڑی مناسب تھی اس لئے کہ اس کی طاقت اور قوت میں بھی اضافہ ہو چکا تھا۔ بڑے بڑے افغان سردار جو اس سے پہلے شیر شاہ سوری کو اپنا حاکم ماننے کے لئے تیار نہ تھے جب سے شیر شاہ سوری نے بہار اور بنگال پر فتوحات حاصل کیں تھیں افغان سرداروں کے خیالات بدل گئے تھے۔

چنانچہ اب شیر شاہ سوری تمام بڑے بڑے افغان سرداروں کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا۔ وہ مغرور اور خودبین افغان سردار جو شیر شاہ سوری کو اپنا رہنما تصور کرنے کے لئے تیار نہیں تھے اب اس کی لیڈری کے معتقد ہو گئے۔ انہیں یہ یقین کامل ہو گیا تھا ک ہنگال کا گوڑ میں شیر شاہ سوری کے ہاتھ آنے والا ہے وہ یہ بھی جان چکے تھے کہ اب ہندوستان میں صرف شیر شاہ سوری ہی مغلوں کے مقابلے میں افغانوں کے مفادات کا تحفظ کر سکت اہے۔

تمام سرداروں اور افغان قوم میں شیر شاہ سوری نے ایسی مقبولیت اور ہردلعزیزی اختیار کی تھی کہ اکثر افغان سردار اب شیر شاہ سوری کو اعلیٰ حضرت کے نام سے پکارنے لگے تھے۔

ہمایوں اور اس کے گورنر ہندو بیگ کو مطمئن کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ شیر شاہ سوری نے بڑی برق رفتاری سے بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کی طرف پیشقدمی شروع کی تھی۔ اپنے لشکر کو اس نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اس نے اپنے بیٹے جلال خان اور صاحب خان کے بڑے بھائی مقرب خان کی سرکردگی میں دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کے گرد و نواح میں پیشقدمی کرتے چلے جائیں باقی لشکر کو اس نے مزید دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اپنے پاس رکھا دوسرا صاحب خان کی سرکردگی میں دیا اور لشکر کے ان دونوں حصوں کو لے کر شیر شاہ سوری بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کی طرف بڑھا تھا۔

شیر شاہ کے قلعہ چنار سے بنگال کا مرکزی شہر گوڑ چار سو چوتھ میل کے فاصلے پر تھا۔ شیر شاہ سوری نے صرف تین ہفتوں کے اندر یہ فاصلہ طے کیا اور گوڑ کا جا کر

محاصرہ کر لیا۔ اس دوران تک اس کا بیٹا جلال خان اور مقرب خان بھی مغربی بنگال کے گرد و نواح میں یلغار کرتے ہوئے گوڑ پہنچ گئے تھے اور یوں گوڑ کے محاصرے میں سختی پیدا ہو گئی تھی۔

دوسری جانب گجرات کے حاکم بہادر شاہ نے ہمایوں سے شکست کھانے کے چھ ماہ کے اندر ہی اندر اپنی طاقت اور قوت کو بحال کر لیا تھا۔ اپنے لشکر کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے بعد بہادر شاہ نے بڑی تیزی سے اپنے کھوئے ہوئے مقبوضہ جات یعنی مالوہ اور گجرات پر دوبارہ تسلط کر لیا اس قسم کے آثار نمایاں ہونے لگے کہ وہ مغربی ہند میں اپنا اقتدار اور اثر پہلے کی طرح قائم کر لے گا۔

حاکم بنگال بہادر شاہ کے مغلوں کے خلاف حرکت میں آنے کی خبر شیر شاہ سوری کو اس وقت پہنچی جس وقت اس نے گوڑ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اس خبر سے شیر شاہ کو بڑی راحت ملی اور اسے امید کی جھلک دکھائی دی کہ ہمایوں اس کی طرف توجہ دینے کے بجائے اب گجرات کے حاکم بہادر شاہ سے الجھ جائے گا۔ جبکہ اس سے پہلے شیر شاہ سوری کو خطرہ تھا کہ اگر ہمایوں کو خبر پہنچی کہ شیر شاہ سوری نے گوڑ کا محاصرہ کر لیا ہے تو وہ ضرور شیر شاہ سوری کے خلاف حرکت میں آئے گا اس لئے کہ اس سے پہلے ہی حاکم بنگال سلطان محمود نے ہمایوں سے شیر شاہ سوری کے خلاف مدد طلب کی ہوئی تھی لیکن گجرات کے حاکم بہادر شاہ کے اٹھنے اور اپنے علاقے واپس لینے کی خبریں شیر شاہ کو پہنچیں تو شیر شاہ کو کسی قدر اطمینان اور راحت نصیب ہوئی۔

اپنے علاقے واپس لینے کے بعد حاکم گجرات بہادر شاہ کو خطرہ تھا کہ ہمایوں ہر صورت میں اس کے خلاف حرکت میں آئے گا۔ لہٰذا ہمایوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے گوا کے پرتگالی گورنر کو اپنے ساتھ ملانا چاہا۔ اس مقصد کے لئے وہ گوا کی طرف روانہ ہوا اور ہمایوں کے خلاف گوا کے گورنر سے گفت و شنید کی اس گفت و شنید کے بعد جس وقت اپنے بحری جہاز میں گجرات کا حاکم بہادر شاہ واپس آ رہا تھا تو اچانک پرتگالی بحری قذاقوں نے بہادر شاہ کے جہاز پر حملہ کر دیا اور اس کے جہاز کو سمندر میں ڈبو دیا اس طرح گجرات کا حکمران بہادر شاہ اپنے کام کی تکمیل سے پہلے ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

حاکم بنگال بہادر شاہ کی موت کے بعد ہمایوں کے سامنے اب دو راستے تھے پہلا یہ کہ وہ حاکم گجرات کے سارے علاقے پر قبضہ کر لے یا یہ کہ گجرات پر قبضہ کرنے سے پہلے وہ شیر شاہ سوری پر حملہ آور ہو جو دن بدن قوت حاصل کرتا جا رہا تھا اور کسی بھی وقت اس کے لئے خطرے کا باعث بن سکتا تھا۔ آخر کافی سوچ و بچار کے بعد اور اپنے مشیروں سے مشورہ کرنے کے بعد ہمایوں نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ فی الحال گجرات کی مہم کو ملتوی کر دیا جائے اس لئے کہ وہ مہم کوئی خطرناک نہیں تھی اور اس مہم سے پہلے شیر شاہ سوری سے نپٹا جائے کیونکہ ہمایوں کے مشیروں نے خبر دی تھی کہ اگر شیر شاہ سوری کو مزید ڈھیل اور چھوٹ دی گئی تو آنے والے دنوں میں وہ ان کے لئے نہایت خطرناک صورتحال پیدا کر سکتا ہے اس مشورے کے بعد ہمایوں نے گجرات کی مہم کو پس پشت ڈالا اپنے لشکر کے ساتھ وہ روانہ ہوا اور بنگال کی طرف بڑھا تاکہ وہ گوڑ پہنچ کر حاکم بنگال سلطان محمود کے ساتھ مل کر شیر شاہ سوری کے خلاف حرکت میں آئے۔

شیر شاہ سوری سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے جس وقت ہمایوں بڑی تیزی کے ساتھ اپنے لشکر کے ساتھ بنگال کی طرف کوچ کر رہا تھا راستے میں اس نے اپنا ارادہ اچانک تبدیل کر دیا اس نے اپنے کچھ سالاروں سے مشورہ کیا۔ اس کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ بنگال میں جا کر شیر شاہ سوری کے ساتھ جنگ کرنے کے بجائے یہ بہتر ہے کہ شیر شاہ سوری کی عدم موجودگی میں اس کے مرکزی قلعہ چنار پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کر لینا چاہئے اس طرح کہیں بھی شیر شاہ سوری کے قدم نہیں جمنے پائیں گے۔

ہمایوں کو یہ امید تھی کہ شیر شاہ سوری بنگال کے مرکزی شہر گوڑ پر جلد قبضہ نہیں کر سکے گا اس لئے کہ گوڑ کی حفاظت کے بڑے اعلیٰ انتظامات تھے اور شہر کے اردگرد فصیل بھی تھی ہمایوں چاہتا تھا کہ شیر شاہ سوری کا مرکزی قلعہ چنار اس کے قبضے میں آ جائے اس طرح شیر شاہ سوری کی بنیاد ختم ہو جائے گی اور چنار پر قبضہ کرنے کے بعد وہ شیر شاہ سے دو ہاتھ کرنے کے لئے بنگال کا رخ کرے گا اس وقت تک شیر شاہ سوری کے لشکریوں کو قلعہ چنار ہاتھ سے نکل جانے کی خبریں پہنچ چکی ہوں گی لہٰذا ان میں ایک طرح سے بد دلی پھیل جائے گی اس بناء پر ہمایوں آسانی سے شیر شاہ سوری کو

شکست دے کر اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

اپنے انہی ارادوں کی تکمیل کے لئے ہمایوں نے بنگال کی طرف جانے کے بجائے چنار کا رخ کیا ادھر شیر شاہ سوری کے جاسوس بھی ہمایوں کے لشکر کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھے انہوں نے فوراً شیر شاہ سوری کو اطلاع کر دی کہ ہمایوں بنگال کے بجائے چنار کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے یہ خبر سنتے ہی شیر شاہ سوری بڑا متفکر ہوا اپنے بیٹے جلال خان اور صاحب خان کے بڑے بھائی مقرب خان کو اس نے بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کا محاصرہ جاری رکھنے کے لئے کہا اور خود وہ صاحب خان کے ساتھ باقی لشکر کو لے کر چنار کی حفاظت کے لئے گوڑ سے کوچ کر گیا تھا۔

شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کے ساتھ گوڑ سے قلعہ چنار کی طرف اس تیزی اس سرعت سے کوچ کیا کہ ہمایوں کے چنار پہنچنے سے پہلے ہی پہلے وہ چنار پہنچا قلعہ کے اندر سے اس نے گولہ بارود کا ایک بڑا ذخیرہ اور اپنے بیوی بچے اور دیگر لواحقین نکال کر کوہستان وندھیاچل میں اپنے ایک چھوٹے قلعے بھارکھنڈ میں منتقل کر دیئے تھے۔ یہ سارے انتظام کرنے کے بعد شیر شاہ سوری نے ہمایوں ی آمد سے پہلے ہی پہلے قلعہ چنار کی حفاظت کے لئے اپنے دو جرنیلوں غازی سور اور سلطان سروانی کو مقرر کیا ان کے ماتحت ایک لشکر رکھا اور باقی لشکر کے ساتھ وہ صاحب خان کو لے کر کوہستان وندھیاچل میں بھارکھنڈ کے قلعہ کے نواح میں بیٹھ گیا تاکہ مناسب موقع پر وہ ہمایوں کے لشکر پر ضرب لگا سکے۔

بالآخر اپنے لشکر کے ساتھ ہمایوں شیر شاہ سوری کے مرکزی قلعے چنار پہنچا۔ چنار کا قلعہ ایک پہاڑی کی نکلی ہوئی نوک پر واقع ہے یہ پہاڑی سلسلہ تقریباً 150 فٹ اونچا ہے یہ قلعہ مرزا پور سے جو گنگا کے جنوبی کنارے پر ہے اور بنارس سے جو گنگا کے مغربی کنارے پر ہے 18 میل کے برابر فاصلے پر واقع ہے اس مقام پر گنگا چنار قلعہ کا ایک دائرہ بناتی ہوئی شمال کی طرف بڑھتی ہے۔

اس قلعہ کی لمبائی اگر اس کی نوک کو بھی شامل کر لیا جائے تو تقریباً 1,2 میل تھی۔ اس کی چوڑائی تقریباً 100 گز سے لے کر 300 گز تک تھی اس قلعہ کے ہر تین جانب تیز رفتار گنگا بہتی تھی جنوب میں اس کی پتلی نوک کسی زمانے میں شاہراہ

عام اور پہاڑیوں سے ملحق ہو جاتی تھی۔

حرب کے نقطہ نظر سے اس قلعہ کا استحکام اور حربی اہمیت اس کے رقبے کے مقابلے میں بدرجہا زیادہ وزن دار تھی اگر ہمایوں چنار کی طرف اپنی پیش قدمی تیز کرتا اور پندرہ دن پیشتر وہ چنار پہنچ کر اس قلعہ کا محاصرہ کرتا تو اس کا یہ حملہ یقیناً شیر شاہ سوری کی کمر توڑ دیتا۔ اگر ہمایوں اپنی پیش قدمی میں تیزی پیدا کرتا تو ہمایوں چنار شیر شاہ سوری سے پہلے پہنچ جاتا۔ لہٰذا شیر شاہ نہ تو اپنی عورتوں اور بچوں کو قلعہ سے نکال سکتا تھا اور نہ ہی ان کی حفاظت کے لئے مزید کمک ہی قلعے میں بھیج سکتا اور نہ ہی وہ جنگ کا سامان قلعے سے نکال کر کوہستان وندھیاچل میں اپنے چھوٹے قلعے بھارکھنڈ میں پہنچا سکتا تھا۔

لیکن اب وقت نکل چکا تھا ہمایوں اپنی غفلت سے شیر شاہ سوری کے لئے تیار شدہ دام میں پھنس چکا تھا۔ شیر خان چاہتا تھا کہ بنگال کی فتح سے قبل اس کا کوئی بھی دشمن اس کی مزاحمت نہ کرے چنار کے اس محاصرے سے ہمایوں نے اس کی یہ خواہش پوری کر دی تھی۔

ہمایوں نے چنار کا محاصرہ تین ماہ تک جاری رکھا اس دوران شیر شاہ سوری کے جرنیل غازی سور اور سلطان سروانی قلعے کا دفاع کرتے رہے جبکہ خود شیر شاہ سوری کوہستان وندھیاچل میں گھات میں بیٹھا رہا اور مناسب وقت پر ضرب لگانے کا انتظار کرتا رہا شیر شاہ سوری کو یقین تھا کہ چنار کے قلعہ میں جو اس کا لشکر ہے وہ ہمایوں کے مقابلے میں اپنا دفاع کرتا رہے گا لہٰذا ہمایوں محاصرے کی طوالت سے گھبرا کر خود ہی چلا جائے گا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔

ہمایوں نے اس دوران قلعہ پر توپوں سے گولے برسائے مگر اس کے زیادہ تر حملے ناکام رہے اور مغلوں کے جان و مال کا کافی نقصان ہوا دراصل چنار کے قلعہ پر قبضہ کرنے کی پوری ذمہ داری ہمایوں نے اپنے توپ خانے کے افسر رومی خان پر ڈالی ہوئی تھی۔ رومی خان ترک تھا اس کا تعلق قسطنطنیہ سے تھا پہلے یہ گجرات کے حاکم بہادر شاہ کے توپ خانے کا سالار اعلیٰ تھا پھر اسے چھوڑ کر ہمایوں کے لشکر میں شامل ہوا اور ہمایوں نے بھی اسے اپنے توپ خانے کا سالار اعلیٰ مقرر کیا تھا۔

صورتحال یہ تھی کہ پہاڑ کے دامن سے لے کر مغل سرائے تک ہمایوں کے لشکر کے خیمے گڑے ہوئے تھے غالباً" اسی وجہ سے اس جگہ کا نام مغل سرائے پڑا ہو گا اس لئے کہ مغل فوج یہاں آ کر ٹھہری تھی۔

ہمایوں کے لشکر نے خشکی کے راستے چنار کو تین طرف سے گھیر لیا تھا اور بحری راستے سے ہمایوں کی کشتیوں کا بیڑہ جنوبی کنارے پر قلعہ میں رسد بھجوانے کے سارے راستے بند کئے ہوئے تھا۔

لیکن رومی خان کا توپ خانہ نشیب میں ہونے کی وجہ سے اپنی بااثر گولہ باری نہیں کر سکتا تھا۔ اس طرح کے طول پکڑنے اور گولہ باری کے ناکام رہنے کی وجہ سے رومی خان خود بھی فکرمند تھا۔ چنار کے قلعے پر قبضہ کرنے کے لئے اس نے ایک ترکیب نکالی۔ اس نے اپنے غلام سے نام جس کا خلالت تھا صلاح و مشورہ کیا۔ پر اس سے مشورہ کرنے کے بعد اس نے چنار کے قلعے کے سامنے اپنے غلام پر کوڑے برسائے۔ کوڑے برسائے جانے کی یہ حالت قلعہ چنار کے اوپر سے شیر شاہ سوری کے لشکری بھی دیکھ رہے تھے۔ جب اس غلام پر رومی خان نے کوڑے برسائے تو وہ غلام سوچی سمجھی تجویز کے مطابق اپنی جان بچانے کے لئے چنار کے قلعے کی طرف بھاگا۔ سادہ لوح افغانوں نے جب دیکھا کہ مغلوں کا ایک غلام کوڑوں کی مار کھانے کے بعد جان بچانے کے لئے ان کے قلعے کی طرف بھاگا چلا آ رہا ہے تو اس پر رحم کھاتے ہوئے انہوں نے شہرپناہ کا چھوٹا دروازہ کھولا اور اسے قلعے میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ آہستہ آہستہ اس غلام نے افغانوں کا اعتماد حاصل کر لیا۔ شیر شاہ سوری کے لشکری دراصل اس غلام سے یہ جاننا چاہتے تھے کہ رومی توپ خانے کے توپ خانے کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔ اس غرض سے انہوں نے غلام مذکورہ کو قلعہ کا کونا کونا دکھایا اور حفاظت کی سب ترکیبیں بھی اس کو بتا دیں۔

سب کچھ جاننے کے بعد وہ غلام حرکت میں آیا اور ایک روز چپکے سے فرار ہو گیا اور اپنے آقا رومی خان کو ان تمام رازوں سے آگاہ کر دیا جو اس نے چنار کے قلعے میں رہتے ہوئے حاصل کئے تھے یہ سب کچھ جاننے کے بعد توپ خانے کے امیر رومی خان نے ہمایوں سے کشتیوں پر ایک بلند مینار بنانے کی اجازت چاہی۔ جس سے وہ قلعے

کے اندر شیر شاہ سوری کے لشکریوں کی رسد اور پانی کو روک سکے تاکہ ان کی زندگی محال ہو جائے۔ ہمایوں نے فرمان جاری کر دیا کہ وہ اپنی ہر ضروری کاروائی کر سکتا ہے۔

اتنے سارے اختیارات مل جانے کے بعد رومی خان نے چند مہینوں میں تین کشتیوں پر ایک ایسا مینار تیار کر لیا جہاں سے قلعے کا ہر کونا دکھائی دیتا تھا۔ مینار کی تیارگی کے بعد اس نے ہمایوں سے اجازت لی کہ وہ اس مینار کو قلعے کے نزدیک لایا جائے اور ساتھ ہی ساتھ یہ التجا کی کہ ہمایوں ہر جانب سے اپنے لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دے دے اور لڑائی تب تک جاری رکھی جائے جب تک قلعہ مکمل طور پر قبضے میں نہ آ جائے۔

ہمایوں نے ایسا ہی کیا۔ آخر لڑائی شروع ہوئی اور آدھی رات تک زور و شور سے جاری رہی تقریباً" اس جنگ میں سات سو مغل سپاہی ہلاک ہو گئے اور انتہائی کوشش کے باوجود قلعے پر قبضہ نہ ہو سکا۔ اس لئے کہ قلعے کے اندر سے شیر شاہ سوری کے لشکریوں کی آتشباری سے مینار کا ایک حصہ ٹوٹ گیا۔ دوسرے روز علی الصبح اس کی مرمت کی گئی۔ جب قلعے کے اندر شیر شاہ کے لشکریوں نے یہ دیکھا کہ مغلوں کا ارادہ مستحکم ہے اور ایک نہ ایک روز وہ قلعے پر ضرور قبضہ کر لیں گے تو انہوں نے ہمایوں کو صلح کا پیغام بھیج دیا اور قلعہ اس شرط پر اس کے حوالے کرنا منظور کر لیا کہ جان کی سلامتی کا وعدہ کریں۔

ہمایوں نے شیر شاہ سوری کے سالاروں اور لشکریوں کو ان کی جان کا یقین دلا کر قلعہ اپنے قبضے میں کر لیا۔ چنار کے قلعے پر قبضہ کرنے کے بعد مغلوں نے وہاں خون کا دریا بہا دیا۔ اس نے رومی خان کے دیئے ہوئے وعدے کو پورا کرنے کے لئے جو حکم جاری کیا تھا اس کے ایک معتمد موید بیگ نے جو دربار کا ایک اعلیٰ افسر تھا اس میں ردوبدل کر دیا اس میں لکھا تھا کہ افغانوں کے ہاتھ قلم کر دیئے جائیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رومی خان نے دو ہزار سپاہیوں میں سے سات سو توپچیوں کے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ چنار کے قلعے پر ہمایوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔

شیر شاہ سوری نے چنار کے قلعے میں حرب اور رسد کا کافی ذخیرہ فراہم کیا ہوا تھا

اس نے ان کی حفاظت کے لئے کافی سپاہ مقرر کی تھی اسے امید تھی کہ برسات شروع ہونے تک قلعے میں جو اس کا لشکر ہے وہ قلعے میں اس کی حفاظت کر سکے گا۔ اس کے بعد شیر شاہ سوری یہ امید لگائے ہوئے تھا کہ اگر برسات کے موسم تک قلعے میں محصور اس کے لشکر نے محاصرہ کرنے والوں کا مقابلہ کیا تو اس وقت تک وہ بنگال سے بھی اپنے لشکر کو واپس منگا لے گا جس سے اس کی حالت مزید مستحکم ہو جائے گی اور ہمایوں کے مقابلے میں چنار کی بہتر حفاظت کر سکے گا اور قلعہ فتح نہ ہونے دے گا۔

لیکن چنار نے اس کی یہ امید پوری نہ ہونے دی۔ تین مہینے کے اندر ہی چنار کے قلعے میں اس کے جو سالار تھے انہوں نے گھٹنے ٹیک دیئے تھے۔ اب برسات کا موسم شروع ہونے میں دو ماہ باقی تھے۔ لہٰذا شیر شاہ سوری کو یہ فکر لگی ہوئی تھی کہ چنار فتح کرنے کے بعد ہمایوں اس کے خلاف حرکت میں آئے گا۔ چنار کے قلعے کے ہاتھ سے نکل جانے کے چند ہی روز بعد شیر شاہ سوری کو یہ بری خبر بھی ملی کہ اس کے بیٹے جلال خان اور صاحب خان کے بڑے بھائی مقرب خان نے جو بنگال کے شہر گوڑ کا محاصرہ کر رکھا تھا اس محاصرے کے دوران صاحب خان کا بڑا بھائی مقرب خان شہر کی فصیل تک جان توڑ حملے کرنے کی کوشش میں گوڑ کی خندق میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا تھا۔ مقرب خان کے مرنے کی خبر جہاں صاحب خان پر بجلی بن کر گری وہاں شیر شاہ کو بھی اس کے مرنے اور گوڑ کی مہم ادھوری رہنے کا افسوس تھا۔ تاہم شیر شاہ سوری کے بیٹے جلال خان نے ابھی تک بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کا محاصرہ جاری رکھا ہوا تھا۔

شیر شاہ سوری نے رہتاس کے راجہ ہرکشن سے ہمایوں کے خلاف ایک بار پھر تعاون اور مدد کی درخواست کی لیکن ہرکشن نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ راجہ ہرکشن کے خلاف شیر شاہ سوری کا غصہ اور برہمی پہلے کی نسبت مزید بڑھ گئی تھی۔

○

رہتاس کا راجہ ہرکشن اپنے راج محل کے ایک کمرے میں ایک روز اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ اس کی راجکماری گنگا اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی ہرکشن کے چہرے پر بڑی خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اپنے پہلو میں ہاتھ مارتے ہوئے اس نے راجکماری کو وہاں بیٹھنے کو کہا۔ راجکماری آگے بڑھی اور اپنے باپ کے پہلو

میں بیٹھ گئی۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد ہرکشن نے بڑے غور سے راجکماری کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

دیکھ میری پتری۔ کیا تو کسی ضروری کام کے سلسلے میں آئی ہے۔ یا یوں ہی میرے پاس بیٹھنا چاہتی ہے۔ اس پر گنگا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ نہیں پتا جی میں ایک بڑے اہم کام کے سلسلے میں آپ کے پاس آئی ہوں۔ اس پر ہرکشن نے بڑے پیار سے کہا پھر کہو۔ فکر کا ہے کی۔ جواب میں راجکماری کہنے لگی۔

پتا جی۔ میں نے آپ کے محافظ دستے کے جو جوان خانہ بدوش قبیلے کے سردار فدائی خان کو تلاش کرنے کے لئے روانہ کئے تھے وہ واپس آ گئے ہیں انہیں فدائی خان نہیں ملا اور نہ وہ اس خانہ بدوش قبیلے کا کہیں سراغ لگا سکے۔ لہٰذا اب میں آپ سے ایک اجازت لینا چاہتی ہوں۔ اس پر راجہ ہرکشن نے چونک کر پوچھا پتری کیسی اجازت۔ جواب میں گنگا کہنے لگی۔

پتا جی۔ مجھے ناکام واپس آنے والے ان لشکریوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ صاحب خان جو کبھی خانہ بدوش قبیلے کے سردار فدائی خان کا غلام تھا اور لومڑیاں پکڑ کر اس کی کھالیں بیچتا تھا اور جو آج کل شیر شاہ سوری کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے وہ ان دنوں کوہستان وندھیاچل میں قیام کئے ہوئے ہے۔ اسی کوہستانی سلسلے کے اندر شیر شاہ سوری بھی اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ چنار کا قلعہ ہمایوں نے شیر شاہ سوری سے چھین لیا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میں اپنی داسی اوما کے ساتھ مردانہ لباس میں کوہستان وندھیاچل کی طرف جاؤں۔ میں صاحب خان سے ملوں اور اس سے فدائی خان کا معلوم کروں۔ فدائی خان کا مجھے پتہ مل جائے تو فدائی خان سے مل کر میں یہ جان سکتی ہوں کہ وہ جوان کون ہے جس نے میرا سوئمبر جیتا تھا۔ پتا جی آپ جانتے ہیں کوہستان وندھیاچل یہاں سے بالکل قریب ہی ہے اور میں جلد وہاں سے لوٹ آؤں گی۔

راجکماری گنگا جب خاموش ہوئی تو راجہ ہرکشن کہنے لگا۔ بیٹی میں تجھے وہاں جانے سے روکتا نہیں۔ پر ایک شرط پر تمہیں جانے دوں گا کہ تو اپنے ساتھ کچھ محافظ بھی لے جا۔ اس پر گنگا جھٹ کہنے لگی ہاں پتا جی۔ میں اور اوما اپنے ساتھ کچھ محافظ بھی

لے کے جائیں گی۔ ہرکشن کہنے لگا۔

دیکھ میری پتری۔ ماضی میں تو صاحب خان کے ساتھ ایک نہیں کئی مواقع پر زیادتی کر چکی ہے کیا وہ تجھ سے بات کرنا پسند کرے گا۔ کیا وہ تجھے تیرے استفسار پر فدائی خان کا پتہ بتا دے گا۔ اس پر راجکماری گنگا کہنے لگی۔

پتا جی آپ کے خدشات درست ہیں۔ پر آپ جانتے ہیں کہ صاحب خان مجھ سے بے پناہ محبت کرتا رہا ہے۔ میں اس سے ایسی نرم اور محبت آمیز گفتگو کروں گی۔ میری اس گفتگو سے وہ یقیناً" پھولا نہیں سمائے گا اور میرے اس استفسار پر مجھے فدائی خان کا پتہ بتا دے گا اس طرح میں اپنے مصنوعی رودیئے سے صاحب خان سے اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔ اس پر راجہ ہرکشن کہنے لگا بیٹی تو یہ بھی کر دیکھ۔ میں نے کہا تھا کہ تیرے ہر معاملے میں تجھے میری تائید حاصل ہو گی۔ ہرکشن کا یہ جواب سن کر راجکماری گنگا خوش ہو گئی تھی۔ پھر دونوں باپ بیٹی اس کمرے سے نکلے۔ ہرکشن نے راجکماری گنگا کے کوچ کا انتظام کیا پھر اپنے محافظ دستوں کے کچھ لشکری دیئے۔ اس کے بعد گنگا اپنی داسی اوما کے ساتھ رہتاس سے کوہستان وندھیاچل کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔

○

کوہستان وندھیاچل میں اپنے پڑاؤ کے اندر ایک روز صاحب خان اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ راجکماری گنگا اور اس کی داسی اوما دونوں خیمے میں داخل ہوئیں۔ دونوں نے مردانہ جنگی لباس پہن رکھا تھا اور اپنے چہروں کو ڈھانپ رکھا تھا۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی صاحب خان اپنی جگہ پر چونک کر کھڑا ہو گیا۔ جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار نکالی اور پوچھا تم دونوں کون ہو اور کیسے تمہیں میرے خیمے میں آنے کی جرات ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی صاحب خان نے زور سے تالی بجائی اس پر اس کے خیمے سے باہر جو پہرہ دینے والے افغان تھے ان میں سے ایک بھاگا ہوا اندر آیا اسے دیکھتے ہی غضبناک آواز میں صاحب خان نے پوچھا یہ دونوں میرے خیمے میں کیسے آئے۔ اس پر اس افغان نے اپنے سر کو جھکاتے ہوئے کہا۔

امیر یہ دونوں لڑکیاں ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتی ہیں لہٰذا میں نے ان دونوں کو اندر

بھیج دیا۔ ان کے ساتھ ان کے کچھ محافظ بھی ہیں جو باہر کھڑے ہیں۔ ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک راجہ ہرکشن کی راجکماری گنگا اور دوسری اس کی داسی اوما ہے۔ اوما کا کہنا تھا کہ وہ آپ کو اپنا بھائی خیال کرتی ہے۔ لہٰذا آپ سے اگر وہ ملے گی تو آپ ناراض نہیں ہوں گے۔ لہٰذا جس وقت یہ دونوں خیمے میں داخل ہوئیں تھی میں اور میرے ساتھیوں نے ان پر نگاہ رکھی تھی کہ کہیں یہ دھوکے سے آپ پر حملہ آور تو نہیں ہو رہیں۔

وہ محافظ یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس کے جواب پر صاحب خان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اس نے کہا اب تم جا سکتے ہو۔ میں خود گفتگو کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی راجکماری گنگا اور اوما دونوں نے اپنے چہروں سے نقاب ہٹا دیئے تھے۔ اس موقع پر صاحب خان نے راجکماری گنگا کو تو نظرانداز کر دیا۔ اوما کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

اوما میری بہن تو کیسی ہے۔ کون سا کام ہے جس نے تجھے اس راجکماری کے ساتھ میرے خیمے میں آنے پر مجبور کیا۔ اس پر اوما کے بجائے راجکماری گنگا بولی اور پوچھنے لگی۔

صاحب خان اگر مجھے بولنے کی اجازت ہو تو کچھ کہوں۔ میں جانتی ہوں اب تم پہلے والے صاحب خان نہیں۔ بلکہ شیر شاہ سوری کے سالار اعلیٰ ہو۔ اس لحاظ سے اب تم انتہائی معتبر اور انتہائی قابل عزت شخص ہو۔ لہٰذا کچھ کہنے سے پہلے میں تم سے اجازت لینا چاہتی ہوں۔ اس پر صاحب خان نے بڑی بے رخی میں کہا کہو کیا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ راجکماری گنگا نے تھوڑی دیر بڑے غور سے صاحب خان کی طرف دیکھا پھر نرم اور محبت بھری آواز میں کہا۔

صاحب خان بے شک میں تمہاری دشمن ہی سہی۔ لیکن جبکہ میں تمہارے خیمے میں آئی ہوں کیا تم مجھے بیٹھنے کے لئے نہیں کہو گے۔ اس پر صاحب خان کہنے لگا نہیں میں تجھے بیٹھنے کے لئے نہیں کہوں گا۔ جو کچھ تم کہنا چاہتی ہو کھڑے ہی کھڑے کہو میں جواب دوں گا اس کے بعد تم میرے خیمے سے نکل جانا۔ صاحب خان کا یہ خشک جواب سن کر راجکماری گنگا کسی قدر افسردہ اور غمگین ہو گئی تھی۔ اس نے براہ راست

پوچھا۔

دیکھ صاحب خان۔ شیر شاہ سوری کے لشکر میں شامل ہونے سے پہلے تو ایک خانہ بدوش غلام تھا۔ اس قبیلے کے سردار کا نام فدائی خان تھا۔ دیکھ صاحب خان میں نے اس فدائی خان کو بڑا تلاش کیا لیکن وہ مجھے نہیں ملا۔ میں اور اوما اپنے چند محافظوں کے ساتھ تمہارے پاس اس لئے آئی ہیں کہ تم مجھے فدائی خان کا پتہ بتاؤ۔ اس پر غور سے گنگا کی طرف دیکھتے ہوئے صاحب خان نے پوچھا۔

تمہیں خانہ بدوش قبیلے کے سردار فدائی خان سے کیا مطلب اور کیا کام ہے جو تم اس کا پتہ پوچھنے کے لئے مجھ تک آ گئی ہو۔ اس پر راجکماری گنگا غمگین سی آواز میں جواب دے رہی تھی۔

دیکھ صاحب خان۔ میرے پتا جی نے میری شادی کے لئے اپنی ریاست میں میرا سوئمبر رچایا تھا۔ یہ سوئمبر تین حصوں میں مکمل ہونے کا ارادہ ہوا تھا۔ پھر اس سوئمبر میں رائے سین' میواڑ اور کالنجر کے راجکماروں کے علاوہ مقامی سورماؤں نے حصہ بھی لیا۔ لیکن کوئی بھی سوئمبر کو جیت نہ سکا۔ سوئمبر صرف ایک نقاب پوش نے جیتا۔ وہ سب سے آخر میں مقابلے میں حصہ لینے کے لئے آتا تھا۔ وہ سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سوار ہوتا تھا۔ اس کا لباس اور چہرے پر بھی سیاہ رنگ کا نقاب ڈلا رہتا تھا۔ بس مجھے اسی نقاب پوش کی تلاش ہے اس لئے کہ وہ میرا سوئمبر جیت چکا ہے۔ اب وہ حق رکھتا ہے کہ مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنائے۔ لیکن سوئمبر کا تیسرا حصہ جیتنے کے بعد وہ مجھ سے یہ کہہ کر چلا گیا تھا کہ وہ مجھے ناپسند کرتا ہے۔ بس صاحب خان۔ میں فدائی خان سے اسی نقاب پوش کا پتہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ وہ کون ہے کہاں رہتا ہے کن سرزمینوں سے اس کا تعلق ہے۔

اس پر پہلے کی طرح صاحب خان نے بڑی بے رخی میں پوچھا۔ دیکھ رہتاس کی راجکماری۔ فدائی خان کو کیا پتہ کہ تمہارے سوئمبر کو جس نقاب پوش نے جیتا تھا وہ کون ہے کن سرزمینوں سے آتا تھا کہاں واپس چلا جاتا تھا۔ اس پر راجکماری جھٹ بولی۔ دیکھ صاحب خان جس وقت سوئمبر کا دوسرا حصہ رچایا جا رہا تھا اس وقت فدائی خان اس نقاب پوش کے پاس آیا تھا تھوڑی دیر کے لئے اس کے ساتھ گفتگو بھی کی

تھی پھر چلا گیا تھا۔ بس اس سے میں نے یہ اندازہ لگا رکھا ہے کہ فدائی خان اس نقاب پوش کو جانتا ہے۔ صاحب خان میں جانتی ہوں کہ اب تو مجھ سے نفرت کرنے لگا ہے اس لئے کہ میرا سلوک تیرے ساتھ اچھا نہیں تھا۔ لیکن انسانی ہمدردی کے تحت میں تجھ سے التجا کروں گی کہ تو مجھے فدائی خان کا پتہ بتا دے۔

راجکماری گنگا جب خاموش ہوئی تو صاحب خان تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے جواب دیا۔

دیکھ گنگا۔ فدائی خان کے قبیلے سے نکلے مجھے کئی ماہ گزر چکے ہیں۔ میں نہیں جانتا اب فدائی خان کہاں ہے۔ کن سرزمینوں میں وہ اپنے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ گھومتا پھر رہا ہے تو عبث میرے پاس آئی۔ میں تجھے فدائی خان کے متعلق کچھ نہیں بتا سکتا۔ لہٰذا تو اب میرے خیمے سے جا سکتی ہے۔ اوما میری بہن جہاں تک تمہارا تعلق ہے تم جب تک چاہو ایک ذی عزت اور محترم بہن کی حیثیت سے میرے پڑاؤ میں قیام کر سکتی ہو۔ اس پر اوما کہنے لگی۔

میرے عزیز۔ میرے محترم بھائی۔ آپ کی اس پیشکش کا شکریہ۔ پر میں یہاں تمہارے لشکر میں قیام نہ کر سکوں گی اس لئے کہ میں راجکماری کے ساتھ آئی ہوں اور اسی کے ساتھ رخصت ہونا پسند کروں گی۔ اس پر اوما کی طرف سے نگاہ ہٹاتے ہوئے صاحب خان نے راجکماری کی طرف دیکھا اور کہا۔ راجکماری گنگا اب تو جا سکتی ہے۔ جو کچھ تو مجھ سے پوچھنے آئی تھی اس سے متعلق تو میرا جواب پا چکی ہے۔ صاحب خان کا یہ خشک رودیہ دیکھتے ہوئے گنگا غصے میں پاؤں پٹختی ہوئی اوما کے ساتھ صاحب خان کے خیمے سے نکلی اور پھر وہ اپنے محافظوں کے ساتھ واپس رہتاس کی طرف کوچ کر گئی تھی۔

○

شیر شاہ سوری اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ خیمے کے دروازے پر صاحب خان نمودار ہوا۔ خیمے کے دروازے پر کھڑے ہو کر صاحب خان نے بڑی نرمی بڑی عاجزی میں پوچھا کیا آپ نے مجھے طلب کیا ہے۔ جواب میں شیر شاہ سوری نے بڑی رانہ شفقت میں کہا۔ یہاں آ کر میرے پاس بیٹھو۔ بیٹے میں تم سے ایک انتہائی اہم

موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ صاحب خان آگے بڑھا اور شیر شاہ سوری کے پہلو میں بیٹھ گیا تھا۔

اس کے بیٹھنے کے بعد شیر شاہ نے اسے مخاطب کیا۔

صاحب خان میرے بیٹے۔ سب سے پہلی بات جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ میں تجھے خواص خان کا القاب دیتا ہوں۔ میں نے چند منادی اپنے لشکر میں بھجوا دیئے ہیں اور سب کو وصیت کر دی ہے کہ آج کے بعد تمہیں صاحب خان نہیں خواص خان کے نام سے پکارا جائے گا۔

سن خواص خان۔ میرے بیٹے۔ دوسری بات یہ کہ مجھے تیرے بھائی مقرب خان کے مرنے کا بے حد دکھ اور غم ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ تو اس دکھ اور غم میں اکیلا ہے۔ قسم خدائے مہربان کی میں اس غم اور دکھ میں تیرے ساتھ ہوں۔

خواص خان۔ تیسری بات یہ کہ تم جانتے ہو کہ میرے بیٹے جلال خان نے ابھی تک بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کا محاصرہ کر رکھا ہے اور وہاں ابھی تک کوئی کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اسی کشمکش اور جنگ میں تمہارا بھائی مقرب خان بھی کام آ چکا ہے۔ میرے بیٹے میں یہ سمجھتا ہوں کہ تیرے بغیر یہ قلعہ فتح ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر تم پسند کرو تو میں اس وقت جو لشکر میرے پاس ہے اس کا آدھا حصہ تمہارے حوالے کرتا ہوں تم آج ہی گوڑ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور گوڑ پر حملہ آور ہو کر اسے فتح کرنے کی کوشش کرو۔ مجھے امید ہے کہ تم گوڑ پر حملہ کر کے اسے فتح کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے اور ہاں خواص خان میں نے آج صبح ہی صبح چند قاصد گوڑ کی طرف روانہ کر دیئے ہیں اور اپنے بیٹے جلال خان کو پیغام بھجوایا ہے کہ خواص خان ایک اور لشکر کے ساتھ گوڑ کی طرف پہنچنے والا ہے لہٰذا اس کے ساتھ جو لشکر ہے اس کا اور جو تمہارے متحدہ لشکر کا سالار اعلیٰ خواص خان ہو گا اور یہ کہ جلال خان تمہارے ماتحت کام کرے گا۔

ان قاصدوں کے ذریعے میں نے جلال خان اور گوڑ کا محاصرہ کرنے والے لشکر کو یہ بھی خبر کر دی ہے کہ صاحب خان اب صاحب خان نہیں ہے اسے خواص خان کا لقب دے دیا گیا ہے۔ لہٰذا آئندہ صاحب خان کو خواص خان کے نام سے ہی پکارا جائے۔ کہو بیٹے۔ میری ان ساری تجویزوں کے جواب میں تم کیا کہتے ہو۔

جواب میں خواص خان کہنے لگا۔

میرے محسن۔ میرے مربی۔ میں نے جواب میں کیا کہنا ہے۔ آپ جو بھی تجویز پیش کریں آپ جانتے ہیں وہ میرے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ کے کہنے کے مطابق میں آج ہی بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کی طرف روانہ ہوں گا اور میرے وہاں پہنچنے کے بعد انشاء اللہ آپ گوڑ سے متعلق ایک اچھی خبر سنیں گے۔ میں بنگال کے حکمران سلطان محمود کو دم نہیں لینے دوں گا۔ اس وقت تک اس پر ضربیں لگاؤں گا جب تک میں گوڑ کو فتح نہیں کر لیتا۔

خواص خان کا یہ جواب سن کر شیر شاہ سوری بڑا مطمئن اور خوش ہوا۔ پھر کہنے لگا۔

سن خواص خان تمہاری غیر موجودگی میں میں بیکار نہیں بیٹھوں گا۔ بلکہ میں رہتاس کے راجہ ہرکشن پر حملہ آور ہوں گا اور ہر صورت میں رہتاس پر قبضہ کرنے کی کوشش کروں گا ایسا کرنے کے بعد میں اپنے لشکر اور کوہستان وندھیاچل کے قلعہ کا بھارکنڈ میں جس قدر حرب و ضرب کا سامان اور عورتیں ہیں ان سب کو قلعہ رہتاس میں منتقل کر دوں گا۔ اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے۔

خواص خان کہنے لگا۔ شیر شاہ میرے محترم۔ یہ ایک بہت اچھی تجویز ہے چنار کا قلعہ چھن جانے کے بعد ہمیں ایک بڑے قلعہ کی ضرورت ہے۔ بھارکھنڈ کا قلعہ ہماری ضروریات کو پورا نہیں کر سکتا۔ سہرام کا قلعہ بھی چھوٹا ہے۔ رہتاس کا قلعہ کافی بڑا اور مضبوط ہے۔ اس قلعے میں اگر ہم محصور ہوں اور باہر سے اگر کوئی حملہ آور ہو تو میرے خیال میں اس قلعے کو فتح کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔ شیر شاہ سوری کہنے لگا۔ خواص خان میرے بیٹے تمہاری غیر موجودگی میں میں قلعہ رہتاس کو فتح کر کے اسے قبضے میں لینے کی کوشش کروں گا۔ میرے خیال میں اب مجھے تمہارے کوچ کا بندوبست کرنا چاہئے۔ آؤ میرے ساتھ۔ اس کے ساتھ ہی شیر شاہ خواص خان کو لے کر خیمے سے نکلا اس کے کوچ کے سارے انتظامات مکمل کئے تھوڑی دیر بعد تک خواص خان لشکر کے ایک حصے کو لے کر وندھیاچل کے کوہستانی سلسلے سے بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

ایک روز جبکہ گوڑ شہر کے نواح میں اپنے لشکر کے اندر شیر شاہ سوری کا بیٹا جلال خان عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوا ہی تھا کہ اس کے ایک محافظ نے اس کے قریب آ کر کہا۔

جلال خان۔ میرے محترم۔ صاحب خان جن کو آقا شیر شاہ سوری نے خواص خان کا لقب عطا کیا ہے وہ لشکر میں داخل ہو چکے ہیں اور بہت جلد آپ کے پاس پہنچنا چاہتے ہیں۔ یہ خبر سن کر جلال خان نے فوراً مصلے کو تہہ کیا۔ مصلا اپنے اس محافظ کو تھمایا پھر پوچھنے لگا تمہیں کس نے اطلاع دی کہ خواص خان ہمارے پڑاؤ میں داخل ہو چکا ہے۔

اس پر وہ محافظ کہنے لگا۔ ابھی ابھی ایک لشکری بھاگا بھاگا آیا اور اس نے مجھے اطلاع دی کہ خواص خان پڑاؤ میں داخل ہو چکا ہے۔ اس پر جلال خان نے پوچھا اس کے ساتھ کچھ لشکر بھی ہے یا اکیلا ہے۔ اس پہریدار نے جھٹ کہا کہ آنے والے سپاہی نے کہا تھا کہ خواص خان اکیلا ہی لشکر میں داخل ہوا ہے۔ جواب میں جلال خان مزید کچھ پوچھنا چاہتا تھا کہ ایک طرف سے خواص خان اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا اور جلال خان کے پاس وہ جست لگاتا ہوا اپنے گھوڑے سے اتر گیا تھا۔

جلال خان بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ وہ پھر بازو پھیلائے خواص خان سے بغلگیر ہو گیا تھا۔ پھر جلال خان علیحدہ ہوا اور کہنے لگا۔ خواص خان میرے عزیز۔ میرے بھائی ہمیں تمہارے بڑے بھائی مقرب خان کے مرنے کا بہت دکھ ہے۔ آؤ میں تجھے اس کی قبر پر لے کر چلتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی خواص خان چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا تھا۔ جلال خان اسے پڑاؤ کے ایک طرف لے گیا۔ ایک قبر بنی ہوئی تھی جلال خان کہنے لگا یہ تمہارے بھائی کی قبر ہے۔ وہاں کھڑے کھڑے خواص خان کی آنکھیں پرنم ہو گئیں تھیں۔ تھوڑی دیر وہاں کھڑے ہی کھڑے اس نے فاتحہ پڑھی پھر پیچھے ہٹا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر اس نے جلال خان سے کہا۔ میرے ساتھ آؤ۔ جلال خان چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا تھا۔ دونوں جلال خان کے خیمے میں آ کر بیٹھ گئے۔ خواص خان کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ جلال خان نے بولنے میں پہل کی اور پوچھا۔

خواص خان۔ میرے بھائی۔ تم اکیلے ہی آئے ہو یا تمہارے ساتھ کوئی لشکر بھی ہے۔ خواص خان نے بڑی رازداری میں کہا۔

دیکھ جلال خان۔ میرے بھائی۔ میں گوڑ شہر کے نواحی استحکامات کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں اکیلا نہیں آیا۔ میرے ساتھ ایک لشکر بھی ہے لیکن میں اپنے اس لشکر کو دو میل پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ وہیں لشکر نے پڑاؤ کر رکھا ہے۔ دیکھ جلال خان۔ میرے بھائی۔ میرے پاس وقت نہیں ہے میں بہت کم دن یہاں قیام کروں گا۔ شاید شیر شاہ نے جو قاصد تمہاری طرف بھجوائے تھے انہوں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا ہو گا کہ اب مجھے صاحب خان نہیں خواص خان پکارا جائے گا۔ اس کے علاوہ تمہیں یہ خبر ہو چکی ہو گی کہ ہمایوں نے ہم پر حملہ آور ہو کر ہم سے چنار کا قلعہ چھین لیا ہے اب میں گوڑ پر قبضہ کرنے پر ادھر آیا ہوں میری عدم موجودگی میں شیر شاہ قلعہ رہتاس پر حملہ آور ہو گا اور اسے فتح کرنے کی کوشش کرے گا۔

جلال خان۔ چنار کا قلعہ چھن جانے کے بعد ہمارے پاس کوئی مستحکم قلعہ نہیں جہاں ہم محصور ہو کر ہمایوں کا مقابلہ کر سکیں۔ لٰہذا رہتاس پر قبضہ کرنا انتہائی ضروری ہے۔ جب تک شیر شاہ رہتاس پر قبضہ کرتا ہے اس وقت تک گوڑ فتح کر لینا چاہئے۔

اس پر جلال خان کہنے لگا۔

خواص خان میرے بھائی۔ میں نے گوڑ پر پے در پے حملے کئے۔ تمہارے بھائی نے بھی ایسا کیا۔ میں نے اس شہر کو فتح کرنے کے لئے ہر جتن' ہر تجویز آزمائی۔ لیکن ہر دفعہ ہمیں شکست ہی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لئے کہ گوڑ شہر کی قلعہ بندی بڑی مستحکم اور مضبوط ہے۔ شہر کے چاروں طرف خندقیں ہیں اور قلعہ کی مضبوط فصلیں جن کی چوڑائی کسی بھی جگہ دس گز سے کم نہیں ہے۔ پیادہ فوج جو شہر کے اردگرد خندق ہے اس کے اور فصیلوں کے سامنے بالکل چیونٹیوں کی طرح معلوم ہوتی ہے اور خندق کو پار کر کے فصیل پر چڑھنا انتہائی جان جوکھم کا کام ہے۔ اول تو خندق ہی عبور نہیں کی جا سکتی اور اگر کوئی کر بھی لے تو فصیل پر قبضہ کرنا بالکل ناممکن نظر آتا ہے۔ لٰہذا میں تو مایوس ہو چکا ہوں کہ گوڑ کو ہم فتح ہی نہیں کر سکتے۔

جلال خان کی اس گفتگو پر خواص خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ دیکھ جلال خان

مایوسی گناہ ہے۔ میں گوڑ کے اطراف کے استحکامات اور اس کی فصیل کو خوب جانتا ہوں ہر چیز میری دیکھی بھالی ہے۔ تم فکر مت کرو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ آج کی رات ہم گوڑ شہر کو ہر صورت میں فتح کریں گے۔ اس پر جلال خان نے چونک کر پوچھا پر کیسے بھائی۔ اس پر خواص خان کہنے لگا۔

سن جلال خان۔ ابھی تھوڑی دیر تک تمہارے پڑاؤ سے کوچ کر کے میں اپنے حصے کے لشکر کی طرف جاؤں گا۔ میری غیر موجودگی میں تم اپنی پڑاؤ کی سمت سے آگے بڑھنا اور شہر کی فصیل پر گولہ باری کرنے کے ساتھ ساتھ خندق کو عبور کرنے کی مصنوعی کوشش بھی کرتے رہنا۔ تمہارے ایسا کرنے سے گوڑ کے محافظ لشکریوں کا دھیان مکمل طور پر تمہاری طرف ہو جائے گا۔ جب تم ایسا کرو گے تو میں گوڑ کے خلاف حرکت میں آؤں گا۔

جلال خان جس سمت سے تم حملہ آور ہو گے میں اپنے حصے ۔کے لشکر کے ساتھ بالکل مخالف سمت چلا جاؤں گا۔ وہاں سے میں شہر کے اردگرد جو گہری اور چوڑی خندق ہے جس میں پانی بھرا ہوا ہے اسے عبور کروں گا۔ اسے عبوز کرنے کے بعد اپنے حصے کے لشکریوں کے ساتھ فصیل کے قریب جاؤں گا اور فصیل پر رسوں کی سیڑھیاں پھینک کر فصیل پر چڑھنے کی کوشش کروں گا۔ فصیل پر چڑھنے کے بعد جو بھی گوڑ کا لشکری میرے سامنے آئے گا اسے موت کے گھاٹ اتارتا چلا جاؤں گا۔ فصیل پر قبضہ کرتے ہوئے میں تمہاری سمت بڑھنے کی کوشش کروں گا۔ تم جب دیکھو کہ فصیل کی طرف سے تمہارے حملوں کا پورا جواب نہیں دیا جا رہا تو تم سمجھ جانا کہ میں فصیل پر چڑھ چکا ہوں۔ لہٰذا تم بے دھڑک اور بے خطر ہو کر خندق کو عبور کر لینا۔ خندق عبور کرنے کے لئے تم ابھی سے تیاری شروع کر دو۔ اپنے کچھ لشکریوں کو مقرر کر دو کہ وہ لکڑی کا ایک پل بناتے جائیں جو خندق میں ڈال کر خندق کے دونوں کناروں سے رسی کے ساتھ باندھ دیا جائے۔ اسی پل کے ذریعے سے تمہارا لشکر خندق پار کرے اتنی دیر تک میں فصیل پر قبضہ کرنے کے بعد تمہاری سمت کا جو شہر کا دروازہ ہے اسے کھول دوں گا۔ پھر ہم دونوں متحدہ لشکر کے ساتھ گوڑ شہر میں کاروائی کریں گے اور امید ہے کہ آج ہی رات ہم گوڑ شہر کی فتح کی تکمیل کر لیں گے۔

خواص خان جب خاموش ہوا تب جلال خان نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

خواص خان میرے بھائی یہ تجویز تو بہت اچھی اور عمدہ ہے۔ لیکن ہے ناقابل عمل۔ سب سے پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم خندق کیسے عبور کرو گے۔ اس پر خواص مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ جلال خان۔ خندق کو عبور کرنا میرا کام ہے۔ میں کیسے عبور کروں گا یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ تمہیں خود ہی پتہ چل جائے گا جو کچھ میں نے کہا ہے تم ویسے ہی کرنا اس کے ساتھ ہی خواص خان خیمے سے اٹھ کر باہر آیا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور ایڑ لگا کر وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

خواص خان کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد شیر شاہ سوری کا بیٹا جلال خان حرکت میں آیا۔ اپنے لشکر کو اس نے چوکس کیا۔ پھر وہ خندق کے کنارے آیا۔ اس نے خندق کے پاس سے شہر کی فصیل پر گولہ باری کرنی شروع کی تھی۔ اس کے بعد اس نے شہر کے گرد چوڑی اور گہری خندق کو پار کرنے کی مصنوعی کوششیں بھی شروع کر دی تھیں۔

شہر کی فصیل کے اوپر برجوں کے اندر حاکم بنگال سلطان محمود کے لشکریوں نے جب دیکھا کہ خلاف معمول جلال خان نے رات کے وقت جنگ کیا ابتداء کر دی ہے تو وہ بڑے فکرمند ہوئے۔ وہ شاید یہ سمجھے کہ محاصرے سے تنگ آ کر جلال خان کوئی نئی چال چلنا چاہتا ہے۔ رات کے وقت وہ اپنے لشکر کو حرکت میں لا کر خندق عبور کر کے فصیل پر چڑھنے کی کوشش کرے گا لہٰذا فصیل کے اوپر جس قدر محافظ لشکر تھے وہ سارے اس سمت دوڑ پڑے جس سمت سے جلال خان نے گولہ باری کرتے ہوئے خندق پار کرنے کی کوشش کی تھی۔

ابھی جلال خان نے خندق کے پار سے گوڑ شہر کی فصیل پر گولہ باری شروع کرائی تھی کہ خواص خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا۔ لشکر کے ساتھ اس نے لمبا چکر کاٹا اور گوڑ شہر کے اس سمت نمودار ہوا جو جلال خان کی مخالف سمت بنتی تھی۔ اپنے اور اپنے لشکریوں کے گھوڑوں کو اس نے شہر کی خندق سے دور ہی ایک جگہ روک دیا اور چند دستوں کو اس نے گھوڑوں کی حفاظت پر مقرر کیا پھر ا۔پنے حصے

کے دیگر لشکریوں کے ساتھ وہ زمین پر رینگتا ہوا خندق کے کنارے آیا۔ اس کے ساتھی خندق پار کرنے کا سامان اور فصیل پر چڑھنے کی رسوں کی سیڑھیاں اٹھائے ہوئے تھے۔

خندق کے کنارے آکر خواص خان نے ایک بہت بڑا قدم اٹھایا۔ سب سے پہلے اپنے چھوٹے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد خود وہ آواز پیدا کئے بغیر خندق میں اترا اس نے اپنے ساتھ ایک رستہ لیا جس کا سرا وہ خندق کے اس پار کے کنارے کے باہر باندھ کر تیرتا ہوا دوسرے کنارے کی طرف چلا گیا تھا۔ خواص خان بڑی آسانی سے خندق کو عبور کرتا ہوا دوسری طرف گیا اور جو رسہ وہ لے گیا تھا اس کا دوسرا سرا اس نے دوسرے کنارے پر باندھ دیا تھا۔ اس طرح خندق کے اندر تیرتے ہوئے خواص خان دو تین بار ادھر ادھر آیا۔ خندق کے اندر اس نے تین رسے باندھ دیئے تھے۔ پھر وہ خندق پار کر کے دوسری سمت جا کر لیٹ گیا اور اپنے لشکریوں کو اس نے رسوں کی مدد سے خندق پار کرنے کا حکم دیا۔

خواص خان کی طرف سے یہ حکم ملنا تھا کہ اس کے لشکری آواز پیدا کئے بغیر سانپ کی طرح رینگتے ہوئے خندق کے کنارے آئے پھر ان رسوں کی مدد سے خندق کو عبور کر کے شہر کی فصیل کے آس پاس زمین پر لیٹ گئے تھے۔

رات کی تاریکی میں بحفاظت گوڑ شہر کی خندق عبور کرنا فتح کی جانب خواص خان کا پہلا قدم تھا۔ اس کے بعد اس نے اپنے دوسرے قدم کی تیاری شروع کی۔ اپنے لشکر کے ساتھ وہ شہر کی فصیل کے قریب گیا اور اپنے لشکریوں کو اس نے شہر کی فصیل پر رسیوں کی سیڑھیاں کمند کی شکل میں پھینکنے کا حکم دیا۔ یہ حکم ملتے ہی آن کی آن میں اسکے لشکریوں نے رسوں کی سیڑھیاں فصیل پر پھینک دی تھیں پھر ان سیڑھیوں کی مدد سے خواص خان اپے لشکریوں کے ساتھ بڑی تیزی سے اوپر چڑھ گیا تھا۔

فصیل کے اوپر چڑھنے کے بعد خواص خان فصیل کے اوپر لیٹ گیا۔ اس کے ساتھی بھی اس کا اتباع کرتے ہوئے فصیل کے اوپر چڑھنے کے بعد لیٹ گئے تھے۔ خواص نے جب دیکھا کہ اس کے کافی ساتھی اب فصیل پر چڑھ آئے ہیں تو اس نے اپنے حملے کی ابتداء کی۔ وہ سب سے قریب برج کی طرف بڑھا اور اس پر ایسا زوردار

حملہ کیا کہ برج کے اندر جو محافظ تھے ان کا اس نے خاتمہ کر دیا اور برج پر اس نے قبضہ کر لیا۔ اب خواص خان کا سارا لشکر فصیل پر چڑھ گیا تھا۔ اس بناء پر خواص خان نے فصیل کے اوپر یلغار کر دی تھی یکے بعد دیگرے وہ جست و خیز کرتا ہوا ایک برج سے دوسرے برج کی طرف گیا یہاں تک کہ وہ حصہ جو شیر شاہ سوری کے بیٹے جلال خان سے جنگ میں مصروف تھا باقی بچا اور باقی سارے حصوں پر خواص خان نے قبضہ کر لیا تھا۔ حاکم بنگال سلطان محمود کے ان لشکریوں کو جو شیر شاہ سوری کے بیٹے جلال خان سے برسرپیکار تھے جب خبر ہوئی کہ ان کی پشت کی طرف سے دشمن فصیل پر چڑھ آیا ہے اور شہر پر حملہ آور ہوا ہے تو ان کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور پھر جب یہ خبر ملی کہ شیر شاہ سوری کے سپہ سالار اعلیٰ خواص خان نے ان پر حملہ کیا ہے اور اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہ فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا ہے تو حاکم بنگال سلطان محمود کے لشکریوں کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو کے رہ گئے تھے۔ یہ ان کے لئے نئی صورتحال پیدا ہوئی تھی۔ حاکم بنگال کے وہ لشکری جو اس سے تھوڑی دیر پہلے تک شیر شاہ سوری کے لشکر کی گولہ باری کا جواب دے رہے تھے اور اس پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے وہ پلٹ کر خواص خان اور اس کے لشکریوں سے ٹکرا گئے تھے۔ جب فصیل کے اس حصے سے شیر شاہ سوری کے بیٹے جلال خان کو کوئی جواب نہ دیا گیا تو وہ سمجھ گیا کہ خواص خان فصیل پر چڑھنے کے بعد پشت کی جانب سے دشمن پر حملہ آور ہو چکا ہے۔

اس کے ساتھ ہی جلال خان بڑی برق رفتاری سے نئے انداز میں حرکت میں آیا۔ خواص خان نے جو اسے لکڑی کا پل تعمیر کرنے کو کہا تھا وہ پل اس کے صناعوں اور لشکریوں نے فورا" تیار کر لیا چھوٹا سا وہ پل تھا جسے خندق میں ڈال دیا گیا اس کے دونوں سرے خندق کے دونوں کناروں سے باندھ دیئے گئے پھر اس کے سارے لشکری اور خود جلال خان بھی بڑی تیزی سے خندق کو عبور کر کے فصیل کی طرف بڑھے تھے۔

جس وقت جلال خان نے اپنے لشکریوں کے ساتھ یہ ساری کاروائی کی تھی فصیل کے اوپر سے ان کے خلاف کوئی مزاحمت نہ کی گئی تھی۔ اس سے جلال خان اور اس کے لشکریوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ لہٰذا وہ تیزی سے آگے بڑھے جس طرح خواص خان

نے فصیل کے اوپر رسوں کی سیڑھیاں پھینک کر فصیل کے اوپر چڑھنے میں کامیابی حاصل کی تھی اس طرح جلال خان بھی رسوں کی سیڑھیوں کے ذریعے اپنے لشکر کے ساتھ فصیل پر چڑھ گیا اور گوڑ شہر کے محافظ جو اس وقت خواص خان کے لشکر سے ٹکرا رہے تھے ان کی پشت کی طرف سے جلال خان نے حملہ کر دیا تھا۔

اب صورتحال یہ پیدا ہوئی تھی کہ حاکم بنگال کے لشکریوں پر فصیل کے اوپر پشت کی جانب سے جلال خان نئی مسافتوں کے سلسلے بناتی' ریت اڑاتی قہرمانیت کی آندھیوں کے جھکڑوں میں صف بستہ طوفانوں اور ہونٹوں درنیم بار پر نادیدہ لمحوں کی دستک کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ جبکہ سامنے کی طرف سے خواص خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تازہ اترتے عذاب' ستم کے موسم' پہلے موسموں کی دستک میں حلقہ سنگین پر ضرب لگانے والے تیشہ خون گشتہ کی طرح گوڑ کے محافظ دستوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے بڑی تیزی سے ان کی تعداد کم کرتا چلا گیا تھا۔

گوڑ شہر کے لشکر نے اپنی طرف سے بہتیری کوشش کی کہ خواص خان اور جلال خان کو فصیل سے نیچے اترنے پر مجبور کر دیں لیکن ان کی ہر کوشش ناکام ہوئی۔ خواص خان نے حملہ آور ہوتے ہوئے ایک خونی انقلاب برپا کر دیا تھا۔ اس کے تیز حملوں کے سامنے جب شہر کے محافظ پسپا ہوئے تو پشت کی جانب سے جلال خان نے ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ اس طرح فصیل کے اوپر جس قدر لشکر تھا اس کا خاتمہ کر دیا گیا اس کے بعد خواص خان اور جلال خان اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ فصیل سے نیچے اترے تھے۔

فصیل سے نیچے اترنے کے بعد بھی خواص خان اور جلال خان کو کچھ زیادہ مزاحمت نہ کرنا پڑی۔ گوڑ شہر کے لشکر کا بڑا حصہ فصیل کے اوپر تھا جس کا خواص خان اور جلال خان پہلے ہی خاتمہ کر چکے تھے اب جو شہر کے اندر لشکر تھا اس کے ساتھ تھوڑی دیر کی مڈبھیڑ ہوئی اور اسی مڈبھیڑ میں خواص خان اور جلال الدین نے شہر کے اندر موجود سارے محافظ دستوں کا صفایا کر کے رکھ دیا تھا۔ اس طرح جس وقت مشرق سے اگلے روز کا سورج طلوع ہوا۔ خواص خان نے گوڑ شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔

خواص خان کی طرف سے گوڑ شہر کی فتح ایک عظیم فتح تھی جسے اس نے اپنے

رادوں اپنے عزم کے مطابق راتوں رات فتح کر لیا تھا۔ پھر اس نے سورج طلوع ۔نے کے بعد سارے شہر کا ایک چکر لگایا اور اس کے بعد گوڑ شہر کے نظم و نسق میں ۔ گیا تھا۔ گوڑ شہر فتح کرنے کے بعد خواص خان نے صرف چند یوم تک وہاں قیام یا۔ اس کے بعد گوڑ شہر کو اس نے شیر شاہ سوری کے بیٹے جلال خان کے حوالے کیا ر پھر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہ کوہستان وندھیاچل میں شیر شاہ سوری سے بارہ ملنے کے لئے کوچ کر گیا تھا۔

○

بنگال میں جہاں خواص خان نے بہترین کامیابی حاصل کی تھی وہاں شیر شاہ سوری ی بیکار نہیں بیٹھا تھا۔ خواص خان کو بنگال کی طرف روانہ کرنے کے بعد شیر شاہ وری کے سامنے جو سب سے بڑا اور اہم مسئلہ تھا وہ یہ کہ وہ اپنے خزانے اور بیوی بچوں کو کسی محفوظ جگہ منتقل کر دے۔ ان دنوں شیر شاہ سوری نے اپنے خزانے اپنے بوی بچوں اور کچھ سامان جنگ کو بھارکھنڈ کے قلعے میں رکھا ہوا تھا۔ پر یہ قلعہ چھوٹا سا تھا اور اس کے علاوہ شیر شاہ سوری کو یہ بھی خبریں پہنچ رہی تھیں کہ چنار پر قبضہ کرنے کے بعد ہمایوں بھارکھنڈ پر حملہ آور ہونے کے متعلق سوچ رہا ہے۔

بھارکھنڈ کے علاوہ شیر شاہ سوری کے پاس ایک اور قلعہ بھی تھا۔ جس کا نام شیر گڑھ تھا جو رہتاس سے شمال کی جانب اور سہسرام سے بیس میل جنوب مغرب میں واقع تھا۔ یہ قلعہ بھی طویل محاصرے کے لئے موزوں نہیں تھا۔ چھوٹا ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے اندر رسد اور خوراک کا مہیا کیا جانا بھی کافی حد تک مشکل تھا۔

شیر شاہ سوری کو چونکہ برابر ہمایوں کی طرف سے بھارکھنڈ پر حملہ آور ہونے کا خطرہ تھا لہٰذا اس نے مستورات' خزانوں اور بچوں کو بھارکھنڈ کے قلعے سے باہر نکالنے کا کام شروع کیا۔ اس نے یہ کام اس طریقے سے کیا کہ مغلوں کی نظر میں یہ بات نہ آ سکے۔ اس کام کے لئے اس نے ان ناقابل عبور گھاٹیوں کا سہارا لیا جو دریائے کرم ناسہ اور دریائے سون کے درمیان واقع ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس نے رہتاس کے راجہ ہرکشن پر حملہ آور ہو کر اس سے رہتاس حاصل کرنے کا بھی تہیہ کر لیا تھا۔ اس لئے کہ رہتاس بہت بڑا قلعہ تھا جہاں محصور ہو کر بوقت ضرورت شیر شاہ سوری ہمایوں

کا مقابلہ کر سکتا تھا۔

رہتاس نام کا قلعہ بہار کے ضلع شاہ آباد میں واقع تھا۔ رہتاس کا یہ قلعہ ایک پٹھار پر واقع تھا۔ جو مشرق سے مغرب غالباً" چار میل اور شمال سے جنوب تک تقریباً" پانچ میل تھا۔ زمین زیادہ تر پہاڑی تھی ویران چٹانیں تھیں۔ جنوب میں دریائے سون کے کنارے راج گھاٹ ہے۔ جہاں سے اس قلعے میں سب سے سہل طریقے سے داخل ہوا جا سکتا تھا۔ لیکن یہ بہت ڈھالو ہے اور بہت دور تک عمودی ہے۔ اس لئے اس طرف سے زینے لگا کر چڑھنا کسی قدر سہل ہے۔ اس قلعہ کی دیواریں بے حد مضبوط اور کسی قدر ناقابل عبور تھیں۔ اس کے اردگرد کوہستانی سلسلہ ڈھلان کی صورت میں تھا۔ لہٰذا اس کی فصیلیں نیچے سے دکھائی نہ دیتی تھیں۔ اسی بناء پر کسی بھی توپ کا گولہ رہتاس قلعے کی فصیلوں پر اثرانداز نہیں ہو سکتا تھا۔

شیر شاہ سوری رہتاس نام کے اس قلعے کے پورے محل وقوع سے واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس قلعے پر قبضہ صرف دریائے سون ہی کی طرف سے حملہ کر کے کامیابی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا جس قدر لشکر اس کے پاس موجود تھا اسے لے کر وہ رات کی تاریکی میں دریائے سون کے کنارے قلعہ رہتاس کی طرف بڑھا تھا۔

آدھی رات کے قریب شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ دریائے سون کے کنارے کنارے قلعہ رہتاس کے قریب آیا۔ راجہ ہرکشن اور اس کی سپاہ کو امید تک نہ تھی کہ ان حالات میں شیر شاہ سوری ان پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ وہ یہی اندازہ لگائے بیٹھے تھے کہ ہمایوں چونکہ شیر شاہ سوری سے ٹکرا چکا ہے اور اس سے اس کا قلعہ چنار چھین چکا ہے اور یہ کہ ہمایوں سے چھپنے کے لئے شیر شاہ سوری نے کوہستان وندھیاچل میں پناہ لے رکھی ہے لہٰذا ہرکشن کو نہ ہمایوں سے کوئی خطرہ ہے نہ شیر شاہ سوری سے۔

ان حالات سے شیر شاہ سوری نے پورا فائدہ اٹھایا۔ رات کی تاریکی میں دریائے سون کے گھاٹ کی طرف سے اس نے کوہستانی سلسلے کے اوپر رسوں کی سیڑھیوں کے ذریعے اپنے لشکر کو رہتاس قلعے کی فصیلوں تک پہنچا دیا۔ یہ کام ایسی رازداری اور آواز پیدا کئے بغیر کیا گیا کہ قلعہ رہتاس کی فصیلوں کے اوپر جو اکا دکا محافظ برجوں کے اندر سوئے ہوئے تھے انہیں بھی اس کاروائی کی خبر نہ ہونے پائی تھی۔

رہتاس کے فصیل کے قریب آ کر شیر شاہ سوری نے اپنے لشکریوں کو بڑی رازداری کے ساتھ فصیل کے مزید قریب کیا اور دو برجوں کے درمیان رسوں کی سیڑھیاں پھینکی گئیں۔ پھر شیر شاہ سوری کی سرکردگی میں اس کا سارا لشکر بغیر کسی دشواری بغیر کسی رکاوٹ اور کوئی خطرہ پیدا کئے بغیر فصیل پر چڑھ گیا تھا۔ شہر کی فصیل کئی فٹ چوڑی تھی اور اس پر گھوڑے تک دوڑائے جا سکتے تھے۔ رسوں کی سیڑھیوں کے ذریعے اپنے لشکر کو فصیل کے اوپر لے جانے کے بعد شیر شاہ سوری نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا دوسرا حصہ اس نے ہیبت خان نیازی کی سرکردگی میں دیا۔ پھر دونوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ شیر شاہ سوری فصیل کے اوپر دائیں طرف کے برجوں پر حملہ آور ہو گا اور ہیبت خان بائیں طرف کے برجوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے آگے بڑھے گا۔ اس طرح سارے برجوں کے اندر محافظوں کا خاتمہ کرنے کے بعد دونوں لشکر ایک بار پھر مل جائیں گے۔ اس کے بعد شہر میں اتریں گے یہ فیصلہ ہونے کے بعد شیر شاہ سوری نے دائیں طرف اور ہیبت خان نیازی نے بائیں طرف یلغار کر دی تھی۔

شیر شاہ سوری اور ہیبت خان نیازی نے بڑی رازداری کے ساتھ برجوں کے اندر راجہ ہرکشن کے محافظوں کا قلع قمع کر دیا۔ ابھی تک شہر کے اندر کوئی غل کوئی شور کوئی کھٹکا نہ ہوا تھا اس کے بعد شیر شاہ سوری اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ نیچے اترا اور دریائے سون کے گھاٹ کی طرف جو شہرپناہ کا دروازہ تھا اس پر حملہ آور ہوا۔ شہر کے پاس دروازے کے محافظوں کو ختم کرنے کے بعد شیر شاہ سوری نے شہر کا دروازہ کھول دیا اور اس دروازے پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس وقت تک شہر کے اندر موجود راجہ ہرکشن کے لشکر کو خبر ہو گئی تھی کہ کوئی قلعے پر حملہ آور ہو چکا تھا۔ لیکن اب دیر ہو چکی تھی اس لئے کہ فصیل کے اوپر جس قدر لشکر تھا اس کا شیر شاہ سوری خاتمہ کر چکا تھا۔ اب شیر شاہ سوری نے دریائے سون والے گھاٹ کے دروازے پر قبضہ کرنے کے بعد اپنی حالت کو مزید مستحکم اور مضبوط بنا لیا تھا۔ اتنی دیر تک رہتاس کا راجہ ہرکشن اپنے لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے بڑی تیزی سے اس دروازے کی طرف بڑھا

تھا جس دروازے پر شیر شاہ سوری نے قبضہ کر لیا تھا۔ شیر شاہ سوری کو جب راجہ ہرکشن کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک بار پھر اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اپنے پاس رکھا دوسرا ہیبت خان نیازی کی سرکردگی میں دیا اور ہیبت خان نیازی اور اس کے حصے کے لشکر کو اس نے دروازے کے دائیں جانب فصیل کی اوٹ میں بٹھا کر رکھ دیا تھا اور ہیبت خان نیازی کو شیر شاہ سوری نے حکم دیا تھا کہ جب وہ راجہ ہرکشن سے ٹکرائے تو ہیبت خان نیازی بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ راجہ ہرکشن کے لشکر کی پشت پر یا پہلو پر حملہ کر دے تاکہ جنگ زیادہ طول نہ پکڑے اور آسانی سے راجہ ہرکشن کو شکست دی جا سکے۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد شیر شاہ سوری اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دریائے سون کے گھاٹ کی طرف کھلنے والے رہتاس کے دروازے کے قریب ہی رہا جبکہ ہیبت خان نیازی کو اس نے اپنے دائیں جانب فصیل کی طرف بھیج دیا تھا۔ وہاں جا کر ہیبت خان گھات میں بیٹھ گیا تھا۔ اتنی دیر تک راجہ ہرکشن شہر کے اس دروازے کے قریب ہوا تھا قبل اس کے کہ راجہ ہرکشن خود آگے بڑھ کر شیر شاہ سوری پر حملہ آور ہوتا۔ شیر شاہ سوری اپنے لشکریوں کا حوصلہ بلند رکھنے کے لئے خود آگے بڑھا۔ پھر وہ روز و شب کی مشقتوں میں آگ کی لو کے زہر، وقت کے ساگر کی تہہ میں اٹھتے آتش فشانوں کی حدت اور عرصہ پاتال میں گم فرقتوں کی دھوپ کی طرح راجہ ہرکشن اور اس کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

شیر شاہ سوری کا یہ حملہ ایسا تابناک ایسا ہولناک تھا کہ ہرکشن کے لشکر کی اگلی صفیں اس حملے کی سختی کو برداشت نہ کر سکیں اور ان کی حالت لٹی خیمہ گاہ، پردیس کے قاتل راستوں اور تاریخ کی الجھی اور لیر لیر گلیوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔

شیر شاہ سوری راجہ ہرکشن کے لشکر کی اگلی صفوں سے ٹکراتے ہوئے ان کی حالت کو بری طرح پامال اور ذلیل کر رہا تھا۔ عین اسی وقت شہر کی فصیل کی سایوں کی گھات سے ہیبت خان نیازی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نکلا اور راجہ ہرکشن کے لشکر کے ایک پہلو پر اس نے تلخی تعبیر، نفرت کی یلغار اور بپھری موجوں کے بگولوں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

ہیبت خان نیازی کے اس اچانک حملے سے راجہ ہرکشن کے لشکریوں کی ہنت کاری اور ان کے احساس کے سایوں کو ہیبت خان نیازی نے جہان ہجر کے قصوں میں تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔ اس دو طرفہ حملے سے اب راجہ ہرکشن کے لشکر کی حالت بڑی تیزی سے رنگ کھو دینے والی دیمک زدہ لکڑی کی مانند ہو کے رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک رہتاس کے دروازے کے قریب دونوں لشکروں کے ٹکرانے کے باعث فشار درد پھیلتا رہا لہو کا بہاؤ تیز ہوتا رہا۔ دل کے گھاؤ گہرے ہوتے رہے۔ زیست کے پیچ و خم بپھری موجوں کے بگولوں خواہشوں کی خون آلود آندھیوں کا ایک جھکڑ تھا۔ جو قلعہ رہتاس میں چل نکلا تھا۔

اس ہولناک جنگ میں آخر رہتاس کا راجہ بھاگتے ہوئے مارا گیا اور شیر شاہ سوری نے اس کے سارے لشکر کا صفایا کر دیا۔ رات ابھی گہری ہی تھی کہ شیر شاہ سوری نے رہتاس کے سارے محافظ دستوں کا صفایا کرنے کے بعد رہتاس پر قبضہ کر لیا تھا۔

راجہ ہرکشن کے ساتھ اس جنگ سے شیر شاہ سوری فارغ ہوا تھا کہ ایک قاصد اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا رہتاس شہر میں داخل ہوا۔ شیر شاہ سوری اس وقت اپنے لشکر کے دستوں کے درمیان کھڑا تھا وہ قاصد اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا شیر شاہ سوری کے پاس آیا۔ شیر شاہ سوری کے سارے لشکری اور خود شیر شاہ سوری بھی اس قاصد کو جانتے تھے۔ اس لئے کہ جوں ہی وہ قاصد شیر شاہ سوری کے قریب رات کی تاریکی میں اپنے گھوڑے سے اترا۔ شیر شاہ سوری اسے پہچان گیا۔ بڑی تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ پھر وہ اس سے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ وہ قاصد نزدیک آیا اور خوشگوار لہجے میں کہنے لگا۔

آقا میں آپ کے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری لے کے آیا ہوں اس پر شیر شاہ سوری نے پوچھا تم تو خواص خان کے ساتھ بنگال کے مرکزی شہر گوڑ گئے تھے۔ وہاں سے تم کیا خبر لے کے آئے ہو قاصد کہنے لگا۔ آقا خواص خان نے صرف ایک رات کی جنگ میں گوڑ پر قبضہ کر لیا ہے۔ گوڑ پر قبضہ کرنے کے بعد خواص خان نے صرف چند روز وہاں قیام کیا۔ اس کے بعد وہاں سے اس نے آپ کی طرف کوچ کیا آقا

میرے خیال میں آج صبح تک خواص خان یہاں آپ کے لشکر میں پہنچ جائے گا۔

اس خبر پر شیر شاہ سوری نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا وہاں اس کے سالاروں اور لشکریوں میں بھی خوشی اور طمانیت کی ایک لہر دوڑ گئی تھی اس کے بعد شیر شاہ سوری نے لشکر کو رہتاس کے قلعے کے باہر خیمہ زن ہونے کا حکم دے دیا تھا۔ جبکہ ہرکشن کے سارے شاہی خاندان کے افراد کو اسیر بنا لیا گیا تھا اور شیر شاہ سوری نے اپنی خواتین کو ہرکشن کے محل میں منتقل کر دیا تھا۔ ہرکشن کے وزیر چورامن کا محل خواص خان کے لئے مختص کر دیا گیا تھا۔

رہتاس کی فتح سے متعلق کچھ مورخین یہ بھی کہتے ہیں کہ شیر شاہ سوری نے رہتاس کے پاس اس کے برہمن وزیر چورامن کے توسط سے ایک درخواست بھیجی کہ ہمایوں نے چنار پر قبضہ کرنے کے بعد اس کے پاس کوئی ٹھکانہ نہیں لہٰذا افغان شرنارتھیوں کو عارضی طور پر قلعہ میں جگہ دے دے راجہ ایسا کرنے پر تیار ہو گیا۔ لہٰذا افغان بیگمات ڈولیوں میں بیٹھ کر قلعے میں داخل ہونے لگیں۔ راجہ نے یہ سمجھ کر کہ مسلمان عورتیں پردے کی قائل ہوتی ہیں ڈولیوں کی تلاشی کو معیوب سمجھ کر کچھ نہ کہا۔

لیکن شیر شاہ نے پہلے سے ہی قلعہ کو فتح کرنے کی یہ تجویز بنا رکھی تھی کہ جوں ہی یہ ڈولیاں قلعے میں داخل ہوئیں ڈولیوں میں سوار افغان سپاہی تلواریں کھینچ کھینچ کر ڈولیوں سے کود پڑے۔ شہر کے دروازے پر حملہ آور ہو کر انہوں نے قبضہ کر لیا۔ شہر کا دروازہ انہوں نے کھول دیا۔ اس کے بعد شیر شاہ سوری بھی اپنے لشکر کے ساتھ قلعے میں داخل ہوا اور اس طرح اس نے راجہ ہرکشن کو شکست دے کر شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔ بہرحال حقیقت کچھ بھی ہو۔ شیر شاہ سوری نے ہرکشن کو بدترین شکست دے کر قلعہ رہتاس پر قبضہ کر لیا تھا اور ہمایوں کے مقابلے میں اب شیر شاہ سوری کو ایک انتہائی مستحکم اور مضبوط پناہ گاہ مل گئی تھی۔

اگلے روز شیر شاہ سوری نے صبح ہی صبح رہتاس کے سابق راجہ ہرکشن کے اہل خانہ کو اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا۔ شیر شاہ سوری کا یہ حکم ملتے ہی راجکماری گنگا اس کی باندی اوما اور دیگر لواحقین کو شیر شاہ سوری کے خیمے میں صفوں میں کھڑا

کر دیا گیا تھا۔

شیر شاہ سوری نے راجہ کے ان سارے لواحقین کی طرف جن میں مرد اور عورتیں سبھی شامل تھے۔ بڑے غور سے دیکھا پھر کہنے لگا تم میں سے جو راجہ ہرکشن کی راجکماری گنگا ہے وہ یہیں خیمے میں رکے باقی سب لوگوں کو آزاد کیا جاتا ہے وہ پہلے کی طرح رہتاس میں رہتے ہوئے پرامن زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ شیر شاہ سوری کا یہ حکم سنتے ہی سب لوگ خوشی خوشی خیمے سے نکل گئے تھے۔ جبکہ راجکماری گنگا اور اس کی باندی دونوں شیر شاہ سوری کے خیمے کے اندر کھڑی رہ گئی تھیں۔

سب لوگوں کے چلے جانے کے بعد شیر شاہ سوری نے اوما کی طرف دیکھا اور پوچھا دیکھ بیٹی تیرے ساتھ جو لڑکی کھڑی ہے وہ اپنی شکل و صورت اپنے لباس سے راجہ ہرکشن کی راجکماری گنگا لگتی ہے پر تو کون ہے اس پر اوما بولی اور کہنے لگی۔ میں گنگا کی باندی ہوں اور آپ کا سالار صاحب خان مجھے اچھی طرح جانتا ہے اس نے مجھے اپنی بہن بنا رکھا ہے۔ اس پر شیر شاہ سوری براہ راست گنگا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ راجکماری گنگا تو بے شک ایک قیدی کی حیثیت سے میرے سامنے پیش ہوئی ہے۔ لیکن تیری حیثیت میرے ہاں ایک بیٹی کی سی ہے۔ اس کے باوجود ایک قیدی راجکماری کی حیثیت سے میں تجھے اپنے سالار خواص خان کے حوالے کرتا ہوں۔ تیری حیثیت خواص خان کے پاس ایک لونڈی کی سی ہو گی وہ چاہے تو تجھے اپنے پاس باندی کی حیثیت سے رکھے چاہے آزاد کر دے یہ اس کی مرضی اس کی خواہش پر منحصر ہے۔ اس پر گنگا بھرپور احتجاج کرتے ہوئے کہنے لگی۔

میں نہیں جانتی آپ مجھے کس شخص کے حوالے کر رہے ہیں اور وہ کون ہے اور آپ کیوں مجھے اس کی لونڈی اور اس کی باندی بنانا چاہتے ہیں۔ آپ مجھے بیٹی کہہ چکے ہیں بیٹی کے حوالے سے کیا آپ مجھے اپنے خاندان کی عورتوں میں نہیں رکھ سکتے۔ تاکہ میں اپنے باپ کے مرنے کے بعد پرسکون زندگی بسر کر سکوں۔ اس پر شیر شاہ سوری کہنے لگا۔ دیکھ راجکماری گنگا میں تجھے خواص خان کی لونڈی بنانے کا پہلے ہی عہد کر چکا تھا۔ لہٰذا اب تیری قسمت کا فیصلہ کرنا اس کا کام ہے۔ جواب میں راجکماری

کہنے لگی جب میں خواص خان کو جانتی تک نہیں میں اس کے پاس لونڈی کی حیثیت سے کیوں رہنا پسند کروں گی۔ شیر شاہ سوری جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ خواص خان خیمے میں داخل ہوا۔ راجکماری گنگا نے ایک بار غور سے خواص خان کی طرف دیکھا اوما بھی اسے دیکھتے ہی خوش ہو گئی تھی۔ خواص خان جس وقت خیمے میں داخل ہوا۔ شیر شاہ سوری نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا اس کی پیشانی چومی پھر کہا۔ خواص خان میرے بیٹے میں تجھے بنگال کا شہر گوڑ فتح کرنے پر مبارک باد دیتا ہوں۔ خواص خان کہنے لگا۔ شیر شاہ میرے محسن میں بھی آپ کو رہتاس فتح کرنے پر مبارک باد دیتا ہوں۔ اس کے بعد شیر شاہ سوری نے خواص خان کو پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھایا اور کہنے لگا۔

دیکھ خواص خان میرے بیٹے تیری آمد سے پہلے میں گنگا اور اوما سے تمہارے متعلق ہی گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے ہرکشن کے سارے اہل خانہ کو آزاد کر دیا ہے اور راجکماری گنگا کو تمہاری لونڈی بنانے کا عہد کر لیا ہے۔ اب یہ تمہارے حوالے ہے چاہے اسے اپنے پاس رکھو چاہے آزاد کر دو۔ پھر شیر شاہ سوری نے راجکماری گنگا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

راجکماری گنگا یہ خواص خان ہے۔ جس کی میں تمہیں لونڈی بنا رہا ہوں۔ اس کا نام پہلے صاحب خان تھا لیکن صاحب خان سے میں نے اسے ایک نیا لقب دے کر خواص خان بنا دیا ہے۔ یہ اب صرف میرے لشکروں کا سالار اعلیٰ نہیں میرا بیٹا بھی ہے۔ یہ رہتاس کی جنگ میں شامل نہیں تھا یہ ابھی ابھی بنگال سے لوٹا ہے اور بنگال کا مرکزی شہر گوڑ فتح کر کے آیا ہے۔ اس کے بعد شیر شاہ سوری نے خواص خان کی طرف دیکھتے ہوئے پھر کہا۔

خواص خان میرے بیٹے میرے خیمے کے پہلو میں حسب معمول تیرا خیمہ نصب کیا جا چکا ہے۔ راجکماری گنگا کو ایک لونڈی کی حیثیت سے میں تیرے حوالے کر چکا ہوں تو تھکا ہارا ہے ابھی سفر سے لوٹا ہے لہٰذا اپنے خیمے میں جا کر آرام کر میں تیرے ساتھ بعد میں تفصیل کے ساتھ گفتگو کروں گا۔ اب تو راجکماری گنگا اور اس کی باندی اوما کو بھی اپنے ساتھ لے جا۔ اس لئے کہ گنگا اب تیری لونڈی ہے ہی اور اوما چونکہ

راجکماری گنگا کی باندی ہے لہٰذا یہ بھی اس کے ساتھ رہے گی۔ اب بیٹے تو جا کے آرام کر۔

اس کے ساتھ ہی خواص خان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور خیمے سے نکلا گنگا نے منہ سے کچھ نہ کہا وہ بھی چپ چاپ مڑی اور اوما کے ساتھ خواص خان کے پیچھے پیچھے خیمے سے نکل گئی تھی۔

O===O===O

شیر شاہ سوری کے خیمے کے بالکل ساتھ ہی خواص خان اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ اس کا خیمہ بھی وسعت میں بالکل شیر شاہ سوری کے خیمے جیسا تھا اور جو ضروریات کا سامان شیر شاہ سوری کے خیمے میں تھا ویسا ہی خواص خان کے خیمے میں بھی تھا۔ جس وقت خواص خان اپنے خیمے میں داخل ہوا راجکماری گنگا اپنی باندی اوما کے ساتھ اس خیمے کے دروازے پر آن کے رک گئی تھی خواص خان اپنے خیمے کے وسط تک گیا اس کے بعد اس نے مڑ کر دیکھا۔ راجکماری گنگا اور اوما دونوں دروازے پر کھڑی تھیں خواص خان تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں دونوں کو دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔ دیکھ گنگا یہ میرا خیمہ ہے اور تجھے شیر شاہ سوری نے میری لونڈی بنا دیا ہے اب تو اس خیمے کے دروازے پر کیوں کھڑی ہے۔ اندر آ اس خیمے پر تیرا حق ہے۔ اس پر دروازے پر کھڑے ہی کھڑے راجکماری گنگا کہنے لگی۔

دیکھ خواص خان اب جبکہ وقت اور حالات مجھے تمہارے حوالے کر چکے ہیں۔ شیر شاہ سوری نے بھی مجھے تمہاری لونڈی بنا دیا ہے۔ تو بتا اس خیمے میں مجھے کیسے اور کس حیثیت سے زندگی بسر کرنا ہو گی۔

خواص خان نے تھوڑی دیر تک راجکماری گنگا کے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا وہ بڑے غور سے گنگا کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے جائزہ لیا اس سے گنگا بے چاری پیڑ پر

چپ چپ بیٹھے اس پنچھی کی مانند اداس اور ویران تھی جو رات اندھیرے بارش، کیچڑ میں شاید راہ بھول گیا ہو اور نہ جانتا ہو کہ کس سمت پرواز کرنی ہے۔ اس کی غزالی آنکھوں کا احساس زمین کے میلے بدن جیسا ہو گیا تھا۔ جسم کی ہریالی روٹھ گئی تھی اور چہرا سوکھے پیلے پتے کی مانند ہو چکا تھا۔

خواص خان نے یہ بھی دیکھا راجکماری گنگا بے چاری بے بال و پر ہوتے پیڑ جیسی محو اداس، تنکا تنکا ہو کر منتشر ہوتے گھونسلے جیسی سنسان کھڑی تھی۔ لگتا تھا اس کی زیست کے سارے لمحے اس کی ویرانیوں کو سمیٹتے اپنی حسرتوں کی ادا کھولے دربدر بے بسیرا ہو گئے ہوں۔ کبھی کبھی وہ عجیب سے انداز سے خواص خان کی طرف دیکھتی تھی۔ لگتا تھا وہ اپنی خاموشی کی زبان سے خواص خان کو بہت کچھ کہنا چاہ رہی تھی۔ پر مناسب الفاظ نہ ملنے کی وجہ سے لبوں کا منطق اس کا ساتھ نہ دے رہا تھا۔

خواص خان جب تھوڑی دیر تک یوں ہی راجکماری گنگا کو دیکھتا رہا۔ تب راجکماری گنگا نے لمحہ بھر کے لئے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر اس نے پوچھا۔ خواص خان میں جانتی ہوں آپ میرے بدترین دشمن ہیں۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ جہاں کہیں آپ مجھے دل کی گہرائیوں سے محبت کرتے تھے وہاں اب آپ اس سے کئی گنا بڑھ کر مجھ سے نفرت کرتے ہیں پھر بھی میں نے جو آپ سے سوال کیا ہے اس کا مجھے جواب تو ملنا چاہئے۔ اس پر خواص خان کہنے لگا۔ دیکھ راجکماری گنگا تو اوما کے ساتھ اس خیمے میں بیٹھ میں ابھی لوٹتا ہوں اور تجھے بتاتا ہوں کہ میرے خیمے میں میری لونڈی کی حیثیت سے تجھے کس طرح زندگی بسر کرنی ہو گی۔ اس کے بعد وہ اپنے خیمے سے نکل گیا تھا۔ خواص خاں کے خیمے سے نکلنے کے بعد راجکماری گنگا حرکت میں آئی پھر وہ اوما کے ساتھ خیمے کے وسط میں لگی نشستوں پر جا کر بیٹھ گئی تھی۔

خیمے میں بیٹھ کر راجکماری گنگا اور اوما کو کافی دیر تک خواص خان کی واپسی کا انتظار کرنا پڑا۔ راجکماری گنگا بار بار خیمے کے دروازے کی طرف دیکھتی وہ خواص کی طرف سے اپنے سوال کے جواب اور کسی ردعمل کی انتہا درجے کی منتظر تھی پھر خواص خان خیمے میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہی راجکماری گنگا اور اوما دونوں اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئیں تھیں۔ خواص خان ان کے قریب آیا اور بڑے نرم لہجے میں کہا۔

دیکھ راجکماری اور اوما۔ تم دونوں بیٹھ جاؤ۔ میرے آنے پر تمہیں اٹھنے کی ضرورت نہیں۔ اوما اس سے پہلے میں تمہیں اپنی بہن کہہ چکا ہوں اب بھی تو میری بہن ہے تجھ پر پابندی نہیں تو آزاد ہے۔ جہاں جانا چاہے جا سکتی ہے اور اگر تو راجکماری گنگا کے ساتھ رہنا چاہے تب بھی تیری مرضی ہے اس پر اوما جھٹ بولی اور کہنے لگی۔

خواص خان میرے بھائی۔ سب سے پہلے تو میں آپ کو مبارک باد دوں گی کہ آپ شیر شاہ سوری کے لشکر میں سپہ سالار اعلیٰ ہیں اس کے بیٹے ہیں اور یہ کہ اب صاحب خان کی جگہ آپ خواص خان ہیں اور یہ لقب آپ کو شیر شاہ سوری نے آپ کی بہترین کارکردگی کے انعام میں دیا ہے۔ دوسری بات جو میں کہنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ میں اپنی زندگی کے آخری دم تک راجکماری گنگا ہی کے ساتھ رہوں گی۔ جہاں یہ رہے گی وہاں میرا بھی ٹھکانہ ہو گا۔

اس پر خواص خان مسکرا کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ اوما مجھے تم سی وفادار اور جانثار لڑکی سے یقیناً" ایسے ہی جواب کی توقع تھی۔ تو بخوشی راجکماری گنگا کے ساتھ رہ سکتی ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد خواص خان تھوڑی دیر کے لئے چپ رہا اس کے بعد اس نے نرم آواز میں راجکماری گنگا کو مخاطب کیا۔

دیکھ گنگا۔ میں جانتا ہوں تو راجکماری ہے اور آج بھی تو میری نگاہوں میں راجکماری ہی ہے اس میں شک نہیں کہ تھوڑی دیر پہلے شیر شاہ سوری نے تجھے ایک لونڈی کی حیثیت سے میرے حوالے کر دیا تھا لیکن میں تم پر انکشاف کروں کہ چونکہ میں خود غلام رہ چکا ہوں اس لئے لونڈی اور غلام کے جذبات اور احساسات سے خوب آگاہ ہوں۔ دیکھ راجکماری گنگا پہلی بات یہ ہے کہ میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ اب تم میری لونڈی نہیں تم پہلے کی طرح راجکماری ہو اور ایک آزاد لڑکی ہو۔ اپنی مرضی سے تم جہاں چاہو رہ سکتی ہو۔ تم پر کوئی قدغن' تم پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

خواص خان کے ان الفاظ نے حسین اور پرکشش راجکماری گنگا کو بامعنی سرگوشیوں ایسا پرکشش اور نیلگوں گوہر آنکھوں میں پھولوں کی طرح مہکتے خوابوں جیسا

شاداب بنا کر رکھ دیا تھا۔ خواص خان کے الفاظ نے اس کے ہونٹوں کی سرخ نمی کو زیادہ آبدار اور پائندہ حسن کو مزید گہرا کر کے رکھ دیا تھا۔

کچھ دیر تک وہ ستاروں کے آنچل میں لپٹی بھید جیسی مہکتی' مسکراتی' خواص خان کی طرف دیکھتی رہی۔ خواص خان کے سلوک کے باعث اس کے خوبصورت چہرے کا حسن کچھ یوں بڑھ گیا تھا جیسے اس نے گلابوں کا لباس زیب تن کر لیا ہو۔ جیسے اس نے شعاعیں پہن لی ہوں۔ جیسے مرمریں گلابی رخساروں کو سات رنگوں کی سرسراتی دھنک نے چھو لیا ہو۔

تھوڑی دیر تک اس انوکھی اور بے پناہ خوشی میں راجکماری کچھ اس طرح ڈوبی رہی جیسے اس کے ہاتھ کتاب فلک کا کوئی نسخہ کیمیا آ گیا ہو۔ یا جیسے اپنے سجدہ شوق کو اسے آستانہ مل گیا ہو۔ تھوڑی دیر قبل تک جہاں اس کی حالت سرد بجھے چولہے بے نور مرقد جیسی ہو کر رہ گئی تھی وہاں اب خواص خان کی گفتگو نے اسے صبح کو سلام کہتے پرندوں اور ریشم کے نرم تاروں جیسا خوش کن بنا کر رکھ دیا تھا۔

دیر تک راجکماری گنگا بے پناہ خوشی اور مسرت میں ڈوبی رہی۔ پھر خوشی سے بھرپور آواز میں وہ خواص خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ خواص خان میرے مہربان۔ میرے محسن۔ میرے مربی۔ اس سے پہلے بھی آپ نے مجھ پر میری عزت۔ میری جان بچا کر احسان کیا ہے آج آپ نے مجھ پر دوسرا احسان کیا ہے اور یہ کہ مجھے لونڈی سے آزاد کر کے پھر راجکماری ہی بنا دیا ہے اس کے لئے میں آپ کی حد درجہ ممنون اور شکرگزار ہوں۔ یہاں تک کہتے کہتے راجکماری گنگا کو رک جانا پڑا اس لئے کہ خواص خان پھر بول پڑا۔

دیکھ راجکماری گنگا۔ دوسری بات جو میں تمہیں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اگر تم یہاں سے جانا چاہتی ہو تو رہتاس شہر میں تمہاری رہائش کا بہترین انتظام کیا جائے گا۔ جو محل تمہارے باپ کا تھا اس میں رہنے کے لئے تمہیں اعلیٰ اور ارفع جگہ مہیا کی جائے گی اور اگر رہتاس کے قلعے کے علاوہ بھی تم کہیں رہنا چاہو تب بھی اس کا انتظام کیا جائے گا اور اگر تم یہ خطرہ محسوس کرو کہ ماضی میں تم چونکہ راجکماری رہی ہو لہٰذا! کچھ لوگ تمہاری جان تمہاری عزت کے درپے رہ سکتے ہیں تو تم یہاں میرے لشکر میں

بھی اس وقت تک قیام کر سکتی ہو جب تک تم چاہو اور جب تک تم یہاں رہو اس وقت تک تمہاری جان تمہاری عزت کی حفاظت کا بہترین انتظام کیا جائے گا۔ میں ابھی جو خیمے سے نکل کر گیا تھا تو اسی خاطر ہی گیا تھا تاکہ تمہارے لئے سارے متبادل انتظامات مکمل کرنے کے بعد تم سے اس موضوع پر گفتگو کروں۔

خواص خان جب خاموش ہوا تب راجکماری گنگا چہکتی اور خوشگوار آواز میں بولی۔

دیکھ خواص خان میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور آپ سے التجا اور گزارش کرتی ہوں کہ کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں آپ کے خیموں کے شہر ہی میں قیام کروں اور میرے اس قیام کے دوران آپ میرا ایک کام بھی کریں۔ اس پر خواص خان نے چونک کر پوچھا کیسا اور کون سا کام۔ راجکماری گنگا کہنے لگی۔

میرے محترم خواص خان۔ ایک بار پہلے بھی میں اوما کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی اور ایک گزارش کی تھی اور وہی گزارش میں اب بھی کرتی ہوں۔ میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ ایک شخص نے تین بار میرا سوئمبر جیتا تھا اب وہ میرے جسم' میری زندگی میری جان کا مالک ہے اور میں اپنا سب کچھ اس کے حوالے کرنا چاہتی ہوں۔ وہ مجھے ٹھکرا کر جا چکا ہے لیکن میں ہر صورت میں اسے حاصل کرنے کا عزم کر چکی ہوں اس نے اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر میرے سوئمبر میں حصہ لیا تھا لہٰذا میں اسے جانتی اور پہچانتی نہیں کہ وہ کون ہے پر خانہ بدوش قبیلے کا سردار فدائی خان جسے آپ خوب جانتے ہیں وہ اس اجنبی نقاب پوش سے شناسا ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ فی الحال مجھے اپنے لشکر کے اندر ہی ایک خیمہ مہیا کر دیں جہاں میں اوما کے ساتھ رہوں اور ساتھ ہی ساتھ آپ مجھ پر تیسرا اور بڑا احسان یہ کریں کہ میرے لئے فدائی خان کو تلاش کریں۔ جب وہ مل جائے تو میں اس سے پوچھنا چاہوں گی کہ جس نقاب پوش نے میرا سوئمبر جیتا تھا وہ کون ہے۔ جب فدائی خان سے مجھے یہ خبر ہو جائے گی کہ میرا سوئمبر جیتنے والا کون ہے تو میں آپ کے لشکر سے نکل کر اس کے پاس چلی جاؤں گی۔ اس کے بعد آپ کے لئے کسی زحمت' آپ کے لئے کسی دشواری کا باعث نہیں بنوں گی۔

جواب میں خواص خان نے کہا۔

دیکھ راجکماری گنگا۔ جہاں تک تمہارے یہاں رہنے کا تعلق ہے تم جب تک چاہو میرے لشکر میں قیام کر سکتی ہو۔ جہاں تک فدائی خان کو تمہارے لئے تلاش کرنے کا تعلق ہے تو دیکھ راجکماری میں تیرے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ بہت جلد فدائی خان کو تلاش کر کے میں تمہارے پاس لے کر آؤں گا پھر تو اس سے اپنا سوئمبر جیتنے والے سے متعلق معلومات حاصل کر سکے گی۔ اب تم اور اوما دونوں میرے ساتھ آؤ تاکہ میں تمہیں بتاؤں کہ تم دونوں نے کہاں اور کس جگہ قیام کرنا ہے اس کے ساتھ ہی راجکماری گنگا اور اوما دونوں خوشی خوشی خواص خان کے ساتھ ہو لیں تھیں۔

اپنے خیمے کے قریب ہی چند قدم کے فاصلے پر خواص خان دونوں کو ایک خیمے کے دروازے پر لے گیا۔ وہ خیمہ بھی خواص خان کے خیمے جیسا ہی تھا پھر اس خیمے کے دروازے پر کھڑے ہوتے ہوئے اندر کی طرف اشارہ کر کے خواص خان گنگا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ راجکماری گنگا یہ خیمہ تمہارے اور اوما کے لئے ہے اس میں تم دونوں قیام رکھو گی۔ خیمے میں ضرورت کی ہر چیز لگا دی گئی ہے جس طرح میرے اور شیر شاہ سوری کے خیمے پر پہرہ لگتا ہے اسی طرح تمہارے اس خیمے پر بھی پہرہ لگا رہے گا اور کوئی بھی تمہاری اور تمہارے محافظوں کی اجازت کے بغیر اس خیمے میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ محافظ تمہاری جان تمہاری عزت کی پوری طرح دیکھ بھال اور نگہبانی کریں گے۔ راجکماری یہاں اس خیمے میں رہتے ہوئے دو باتوں کا زبردست خیال رکھنا۔

پہلی بات یہ کہ کبھی میرے خیمے میں آنے کی کوشش مت کرنا یوں جانو کہ اب میں تمہیں چونکہ آزاد کر چکا ہوں لہٰذا میرا اور تمہارا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں رہا تم آزاد ہو چکی ہو اپنی مرضی اور اپنی منشا کے مطابق جہاں اور جدھر چاہو جا سکتی ہو۔ میں تمہیں اپنے خیمے میں آنے سے اس لئے منع کر رہا ہوں کہ اس طرح لوگوں کی نگاہوں میں میرے تمہارے تعلقات پیچیدگیاں پیدا کر سکتے ہیں اور میں ایسی پیچیدگیوں ایسی بدنامیوں کا متحمل نہیں ہو سکتا ویسے بھی راجکماری گنگا میرا تمہارا کیا تعلق کیا جوڑ۔

دیکھ راجکماری گنگا دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے قلعہ رہتاس کو فتح کیا ہے اگر

یہاں قیام کے دوران تم انتقام پر اترو اور مجھ پر یا شیر شاہ سوری پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرو تو یاد رکھنا یہ تمہاری حماقت تمہاری بے وقوفی ہو گی۔ اگر تم نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گی۔ بس یہ ہی دو باتیں جو میں تم سے کہنا چاہتا تھا۔ آگے تم خود صاحب عقل ہو اپنا بھلا برا خود سوچ سکتی ہو۔

یہاں تک کہنے کے بعد خواص خان رکا پھر دوبارہ بولا۔

دیکھ راجکماری گنگا اب تو اوما کے ساتھ اس خیمے میں داخل ہو تم دونوں اس میں قیام کرو اس کے ساتھ ہی خواص خان نے اپنے لباس کے اندر سے نقدی کی ایک تھیلی نکالی اور وہ تھیلی اس نے راجکماری گنگا کو تھماتے ہوئے کہا دیکھ گنگا۔ اس وقت تو خالی ہو گی۔ تیرے پاس یہ ہی لباس ہو گا جو تو نے زیب تن کر رکھا ہے یہ نقدی کی تھیلی رکھ لو اس میں اس قدر نقدی ہے کہ تم اپنی زندگی کا ایک حصہ بہترین انداز میں اوما کے ساتھ گزار سکتی ہو۔ نقدی کی تھیلی لیتے ہوئے راجکماری گنگا ہچکچائی اور عجیب سے انداز میں اس نے خواص خان کی طرف دیکھا خواص خان نے اسے وہ تھیلی زبردستی تھما دی اس کے بعد خواص خان مڑا اور اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔ راجکماری گنگا بے چاری نقدی کی تھیلی لئے سر جھکائے اوما کے ساتھ اپنے خیمے میں داخل ہو گئی تھی۔

○

شیر شاہ سوری کا خیال تھا کہ ہمایوں چنار فتح کرنے کے بعد دیگر قلعوں مثلاً بھارکھنڈ' شیر گڑھ یا سہسرام پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا اسی خدشے کے پیش نظر شیر شاہ سوری نے رہتاس فتح کرنے کے بعد اپنا ایک لشکر رہتاس میں رکھا جبکہ لشکر کا ایک بڑا حصہ لے کر وہ وندھیاچل کے کوہستانی سلسلے میں اپنے قلعے بھارکھنڈ کی طرف چلا گیا تھا۔ لیکن شیر شاہ سوری کی امیدوں اور خدشات کے برخلاف ہمایوں نے چنار فتح کرنے کے بعد چند روز تک وہاں قیام کیا اس کے بعد وہ بنارس کی طرف چلا گیا۔

بنارس پہنچ کر اپنے لشکر کے ساتھ ہمایوں نے پڑاؤ کیا اور اس کے قرب و جوار میں اس نے خیمے ڈال دیئے یہاں اس نے قدیم بادشاہ اشوک کی یادگار کے ٹیلے پر ایک چھتری بنائی اس عرصہ میں شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ اپنے قلعہ بھارکھنڈ کے گرد و نواح ہی میں مقیم رہا۔ وہ اس ارادہ سے وہاں قیام کئے ہوئے تھا تاکہ جان لے کہ ہمایوں اب اس کے متعلق کیا ارادے رکھتا ہے۔

بنارس پہنچ کر ہی ہمایوں کو خبر ملی کہ شیر شاہ سوری کے بہترین جرنیل اور سپہ سالار خواص خان نے بنگال فتح کر لیا ہے اور اب بنگال پر شیر شاہ سوری کا قبضہ ہے اور وہاں شیر شاہ سوری کا بیٹا جلال خان حکمران ہے یہ خبر سنتے ہی ہمایوں غضبناک اور سیخ پا ہوا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ شیر شاہ سوری کے قلعوں بھارکھنڈ اور شیر گڑھ کے علاوہ اب رہتاس پر بھی حملہ آور ہو گا اور ہر صورت میں ہر قلعہ شیر شاہ سوری سے چھین کر رہے گا اس کے بعد وہ بنگال پر حملہ آور ہو گا۔

بنارس سے کوہستان وندھیاچل میں بھارکھنڈ کے قلعے کی طرف کوچ کرنے پہلے اپنے وزیروں اور اپنے مشیروں کے صلاح و مشورہ کے بعد ہمایوں نے اپنے ایک مشیر فضل خاں کو بطور ایلچی شیر شاہ سوری کی طرف روانہ کیا تاکہ لڑائی کی نوبت نہ آئے اور اس سے صلح کر لی جائے۔

فضل خاں بھارکھنڈ کے قلعے کے نزدیک شیر شاہ سوری کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے ہمایوں کا یہ پیغام پہنچایا کہ وہ شاہی چھتر اور بنگال کا تخت و خزانہ جو شیر شاہ سوری نے حاصل کیا ہے وہ ہمایوں کی طرف روانہ کر دیا جائے اس کے عوض ہمایوں شیر شاہ سوری کو اس کی حسب مرضی چنار یا کوئی بھی پسندیدہ قلعہ دینے کا وعدہ کرتا ہے۔

فضل خاں نے شیر شاہ سوری کو یہ پیشکش کی تو شیر شاہ سوری نے کہا کہ وہ بنگال سے دستبردار ہونا نہیں چاہتا اس لئے کہ اس نے بنگال کی تسخیر میں پانچ چھ سال جانفشانی کی ہے اور اس کے بہت سے سپاہی اس مہم میں کام آئے ہیں لہٰذا وہ بنگال کو کیسے چھوڑ دے۔

شیر شاہ سوری نے ہمایوں کے سفیر سے مزید کہا۔

اگر بادشاہ بنگال فتح کرنے کا ارادہ ہمیشہ کے لئے ترک کر دے تو میں بہار کا علاقہ ہمایوں کے سپرد کرنے کو تیار ہوں اور جس کسی کے لئے ہمایوں کا حکم ہو اسی کو بہار

حوالے کر دوں گا اور بہار اور بنگال کی سرحد بھی وہی رہے گی جو اس سے قبل سلطان سکندر کے دور حکومت میں تھی۔

شیر شاہ سوری نے مزید کہا۔

اس کے علاوہ میں جملہ شاہی نشانات بھی مثلاً "چھتر" تخت وغیرہ بھی ہمایوں کی خدمت میں بھیج دوں گا اور بنگال سے دس لاکھ روپیہ سالانہ بھی دیتا رہوں گا بشرطیکہ ہمایوں واپس آگرہ چلا جائے مجھ سے جنگ نہ کرے اور بنگال پر حملہ آور نہ ہونے کا وعدہ کرے۔

فضل خاں نے شیر شاہ سوری کا جواب ہمایوں کو لا کر سنایا تو ہمایوں یہ جواب سن کر کسی قدر خوش ہوا اس نے پھر فضل خاں کو شیر شاہ سوری کی طرف روانہ کیا اور اس کے ہاتھ شیر شاہ سوری کے لئے ایک خلعت خاص اور گھوڑا دے کر بھیجا اور سفیر یہ کو یہ ہدایت بھی کی کہ وہ وہاں پہنچ کر شیر شاہ سوری سے یہ کہے کہ اس کی جملہ شرائط منظور کر لی گئی ہیں لہٰذا شیر خان جلد از جلد ان پر عمل در آمد کرے یوں ہمایوں کا یہ پیغام لے کر فضل خاں شیر شاہ سوری کی طرف وندھیاچل کے کوہستانی سلسلے کی طرف چلا گیا تھا۔

سفیر کی روانگی کے چند ہی روز بعد بنگال کا سابق حکمران سلطان محمود بنارس میں ہمایوں کے پڑاؤ میں داخل ہوا اور ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اس وقت زخمی تھا اور اس کے جسم پر جگہ جگہ پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہو کر سلطان محمود نے یہ عرض کی کہ شیر شاہ سوری کے سپہ سالار اعلیٰ خواص خان نے اس کا مرکزی شہر گوڑ فتح کر لیا ہے لیکن باقی ملک ہنوز اس کے تسلط میں ہے اس نے ہمایوں سے یہ بھی گزارش کی کہ شیر شاہ سوری کے کسی وعدے پر اعتبار نہ کیا جائے بلکہ فوج کو اس کی جانب کوچ کا حکم صادر فرمایا جائے اور اس سے قبل کہ شیر شاہ سوری پورے بنگال پر قبضہ کر لے اس کے لشکر کو جو وہاں مقیم ہے نکال باہر کرنا چاہئے ورنہ شیر شاہ ہمایوں کے خلاف ایسی بغاوت کرے گا جس کا توڑ کرنا ہمایوں کے لئے ناممکن ہو جائے گا۔

حاکم بنگال سلطان محمود نے ہمایوں کو یہ بھی یقین دلایا کہ اگر ہمایوں بنگال میں شیر

شاہ سوری کے خلاف لشکر کشی کرے تو خود سلطان محمود بھی بنگال کے پورے لشکر کے ساتھ ہمایوں کے ساتھ ہو گا اس طرح دونوں مل کر باآسانی شیر شاہ سوری کو بنگال سے نکال سکتے ہیں حاکم بنگال سلطان محمود کی حالت دیکھتے ہوئے اور اس کی طرف سے پیغام ملنے کے بعد ہمایوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اس نے دو حکم فوراً صادر کئے۔

پہلا یہ کہ اپنے لشکر کو بنگال کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا۔ دوسرا یہ کہ اس نے اپنے سالار خان خاناں یوسف خیل اور کچھ برلاس سرداروں کو حکم دیا کہ وہ ایک لشکر لے کر بہار کھنڈ کی طرف جائیں جہاں اس وقت شیر شاہ سوری مقیم ہے اور اس پر حملہ آور ہو کر اسے شکست دینے یا اسے گرفتار کرنے کی کوشش کریں۔

ہمایوں کے ان ارادوں کی اطلاع شیر شاہ سوری کو بھی ہو گئی تھی لہٰذا ہمایوں کے وعدے پر اس کا اعتماد ختم ہو گیا اس نے ہمایوں کے سفیر کو الوداعی سوغات اور تحائف دے کر روانہ کر دیا اور رونما ہونے والے حالات کا بڑی بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔

ہمایوں نے حاکم بنگال سلطان محمود کے کہنے پر بنگال پر لشکر کشی کا ارادہ کر لیا اور اپنے معتبر سفیر کے ذریعے شیر خان سے جو نامہ و پیام شروع کیا تھا اس کا انجام بھی معلوم نہ کیا۔ لہٰذا اپنے لشکر کو بنگال کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیتے وقت ہمایوں کو یہ علم نہیں تھا کہ شیر شاہ سوری نے اس کی شرائط کو نامنظور کر دیا ہے یا منظور کر لیا ہے۔ ہمایوں ایک بار مخالفانہ قدم اٹھا چکا تھا تو پھر شیر شاہ خان کی حدود معقولیت سے متجاوز شرائط کی تصدیق بھی کر لیتا تو بھی صلح کی گنجائش کہاں رہتی تھی۔

ہمایوں کے ارادے میں جو تبدیلی ہوئی اس سے شیر شاہ سوری کی انکاری کا کوئی واسطہ نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ صلح کے امکانات ختم کرنے کی تنہا ذمہ داری ہمایوں پر عائد ہوتی تھی۔ ہمایوں کے ہاں تو ابھی تک یہ تجویز زیر غور تھی کہ شیر شاہ سوری کو کون سی جگہ دی جائے اور سلطان محمود کے کہنے پر اس نے لشکر کشی کا ارادہ کر لیا تھا۔ اس وجہ سے اس نے اب شیر شاہ سوری کی کسی بھی درخواست پر کوئی توجہ نہ دینے کا عزم کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمایوں نے شیر شاہ سوری کو خود ہی لڑائی کے لئے اشتعال دیا

تھا اور خود ہی باعزت صلح کے امکانات ختم کر کے حماقت کی تھی۔ حالانکہ ماضی میں وہ شیر شاہ سوری کی ہمت و جرات دیکھ چکا تھا۔ اس لئے کہ جس وقت ہمایوں نے شیر خان سے چنار کا قلعہ چھینا تھا تو شیر شاہ سوری نے اس سے بھی زیادہ مستحکم قلعہ یعنی رہتاس اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ ہمایوں کسی صورت شیر شاہ سوری کو کسی طرح مجبور نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کھلے میدان میں آ کر لڑے اور ہمایوں کے ساتھ اپنی طاقت آزمائے اس لئے کہ شیر شاہ کا کوئی فوجی صدر مقام ایسا نہیں تھا جس کی تسخیر کے بعد اس کی فوجی طاقت ختم ہو جائے اس کی نقل و حرکت سے ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ناقابل عبور اور دشوارگزار پہاڑی علاقے میں اس حد تک پیچھے جانے کو تیار تھا جو کہ وسط ہند تک پھیلا ہوا تھا۔ چنار کے قبضے سے نکل جانے کے باوجود بھی شیر شاہ سوری کو کئی لحاظ سے ہمایوں پر فوقیت حاصل تھی۔

دراصل ہر صاحب علم شخص کو شیر شاہ سوری کے اعتدال پسند اور اطاعت کے رویے کی داد دینی پڑتی ہے اس کی خط و کتابت سے یہ بات ظاہر ہو گئی تھی کہ اس نے ہمایوں کی سب شرائط کو تسلیم کر لیا تھا ہاں بنگال کی واپسی سے انکار کیا تھا وہ اس بات کے لئے بھی رضامند تھا کہ بنگال کے سلطان کے شاہی نشان چھتر اور تخت ہمایوں کو سونپ دے وہ بہار کا علاقہ بھی جس میں رہتاس کا قلعہ بھی شامل تھا ہمایوں کو حوالے کرنے کو تیار تھا۔ جیسا کہ ہمایوں نے اپنے صلح نامے میں مانگ کی تھی۔ اس کے علاوہ بنگال کے متعلق بھی اس کی شرائط معقول تھیں وہ بحیثیت باج گزار ہمایوں کو سالانہ خراج تک دینے کو تیار تھا۔ مختصر یہ کہ ہمایوں کی حدود سلطنت سے بہت دور ایک گوشہ میں جا کر رہنے کو بھی تیار تھا اور وہاں بھی خود مختار نہیں بلکہ ہمایوں کا باج گزار بن کر۔ حتی الامکان ہمایوں سے کسی قسم کی لڑائی لڑنا پسند نہیں کر رہا تھا۔

ہمایوں نے بنگال کی طرف اپنی فوجیں بڑھائیں تو شیر خان اور ہمایوں کے درمیان جنگ نے ایک دوسرا ہی رخ اختیار کر لیا۔ جب تک ہمایوں کا منشا شیر شاہ سوری کی طاقت کو کچلنا تھا وہ حق بجانب تھا کیونکہ مغلیہ سلطنت کی حفاظت اور سلامتی کے لئے یہ اقدام ضروری تھا لیکن ہمایوں کا یہ مقصد اسی وقت پورا ہو گیا تھا جب شیر شاہ سوری نے اطاعت کر لی اور چپہ چپہ زمین جہاں تک ہمایوں اپنی سلطنت کی حد سمجھتا تھا اس کو واپس دینے کو تیار ہو گیا تھا۔

اگر شیر شاہ سوری نے بنگال میں آزاد حکومت قائم بھی کر لی ہوتی تو بھی ہمایوں کے پاس اس کے خلاف فوج کشی کرنے اور اس کو بنگال سے باہر نکالنے کے لئے ایک حیلہ اور عذر ہوتا لیکن ہمایوں کی سب شرائط مان لینے کے باوجود ہمایوں کا اس کے خلاف فوج کشی کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمایوں ہر قیمت پر اسے نیست و نابود کرنا چاہتا تھا۔

دوسرے الفاظ میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ شیر شاہ سوری نے ہمایوں کے خلاف جو لڑائی لڑی اس کا منشا نہ تو آزاد حکومت قائم کرنا تھا نہ اپنی سلطنت کی توسیع دینا تھا بلکہ وہ اپنی مکمل حفاظت اور سلامتی کے لئے لڑی جبکہ ہمایوں کے غیر مصالحتی رویے نے اس کو ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جو بے صبری ہمایوں نے اپنے سفیر کے کام کے نتیجے کے انتظار میں دکھلائی اس سے عیاں ہوتا ہے کہ وہ اپنی شرطوں کو پورا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ چنار یا جون پور یا کوئی دوسرا علاقہ شیر شاہ سوری کو دینے پر آمادہ نہیں تھا۔ ہمایوں بنگال پر حملہ آور نہ ہوتا تو شیر شاہ اس کا فرمانبردار رہتا مزید یہ کہ شیر شاہ سوری تا دم حیات دہلی کا شہنشاہ نہ بننا چاہتا۔ زیادہ سے زیادہ وہ بنگال کا خود مختار حکمران ہی بن کر قناعت کر لیتا لیکن جب ایک مرتبہ وہ ہمایوں کے خلاف میدان جنگ میں اترنے پر مجبور ہو گیا تو اس کی قابلیت خود آشکار ہو گئی۔ جبکہ ایک بار وہ یہ سمجھ گیا کہ ہم میں ہمایوں سے زیادہ صلاحیت ہے۔ اس نے اپنی قابلیت سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا پورا پورا فیصلہ کر لیا تھا۔

کوہستان بندھیاچل میں بھارکھنڈ کے قلعے سے باہر شیر شاہ سوری کو جب خبر ہوئی کہ ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ بنگال کی تسخیر کے لئے روانہ ہو چکا ہے تب اس نے اپنے سالاروں کا اجلاس طلب کیا۔ اس اجلاس میں شیر شاہ سوری نے فیصلہ کیا کہ وہ خود خواص خان کے ساتھ سواروں کے چند دستوں کے ساتھ بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کا رخ کرے گا۔ جبکہ باقی لشکر کوہستان وندھیاچل میں ہی کچھ دن رہ کر ہمایوں اور اس کے ذیلی لشکروں کی نقل و حرکت کا جائزہ لے گا۔ جب یہ بات پختہ ہو جائے گی کہ ہمایوں کے سارے ہی لشکر بنگال کی طرف روانہ ہو چکے ہیں تو لشکر کا باقی حصہ بھی وندھیاچل سے نکل کر قلعہ رہتاس میں جا کر محصور ہو جائے گا تاکہ بنگال کے بعد اگر ہمایوں رہتاس کا رخ کرتا ہے تو اس کا دفاع کیا جائے۔

پیچھے رہ جانے والے لشکر کا سالار شیر شاہ سوری نے ہیبت خان نیازی کو بنایا تھا اور اسے راجکماری گنگا اور اس کی باندی اوما کا خاص خیال رکھنے کی تاکید خود شیر شاہ سوری اور خواص خان نے بھی کی تھی۔ شیر شاہ سوری نے ہیبت خان نیازی کو یہ بھی حکم دیا تھا کہ جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ رہتاس میں داخل ہو تو راجکماری گنگا سے پوچھا جائے کہ وہ اپنے شاہی محل کے اسی حصے میں قیام کرنا چاہتی ہے جس میں وہ اپنے باپ کے ساتھ رہا کرتی تھی یا وہ کسی اور جگہ رہائش پذیر ہونا چاہتی ہے۔ ہیبت

خان نیازی کو یہ ساری ہدایات دینے کے بعد شیر شاہ سوری اور خواص خان پانچ سو جری سواروں کے ساتھ کوہستان وندھیاچل سے رات کی تاریکی میں کوچ کر گئے تھے۔

ہمایوں کو بھی شیر شاہ سوری کے متعلق خبر ہو چکی تھی کہ وہ پانچ سو سواروں کے ساتھ اپنے سالار اعلیٰ خواص خان کے ہمراہ بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کی طرف روانہ ہوا ہے۔ لہٰذا اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ شیر شاہ سوری کے تعاقب میں لگا دیا تھا۔
لیکن شیر شاہ سوری اپنی دانشمندی اور اپنی دوراندیشی سے ہمایوں کے اس لشکر کو چکر دیتا ہوا تعاقب کرنے والے ہمایوں کے لشکر کے عقب میں پہنچا۔ پھر وہ سہسرام کے کوہستانی سلسلے میں جا چکا تھا۔

کوہستان سہسرام میں گھات لگانے کے بعد شیر شاہ سوری نے اپنے جاسوس ہمایوں کے لشکر کی طرف روانہ کئے تاکہ اسے ہمایوں کی نقل و حرکت کی برابر خبریں ملتی رہیں۔

ہمایوں کے تعاقب کرنے والے لشکر نے یہ خیال کیا کہ شیر شاہ سوری ان کے آگے بھاگ رہا ہے لہٰذا وہ تیزی سے بڑھنے لگے اور دریائے سون کے کنارے ایک قصبے منیر پر جا پہنچے۔ یہاں انہوں نے پڑاؤ کر لیا اور ہمایوں کے لشکر کا انتظار کرنے لگے۔

چند ہی روز بعد خود ہمایوں بھی باقی لشکر کے ساتھ منیر پہنچ گیا۔ یہاں حاکم بنگال سلطان محمود ایک بار پھر ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہمایوں نے شاہانہ کریم النفسی اور خوش اخلاقی سے بدنصیب حاکم بنگال سلطان محمود کو تخت واپس دلانے کا وعدہ کر کے اسے تسلی دی۔

ہمایوں کا لشکر منیر نام کے اس قصبے کے مشرقی حصے سے بالکل ناواقف تھا۔ اس کے علاوہ ان کو شیر شاہ سوری کا بھی صحیح پتہ اور ٹھکانہ معلوم نہ تھا لہٰذا آگے بڑھنے کے لئے انہوں نے بڑی احتیاط اور ہوشیاری کا ثبوت دیا۔ چنانچہ ہمایوں نے اپنے کچھ سرداروں کو جن میں اس کا معتمد اعلیٰ معید بیگ اور جہانگیر بیگ خاص طور پر قابل ذکر ہیں انہیں لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر کے بطور ہراول آگے روانہ کیا اور یہ تاکید کر

دی کہ وہ ہمایوں کے اصل لشکر سے آٹھ کوس آگے رہیں اور شیر شاہ سوری پر کڑی نگاہ رکھیں۔

اس کے علاوہ ہمایوں نے اپنے بھائی مرزا ہندال کو حکم دیا کہ وہ منیر کے مقام پر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دریائے گنگا کو پار کرے اور گنگا کے دوسرے ساحل کے ساتھ ساتھ پٹنہ کی طرف بڑھتا چلا جائے۔ لشکر کی اس تقسیم اور ترتیب سے شاید ہمایوں کا یہ ارادہ تھا کہ اس کے بنگال پر حملہ آور ہونے کی وجہ سے گوڑ میں جو شیر شاہ سوری کا لشکر ہے وہ ضرور بھاگنے کی کوشش کرے گا لہٰذا اس کے بھاگنے کے سارے راستے مسدود کر دیئے جائیں اور شیر شاہ سوری کے اس لشکر پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیا جائے تاکہ آنے والے دور میں شیر شاہ سوری ہمایوں کے مقابلے میں عسکری قوت کے لحاظ سے بالکل کمزور ہو کر رہ جائے۔

شیر شاہ سوری کے مخبر ہمایوں کے لشکر کی ایک ایک پل کی خبر شیر شاہ سوری تک پہنچا رہے تھے۔ لہٰذا شیر شاہ سوری ایک بار پھر کوہستان سہسرام سے نکلا اور ہمایوں کے لشکر کے پیچھے لگ گیا۔ شیر شاہ سوری چاہتا تھا کہ ہمایوں کے بنگال پہنچنے سے پہلے ہی پہلے وہ بنگال پہنچ جائے تاکہ اس کا جو لشکر پہلے سے وہاں موجود ہے اس کو مشکل صورت حال سے بچایا جا سکے۔

لہٰذا بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کی طرف جانے کے لئے اس نے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جو مغلوں کے لشکر کے پہلو سے ہو کر گزرتا تھا اور مغل اس راستے سے واقف نہیں تھے۔ اس راستے کو اختیار کرتے ہوئے شیر شاہ سوری ایک بار پھر ہمایوں کے ہراول لشکر سے بھی آگے نکل گیا تھا۔ پھر ایک روز ایسا ہوا کہ ہمایوں کے ہراول لشکر کو یہ خبر ملی کہ شیر شاہ کہیں نزدیک ہی ہے اور ان کے آگے آگے سفر کر رہا ہے۔

جب ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ پٹنہ پہنچ گیا اور ہراول لشکر اس سے سات کوس آگے تھا اور ابھی اپنی جائے مقررہ نہیں پہنچا تھا کہ خبر رساں ایک گاؤں میں آئے جہاں انہوں نے ایک باغ میں ان گنت گھوڑے بندھے ہوئے دیکھے انہوں نے ان گھوڑوں سے متعلق دیہات والوں سے جب معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ اس باغ میں شیر شاہ سوری اور اس کے سالار خواص خان پڑاؤ کئے ہوئے ہیں۔

ہمایوں کے ہراول لشکر نے جب شیر شاہ سوری اور اس کے سالار اعلیٰ کا نام سنا تو انتہائی ششدر حیران اور فکرمند ہوئے۔ انہوں نے یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ اس وقت شیر شاہ سوری اور خواص خان کے ساتھ کتنا بڑا لشکر ہے۔ بس وہ خوف کے مارے فوراً لوٹ پڑے اور انہوں نے یہ خبر آ کر ہراول کے لشکر سالار اعلیٰ معید بیگ کو دی۔

معید بیگ کا خیال تھا کہ شیر شاہ سوری اس جگہ لڑائی کے ارادے سے خیمہ زن ہے لہٰذا اس نے ایک ہرکارہ ہمایوں کی خدمت میں حکم حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا اور خود جہاں تھا وہیں ٹھہر گیا۔ تاہم اس نے شیر شاہ کا پتہ لگانے کے لئے اپنے جاسوس روانہ کر دیئے تھے۔ اس دوران شیر شاہ سوری وہ گاؤں چھوڑ کر مونگیر کی جانب نکل گیا تھا۔

شیر شاہ سوری ہمایوں کے ہراول لشکر کے آگے ہی آگے بنگال کے مرکزی شہر گوڑ پہنچا۔ گوڑ پہنچنے کے بعد شیر شاہ سوری نے اپنے لڑکے جلال خان کو اپنے چھوٹے سالار حاجی خان بٹنی اور دیگر افغان سرداروں کے ساتھ پورے لشکر کے ساتھ جو بنگال میں مقیم تھا تیلیا گڑھی کے درے کی حفاظت کے لئے روانہ کر دیا۔ شیر شاہ سوری نے اپنے بیٹے جلال خان اور اس کے ساتھ کام کرنے والے دیگر سپہ سالاروں کو یہ حکم دیا کہ وہ درے کے راستے کو بالکل بند کر دیں اور اپنی توپیں اتنی اونچائی پر نصب کریں کہ ہمایوں کو خائف اور مرعوب کیا جا سکے۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے یہ بھی تاکید کی کہ وہ کسی بھی قیمت نہ تو درے سے پیچھے ہٹیں اور نہ ہمایوں سے لڑائی کی نوبت ہی آنے دیں۔

ہمایوں بھی اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے سفر کرتا ہوا گنگا کے جنوبی کنارے پر تیلیا گڑھی سے تیئس میل کے فاصلے پر پہنچ گیا پھر اس نے جہانگیر قلی بیگ کی سربراہی میں ایک لشکر آگے روانہ کیا اس لشکر کو اس نے حکم دیا کہ تیلیا گڑھی کے درے پر قبضہ کر لیا جائے تاکہ ہمایوں کا لشکر اس درے میں سے محفوظ طور پر گزر کر بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کی طرف پیش قدمی کر سکے۔

لیکن جب مغل لشکر نے دیکھا کہ موقع پر اس سے پیشتر ہی شیر شاہ سوری کے

بیٹے جلال الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ قبضہ کر رکھا ہے اور بلندی پر توپیں نصب کر رکھی ہیں۔ ہمایوں کے اس لشکر نے بڑی ہی بد دلی سے شیر شاہ سوری کے بیٹے کے لشکر پر حملہ کیا لیکن اس جنگ میں شیر شاہ کے بیٹے جلال خان نے ہمایوں کے اس لشکر کو ترین شکست دی اور ہمایوں کا وہ لشکر تیلیا گڑھی سے بھاگ کر واپس چلا گیا تھا۔

ہمایوں کے اس شکست خوردہ لشکر نے درے کے سامنے ذرا پیچھے ہٹ کر خیمے گاڑھے اور اپنا پڑاؤ کر لیا تھا۔ دوسری جانب شیر شاہ سوری کے بیٹے جلال خان نے ہمایوں کے اس لشکر پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا۔ دوسرے سالاروں نے جلال الدین کو یہ کہہ کر منع کیا کہ شیر شاہ سوری نے تو اس کو محض درے کی حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے نہ کہ جارحانہ لڑائی کا خطرہ مول لینے کے لئے۔ اس پر جلال خان نے ان کی بات نہ مانی اس نے ایک ہزار گھڑ سوار تو درے کی حفاظت کے لئے چھوڑے باقی لشکر کو لے کر وہ ہمایوں کے اس لشکر پر حملہ آور ہوا۔ درے سے ہٹ کر دونوں لشکروں کے درمیان ہولناک اور سخت جنگ ہوئی اس جنگ میں جلال خان نے ہمایوں کے اس لشکر کو بدترین شکست دی۔

ہمایوں کو جب اپنے اس لشکر کی شکست کا علم ہوا تو اس لشکر کی مدد کے لئے اس نے کچھ اور دستے روانہ کر دیئے۔ جو دوسرے روز علی الصبح اس جگہ پہنچ گئے جس جگہ ایک روز پہلے جلال خان کے ساتھ جنگ ہوئی تھی۔ نئے آنے والے لشکریوں نے اپنے لشکر کے گھوڑ باندھے۔ انہوں نے زرہ بکتر کھول دیئے' گھوڑوں کی زینیں بھی اتار دیں۔ سفر کے باعث وہ تھکے ہوئے تھے لہذا بے خبر ہو کر آرام کرنے لگے۔

اس کے برعکس ٹھیک دوپہر کے وقت شیر شاہ سوری کا بیٹا جلال خان ایک بار پھر درے سے نکلا اور ہمایوں کے لشکر پر جھپٹا۔ ہمایوں کے چند سپاہی جن کے گھوڑے قریب ہی تھے۔ سوار ہو کر لڑائی کے لئے آمادہ ہوئے لیکن اکثر اس اچانک حملے سے حواس باختہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس جنگ میں بھی جلال خان نے ہمایوں کے اس لشکر کو بدترین شکست دی اور اس لشکر کے تمام خیمے اسباب گھوڑے' ہاتھی' جنگ کا دوسرا سامان جلال خان کے ہاتھ آیا۔ اس جنگ میں چند ایک دستوں کو چھوڑ کر باقی ساری سپاہ کو شیر شاہ سوری کے بیٹے جلال خان نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

ہمایوں کے لشکریوں پر جلال خان کی فتح گو شیر شاہ سوری کی حکم عدولی کر کے ہی حاصل ہوئی تھی مگر اس کا اخلاقی اثر بہت ہی زبردست ہوا۔ شیر شاہ سوری کے لشکریوں کی ابتدائی کامیابی نے ان کی ہمت اور خود اعتمادی میں روح پھونک دی۔ اب ان کی نگاہوں میں نہ صرف یہ کہ ہمایوں کی فوج کا غلبہ ختم ہو گیا تھا بلکہ ہمایوں کا خوف بھی ان کے دلوں سے زائل ہوتا چلا گیا تھا۔

○

شیر شاہ سوری اور خواص خان نے وندھیاچل کے کوہستانی سلسلے سے بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کی طرف کوچ کیا تھا اس سے اگلے روز راجکماری گنگا اور اوما دونوں صبح کا کھانا کھانے کے بعد جب فارغ ہوئیں تو ان کے خیمے کے باہر جو پہریدار حفاظت کے لئے کھڑے رہتے تھے ان میں سے ایک محافظ کھنکھارتا ہوا خیمے کے دروازے کے قریب نمودار ہوا۔ راجکماری گنگا نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا تمہیں ہم سے کوئی کام ہے۔ اس پر وہ محافظ کہنے لگا ایک شخص راجکماری گنگا آپ سے ملنا چاہتا ہے وہ اپنا نام فدائی خان بتاتا ہے۔ فدائی خان کا نام سنتے ہی راجکماری گنگا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور اس محافظ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی فدائی خان کو باہر مت روکو اسے فوراً میرے پاس بھیجو۔ اس کے ساتھ ہی وہ محافظ ہٹ گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد خانہ بدوش قبیلے کا سردار فدائی خان دروازے پر نمودار ہوا اور اپنے سر کو کسی قدر خم کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔ راجکماری کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔ راجکماری گنگا اور اس کے ساتھ اوما دونوں ہی فدائی خان کی آمد کا سن کر اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئیں تھیں۔ راجکماری گنگا نے مسکرا کر فدائی خان کی طرف دیکھا اور کہا۔ فدائی خان میرے محترم۔ آپ دروازے پر ہی کیوں رک گئے۔ یہاں میرے سامنے آ کر بیٹھیں میں آپ سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔ اس پر فدائی خان آگے بڑھا۔ راجکماری گنگا اور اوما بیٹھ گئیں۔ فدائی خان بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر گفتگو کا آغاز فدائی خان نے ہی کیا تھا۔

راجماری گنگا۔ خواص خان کے کچھ لشکری میری طرف گئے تھے۔ انہوں نے مجھے یہ پیغام دیا کہ راجکماری گنگا خواص خان کے لشکر میں ہے اور وہ کسی انتہائی اہم سلسلے

میں مجھ سے گفتگو کرنا چاہتی ہے۔ پس اسی سلسلے میں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اس پر فدائی خان کو مخاطب کرتے ہوئے راجکماری گنگا نے پوچھا۔

فدائی خان آپ یہ جانتے ہیں کہ میرا سوئمبر رچایا گیا تھا۔ اس پر فدائی خان کہنے لگا۔ ہاں راجکماری میں جانتا ہوں۔ تمہارا سوئمبر رچایا گیا تھا اور اس سوئمبر کے تین حصے تھے۔ راجکماری گنگا نے پھر پوچھا۔ فدائی خان تمہیں یہ خبر تو ہو گی کہ ایک نقاب پوش میرے اس سوئمبر میں حصہ لیتا رہا۔

فدائی خان نے غور سے گنگا کی طرف دیکھا اور جواب دیا ہاں راجکماری میں جانتا ہوں اور پھر شاید آپ یہ بھی کہنا پسند کریں گی کہ اس نقاب پوش نے آپ کے سوئمبر کے تینوں حصے بڑے احسن اور صحیح طریقے سے جیتے اور آخری سوئمبر جیتنے کے بعد جب آپ نے اس سے اس کا نام پتہ اور رہائش پوچھی تو وہ یہ کہہ کر آپ سے رخصت ہو گیا کہ وہ آپ کو ناپسند کرتا ہے۔ یہی بات ہے۔ اس پر گنگا اداسی اور افسردگی میں کہنے لگی ہاں۔ فدائی خان یہی بات ہے اور فدائی خان تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ میرے سوئمبر کے دوسرے حصے کے موقع پر تم نے پنڈال کے اندر آ کر اس نقاب پوش سے بات بھی کی تھی۔ فدائی خان کہنے لگا یقیناً" کی تھی لیکن آپ کیا چاہتی ہیں۔ اس پر راجکماری گنگا کھل کر کہنے لگی۔

فدائی خان میں نہیں جانتی وہ نقاب پوش کون تھا جس نے تینوں بار میرا سوئمبر جیتا میں نے اس کا اتا پتہ اور نام جاننے کی کوشش کی لیکن اس نے مجھے کچھ نہ بتایا۔ بس تیسرا سوئمبر جیتنے کے بعد اس نے مجھ سے اتنا ہی کلام کیا کہ وہ مجھے ناپسند کرتا ہے۔ فدائی خان تم چونکہ میرا سوئمبر جیتنے والے اس نقاب پوش کو جانتے ہو لہٰذا میں تم سے یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ وہ نقاب پوش کون تھا۔ اسپر فدائی خان کہنے لگا راجکماری وہ نقاب پوش جس نے آپ کے سوئمبر کے تینوں حصے جیتے تھے وہ صاحب خان تھا جو اب خواص خان کہلاتا ہے۔ صاحب خان جو میرا کبھی غلام تھا اور میرے خانہ بدوش قبیلے میں قیام کئے ہوئے تھا۔ وہی خواص خان جو کبھی لومڑیاں مار کر پیٹ بھرتا تھا۔ وہی خواص خان جو کبھی راجکماری تم سے بے پناہ محبت کرتا تھا پر تم نے اس کی محبت کو ٹھکرایا اسے دھتکارہ۔ اس کے منہ پر طمانچے مارے اور اسے ایک انسان کی حیثیت

سے اس قابل نہ سمجھا کہ وہ تمہارے قرب کا دعویدار ہو۔

راجکماری تم اس بات کو تو تسلیم کرتی ہو کہ خواص خان نے تمہارے سوئمبر کے تینوں حصے جیتے۔ بڑے بڑے سورماؤں اور بڑے بڑے نشانہ بازوں کو اس نے بڑی آسانی سے تمہارے سوئمبر کے درمیان بدترین شکست دی۔ تمہارا سوئمبر جیتنے کی وجہ سے سوئمبر میں حصہ لینے والے رائے سین' میواڑ اور کالنجر کے راجکمار خواص خان کو اپنی راہ میں رکاوٹ سمجھنے لگے تھے اسی بناء پر سوئمبر کا تیسرا حصہ جیت کر جب خواص خان لوٹا تو ان تینوں راجکماروں نے اس کی راہ روکی وہ خواص خان کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے لیکن خواص خان نے اکیلے ان تینوں کا مقابلہ کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا اس پر راجکماری گنگا کہنے لگی۔ فدائی خان یہ سارے حالات میں جانتی ہوں کیونکہ میں نے کچھ لوگوں کو خواص خان کے پیچھے روانہ کیا تھا تاکہ وہ جان سکیں کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آتا ہے پر افسوس میرے بھیجے ہوئے وہ لوگ سوئمبر جیتنے والے نقاب پوش کے متعلق کچھ معلومات حاصل نہ کر سکے۔

فدائی خان فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا دیکھ راجکماری گنگا اب جبکہ تم جان گئی ہو کہ تمہارا سوئمبر کسی راجکمار نے نہیں بلکہ خواص خان جیسے معمولی شخص نے جیتا ہے یہ جان کر میں نہیں جانتا تمہارے تاثرات تمہارے احساسات کیا ہوں گے لیکن راجکماری میں تمہیں یہ بتا دوں کہ خواص خان جیسے دلیر' شجاع اور سورما' مخلص اور جانثار جوان کبھی کبھی اور کہیں کہیں پیدا ہوتے ہیں۔ راجکماری کیا آپ مجھ سے مزید کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ تب اداسی اور افسردگی میں راجکماری گنگا کہنے لگی نہیں جو کچھ میں جاننا چاہتی تھی وہ جان چکی ہوں۔ اس پر فدائی خان اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں اب جاتا ہوں اس کے ساتھ ہی فدائی خان مڑا اور خیمے سے نکل گیا تھا۔

فدائی خان کے جانے کے بعد خیمے میں تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ اس کے بعد اوما نے راجکماری گنگا کو مخاطب کر کے پوچھا۔ دیکھ راجکماری گنگا اب جبکہ تو جان چکی ہے کہ تیرے سوئمبر کے تینوں حصے خواص خان نے جیتے تھے وہ خواص خان جسے تم ناپسند کرتی رہی ہو اور کرتی ہو۔ وہ خواص خان جو کبھی تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتا تھا اور اب دل کی گہرائیوں سے تمہیں ناپسند کرتا ہے۔ اب بتاؤ یہ سب کچھ

جاننے کے بعد تمہارے تاثرات کیا ہیں۔ کیا اب بھی تم خواص خان کو حقیر اور ذلیل خیال کرتی ہو۔ کیا اب بھی تم اپنے اسی دعوے پر قائم رہو گی کہ تم ایک راجکماری ہو اور وہ لومڑیاں پکڑنے والا ایک معمولی انسان جسے تم سے محبت کرنے اور تمہارے سامنے اپنی محبت کرنے کا اظہار کرنے کا کوئی حق اور ادھیکار نہیں ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد اوما تھوڑی دیر کے لئے رکی پھر سلسلہ کلام جاری رکھا۔

دیکھ راجکماری گنگا میں یہ جاننا چاہوں گی کہ اب تیرے خواص خان کے متعلق کیا خیالات ہیں۔ اب بھی تو اس سے نفرت کرتی ہے اب بھی تو سے اس قابل نہیں سمجھتی کہ وہ تم سے محبت کرے تم پر اپنی چاہت اپنی الفت کا اظہار کرے۔ جواب میں راجکماری گنگا کہنے لگی۔

دیکھ اوما اب حالات اور ہیں۔ اب خواص خان معمولی انسان نہیں ہے اس میں کوئی شک نہیں کبھی وہ لومڑیاں پکڑ کر اپنی گزربسر کرتا تھا اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ میں نے اس سے نفرت کی تھی۔ اس کی بے عزتی کی تھی اس کے منہ پر طمانچے مارے تھے۔ لیکن اب سب کچھ تبدیل ہو چکا ہے۔ اب خواص خان لومڑیاں پکڑنے والا نہیں بلکہ شیر شاہ سوری کا سپہ سالار اعلیٰ بلکہ یوں جانو کہ شیر شاہ سوری نے اب اسے بیٹا بنا رکھا ہے۔ پھر اب وہ کیسے معمولی اور کم تر انسان ہے۔

اس پر اوما نے پھر کہنا شروع کیا۔

دیکھ راجکماری گنگا۔ میں نے تم سے یہ نہیں پوچھا کہ اب وہ کم تر انسان ہے یا برتر۔ جب تمہیں خبر ہو گئی ہے کہ تمہارے سوئمبر کے تینوں حصے خواص خان نے جیتے ہیں اب جبکہ تم یہ جان چکی ہو کہ تمہارے سوئمبر کے تینوں حصوں میں بڑے بڑے سورماؤں' بڑے بڑے نشانہ بازوں کو خواص خان نے ہی شکست دی تھی تو خاص خان کے متعلق اب تمہارے کیا تاثرات' کیا احساسات اور کیا جذبات ہیں۔ اس پر راجکماری گنگا تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گئی پھر کہنے لگی۔

دیکھ اوما سب سے پہلی بات یہ کہ اب تو میری لونڈی نہیں میری بہن ہے اس لئے کہ خواص خان تمہیں بہن کہہ چکا ہے اس ناطے سے اب میں بھی تمہیں بہن کہوں گی جہاں تک تمہارے اس سوال کا تعلق ہے کہ خواص خان سے متعلق میرے

احساسات اور جذبات اب کیا ہیں تو میں تم سے کہوں گی کہ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سوئمبر جیتنے سے پہلے میں خواص خان کو جبکہ وہ صاحب خان تھا ناپسند کرتی تھی جس وقت اس نے شیر شاہ سوری کے مسلح جوانوں کے ہاتھوں میری عزت میری جان بچائی تھی اس وقت گو اس نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا تھا اور میں اس کی ممنون اور شکرگزار تھی لیکن علیحدگی میں لے جا کر جب اس نے مجھ سے اظہار محبت اور چاہت بھرے الفاظ کہے تب میں غضبناک ہوئی اور اس سے ناروا سلوک کیا اس وقت میں یقیناً" اسے ناپسند کرتی تھی اس لئے کہ اس وقت اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی لومڑیاں پکڑ کر گزارا کرتا تھا اور میں اس وقت اسے ہیچ کمتر خیال کرتی تھی۔ ایک راجکماری کی حیثیت سے اس وقت میں سمجھتی ہوں میرے خیالات کسی حد تک بھٹکے ہوئے تھے۔

دیکھ اوما میری بہن اب معاملہ اور ہے اب صاحب خان خواص خان بن چکا ہے اور شیر شاہ سوری کے لشکروں کا سالار اعلیٰ ہے یہ ہی نہیں بلکہ شیر شاہ سوری نے اسے اپنا بیٹا بنا رکھا ہے اور مزید مستزاد یہ کہ اس نے ایک نقاب پوش کے بھیس میں میرے سوئمبر کے تینوں حصے کمال درجے کو چھوتے ہوئے جیتے میں خود بھی گزشتہ کئی ماہ سے اس نقاب پوش کی تلاش اور جستجو میں تھی۔ جس نے میرا سوئمبر جیتا تھا گو وہ نقاب وش مجھے ٹھکرا کے جا چکا تھا لیکن اس کی جیت کی وجہ سے میں غائبانہ طور پر اسے پسند کرنے لگی تھی اس کی محبت میں گرفتار ہو گئی تھی دیکھ یہ جان کر کہ میرا سوئمبر جیتنے والا خواص خان ہے میری اس محبت میری اس چاہت میں کوئی فرق نہیں آیا دیکھ اوما اب میری محبت اور چاہت کا مرکز یہ خواص خان ہے۔

اوما میری بہن میں مزید کھل کے یہ کہوں کہ خواص خان نے میرا سوئمبر جیت کر میرے آدرش کے سارے پرانے اور قدیم بت توڑ دیئے ہیں اب لومڑیاں پکڑنے والا وہی صاحب خان میرے لئے سبک آکاش تلے اور بے کنار پھیلی دھرتی پر نادر و کمیاب لعلوں جیسا قیمتی زیبائی فطرت جیسا عظیم اور صدیوں کے آئینے میں انسانی عظمتوں کے امین جیسا صاحب عزت ہے۔

اوما میری بہن خواص خان اب میرے کنوارپنے کی خوشبو' میرے جسم کا سایہ

اوراک میرا وجدان ہے عمروں کے بہتے سمندر میں اب وہ میرے سربستہ ہونٹوں کا نطق میرے محبت سے بھرپور بھید کا رازداں اور میری رگ جاں کا خون ہے اس کے بغیر زندگی بسر کرنا میرے لئے ایسے ہی ہے جیسے گلاب سے محروم فصل گل' جیسے کتاب سے محروم فکر و فن' جیسے سراب سے محروم کوئی صحرا' جیسے خواب سے محروم کوئی چشم خوباں' جیسے جواب سے محروم کوئی نامہ بر' جیسے حجاب سے محروم کسی دوشیزہ کا حیا۔

اب میری سوچوں کے پیمانے بدل گئے ہیں میرے احساسات کے لمس کی لذتیں تبدیل ہو گئی ہیں میں نے اپنی جھوٹی انا اور پندار کے برسوں کے کواڑ کھول دیئے ہیں اب میں سمجھتی ہوں خواص خان میرے جذبوں کی بے بسی کا مداوائے غم اور میری تیرہ شبی کا چراغ روشن ہے۔

اوما میری بہن خواص خان کی محبت نے اب مجھے شکستگی انا سے دوچار کر دیا ہے خواص خان میرے سانسوں کے خیموں کا اب راجکمار ہے۔ وہ میری آنکھوں میں لکھی پہیلیوں کا جواب میرے سینے میں الفاظ کے شور اور لبوں کے سناٹوں کے ڈھیر کا محرک ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد راجکماری گنگا خاموش ہو گئی تھی اوما بڑے خوش کن انداز میں اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ اوما نے اندازہ لگایا کہ یہ ساری گفتگو کرتے ہوئے راجکماری گنگا رنگ سمیٹتی تتلیوں' انوکھی اچھوتی تحریروں' خوشی کی نئی بساط جیسی شاداں و فرحاں ہو رہی تھی اس موقع پر اوما نے بات کا رخ اور پہلو بدلا اور راجکماری گنگا کو مخاطب کر کے کہا۔

دیکھ گنگا میری بہن مجھے یہ جان کر تو ازحد اور انتہا درجہ کی خوشی ہوئی ہے کہ اب تو میرے بھائی خواص خان سے نفرت نہیں محبت کرتی ہے اور یہ کہ تو نے تسلیم کیا ہے کہ اس کی محبت نے تیرے جذبات کے بند کواڑ توڑے ہیں تیری جھوٹی انا کو شکستہ کیا ہے پر دیکھ میری عزیز بہن کبھی معاملہ یہ تھا کہ صاحب خان یعنی خواص خان تجھے ٹوٹ کر پیار کرتا اس کے جسم کا ہر عضو تیری محبت اور تیری چاہت میں ڈوبا ہوا تھا پر تو نے اس کے منہ پر طمانچے مارے اور اس سے نفرت کا اظہار کیا اس کے بعد میں سمجھتی ہوں اس نے تمہاری محبت کو انتہا درجے کی نفرت میں تبدیل کر لیا ہے

اب جبکہ تو اس کے سامنے جائے گی اور اس سے محبت کا اظہار کرے گی تو مجھے خدشہ اور ڈر ہے کہ وہ تیری محبت کا جواب محبت سے نہیں دے گا۔

اوما کے ان خدشات کے باعث راجکماری گنگا تھوڑی دیر کے لئے سلگتی جلتی دوپہر' افسردگی کی چھاؤں اور تنہائیوں کے وشت اور بیگانگی کے کنویں جیسی ویران اور سنسان ہو گئی تھی۔ پھر اس نے فوراً ضبط کی چادر اوڑھ لی اور چہرے پر بشاشت لاتے ہوئے کہنے لگی۔

دیکھ اوما میں جانتی ہوں کہ خواص خان کی طرف سے اب مجھے ایسے ہی سلوک کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن میں حوصلہ نہیں ہاروں گی۔ اب میں ہر صورت میں خواص خان کو حاصل کر کے رہوں گی اس لئے کہ وہ میری محبت کا مرکز ہے۔ میں ان کے قریب تر رہتے ہوئے ان کی خدمت کرنے کی کوشش کروں گی اور ان کے دل میں اپنی محبت کے سوئے سوئے در و بام کو اجاگر کروں گی اور ان کے دل میں اپنی محبت کے پھول مہکا کے رہوں گی۔ مجھے امید ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب اور کامران رہوں گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد راجکماری گنگا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پھر وہ اوما کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

دیکھ اوما تو یہیں بیٹھ میں اکیلی خواص خان کے خیمے میں جاتی ہوں اور راضی کرنے کی کوشش کرتی ہوں میں خواص خان کے پاؤں پر گر جاؤں گی ان سے معافی مانگ لوں گی ان کے آگے ہاتھ جوڑوں گی جس طرح بھی مجھے راضی کرنا پڑا ہر صورت انہیں راضی کروں گی تو یہیں رہ میرے ساتھ نہ جانا اس لئے کہ تیری موجودگی میں شرم کے باعث اور حجاب کی وجہ سے نہ میں صحیح طرح سے معافی مانگ سکوں گی نہ ان سے کوئی بہتر انداز میں التجا کر سکوں گی۔ راجکماری گنگا کی اس گفتگو سے اوما کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ کہنے لگی ہاں تو ٹھیک کہتی ہے جا دیر مت کر وقت ضائع مت کر پتا نہیں حالات اس کے بعد کیا پلٹا کھائیں تو میں سمجھتی ہوں کہ تجھے فی الفور کوشش کر کے خواص خان کا قرب حاصل کر لینا چاہئے جوں ہی راجکماری گنگا دروازے کی طرف بڑھی دروازے پر خیمے کے پاس پہرہ دینے والا محافظ نمودار ہوا

اور دو تین بار کھنکھار کے کہنے لگا۔ راجکماری گنگا لشکر کے سالار ہیبت خان آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

اس محافظ کے ان الفاظ پر راجکماری گنگا نے چونک کر اوما کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ اوما میری بہن اس ہیبت خان کو مجھ سے کیا کام ہو سکتا ہے۔ یہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔ آخر وہ نہ مجھے جانتا ہے نہ میں اسے پہچانتی ہوں پھر کیوں مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ اس موقع پر خیمہ کے باہر سے ایک آواز آئی۔

راجکماری گنگا میری بہن میں ہیبت خان تمہارے خیمے کے باہر کھڑا ہوں ذرا خیمے کے دروازے کے قریب پردے کے پیچھے کھڑی ہو کر میری بات سنو۔ ہیبت خان نے جب راجکماری گنگا کو بہن کہہ کر پکارا تب اس کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ آگے بڑھی اور خیمے کے دروازے کے پیچھے کھڑی ہو گئی تھی۔ اوما بھی اس کے قریب ہی اوٹ میں کھڑی ہو گئی تھی پھر راجکماری گنگا کہنے لگی ہیبت خان میرے بھائی تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ ہیبت خان کی آواز پھر سنائی دی۔

گنگا میری بہن تھوڑی دیر تک ہمارا لشکر یہاں سے کوچ کرے گا اور ہم رہتاس شہر کی طرف جائیں گے۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں رہتاس شہر کی طرف جا کر آپ اپنے قدیم محل میں قیام کرنا پسند کریں گی یا کہیں اور ٹھہرنے کا آپ کا ارادہ ہے ہیبت خان کی اس گفتگو سے گنگا ایک طرح سے پریشانی اور فکرمندی کا شکار ہو گئی تھی۔ عجیب سے انداز میں اس نے ایک بار اوما کی طرف دیکھا پھر دروازے کی اوٹ میں رہتے ہوئے پوچھنے لگی۔

ہیبت خان میرے بھائی کیا آپ مجھے بتا سکیں گے کہ خود خواص خان کہاں ہیں اور کیا میں ان سے مل سکوں گی۔ اس پر ہیبت خان کہنے لگا راجکماری گنگا میری بہن آقا شیر شاہ سوری اور امیر خواص خان تو رات ہی کے وقت یہاں سے بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کی طرف کوچ کر گئے ہیں۔ کیا امیر خواص خان جاتے ہوئے تم سے مل کے نہیں گئے اس پر راجکماری گنگا نے بڑی بے بسی میں کہا نہیں وہ مجھ سے تو نہیں مل کے گئے۔ ہیبت خان نے ایک طرح سے توضیح کی گنگا میری بہن ہو سکتا ہے جلدی میں وہ تم سے نہ مل سکے ہوں اور اگر وہ تم سے ملتے تو شاید تم ان کے ساتھ جانے پر ضد

کرتیں اور اس طرح وہ ایک الجھن کا شکار ہو کے رہ جاتے گنگا میری بہن میں جانتا ہوں کہ امیر خواص خان اس وقت سے تمہیں پسند کرتے ہیں تم سے محبت کرتے ہیں جب وہ ہمارے لشکر میں شامل تک نہ ہوئے تھے۔

دیکھ میری بہن یہاں سے بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کی طرف کوچ کرنے سے پہلے آقا شیر شاہ سوری نے مجھے تمہارے متعلق تفصیل سے احکامات دیئے تھے اس وقت جو یہاں لشکر پڑاؤ کئے ہوئے ہے اس کا میں سپہ سالار اعلیٰ ہوں آقا شیر شاہ سوری نے بنگال کی طرف کوچ کرنے سے پہلے مجھے حکم دیا تھا کہ آپ اور اوما دونوں کا بہترین انداز میں خیال رکھا جائے چند روز تک آقا نے مجھے یہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا تھا اس کے بعد حکم تھا کہ میں رہتاس کی طرف چلا جاؤں اب میں آج اسی وقت کوچ کر رہا ہوں لہٰذا میں آپ سے یہ جاننا چاہوں گا کہ آپ کہاں قیام کرنا پسند کریں گی اس لئے کہ آقا شیر شاہ سوری نے جاتے ہوئے مجھے کہا تھا کہ اگر راجکماری گنگا اپنے قدیم محل میں قیام کرنا چاہے تو محل کے جس حصے میں اس کا پہلے قیام تھا محل کا وہ حصہ اس کے لئے خالی کر دیا جائے اور اگر وہ اس کے علاوہ کہیں قیام کرنا چاہے تب بھی وہاں اس کے رہنے کا پورا انتظام کیا جائے۔

ہیبت خان کی اس گفتگو کے جواب میں گنگا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر اس نے ہیبت خان سے پوچھا۔

ہیبت خان میرے بھائی میں اس بات کو تسلیم کرتی ہوں کہ خواص خان خانہ بدوش قبیلے سے نکل کر اس لشکر میں شامل ہوئے ہیں اور اس سے پہلے خانہ بدوش قبیلے کے علاوہ کہیں بھی ان کا مستقل ٹھکانہ اور رہائش نہیں ہے لیکن اس وقت وہ شیر شاہ سوری کے لشکر کے سپہ سالار اعلیٰ ہیں پر وہ اپنی ساری زندگی خیمے میں تو نہیں بسر کریں گے ان کے لئے کوئی مستقل رہائش بھی تو تجویز کی گئی ہو گی اس پر ہیبت خان فوراً کہنے لگا۔

گنگا میری بہن تمہارا اندازہ درست ہے شیر شاہ نے امیر خواص خان کے لئے مستقل اور بہترین رہائش کا انتظام کیا ہے اس پر راجکماری گنگا نے بڑی بے صبری سے پوچھا۔ شیر شاہ نے خواص خان کی رہائش کا کیا بندوبست کیا ہے ہیبت خان کی طرف

سے جواب ملا۔

گنگا میری بہن تمہارے باپ کا جو برہمن وزیر چورامن تھا شیر شاہ سوری نے چورامن کا جو محل ہے وہ خواص خان کو دے دیا ہے امن کی حالت میں خواص خان رہتاس کے اسی محل میں قیام کیا کرے گا اس پر راجکماری گنگا نے جھٹ جواب دیا۔

ہیبت خان میرے بھائی اگر شیر شاہ سوری نے خواص خان کو ہمارے برہمن وزیر چورامن کا محل دے رکھا ہے تو پھر میں چورامن کے محل میں قیام کروں گی اس لئے کہ اب وہ خواص خان کی ملکیت ہے اور شیر شاہ سوری خود بھی مجھے خواص خان کے حوالے کر چکے ہیں۔ ہیبت خان نے پھر جواب دیا دیکھ میری بہن جس طرح تو چاہ رہی ہے ایسا ہی ہو گا میں اب جاتا ہوں تھوڑی دیر تک لشکر یہاں سے کوچ کرے گا چورامن کے محل میں آپ اور اوما کے رہنے کا بہترین بندوبست کر دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی ہیبت خان وہاں سے چلا گیا تھا۔ راجکماری گنگا اور اوما دونوں پھر خیمے کے وسط میں بیٹھ گئی تھیں۔ اس موقع پر راجکماری گنگا نے پریشان اور غمگین لہجے میں اوما سے کہا۔

اوما میری بہن میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ رات کی تاریکی میں شیر شاہ سوری اور خواص خان بنگال کی طرف کوچ کر جائیں گے۔ اب نہ جانے خواص خان کب بنگال سے لوٹیں گے اور کتنا عرصہ مجھے ان کی محبت اور ان کی چاہت میں سلگنا پڑے گا۔ نہ جانے حالات کیا کروٹ لے لیں کہ خواص خان پھر مجھے کوئی اہمیت دینا ہی پسند نہ کریں اس پر اوما نے اس کی تسلی اور ہمت بندھائی دیکھ گنگا میری بہن تو فکرمند نہ ہو۔ تمہارے کام میں میں بھی تمہاری پوری پوری مدد کروں گی اور مجھے امید ہے کہ میں تمہیں اور خواص خان کو آپس میں راضی کرا دوں گی۔ اوما کا جواب سن کر گنگا کسی قدر خوش ہو گئی تھی پھر تھوڑی دیر بعد لشکر نے وہاں سے پڑاؤ اٹھایا اور قلعہ رہتاس کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○===○===○

ہمایوں نے ابھی تک اپنے لشکر کے ساتھ تیلیا گڑھی کے درے کے قریب پڑاؤ کر رکھا تھا اس لئے کہ درے کے راستے کو شیر شاہ سوری کے بیٹے جلال خان نے بند کر رکھا تھا۔ اس بنا پر ہمایوں اس راستے سے آسانی کے ساتھ گزر کر بنگال کے مرکزی شہر گوڑ تک نہ پہنچ سکتا تھا۔

ادھر شیر شاہ سوری جو مئی 1538ء کے لگ بھگ بنگال کے مرکز گوڑ پہنچا تھا۔ اپنے کام میں مصروف رہا اس نے گوڑ شہر میں قیام کے دوران اپنی رسم تاج پوشی ادا کی جیسا کہ اس کے سکے پر کندہ عبارت سے بھی ظاہر ہوتا ہے اور تاج پوشی کی رسم ادا کرنے کے بعد اس نے فرید الدین ابو المظفر شیر شاہ سوری کا لقب اختیار کیا۔

بنگال کو دہلی سلطنت میں ملانے والا پہلا بادشاہ سلطان التمش تھا اور اس کے ایک (300) سال بعد شیر شاہ سوری کو اول و آخر یہ امتیاز حاصل ہوا کہ اس نے عربی اور ہندی دونوں زبانوں میں اپنے نام کے سکے جاری کئے اس نے سکے پر اپنا نام سری ہمالی کندہ کروایا۔ شیر شاہ سوری نے چونکہ ہمایوں کی آمد سے پہلے ہی گوڑ شہر خالی کرانے کا عزم کر لیا تھا لہٰذا اس نے ہمایوں کی آمد سے پہلے ہی اپنی رسم تاج پوشی ادا کی۔

تاج پوشی کی رسم ادا کرنا سیاسی نقطہ نظر سے نہایت ضروری تھا۔ تاج پوشی سے

یہ ظاہر ہوتا تھا کہ بنگال میں سلطان محمود کی حکومت عملاً ختم ہو چکی ہے اور جو سیاسی خلا پیدا ہوا تھا اس کو پر کر دیا گیا ہے کیونکہ بنگال کی رعایا اس خیال کی عادی ہو چکی تھی کہ تخت پر قبضہ کرنے کے لئے خواہ کتنے ہی قتل ہوں خاندانی انقلاب ہوں لیکن گوڑ کی مسند کبھی خالی نہیں رہنی چاہئے۔ تخت نشینی کے دوسرے ہی دن شیر شاہ سوری نے شہر کو خالی کرنے کے لئے اپنا تمام مال و سامان اور دیگر ضروریات کی چیزیں سمیٹنی شروع کر دی تھیں۔

گوڑ شہر سے اپنی ضرورت کی ہر شئے سمیٹنے کے بعد شیر شاہ سوری خواص خان کے ساتھ گوڑ سے نکلا۔ گوڑ سے نکل کر شیر شاہ سوری اور خواص خان دونوں نے شیرپور کا رخ کیا۔ شیرپور بنگال میں موجودہ قاسم بازار سے 16 میل مغرب کی جانب واقع تھا۔ شیرپور کی طرف جانے سے پہلے شیر شاہ سوری نے اپنے بیٹے جلال خان کی طرف بھی پیغام بھجوایا کہ وہ تیلیا گڑھی سے نکل کر شیرپور پہنچ جائے۔ شیر شاہ سوری کا یہ حکم ملتے ہی اس کا بیٹا جلال خان بھی تیلیا گڑھی کے درے کو خالی کر کے اپنے باپ شیر شاہ سوری کے پاس شیرپور پہنچ گیا۔

ہمایوں کو جب خبر ہوئی کہ شیر شاہ سوری نے گوڑ شہر خالی کر دیا ہے اور اس کا بیٹا جلال خان بھی تیلیا گڑھی کے درے کو خالی کر چکا ہے تب اس نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ تیلیا گڑھی کے درے سے گزرتا ہوا تیزی کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہوا بنگال کے مرکزی شہر گوڑ جا پہنچا۔

شیر شاہ سوری نے خواص خان اور اپنے بیٹے جلال خان کے ساتھ چند روز تک شیرپور میں قیام کئے رکھا اور حالات کا جائزہ لیتا رہا جب اس کے جاسوسوں نے اسے یہ خبریں پہنچائیں کہ ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ گوڑ پہنچ گیا تب شیر شاہ سوری خواص خان اور جلال خان کے ساتھ شیرپور سے نکلا اور بھارکھنڈ کے راستے ہو کر وہ اپنے قلعہ رہتاس پہنچ گیا۔

○

اوما تقریباً بھاگتی ہوئی اس محل میں داخل ہوئی جو کبھی برہمن وزیر چورامن کا تھا لیکن اب خواص خان کی ملکیت تھا۔ اسے اس حالت میں دیکھتے ہوئے گنگا ایک کمرے

سے بھاگتی ہوئی نکلی اور محل کے باہر جو چھوٹا سا باغیچہ تھا اس کے قریب اس نے اوما کی راہ آن روکی اس موقع پر راجکماری گنگا نے یہ بھی دیکھا کہ محل سے باہر جو پہرہ دینے والے محافظ تھے ان کا سالار پرانے پہرہ دینے والوں کو ہٹا کر نئے پہرہ دینے والے مقرر کر رہا تھا۔ اوما کو یوں بدحواسی میں دیکھتے ہوئے راجکماری گنگا کچھ پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ اوما خود ہی اپنی سانسوں پر قابو پاتے ہوئے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

گنگا! گنگا! میری بہن میں تیرے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری لے کر آئی ہوں اس پر راجکماری گنگا کہنے لگی دیکھ اوما میری بہن میرے لئے اور کوئی خوشخبری اس کے علاوہ نہیں ہو سکتی کہ خواص خان مجھ سے راضی ہو جائیں ہاں جس روز وہ مجھ سے راضی ہوئے مجھ سے اپنی محبت' چاہت کا اظہار کیا تو میں سمجھوں گی مجھے بھی زندگی میں کوئی خوشی نصیب ہوئی ہے اس پر اوما کہنے لگی۔ میں بھی تیرے لئے ایسی ہی خوشی کی خبر رکھتی ہوں اور وہ یہ کہ آقا شیر شاہ سوری اور خواص خان دونوں بنگال سے لوٹ آئے ہیں میں نے شیر شاہ سوری کو خود اپنے محافظ دستوں کے ساتھ شہر میں داخل ہوتے اور شاہی محل کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس پر گنگا نے بڑی بے چینی بڑی بے تابی سے پوچھا اور خواص خان کہاں ہیں اس پر مدھم اور سرگوشی میں اوما کہنے لگی۔

دیکھ گنگا میں یوں ہی نہیں لوٹ آئی جب میں نے دیکھا کہ شیر شاہ سوری اپنے محافظ دستوں کے ساتھ شاہی محل کی طرف جا رہے ہیں تو مجھے خواص خان کے متعلق جستجو ہوئی میں نے ایک سپاہی کو روک کر پوچھا اور خواص خان سے متعلق سوال کیا تو اس نے بتایا کہ جو لشکر شیر شاہ سوری اور خواص خان کے ساتھ بنگال گیا تھا اس نے شہر سے باہر ہی پڑاؤ کر لیا ہے پھر شیر شاہ سوری اپنے محافظ دستوں کے ساتھ شاہ محل کی طرف آیا ہے خواص خان نے لشکر کے اندر اپنے خیمے میں قیام کیا ہے۔

اس پر گنگا غمگین سی آواز میں احتجاج کرتے ہوئے کہنے لگی دیکھ اوما جب شیر شاہ نے خواص خان کو یہ محل دے دیا ہے اور یہ اب ان کی ملکیت ہے تو پھر انہیں یہاں اپنے اس محل میں آ کے قیام و آرام کرنا چاہئے وہ یوں اجنبیوں کی طرح شہر سے باہر

خیمے میں کیوں پڑ رہے ہیں۔ اس پر ادا بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی دیکھ میری بہن اس سلسلے میں میں کیا کہہ سکتی ہوں اب وہ تو خواص خان کی مرضی ہے چاہے لشکر کے اندر اپنے خیمے میں قیام کرے چاہے یہاں آئے اس سے کوئی باز پرس تو نہیں کر سکتا۔ اس پر گنگا نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔

ادا تو یہیں رہ میں ابھی اور اسی وقت رہتاس شہر سے باہر لشکر میں جاؤں گی اور خواص خان سے ملتی ہوں انہیں اپنے ساتھ یہاں لے کے آؤں گی اس پر عجیب سے انداز میں ادا نے پوچھا اگر خواص خان نے تمہارے ساتھ یہاں آنے سے انکار کر دیا تب۔ گنگا نے بڑے عزم میں کہا دیکھ ادا یہ بعد کی بات ہے۔ پہلے تو مجھے ہر صورت میں ابھی اور اسی وقت خواص خان کے پاس جانا ہو گا انہیں منانا ہو گا اور اپنے ساتھ یہاں لانا ہو گا۔ اس کے ساتھ گنگا نے مزید ادا سے کچھ نہ کہا وہ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی تھوڑی دیر بعد نکلی وہ مردانہ جنگی لباس پہنے ہوئے تھی پھر وہ اصطبل کی طرف گئی وہاں ایک گھوڑے پر زین ڈالی اس پر سوار ہوئی پھر وہ محل سے گھوڑے کو نکال کر شہر کے صدر دروازے کی طرف دوڑا رہی تھی۔

شہر سے نکل کر گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے راجکماری گنگا خواص خان کے لشکر کے پڑاؤ میں داخل ہوئی اور پھر وہ خیموں میں سے گزرتی ہوئی پڑاؤ کے وسط میں آئی اور ایک خیمے کے سامنے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اس نے اسے روک دیا۔

گھوڑے سے اترنے کے بعد وہ خیمے کے دروازے پر آئی دروازے پر اس وقت دونوں جانب مسلح محافظ کھڑے تھے ایک محافظ کے پاس راجکماری گنگا آئی اور محافظ سے پوچھنے لگی۔ کیا امیر خواص خان خیمے میں موجود ہیں۔ میں ان سے ملنا چاہتی ہوں شاید تم نے مجھے پہچان لیا ہو گا اس پر محافظ کہنے لگا۔

راجماری گنگا بے شک آپ مردانہ اور جنگی لباس میں ہیں اس کے باوجود میں آپ کو پہچان چکا ہوں امیر خواص خان ہیں تو اپنے خیمے کے اندر لیکن وہ آرام کر رہے ہیں۔ اگر آپ برا محسوس نہ کریں تو میں خیمے میں جا کر ان سے پوچھ لیتا ہوں اس وقت وہ ملنا پسند کریں گے یا نہیں۔ اس پر گنگا کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگی۔

تم اندر جا کر پوچھ لو بہرحال وہ ملنا پسند کریں یا نہ کریں مجھے بہرصورت میں ان سے ملنا ہے۔ اس لئے کہ کام کی نوعیت ہی ایسی ہے اس کے ساتھ ہی وہ محافظ اندر چلا گیا تھا۔ گنگا بڑی بے چینی سے باہر کھڑی ہو کر انتظار کرنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ محافظ لوٹ کر آیا اس کی گردن جھکی ہوئی تھی پھر وہ گنگا سے کہنے لگا۔ دیکھ راجکماری۔ امیر خواص خان اس وقت آرام کر رہے ہیں لہٰذا انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا ہے۔ امیر نے کہا ہے کہ گنگا کو اگر کوئی بہت ہی ضروری کام ہے تو وہ جا کے اپنی لونڈی ادا سے کہہ دے امیر خود ہی اس سے معلوم کر لیں گے۔ اس پر گنگا بڑی بے چینی سے اس محافظ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

دیکھ میرے بھائی میں اس وقت بالکل نہتی ہوں میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے تم جانتے ہو کہ آقا شیر شاہ سوری مجھے ایک لونڈی کی حیثیت سے امیر خواص خان کے حوالے کر چکے ہیں اب میں امیر خواص خان کی ایک طرح سے داسی اور خدمت گار ہوں جس کام کے سلسلے میں میں اس وقت امیر خواص خان سے ملنا چاہتی ہوں وہ اتنا اہم ہے کہ میرا ابھی اور اسی وقت ملنا انتہا درجے کا ضروری ہے میں خیمے کے اندر جا رہی ہوں امیر خواص خان تم سے ناراض نہیں ہوں گے اگر وہ ناراض ہوئے تو میں خود برداشت کر لوں گی تم پر حرف نہیں آنے دوں گی۔ میں کہوں گی پہریدار نے مجھے منع کیا تھا لیکن میں خود ہی اندر آئی ہو اس کے ساتھ ہی اس پہرے دار کے ردعمل کا انتظار کئے بغیر گنگا خیمے میں داخل ہو گئی تھی۔

خیمے کے اندر خواص خان نے شاید پہریدار کے ساتھ گنگا کی ساری گفتگو سن لی تھی جب گنگا اندر داخل ہوئی تو پہریدار نے خیمے کے اندر جھانک کر دیکھا گنگا کے خیمے میں داخل ہونے کی وجہ سے خواص خان اپنی جگہ پر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا لہٰذا پہریدار مطمئن ہو کر ایک طرف ہٹ گیا تھا۔

گنگا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی جب خواص خان کے قریب گئی تو خواص خان نے لمبے اور برہمی ملی جلی آواز میں گنگا کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھ گنگا جب میں نے تم سے ملنے پر انکار کر دیا تھا پھر تو میرے خیمے میں کیوں داخل ہوئی کیا میرے محافظ کی گفتگو کا تجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اگر تو کسی انتہائی ضروری کام کے سلسلے میں مجھ سے ملنا

چاہتی تھی تو جو باتیں تو کہنا چاہتی تھی وہ اوما سے کہہ دیتی۔ اوما مجھے خود ہی آ کے بتا دیتی۔ اس پر گنگا بے چاری نے روتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

کیا میری نسبت اوما کی آپ کے ہاں زیادہ اہمیت ہے اس پر خواص خان کہنے لگا ہاں اوما میری بہن ہے جبکہ تم میری بدترین دشمن۔ اس کے ساتھ ہی اس گفتگو پر گنگا کا رنگ زرد ہو کے رہ گیا تھا پھر وہ ڈوبتی ہوئی آواز میں کہنے لگی چلو یوں ہی سہی۔ پر اس کے باوجود اس وقت میرا آپ سے ملنا انتہائی ضروری تھا اس لئے کہ میں ایک انتہائی اہم سلسلے میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں اس پر خواص خان نے پھر بے رخی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

دیکھ گنگا تیرے میرے درمیان کوئی اہم اور خاص معاملہ نہیں ہے تیرے میرے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے کوئی رابطہ نہیں ہے اس پر گنگا کہنے لگی جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں ٹھیک ہے پر میں تو آپ سے یہ کہنا چاہتی تھی کہ آپ نے جو آدمی فدائی خان کو بلانے کے لئے بھیجے تھے تو ان کے جواب میں فدائی خان مجھ سے ملا پہلے تو میں آپ کی انتہا درجے کی ممنون اور شکرگزار ہوں کہ میرے کہنے پر آپ نے فدائی خان کو بلایا اب فدائی خان نے مجھ پر انکشاف کر دیا ہے کہ میرا سوئمبر کس نے جیتا تھا اس پر خواص خان نے پھر بے رخی سے کہا۔

فدائی کے متعلق تمہیں میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں وہ تمہارا کام تھا سو وہ میں نے کر دیا۔ جہاں تک تمہاری اس بات کا تعلق ہے کہ تمہیں پتا چل گیا ہے کہ تمہارا سوئمبر کس نے جیتا تھا تو مجھے اس سے کیا غرض۔ جس نے تمہارا سوئمبر جیتا تھا جاؤ اسی کے پاس چلی جاؤ۔ میرے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی اس پر گنگا نے آواز میں کسی قدر حوصلہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔ اسی کے پاس تو آئی ہوں جس نے میرا سوئمبر جیتا تھا۔

خواص خان نے پھر غضبناکی میں جواب دیا۔

دیکھ گنگا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ کس نے تمہارا سوئمبر جیتا تھا تم کس کے پاس آئی ہو کس کے پاس جانا چاہتی ہو۔ میں تمہیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آئندہ اس طرح مجھ سے ملنے کی کوشش مت کرنا۔ گنگا نے فوراً" خواص خان کی بات کاٹتے

ہوئے تیز آواز میں کہا۔ کیسے ملنے کی کوشش نہ کروں رسومات نے مجھے آپ کے حوالے کیا ہے اس لئے کہ آپ نے میرے سوئمبر کے تینوں حصے جیتے تھے وقت نے بھی مجھے آپ کے حوالے کیا ہے رہتاس قلعہ فتح ہونے کے بعد آقا شیر شاہ سوری نے ایک لونڈی کی حیثیت سے مجھے آپ کے حوالے کیا تھا اس پر درمیان میں انتہائی برہمی کا اظہار کرتے ہوئے خواص خان کہنے لگا۔ زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں تم جانتی ہو کہ لونڈی کی حیثیت سے میں تمہیں آزاد کر چکا ہوں گنگا بھی اسی لہجے میں کہنے لگی۔ پر میں لونڈی کی حیثیت سے آزاد نہیں ہونا چاہتی میں آپ کی لونڈی ہی رہنا چاہتی ہوں اور لونڈی ہی کی حیثیت سے آپ کی خدمت کرنا چاہتی ہوں اس لئے کہ میرا سوئمبر آپ نے جیتا تھا۔ سوئمبر جیتنے کے بعد اگر آپ مجھے اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بنانا چاہتے آپ کو مجھ سے پریم مجھ سے محبت نہیں ہے تو کم از کم مجھے اپنی داسی اور لونڈی تو رہنے دیجئے۔ اس طرح میں آپ کے قدموں میں پڑی رہوں گی آپ کا کیا جائے گا۔

گنگا کی اس گفتگو پر خواص خان نے پہلے سے بھی زیادہ برہمی اور غصے اور غضبناکی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ گنگا گنگا تم کیسی ذلیل اور پست عورت ہو میں نہیں جانتا تھا کہ تم اپنے مطلب کی خاطر میرے پاؤں تک کو چھونے کے لئے پست اور ذلیل ہو جاؤ گی کیا تمہیں وہ الفاظ یاد نہیں جو تم نے میرے سامنے کہے تھے تمہیں یاد ہو گا جس وقت میں نے جنگل کے اندر تمہاری جان اور عزت بچائی تھی اور تمہاری عزت بچاتے ہوئے خود میرا باپ ہلاک ہو گیا تھا پھر جب اس وقت میں نے تمہارے سامنے تم سے محبت کا اظہار کیا تھا تو جانتی ہو گنگا تم نے انتہائی غیض و غضب کی حالت میں میرے منہ پر طمانچہ مارا تھا اور کہا تھا کہ مجھے جرات کیسے ہوئی کہ میں نے تمہارے ساتھ محبت اور چاہت کا اظہار کیا۔ تم نے یہ بھی کہا تھا کہ مجھے جسارت کیسے ہوئی کہ میں نے تمہارے وصال کا طالب بننے کی کوشش کی۔

یہاں تک کہنے کے بعد خواص خان رکا۔ پھر کہتا چلا گیا۔

دیکھ گنگا۔ تمہیں اپنے الفاظ یقیناً" یاد ہوں گے۔ تم نے چلاتے ہوئے مجھ سے کہا تھا۔ تم کتوں کے جھوٹے پیالے میں پانی پینے والے ایک خاک و راکھ آلودہ انسان

ہو۔ میرے اور تمہارے درمیان ایسا فرق ہے جیسے سبز لمحوں کے بدن اور موسموں کی جلتی آگ میں جیسے ناچتی خوشبو اور بے عکس خدوخال میں جیسے لمحوں کی بوندا باندی اور عذاب کی دربدری میں۔

دیکھ گنگا۔ راجکماری کی حیثیت سے تم نے مجھے یہ بھی کہا تھا کہ

میرا تعلق ایک خانہ بدوش قبیلے سے ہے اور میں خانہ بدوش قبیلے کے سردار کا غلام ہوں۔ جنگل میں لومڑیاں پکڑ کر ان کی کھالیں بیچ کر گزر بسر کرنے والا ہوں۔ یہی کام میرا باپ بھی کرتا رہا ہے۔ اپنے کندھوں پر کھالیں اٹھائے میں تمہارے شہر میں کھالیں بیچنے آتا رہا۔ تم نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر آئندہ میں نے اس موضوع پر تمہارے ساتھ گفتگو کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا اپنے محافظ سے کہہ کر تم میری گردن کٹوا دو گی۔ آخر میں تم نے مجھے دفع ہونے کے لئے کہا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ میں تیرا سنگ پسند نہیں کروں گی اور نہ تیری شکل دیکھنا چاہوں گی۔

کہو گنگا کیا تمہیں اپنے کہے ہوئے یہ الفاظ یاد ہیں۔

ان الفاظ کے جواب میں گنگا کچھ نہ کہہ سکی بے چاری کی گردن شرمندگی اور ندامت میں جھک گئی تھی۔ پھر ہلکی روتی بین کرتی آواز میں کہنے لگی۔ خواص خان میرے آقا۔ کیا آپ مجھے تھوڑی دیر بیٹھنے کے لئے نہیں کہیں گے تاکہ جو الفاظ آپ نے کہے ہیں میں ان کی آپ کے سامنے وضاحت پیش کر سکوں۔ اس پر خواص خان فوراً" کہنے لگا۔

نہیں ۔ میں تجھے بیٹھنے کے لئے نہیں کہوں گا اور نہ میں تجھ سے کسی وضاحت کا طلبگار ہوں تیرے لئے بہتر یہی ہے کہ تو ابھی اور اسی وقت یہاں سے نکل جا اور آئندہ نہ مجھ سے ملنے کی کوشش کرنا اور نہ اس موضوع پر میرے ساتھ بحث اور گفتگو کرنا۔

خواص خان کے ان الفاظ کی وجہ سے گنگا بے چاری تھوڑی دیر تک گزرے لمحوں کی لحد' مرقد پر گرتے برف کے پھولوں جیسی اداس اور آخر شب کے برگ آوارہ کی طرح الجھی الجھی' بکھری بکھری سی کھڑی رہی۔ پھر اچانک وہ آگے بڑھی ایک دم نیچے جھکی اور خاص خان کے پاؤں پکڑتے ہوئے وہ کہنے لگی۔ رب۔ بھگوان اور ایشور

کے لئے مجھے معاف کر دیجئے۔ اپنے اللہ۔ اپنے رسول کے لئے مجھ سے جو خطا ہوئی معاف کر دیجئے۔ میں آپ سے شما کی بھکشا مانگتی ہوں۔ میں آپ سے محبت کرتی ہوں آپ کو چاہتی ہوں۔ آپ سے پریم کرتی ہوں۔ ساری عمر آپ کی پریم داسی بن کر رہنا چاہتی ہوں۔ اگر آپ نے مجھے ٹھکرا دیا اگر آپ نے مجھ سے نفرت کا اظہار کیا تو میں منجمد چشمے' مغموم خشک دریا' سب جھیلوں میں جے عکس جیسی ہو کر رہ جاؤں گی۔

گنگا کی اس حرکت پر خواص خان نے اپنے پاؤں کھینچ لئے اور دھکا دے کر اس نے گنگا کو پیچھے گرا دیا۔ گنگا بری طرح زمین پر گری پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس بے چاری کی گردن ایک بار پھر جھک گئی تھی۔ وہ خواص خان کے سامنے تنہائی کے مجسم حسین اور جلتی دھوپ کے کالے سائے کی طرح کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھی۔ خواص خان تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

دیکھ گنگا۔ تو بات کو طول دے رہی ہے۔ یاد رکھ تو اپنے رویئے اپنے سلوک اور اپنے تکبر اپنے فخر اپنی اکڑی ہوئی گردن کی وجہ سے میرے لئے گرد کا طوفان' شعلوں کی باڑھ' آگ کی دیوار' سنگ برساتا لمحہ اور لہو کی صلیب ثابت ہوئی ہے۔ تو نے میرے ساتھ برا سلوک کر کے مجھے ایک نفرت گزیدہ انسان بنایا ہے۔ جس وقت میں لومڑیاں پکڑ کر گزر بسر کرتا تھا اور تو راجکماری تھی تو یاد کر میں نے تیری عزت بچائی تھی۔ تیری جان بھی بچائی۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ میں اس وقت سے تمہیں چاہتا تھا جب تم بچپن کی حدود کو چھوڑ کر جوانی میں داخل ہو رہی تھیں۔ جس روز میں نے تمہاری عزت تمہاری جان بچائی تھی اس وقت مجھے تنہائی میں تم سے کچھ کہنے کا موقع ملا اور میں نے جراتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تم پر اپنی محبت کا اظہار کر دیا۔ حالانکہ محبت کے معاملے میں میں انتہائی بزدل اور کمزور واقع ہوا ہوں۔

بجائے اس کے کہ تم میری محبت کے اس جواب میں مجھے کسی طریقے سے ٹال دیتیں یا میرے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہوئے میری محبت کا رخ کسی اور سمت پھیر دیتیں یا صاف کہہ دیتیں کہ تم کسی اور کو چاہتی ہو اگر ایسا نہ ہوتا تو تم محبت کا جواب دیتیں۔ لیکن سن گنگا۔ تجھے یاد ہو گا تو نے میرے منہ پر طمانچہ مارا تھا اور ایسے الفاظ کہے تھے جو ایک شریف انسان کے لئے یقیناً" ناقابل برداشت ہوتے ہیں۔

سن گنگا۔ اب میں تمہاری وجہ سے ایک نفرت گزیدہ انسان ہوں۔ میں نے تمہارے لئے شہر دل کے سارے دروازے اور محبت کے سب ہی اوطاق بند کر دیئے ہیں۔ اپنے سلوک اپنے تکبر اور اپنے برے فعل کی وجہ سے گنگا اب تم میرے لئے بدلتے رستوں کی دھول' خزاں کی تاریک شب' اجاڑ پیڑوں کے زرد چہروں کی مانند ہو۔ جاؤ چلی جاؤ۔ تم ایک اداس لکھی داستان اور پت جھڑ کے عکس کا اولین جھونکا ہو۔ میں تم سے کوئی ربط کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا۔ گنگا میں تجھے اداس لمحوں کی کہانی' دل آزاد خواہش اور خزاں آلود ثمر سمجھ کر ٹھکراتا ہوں۔ سن اگر تو میرے دل ہی کی بات سننا چاہتی ہے تو لکھ رکھ۔ تو ایک غلیظ' پست اور ذلیل لڑکی ہے۔ جسے میں کسی بھی صورت اپنی ذات کا حصہ نہ بننے دوں گا۔ میرے ساتھ برا سلوک کرنے سے پہلے تم میری نگاہوں میں بڑی عزت بڑا وقار رکھتی تھیں لیکن اب تم میری نگاہوں میں زمین کی پاتال سے بھی زیادہ پستی اور ذلت میں گر چکی ہو دیکھ گنگا قبل اس کے کہ میرے منہ سے تمہارے لئے اس سے بھی گندے الفاظ نکلیں تم یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ ورنہ اگر میرا غصہ مزید بڑھا تو میرا ہاتھ بھی تم پر اٹھ سکتا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ ایک عورت پر میرا ہاتھ اٹھے۔ لہٰذا تم ابھی اور اسی وقت میرے خیمے سے چلی جاؤ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں پہریدار کو حکم دوں گا وہ تمہیں گھسیٹتا ہوا خیمے سے باہر نکال دے گا۔

جواب میں گنگا بے چاری روتی سسکتی' بلکتی بین کرتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

خواص خان آپ کو ایسا کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی میں خود ہی آپ کے حکم کے مطابق آپ کے خیمے سے نکل جاتی ہوں پر جانے سے پہلے میری ایک گزارش ہے۔ یوں جانیں کہ یہ آخری گزارش ہے اور اس کے بعد میں آپ کے لئے کسی تکلیف کسی تنگی کا باعث نہ بنوں گی اس پر خواص خان نے پھر بیزاری میں کہا کہو کیا کہنا چاہتی ہو جواب میں گنگا بولی۔

جس وقت آپ نے اپنے لشکر کے ساتھ کوہستان وندھیاچل میں پڑاؤ کیا ہوا تھا اور وہاں سے آپ رات کی تاریکی میں بنگال کے مرکزی شہر گوڈ کی طرف روانہ ہو گئے تو آپ کی روانگی کے کچھ دن بعد تک لشکر نے وہیں قیام کئے رکھا تھا پھر لشکر جب

رہتاس کی طرف کوچ کرنے لگا تو ہیبت خان نیازی میرے پاس آیا اور مجھ سے پوچھا کہ میں رہتاس کے پرانے راج محل کے اس حصے میں قیام کرنا چاہتی ہوں جس میں پہلے رہتی تھی یا کسی اور جگہ رہنا چاہتی ہوں اس پر میں نے ہیبت خان سے آپ کی رہائش سے متعلق پوچھا تو اس نے انکشاف کیا کہ آقا شیر شاہ سوری نے آپ کو ہمارے برہمن وزیر چورامن کا محل دے دیا ہے لہٰذا میں نے ہیبت خان نیازی سے کہا کہ میں اسی محل میں رہنا پسند کروں گی جو خواص خان کو دیا گیا ہے۔ اب میں اس محل کے ایک حصے میں اوما کے ساتھ رہ رہی ہوں آپ سے میری صرف اتنی التجا ہے کہ مجھے اوما کے ساتھ اسی محل میں پڑا رہنے دیجئے میں آپ کی کسی تکلیف آپ کے لئے کسی اذیت کا باعث نہیں بنوں گی۔ اس پر خواص خان کہنے لگا جاؤ تم اسی محل میں رہتی رہو کوئی تم سے باز پرس نہیں کرے گا۔ اس کے بعد گنگا بے چاری اپنے آنسو پونچھتی ہوئی خیمے سے نکل گئی تھی۔

○

تھوڑی دیر بعد گنگا رہتاس کے سابق وزیر چورامن کے محل میں داخل ہوئی گھوڑے کو اس نے اصطبل میں باندھا گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سن کر اوما بھی باہر آ گئی تھی اس نے دیکھا گنگا سر جھکائے اداس اداس افسردہ اور بکھری بکھری سی اصطبل سے نکل کر اس کی طرف آئی تھی۔ جب وہ نزدیک آئی تو اوما نے بڑے پیار سے پوچھا گنگا میری بہن خواص خان نے تم سے کیا کہا اس پر گنگا بے چاری منہ سے تو کچھ نہ کہہ سکی آگے بڑھ کر وہ اوما سے لپٹ گئی اور بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر اور سسک سسک کر رونے لگی تھی۔

اوما اسے سہارا دے کر کمرے میں لے گئی تھوڑی دیر تک اسے تسلی دیتی رہی جب گنگا نے اپنے آپ کو سنبھالا تب اوما نے پھر پوچھا۔

دیکھ گنگا تو روتی کیوں ہے اصل بات تو بتا کیا ہوا کیا تو خواص خان کے پاس گئی تھی۔ کیا اس نے تمہیں ٹھکرا دیا ہے اس پر گنگا کہنے لگی اوما میری بہن تیرا اندازہ درست ہے دیکھ میں خواص خان کے پاس گئی پہلے تو انہوں نے مجھ سے ملنے سے ہی انکار کر دیا پہریدار سے کہا کہ اسے کہو کہ میں نہیں ملنا چاہتا پر میں زبردستی خیمے میں

واخل ہو گئی اس پر وہ مجھ سے خفا ہوئے پھر باتوں ہی باتوں میں انہوں نے میری بڑی بے عزتی کی مجھے وہ الفاظ یاد ولائے جو میں نے اس وقت ان کے منہ پر طمانچہ مارنے کے وقت کہے تھے جس وقت میں راجکماری تھی اور انہوں نے مجھ سے اظہار محبت کیا تھا۔ دیکھ ادما میں مانتی ہوں میری وہ غلطی تھی اور میں نے ایک گھمنڈ اور اپنی انا کو سامنے رکھتے ہوئے خواص خان سے برا سلوک کیا تھا بس میرا وہ برا سلوک ہی میری بدقسمتی میری بدشگونی کا باعث بن گیا ہے۔ دیکھ ادما میری بہن ایک طرح سے خواص خان بھی اپنی جگہ ٹھیک ہے راجکماری کی حیثیت سے مجھے اس کے ساتھ ویسا سلوک نہیں کرنا چاہئے تھا اس نے میری عزت بچائی تھی میری جان کا محافظ بنا تھا۔ اس موقع پر اگر اس نے مجھ سے چاہت اور محبت کا اظہار کیا تھا تو مجھے ضبط کرنا چاہئے تھا میں نے اسے برے طعنے دیئے اسے لومڑیاں پکڑنے والا کہا پھر دوسرے موقع پر وہ ہمارے خیمے میں بھی آیا میرے پتا جی نے مجھے اس سے معافی مانگنے کے لئے کہا اور نخوت میں میری گردن اس وقت ایسی اکڑی ہوئی تھی کہ میں کچھ بھی نہ کر پائی اور آج وہ سارے میرے بکھرے ہوئے برے الفاظ اور بدسلوکیاں ایک دم میرے سامنے آن کھڑے ہوئے ہیں۔

دیکھ ادما خواص خان بھی مجھ سے محبت کرتے تھے لیکن اب وہ مجھ سے شدید نفرت کرتے ہیں انہوں نے اپنے دل کے سب ہی دروازے میرے لئے بند کر دیئے ہیں مجھے انہوں نے غلیظ ذلیل اور پست لڑکی کہا اور یہاں تک کہا کہ میں ان کے خیمے سے نکل جاؤں ورنہ وہ مجھے ماریں گے اور پہریدار سے کہیں گے کہ گھسیٹ کر مجھے خیمے سے باہر نکال دے دیکھ ادما میں ان سے یہ اجازت لے کر آئی ہوں کہ مجھے او کے ساتھ اس محل میں رہنے کی اجازت دے دیں اور انہوں نے مجھے یہاں رہنے کی اجازت دے دی ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد راجکماری گنگا تھوڑی دیر کے لئے رکی عجیب سی بے بسی میں اس نے ادما کی طرف دیکھا پھر دوبارہ کہنا شروع کیا۔

دیکھ ادما میری بہن میں دو ایک بار اور خواص خان کو راضی کرنے کی کوشش کروں گی ادما میں تم پر انکشاف کروں گی کہ اب میں خواص خان کو اپنی جان سے بھ

زیادہ عزیز رکھتی ہوں اور ان سے محبت کرتی ہوں ان کے بغیر زندگی بسر کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی اور اگر انہوں نے پھر بھی مجھے معاف نہ کیا تو پھر میں یہ محل چھوڑ جاؤں گی اس پر ادما نے چونک کر پوچھا۔ تم کہاں جاؤ گی۔

گنگا کہنے لگی۔

سن ادما میری بہن رہتاس شہر میں ایک ودھوا آشرم ہے وہاں چلی جاؤں گی اور اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن ہجر کے لمحوں سے لپٹ کر گزار دوں گی۔ اس پر ادما نے فوراً پوچھا۔

میں اس ودھوا آشرم کو جانتی ہوں لیکن تم وہاں کیسے رہو گی وہاں تو ساری بیوہ عورتیں رہتی ہیں اور تم بیوہ تھوڑی ہو اس پر گنگا کہنے لگی مجھ سے بڑھ کر بیوہ کون ہو گی دیکھ خواص خان نے میرا سوئمبر جیتا روایات اور اقدار کے مطابق میری شادی خواص خان سے ہونی چاہئے تھی۔ اب جبکہ خواص خان نے مجھے ٹھکرا دیا ہے جسے میرا پتی ہونا چاہئے تھا اس نے ہی جب مجھے دھتکار دیا ہے تو میں بیوہ نہیں تو اور کیا ہوں۔ دیکھ ادما میں ودھوا آشرم چلی جاؤں گی اور اپنی زندگی کے باقی دن وہاں ہجر و فرقت میں گزار دوں گی۔ اس پر ادما کہنے لگی۔

لیکن اس ودھوا آشرم کی حالت تو آج کل بڑی کسمپرسی کی سی ہے ودھوا آشرم میں جس قدر بیوائیں رہتی ہیں وہ شہر اور قریبی بستیوں میں بھیک مانگنے جاتی ہیں اور اسی بھیک سے گزر بسر کرتی ہیں اور لوگوں ہی کی بھیک سے ودھوا آشرم چلتا ہے۔ اس پر گنگا انتہائی بے بسی اور لاچارگی میں کہنے لگی۔

دیکھ ادما اس سے کیا فرق پڑتا ہے اگر ودھوا آشرم میں رہنے والی ساری بیوائیں بھیک مانگتی ہیں تو میں بھی ان کے ساتھ بھیک مانگ کر گزر بسر کرتی رہوں گی میں کوئی آسمان سے اتری ہوئی تو نہیں ہوں بس جس طرح دوسری بیوائیں آشرم میں زندگی بسر کریں گی ویسے ہی سب میں بھی ان کے ساتھ اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن گزار دوں گی۔

گنگا کی اس گفتگو کے جواب میں ادما تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر اس نے گنگا کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

دیکھ گنگا میری بہن اگر تو پسند کرے تو اس سلسلے میں میں خود خواص خان سے بات کرنے کی کوشش کروں اس پر گنگا نے اس کی طرف چونک کر پوچھا اور کہا د ادما تو ہرگز ایسا مت کرنا۔ میں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ خواص خان مجھ سے انتہا در۔ کی نفرت کرتے ہیں اور میری شکل دیکھنے کے روادار نہیں بس یوں جانو وہ مجھے انتہا ذلیل پست اور مکروہ لڑکی سمجھتے ہیں اگر تو نے میری سفارش میں ان سے گفتگو کر۔ کی کوشش کی تو مجھے ڈر اور خدشہ ہے کہ میری طرح خواص خان تم سے بھی نفر کرنے لگیں گے۔ آج تک تو وہ تمہیں بہن کہتے ہیں پھر وہ تمہیں میری طرح ا دشمن اور پست و ذلیل سمجھنے لگیں گے جبکہ میں ایسا نہیں چاہتی اور دیکھ ادما اگر ا ہو تو پھر ہم دونوں کا اس محل میں رہنا مشکل ہو جائے گا۔ لہذا میں تم سے التجا کرو گی کہ کسی بھی موقع پر تم میرے سلسلے میں خواص خان سے گفتگو کرنے کی کوشا مت کرنا۔

گنگا جب خاموش ہوئی تو ادما کہنے لگی۔

دیکھ گنگا میری بہن میں نے زندگی کا ایک حصہ تیرے ساتھ بسر کیا ہے اگر حالا اتنے ہی ابتر ہو گئے ہیں تو میں ہر صورت میں تیرا ساتھ دوں گی۔ اگر خواص خان تمہاری مزید کوششوں کے جواب میں بھی تمہیں معاف نہ کیا تو یہاں سے نکل کر ود آشرم جانے پر مجبور ہوئی۔ تو میں بھی تیرے ساتھ ودھوا آشرم میں رہوں گی اور و بھی تیری خدمت کرتی رہوں گی۔

ادما کی اس گفتگو پر گنگا بے چاری پس کر رہ گئی تھی۔ ایک بار پھر وہ ادما لپٹ گئی اور رونے لگی۔ ادما کے بھی آنسو نکل گئے۔ دونوں تھوڑی دیر تک ا دوسرے سے لپٹ کر روتی رہیں۔ پھر سنبھلیں۔ اس کے بعد دونوں بے چاری ا کھانے کا انتظام کرنے میں لگ گئیں تھیں۔

○===○===○

ایک روز شام کے قریب جس وقت گنگا خواص خان کی اس حویلی کے مطبخ میں کھانا تیار کرنے میں مصروف تھی ایک سمت سے ادما بھاگتی ہوئی آئی۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور وہ بڑی خوش اور شاداں نظر آ رہی تھی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے گنگا نے بڑے تجسس میں پوچھا۔

ادما۔ میری بہن کیا کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے جو تو اس قدر خوش شاداں اور پر مسرت ہے۔ اس پر ادما کہنے لگی۔ ہاں گنگا میری بہن۔ غیر معمولی ہی بات ہوئی ہے۔ اس پر تیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے گنگا نے پوچھا۔ پھر مجھے بھی بتاؤ۔ ادما کہنے لگی خوشی کی بات یہ ہے کہ خواص خان شہر کے باہر خیموں کے پڑاؤ سے اٹھ کر اس حویلی میں منتقل ہو چکا ہے اور حویلی کے دائیں جانب جو کمرے ہیں ان میں سے ایک میں اس نے قیام کیا ہے۔ میں خود اسے ایک کمرے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ چکی ہوں۔ اس کے محافظ بھی اس کے ساتھ تھے۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد محافظ اس کے کمرے کے باہر پہرہ دے رہے تھے۔ اس پر گنگا نے مایوسی کے سے انداز میں کہا۔

دیکھ ادما میری بہن اس میں خوشی اور مسرت کی کون سی بات ہے۔ اگر تم اس بات پر خوش ہو کہ خواص خان حویلی میں یہاں آ گئے ہیں تو یہ بات ہمارے لئے نئی تو نہیں۔ وہ کوئی ہمارے لئے تو یہاں نہیں آئے۔ آخر شیر شاہ یہ حویلی ان کے حوالے

کر چکا ہے اس لئے اس میں آنا ان کا حق بنتا ہے۔ اس پر اوما نے کہا۔

دیکھ گنگا۔ میں تجھے ایک مخلصانہ مشورہ دیتی ہوں۔ کھانا تیار کرنے کے بعد تو خواص خان کے لئے کھانا ڈال اور خود ان کے لئے کھانا لے کر جا۔ کھانا انہیں پیش کر۔ مجھے امید ہے کہ ان کے دل میں اگر تمہارے لئے تھوڑی سی بھی محبت ہے تو وہ تمہارے ہاتھ سے کھانا لے کر کھالیں گے اور تمہارے ساتھ اپنی ناراضگی رفع دفع کر کے تمہیں راضی کر لیں گے۔

اوما کے اس مشورے پر گنگا نے کچھ سوچا۔ پھر جواب دیا۔

دیکھ اوما۔ تمہارے کہنے پر میں خواص خان کے لئے کھانا تو لے جاتی ہوں لیکن اگر انہوں نے پھر مجھ سے پہلا سا سلوک کیا۔ میرے ہاتھ کا کھانا لینے سے انکار کر دیا اور مجھے اپنے کمرے سے نکال دیا۔ اس پر اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

سن۔ گنگا۔ اگر اس بار بھی خواص خان نے پہلا سا رویہ ہی رکھا اور تمہارے ساتھ مصالحت کی کوشش نہ کی اور تمہارے ہاتھ کا کھانا بھی نہ کھایا تو پھر سن۔ آنے والی صبح سے پہلے ہی پہلے اندھیرے منہ ہم یہاں سے نکل کر رہتاس کے دوھوا آشرم میں چلے جائیں گے اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو گی کہ ہم دونوں کہاں گئیں ہیں۔ اوما کا یہ جواب سن کر گنگا بے چاری پیلی ہو گئی تھی۔ پھر کہنے لگی۔

اوما میری بہن تمہاری تجویز تو ٹھیک ہے۔ پر خواص خان سے یہ دوری میرے لئے بڑی ناقابل برداشت اور انتہائی جان لیوا ہو کر رہ جائے گی۔ اس پر اوما نے بدکتے کے انداز میں گنگا کی طرف دیکھ اور پوچھا کیوں ناقابل برداشت ہو جائے گی۔ جب خواص خان تم سے محبت نہیں کرتا۔ تمہیں پسند نہیں کرتا۔ اپنے دل میں چاہت اپنے پریم اور اپنی محبت میں تمہیں حصہ دار نہیں بنانا چاہتا تو اس سے دوری پھر تمہیں کیوں ایک طرح کی پریشانی میں مبتلا کرے گی۔

دیکھ گنگا۔ تم وہی ہو جو کبھی اپنے دل کی گہرائیوں سے خواص خان سے شدید نفرت کرتی تھیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اگر خواص خان تمہیں نہیں اپنانا چاہتا تو اپنے دل میں اسی نفرت کو جنم دے لو جو تمہیں پہلے خواص خان کے لئے تھی۔ اس پر گنگا بے چاری بڑی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

اوما میری بہن کاش میں ایسا کر سکتی۔ کاش میں اس نفرت کو واپس لا سکتی جو میرے دل میں اس وقت خواص خان کے لئے تھی۔ جب وہ صاحب خان تھا اور لومڑیاں پکڑتا تھا۔ لیکن اب میری زندگی میں انقلاب برپا ہو چکا ہے۔

سن اوما۔ میری بہن۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں صاحب خان سے انتہا درجے کی نفرت کرتی تھی۔ تم جانتی ہو اس نفرت کا میں نے اظہار بھی کیا اور خواص خان کے منہ پر اس وقت طمانچہ مارا جب وہ صاحب خان تھا۔ حالانکہ مجھ پر اس نے احسان بھی کیا تھا۔ اس نے میری جان میری آبرو کی حفاظت کی بھی کی تھی اس کے باوجود اس سے مجھے ایسی شدید نفرت تھی کہ میں اس کے احسان تک کو فراموش کرتے ہوئے اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی لیکن اس کے بعد میری زندگی میں انقلاب برپا ہوا۔

دیکھ اوما۔ جس وقت میرا سوئمبر رچایا گیا اور نقاب پوش کی حیثیت سے خواص خان نے میرے سوئمبر کے تینوں حصے بڑے احسن طریقے سے جیتے اس وقت بھی میں خواص خان سے نفرت ہی کرتی تھی۔ میرے دل میں اس کے لئے کوئی محبت' چاہت یا پریم نہیں تھا۔ جس وقت اس نقاب پوش نے میرے سوئمبر کے تینوں مراحل جیتے تو میں اس کی جیت اس کی جراتمندی' اس کی تیر اندازی اور تیغ زنی میں مہارت دیکھتے ہوئے آپ سے آپ اس کی طرف کھنچتی چلی گئی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ اس نقاب پوش کے بھیس میں خواص خان ہے۔

پھر سوئمبر کا تیسرا حصہ جیتنے کے بعد جب اس نقاب پوش نے مجھے اپنانے کے لئے یہ کہہ دیا کہ وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے اور چلا گیا اس کے بعد جب اس نے سوئمبر میں حصہ لینے والے تینوں راجکماروں کی گردنیں بھی کاٹ دیں تب میری محبت اس سے انتہا درجے کی شدید ہو گئی اور میں نے عہد کر لیا کہ میں ہر صورت میں اس نقاب پوش کو حاصل کر کے رہوں گی جس نے میرا سوئمبر جیتا ہے اس لئے کہ وہ نقاب پوش میرے پریم کی آخری حدوں کو چھو گیا تھا اور میری زندگی کی سب سے بڑی بیماری بن کر رہ گیا تھا۔ لہذا میں نے اسے حاصل کرنے کے لئے اس کی تلاش شروع کر دی تھی۔

دیکھ اوما یہاں آنے کے بعد جب فدائی خان نے یہ خبر دی کہ نقاب پوش ورا خواص خان ہی ہے تو دیکھ میری بہن خواص خان کے لئے میرے دل میں جو نفرت وہ ختم ہو گئی اور جس قدر محبت اور پریم سوئمبر جیتنے والے نقاب پوش کے لئے ہوا تھا وہ سارا پریم وہ ساری چاہت اور وہ ساری محبت خواص خان کی ذات کی ا منتقل ہو گئی۔ اب وہی خواص خان جو کبھی میرے لئے انتہائی قابل نفرت تھا میرے لئے انتہا درجے کا نادر و نایاب ہے۔ سنو جس قدر میں اس سے نفرت کرتی اس سے سینکڑوں گنا زیادہ اب میں اس سے محبت کرتی ہوں۔ میں خیال کرتی ہوا میری بہن کہ خواص خان کے بغیر میری زندگی جہنم اور ویران ہو کر رہ جائے سوچتی ہوں خواص خان کے بغیر ودھوا آشرم میں میں زندگی کیسے بسر کروں گی۔ : چاہتی تھی اسی حویلی میں رہوں گی۔ گاہے گاہے چوری چھپے خواص خان کو دیکھتی ا گی اور اپنے دل کے اندر پریم کی اٹھنے والی آگ کو ٹھنڈا کرتی رہوں گی۔ پر جب سے نکل کر مجھے ودھوا آشرم جانا پڑا تو اوما میری بہن میری زندگی کے خار زار ہو جائیں گے۔

اتنا کہنے کے بعد راجکماری گنگا جب خاموش ہوئی تب اوما نے اس ساری گ

جواب دیا۔

دیکھ گنگا میری بہن۔ میں تمہاری محبت اور چاہت کے انقلاب کو سمجھتی ہو تو واقعی خواص خان کے بغیر نہیں رہ سکتی اس سے دوری بھی برداشت نہیں کر اسے اپنی طرف مائل کرنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے۔ اس پر چونک کر گ پوچھا۔ وہ کیا طریقہ۔ اس پر اوما کہنے لگی۔

سن گنگا۔ اس وقت تو تو خواص خان کے لئے کھانا لے کر جا۔ اگر انہو تیرے ہاتھ کا کھانا کھا لیا تیرے ساتھ اچھی گفتگو کی تو سارے مسائل حل ہی ' اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر آ جانا اور پھر صبح ہم ودھوا آشرم کی طرف چلی جائیں تمہیں پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ نئے حالات کے تحت ودھوا آشرم کی مالی حالت سقیم اور بری ہے لہٰذا ودھوا آشرم میں جس قدر بیوائیں رہتی ہیں وہ بھیک ما لئے نکلتی ہیں اور اسی سے ودھوا آشرم کی گزر بسر ہوتی ہے دیکھ گنگا میری بہ

ں بیواؤں کے ساتھ بھیک مانگنے کے لئے نکلا کرنا میں بھی انہی بیواؤں میں شامل ہوا وں کی خصوصیت کے ساتھ تم بھیک مانگنے کے لئے خواص خان کی حویلی کی طرف بھیک مانگنے کے دوران تم اپنے بدن کو خوب ڈھانپ کے رکھنا اور اپنے چہرے پر ، نقاب ڈالے رکھنا۔ میں جانتی ہوں خواص خان ایک انتہائی ہمدرد اور انتہائی جانثار ن ہے وہ کبھی بھی تم سے نفرت نہ کرتا پر تم نے جو رویہ اس کے ساتھ رکھا تھا ، کی انتہا پر تم سے اس کی محبت انتہاء درجے کی نفرت میں بدل گئی ہے۔

دیکھ گنگا تو مانے گی جس وقت وہ لومڑیاں پکڑتا تھا اس وقت وہ اپنے دل کی رائیوں سے تمہیں چاہتا تھا اور تمہارے بغیر زندہ نہیں رہنا چاہتا تھا لیکن جب تو اس کے منہ پر تھپڑا مارا اس کی بے عزتی کی اور پھر جب تیرے پتا نے اسے اپنے ہ میں بلایا اور ادھر بھی تو نے اس کی توہین کی تب اس نے تمہاری محبت کو ایک ی نفرت میں تبدیل کر لیا اب تمہارا کام یہ ہو گا کہ اس نفرت کو محبت میں تبدیل

دیکھ گنگا جس طرح نقاب ڈال کر خواص خان نے تمہارا سوئمبر جیتا ہے اور رے دل میں اپنے لئے نفرت کو پریم میں اور محبت میں بدل دیا وہی طریقہ کار تم ں خان کے خلاف استعمال کرو تم بھی اپنے جسم کو ڈھانپ کر اور چہرے پر نقاب ، کر بھیک مانگنے کے لئے ادھر آیا کرنا خصوصیت سے اس وقت جب خواص خان ں باہر دکھائی دے اس سے بھیک مانگنا اپنی گفتگو اپنے رودیے سے تم خواص خان اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرنا۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ وہ ایک انتہائی ترس نیک اور ہمدرد انسان ہے میرے خیال میں اگر راجکماری کی حیثیت سے تم ، اپنی طرف مائل نہیں کر سکیں تو ایک بیوہ کی حیثیت سے تم ضرور اسے اپنی ، مائل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گی اور اسے اپنی محبت میں گرفتار کر لو گی اگر تم ر سکو تو میں سمجھوں گی تو نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا معرکہ سر کر لیا ہے۔

اوما کی اس تجویز پر گنگا کے چہرے پر خوشگوار اور ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھوڑی دیر تک وہ شوخ نگاہوں سے اوما کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔ اوما ا بہن یہ تیری تجویز بہترین ہے اور میرے خیال میں اس پر عمل بھی کیا جا سکتا ہے

اگر واقعی خواص خان مجھ سے راضی نہ ہوئے اور راجکماری کی حیثیت سے انھوں نے مجھ سے تعلقات بہتر بنانے کی کوشش نہ کی تو میں بیوہ کی حیثیت سے انھیں اپنی طرف مائل کروں گی دیکھ اوما خواص خان میرا سوئمبر جیت چکے ہیں اب دنیا کے اندر وہی واحد ایک جوان ہے جو میرے تن من دھن میرے جسم میری جان میری روح سب کا مالک ہے میں سمجھتی ہوں جب تک خواص خان مجھے نہیں ملتا میری روح میرا دل میرا جسم ہر شے ادھوری ہے ایک بیوہ کی حیثیت سے میں خواص خان کو حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کروں گی اب تیری تجویز کے مطابق میں خواص خان کے لئے کھانا لے کر جاتی ہوں پھر دیکھتی ہوں وہ کیسے ردعمل کا اظہار کرتے ہیں اس کے ساتھ ہی گنگا حرکت میں آئی تانبے کی ایک طشتری میں اس نے کھانے کی اشیاء رکھیں پھر طشت اٹھا کر اس کمرے کی طرف چل دی تھی جس میں خواص خان نے آکر قیام تھا۔

○

خواص خان کے اسی عمارت میں آ جانے کے بعد شبنم افروز، نجمہ ہستہ آغو جیسی خوبصورت نوخیزیوں کی حیا اور دلبرانہ جمیل و قسیم ادا جیسی پرکشش راجکماری جگمگ پرستان میں کسی مبہوت فطرت کی طرح چلتی ہوئی گلستانوں و بیابانوں ستاروں کے جھرمٹ کی طرح خواص خان کے کمرے میں داخل ہوئی تھی کمرے۔ باہر جو محافظ پہرہ دے رہا تھا اس نے بھی راجکماری گنگا کو اندر آنے سے نہیں روکا اس لئے کہ وہ سب جانتے تھے کہ شیر شاہ سوری نے ایک لونڈی کی حیثیت سے راجکماری گنگا کو خواص خان کے حوالے کر دیا ہے۔

کھانے کا طشت اٹھائے راجکماری گنگا جب اس کمرے میں داخل ہوئی تو اس دیکھا کمرے کے وسطی حصے میں ایک نشست پر خواص خان چپ آنکھیں بند کئے تھا گنگا کے اندر داخل ہونے پر وہ چونکا اپنی آنکھیں کھول کر جب اس نے دیکھا تو کے ساتھ ہی گنگا تعظیمی خیر مقدم اور کورنش بجا لانے کے انداز میں جھکی پھر وہ رس بھری آواز میں حقیقت پر مبنی الفاظ موتیوں کی طرح بکھیرتے ہوئے کہنے لگی۔

میں آپ کو اس عمارت میں منتقل ہونے پر مبارک باد دیتی ہوں میں آپ

لئے کھانا لائی ہوں مجھے امید ہے کہ آپ گزشتہ تلخیوں اور ناراضگیوں کو بھول جائیں گے اس لئے کہ شیر شاہ سوری ایک لونڈی کی حیثیت سے مجھے آپ کے حوالے کر چکے ہیں اور اس کے علاوہ سوئمبر جیت کر بھی آپ اپنے آپ کو میرا حقدار ثابت کر چکے ہیں۔

خواص خان تھوڑی دیر تک راجکماری گنگا کو بڑے غور سے دیکھتا رہا اور وہ کھانے کا طشت اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامے اپنی جگہ پر کھڑی رہی اس کے بعد کمرے میں خواص خان کی کھولتی اور تھمانیت میں ڈوبی آواز بلند ہوئی۔

دیکھ گنگا کیا تو مجھے کوئی تنگ و تاریک خستہ اور صدیوں پرانا دیمک زدہ بادر اور بے گھر انسان خیال کرتی ہے جس کو جب چاہے جس رخ پر پھیر کر رکھ دے کیا تو مجھے جنم کا اندھا کوئی خشک لمحہ خیال کرتی ہے جس کے دکھ کی تختی پر جو تحریر چاہے لکھ مارو سنو میرا تم سے کوئی واسطہ کوئی تعلق نہیں ابھی اور اسی وقت میرے کمرے سے نکل جاؤ اور آئندہ اگر تم نے میرے لئے کھانا لانے کی کوشش کی یا میرے کمرے میں داخل ہونے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میں تمہاری سخت بے عزتی کروں گا تمہاری بھلائی تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اوما کے ساتھ اس عمارت میں جب تک رہنا چاہو چپ چاپ خاموشی سے رہو اور جب تم اس عمارت سے جانا چاہو تو کوئی تمہاری راہ نہیں روکے گا۔ بس اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

خواص خان کے ان الفاظ پر لگتا تھا راجکماری گنگا بے چاری کے پاؤں زمین سے چپک گئے ہیں وہ ہل تک نہ سکی اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے خواص پھر بول پڑا اور کہنے لگا۔

سن گنگا تو میرے لئے اب تاریک شہر، گرد آلود شب سوگی دن اور میلے دل کے الق کی مانند ہے کبھی تجھ سے مجھے سمندر جیسی چاہت تھی پر اب تو میرے لئے خواہشوں کے عذاب سے بھی بدتر ہے جا چلی جا اور آئندہ کے بعد کبھی بھی میرا سامنا کرنے کی کوشش مت کرنا۔

خواص خان کے ان الفاظ پر راجکماری گنگا بے چاری اداس لمحوں کی کہانی، ماضی کے رہگزر کی ویرانی جیسی ہو گئی تھی اس کے وصل کے گمان ہجر کے یقین میں بدل

گئے تھے تھوڑی دیر تک وہ بے چاری چپ چاپ گہرے نیند ڈوبے خوابوں اور منجمد ساعتوں کی طرح کھڑی رہی اس کی حالت سے لگتا تھا جیسے کسی نے اس کی سطح بدن سے عمر کی دھوپ اتار لی ہو یا یہ کہ اس سے کسی نے اس کی سانسیں چھین کر گروی رکھ دی ہوں۔ اپنی جگہ پر کھڑی ہو کر راجکماری گنگا تھوڑی دیر تک اپنے ہونٹ کاٹتی رہی اس کی آنکھیں نم آلود ہونا شروع ہوئی پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اس کے بعد وہ بڑی تیزی سے مڑی اور کھانے کا طشت اٹھائے "تقریباً" بھاگتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی۔

وہ اس کمرے میں داخل ہوئی جہاں ادما بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی راجکماری گنگا بے چاری نے کھانے کا طشت ایک طرف رکھ دیا پھر وہ ایک نشست پر بیٹھ کر بچوں کی طرح سسک سسک کر اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی ادما آگے بڑھی اسے اپنے ساتھ لپٹایا پھر پوچھا گنگا میری بہن کیا ہوا کیا خواص خان نے تیرے ساتھ بدتمیزی کی ہے اس پر گنگا نے اپنے آپ کو سنبھالا اور روتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

ادما میری بہن خواص خان نے مجھے ٹھکرا دیا ہے مجھے دھتکار دیا ہے اور اپنے کمرے سے نکل جانے کا حکم دیا دیکھ ادما خواص خان کی نفرت کی بناء پر اب تو میں اپنی ذات کا سراب بن کے رہ گئی ہوں اب میں بے حس خالی ہاتھ اور اس ڈال کی مانند ہوں جس کی نہ شاخیں ہیں اور نہ پتا۔ ادما میں خواص خان کے بغیر اندھیری رات کے اس طوفانی شور جیسی ہو جاؤں گی جس کے مقدر میں سب روگ سوگ لکھ دیئے گئے ہوں ادما میری بہن میں نے تو خواص خان کو برسوں کی بچت کا قطرہ قطرہ جان کہ ان سے پریم کیا تھا میں نے تو شہر ملامت میں دل کی لوح محفوظ پر پہلی رات کے چاند کی طرح خواص خان کو چاہا تھا پر مجھے دل کی گہری تھکن کے سوا کچھ نہ ملا۔ ادما میری بہن مجھے میرے پریم میں سادہ اجالوں نے ڈسا ہے مجھے اپنے اسم کی لو' جیون پونجی کی اپنی ہی مورکھ سندرتا نے ڈس لیا ہے اب بھی میری شریانوں میں خواص خان کی محبت کی بے چہرہ لمس کی رو رواں ہے۔ ادما میری بہن لگتا ہے خواص خان کے ساتھ میرے پریم کا سورج غروب ہوا چاہتا ہے۔ ڈرتی ہوں خوفزدہ ہوں کہ خواص خان کے

بغیر اور اس کی فرقت میں صدیوں میں کٹتی راتیں اور برسوں میں گزرتے دن کیسے گزاروں گی۔

راجکماری گنگا کی اس ساری گفتگو کے جواب میں ادما چند لمحوں تک خاموش رہی پھر وہ ایک عزم کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی گنگا میری بہن فوراً" اٹھ جاؤ ہم دونوں بہنیں اب ابھی اور اسی وقت ودھوا آشرم کی طرف جائیں گی اگر خواص خان تمہیں ٹھکرا چکا ہے تو اسے حاصل کرنے کا ہم وہی طریقہ شروع کریں گی جو اس سے پہلے میں اور تم طے کر چکی ہیں۔ ادما کے ان الفاظ پر عجیب سے انداز میں راجکماری گنگا نے اس کی طرف دیکھا اس موقع پر ادما کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر وہ کہنے لگی گنگا اٹھ میری بہن میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ آخر کامیابی تمہاری ہی ہو گی اس کے ساتھ ہی دونوں نے اپنا سارا سامان سمیٹا پھر وہ اس کمرے سے نکل گئیں تھیں۔

○

دوسرے روز خواص خان جب اپنے کمرے سے نکلا تو عمارت کے باہر پہرہ دینے والا ایک محافظ اس کے پاس آیا اور کہنے لگا امیر خواص خان راجکماری گنگا اور اس کی باندی ادما نے جو اس عمارت میں قیام کر رکھا تھا وہ دونوں رات کے وقت ہی یہاں سے جا چکی ہیں آپ سو چکے تھے لہٰذا میں نے آپ کو جگا کر بتانا مناسب نہیں سمجھا۔ اس پر عجیب سی بے پروائی میں خواص خان نے پوچھا۔ وہ دونوں کہاں چلی گئیں اس پر پہرے دار کہنے لگا جب عمارت سے نکلنے لگیں تو میں نے پوچھا تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہیں راجکماری گنگا نے کہا تھا کہ وہ ادما کو لے کر اپنے کسی عزیز اور رشتہ دار کے ہاں جا رہی ہے۔ لہٰذا میں نے ان کی راہ نہیں روکی اور وہ چلی گئیں خواص خان کہنے لگا اچھا ہوا تو نے ان کی راہ نہیں روکی اس کے ساتھ ہی خواص خان اس انکشاف کو کوئی اہمیت دیئے بغیر اصطبل کی طرف چلا گیا تھا۔

○===○===○

راجکماری گنگا اور اوما دونوں نے رہتاس شہر کے دوھوا آشرم میں رہائش اختیا
کر لی تھی دونوں نے دوسرے روز سے ہی اپنی کاروائی کی ابتداء کی تھی اور دو
آشرم کی دوسری بیواؤں کی طرح انہوں نے بھی رہتاس شہر میں بھیک مانگنا شروع کی
باقی بیواؤں کو بھی لے کر خواص خان کی حویلی کی طرف آئیں پر خواص خان سے
کی ملاقات نہ ہو سکی انہوں نے عمارت سے باہر ہو کر ہی بھیک مانگنے کی صدا لگا
محافظوں نے انہیں کچھ دے کر رخصت کر دیا یوں وہ چلی گئیں تھیں اس طرح کئی د
تک راجکماری گنگا اور اوما دونوں دوسری بیواؤں کے ساتھ مانگنے کے لئے آتی رہیں
خواص خان سے ملاقات نہ ہو سکی پہرے دار ہی انہیں کچھ دے دیتے اور وہ
چاری مایوس و نامراد ہو کر واپس چلی جاتیں۔

ایک دن گنگا اور اوما دوھوا آشرم کی دوسری بیواؤں کے ساتھ بھیک مانگتی ہو
جب خواص خان کی حویلی کے قریب آئیں تو اوما نے دیکھا خواص خان اس وقت ا
گھوڑے پر سوار اصطبل سے نکلا تھا اور عمارت کے بیرونی دروازے پر آیا تھا ا
دیکھتے ہی اپنے پہلو میں چلتی گنگا کو مخاطب کر کے اوما کہنے لگا گنگا میری بہن لگتا
تیری قسمت جاگ اٹھی ہے دیکھ اس وقت خواص خان اصطبل سے نکل کر عمارت
بیرونی دروازے کی طرف آ رہا ہے تو جلدی سے دروازے پر جا اور مانگنے کی صدا لگا

اوما کے اس انکشاف پر گنگا خوش ہو گئی اس نے اوما کو کوئی جواب نہ دیا وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھی اوما بھی دوسری بیواؤں کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ دوسری بیواؤں کی طرح اوما اور گنگا نے بھی سفید رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھا فرق صرف یہ تھا کہ اکثر بیوائیں بغیر پردے کے تھیں کچھ نے اپنے جسم کے ساتھ اپنا چہرہ بھی ڈھانپ رکھا تھا ان میں اوما اور گنگا بھی شامل تھیں ان دونوں نے بھی سفید نقاب اپنے چہروں پر ڈال رکھا تھا اوما تو دوسری بیواؤں کے درمیان ہی رہی جبکہ گنگا نے آگے بڑھ کر خواص خان کی حویلی کے دروازے پر کھڑے ہوتے ہوئے مانگنے کی صدا لگائی تھی یہ صدا اصطبل کی طرف آتے ہوئے خواص خان نے بھی سن لی تھی۔ اتنی دیر تک دوسری بیوائیں بھی قریب آ گئیں اور وہ بھی آس پاس کی حویلی اور مکانوں پر مانگنے کی صدائیں لگانے لگی تھیں۔

پہلی صدا کے بعد گنگا نے جب مانگنے کی دوسری صدا لگائی تو اس وقت تک خواص خان صدر دروازے کے قریب پہنچ چکا تھا گنگا کی طرف دیکھتے ہوئے وہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑا بڑی ہمدردی اور بڑی نرم آواز میں اس نے گنگا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا تم کون ہو کیوں مانگتی ہو اور یہ جو تم جیسا لباس پہن کر دوسری عورتیں مانگتی پھر رہی ہیں یہ سب کون ہیں اس پر گنگا کہنے لگی ہم سب کا تعلق دوھوا آشرم سے ہے یوں جانیں کہ یہ بیوہ عورتوں کا ایک ٹھکانہ ہے جہاں یہ سب بیوہ عورتیں رہتی ہی اور مانگ کر اپنی گزر بسر کرتی ہیں۔ بھیک مانگنا ہم سب بیواؤں کا روزمرہ کا کام ہے اس پر خواص خان نے دلچسپی اور ایک طرح کے تجسس میں گنگا سے پوچھا۔

تم ابھی اپنی آواز اپنی جسمانی ساخت سے نوعمر اور نوخیز لگتی ہو پھر تم کیسے بیوہ ہو گئی اور تمہیں کس نے بیوہ کیا تمہارا نام کیا ہے اس پر گنگا کہنے لگی میرا نام گیتا ہے یوں کہیں کہ دکھ کی گیتا۔ میرے ماں باپ مر گئے ایک شخص کے ساتھ میری سگائی ہوئی تھی ابھی رخصتی نہ ہوئی تھی کہ اس نے مجھے چھوڑ دیا وہ بدمعاش اور اوباش تھا آوارہ لڑکیوں کے ساتھ گھومتا تھا۔ لہٰذا میں نے اس کے پاس جانے سے خود ہی انکار کر دیا میرا چونکہ کوئی ٹھکانہ نہ تھا لہٰذا میں نے دوھوا آشرم سے پناہ لے لی بس اب بھیک مانگ کر ہی گزر بسر کرتی ہوں اس کے ساتھ ہی دکھ اور تکلیف کے باعث گنگا

بے چاری کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور اس نے جو چہرے پر نقاب ڈال رکھا تھا وہ آنسوؤں سے تر ہو گیا تھا اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے خواص خان پگھل کے رہ گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک خواص خان خاموش رہا پھر انتہائی نرم لہجے میں اس نے دوبارہ پوچھا تم روتی کیوں ہو کیا تمہیں کوئی دکھ ہے۔ تمہیں کوئی تکلیف ہے ودھوا آشرم میں تمہیں کوئی تنگ کرتا ہے اس پر روتی ہوئی آواز میں گنگا کہنے لگی دکھ تو ہم بیواؤں کا مقدر بن کے رہ جاتا ہے میں چونکہ ابھی جوان اور نوخیز ہوں لہٰذا ہر کوئی مجھے غلط نگاہ سے ہی دیکھتا ہے میرے رونے کی وجہ کسی کی طرف سے دکھ غم دھونس یا دھمکی نہیں ہے صرف آپ نے جو دو پیار بھرے الفاظ میرے لئے کہے ہیں اور مجھ سے نرمی کے ساتھ گفتگو کی ہے تو آپ کی اس نرم گفتگو ہی کی وجہ سے میرا دل پگھل گیا اور میں رو پڑی آج تک مجھ سے کسی نے ہمدردی کے طور پر کبھی نہیں پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے تم کیسے ودھوا آشرم پہنچی اور تم پر کیا بیتی گنگا کے ان الفاظ پر خواص خان ایسا متاثر ہوا کہ تھوڑی دیر تک اس کی گردن جھکی رہی پھر وہ کہنے لگا۔

گیتا اگر میں تم سے کچھ کہوں تو میری بات مانو گی اس پر گنگا کہنے لگی۔ مانوں گی کیوں نہیں مانوں گی آپ کہیں کیا کہنا چاہتے ہیں اس کے ساتھ ہی اپنے لباس کے اندر سے خواص خان نے کچھ سکے نکالے اور گنگا کی طرف بڑھائے گنگا نے اپنے آنچل کا پلو پھیلایا جس میں وہ سکے خواص خان نے ڈال دیئے پھر خواص خان کہنے لگا۔

دیکھ گیتا تو کل آنا اسی وقت میری حویلی کے دروازے پر مانگنے کی صدا لگانا میں تمہارا منتظر رہوں گا تمہارا کچھ دوں گا تاکہ تم زندگی آسانی سے بسر کر سکو۔

اب تم جاؤ تمہاری دوسری ساتھی بیوائیں آگے نکل گئی ہیں اور تم اکیلی رہ جاؤ گی۔ اس کے ساتھ ہی خواص خان اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا۔ خواص خان کے ساتھ اس گفتگو سے گنگا بھی اپنی جگہ مطمئن اور خوش ہو گئی تھی۔ پھر وہ مڑی اور بڑی تیزی سے چلتی ہوئی دوسری بیواؤں میں چلی گئی تھی۔ خواص خان بھی گھوڑے پر سوار ہوا اور ایک سمت چل دیا تھا۔

گنگا جب دوسری بیواؤں میں آئی تو اوما بڑی تیزی سے اس کے قریب ہوئی اور

پوچھنے لگی گنگا تیری خوش قسمتی کہ آج تجھے خواص خان ملا ہے دیکھ تیری اس کے ساتھ کیا گفتگو ہوئی جواب میں بڑی رازداری کے ساتھ گنگا نے ساری گفتگو کہہ دی تھی اس پر اوما بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی دیکھ گنگا لگتا ہے تیرے مقدر تیری خوش بختی کے سارے دروازے کھلنے والے ہیں جو مقصد جو منزل تو راجکماری کی حیثیت سے حاصل نہیں کر سکی لگتا ہے وہ تو ایک ودھوا اور نقاب پوش لڑکی کی حیثیت سے کرلے گی۔ اب جبکہ خواص خان نے تمہیں کل بلایا ہے تو کل تم ضرور اسی وقت آنا پھر میں دیکھوں گی وہ تمہیں کیا کہتا ہے اس کے ساتھ ہی دونوں خاموش ہو گئیں اور دوسری بیواؤں کے ساتھ آگے بڑھنے لگی تھیں۔

دوسرے روز گزشتہ دنوں کی طرح اسی وقت گنگا نے بھیک مانگنے کے لئے خواص خان کی حویلی پر صدا لگائی تھی پہلی ہی صدا پر خواص خان اپنے دیوان خانے سے تقریباً بھاگتا ہوا نکلا دروازے پر آیا اور گنگا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا گیتا میں اپنے دیوان خانے میں بڑی بے چینی سے تمہارا ہی منتظر تھا۔ اس پر گنگا نے بڑی مدھم سی آواز میں کہا آپ نے اس وقت بلایا تھا سو میں چلی آئی خواص خان نے تھوڑی دیر کے لئے غور سے اس کی طرف دیکھا وہ کل والا لباس ہی پہنے ہوئے تھی۔ بالکل سفید دودھیا لباس جس سے وہ اپنے جسم اور اپنے چہرے کو ڈھانپے ہوئے تھی۔ گزشتہ دن کی طرح دوسری بیوائیں بھی آس پاس کی حویلیوں اور مکانوں پر بھیک مانگنے کے لئے صدا لگا رہی تھیں۔ خواص خان کو خاموش پا کر گنگا نے پوچھا۔

آپ کے بلانے پر تو میں آگئی لیکن مجھ سے حماقت ہوئی کہ کل میں نے جتنی دیر آپ سے گفتگو کی تو آپ کا نام تو میں نے پوچھا ہی نہیں اس پر خواص خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا دیکھ گیتا میرا نام خواص خان ہے اور میں شیر شاہ سوری کے لشکر کا سالار ہوں دیکھ گیتا میں نے کل تمہیں اس لئے بلایا تھا کہ میں نے تیرے لئے کچھ چیزیں خرید کر رکھی ہیں اگر تو برا نہ مانے تو وہ تو اپنے ساتھ لے جا اور اپنے استعمال میں انہیں لا۔ گنگا نے چونک کر پوچھا۔ کیسی چیزیں مہاراج۔ خواص خان نے جواب دیا۔

کوئی خاص نہیں تمہاری روزمرہ کی ضروریات کی اشیاء ہیں ویسے تو تمہیں چاہئے کہ چل کر میرے دیوان خانے میں بیٹھو لیکن اگر تم حویلی میں داخل ہونا پسند نہ کرو تو

میں وہ ساری چیزیں یہیں منگوا دیتا ہوں گنگا بے چاری نے بڑی الجھی اور بے بسی کی حالت میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔

دیکھ مہاراج اندر جانے میں کوئی حرج تو نہیں شکل اور صورت سے آپ مجھے اچھے اور شریف مانس لگتے ہیں۔ لیکن اگر میں آپ کے ساتھ حویلی کے اندر جاتی ہوں اور دیوان خانے میں بیٹھتی ہوں تو جو میرے ساتھ آنے والی بیوائیں ہیں انہیں شک ہو گا کہ میں حویلی کے اندر کیا کرنے گئی ہوں لہٰذا وہ میرے کردار سے متعلق طرح طرح کی باتیں کرتی رہیں گی کیا آپ پسند کریں گے کہ آپ کے نام سے لوگ مجھے بدنام کریں اس پر خواص خان کہنے لگا نہیں ہرگز نہیں۔ تم یہیں رہو میں تمہیں اندر نہیں بٹھاتا۔ مجھے تمہاری عزت سب سے زیادہ عزیز ہے دراصل جو تم نے کل اپنی دکھ بھری داستان سنائی تھی اس سے میں بے حد متاثر ہوا ہوں۔ تم یہیں کھڑی رہو جو چیزیں میں تمہارے لئے لایا ہوں وہ یہیں منگوا لیتا ہوں اس کے ساتھ ہی اپنے ایک محافظ کو خواص خان نے آواز دی وہ محافظ بھاگتا ہوا جب آیا تو خواص خان نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

حویلی کے اندر جس قدر محافظ ہیں انہیں یہاں صدر دروازے پر جمع ہونے کے لئے کہو اور دیوان خانے میں جو ایک گٹھری پڑی ہے وہ اٹھا کے میرے پاس لے آؤ۔ پہلے گٹھری لاؤ اس کے بعد سارے محافظوں کو یہاں میرے پاس بلانا۔ وہ محافظ بھاگا بھاگا اندر گیا دیوان خانے سے گٹھری لا کر اس نے خواص خان کے پاس رکھ دی خواص خان نے وہ گٹھری اٹھائی اور گنگا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا یہ سنبھالو اس میں تمہاری ضروریات کا سامان ہے۔ گنگا نے چونکتے ہوئے پوچھا کیا میں اسے کھول کے دیکھ سکتی ہوں خواص خان کہنے لگا ضرور دیکھ سکتی ہوں گنگا زمین پر خواص خان کی طرف پشت کر کے بیٹھ گئی گٹھری اس نے کھولی اس نے دیکھا گٹھری کے اندر اس کے لئے طرح طرح کے قیمتی ملبوسات تھے ہاتھوں میں پہننے کے لئے سونے چاندی کی کچھ چوڑیاں اور زیبائش و زینت کا کچھ دوسرا سامان تھا۔ گٹھری گنگا نے زمین پر کھلی رہنے دی پھر وہ خواص خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

آپ نے مجھ پر اتنا بوجھ لا دیا ہے جو میں اٹھا نہیں سکتی جہاں تک کپڑوں کا تعلق

ہے تو وہ میں لے جاؤں گی۔ وہاں ودھوا آشرم میں انہیں اپنے استعمال میں لاؤں گی جہاں تک چاندی کی چوڑیوں کا تعلق ہے وہ بھی میں لے جاؤں گی لیکن جو سونے کی چوڑیاں ہیں وہ میں اپنے ساتھ لے کر نہیں جاؤں گی خواص خان نے چونک کر پوچھا وہ کیوں۔ گنگا بے چاری کانپتی لرزتی آواز میں کہہ رہی تھی۔

مہاراج میں اپنے گھر میں نہیں ودھوا آشرم میں رہتی ہوں جہاں چوری چکاری کا خطرہ ہے پھر اتنی قیمتی اشیا جب میں اپنے استعمال میں لاؤں گی تو اس پر بھی وہ لوگ میرے متعلق طرح طرح کی باتیں کریں گی کہ بھیک کے دوران میں نہ جانے کس کے ہاں جاتی ہوں۔ چاندی کی چوڑیاں قابل برداشت ہیں۔ بہت سی بیواؤں نے چاندی کی چوڑیاں پہن رکھی ہیں۔ جہاں تک کپڑوں کا تعلق ہے۔ اس میں سے بھی میں کچھ سادے کپڑے لے کر جاؤں گی۔ جو انتہائی قیمتی ہیں وہ میں نہیں لے کر جاؤں گی۔ دراصل میری داستان بڑی دکھ بھری ہے۔ میں مزید اپنے نام اپنی ذات کے ساتھ الزامات برداشت نہیں کر سکتی۔ جواب میں خواص خان کچھ کہنے ہی والا تھا کہ حویلی کے سارے محافظ وہاں آ جمع ہوئے تھے۔

خواص خان نے ان سارے محافظوں کو مخاطب کر کے کہا۔ اس بیوہ کی طرف غور سے دیکھو جب کبھی بھی یہ میری حویلی کے دروازے پر صدا لگائے اسے خالی ہاتھ نہیں جانے دینا۔ اگر میں خود حویلی میں ہوں تو میں خود ہی اسے دے دلا دیا کروں گا اور اگر حویلی میں نہ ہوں اور یہ صدا لگائے تو سن رکھو اسے خالی نہیں جانا چاہئے۔ اگر ایسا ہوا تو تم میں سے کوئی بھی قابل معافی نہیں ہو گا۔

دوسری بات یہ کہ یہ بیوہ جو رہتاس کے ودھوا آشرم میں رہتی ہے کسی بھی موقع پر کوئی فریاد لے کر آئے یا اسے کوئی بھی تکلیف ہو یا کوئی دکھ ہو یا کسی کے خلاف یہ شکایت لے کر آئے تو اسی وقت اسے رفع کرنا ہے اس میں ذرہ برابر تاخیر نہیں ہونا چاہئے۔ اس بیوہ کا نام گیتا ہے۔ یہ ایک انتہائی ضرورتمند بیوہ ہے تم سب جاؤ اور اپنے اپنے کام میں لگ جاؤ۔ اس کے ساتھ ہی سارے محافظ چلے گئے ان کے جانے کے بعد خواص خان نے پھر گنگا کو مخاطب کیا۔

گیتا اس گٹھری میں سے جو بھی چیزیں تو اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہے علیحدہ کر

لے باقی چیزیں میں حویلی میں تیری امانت کے طور پر رکھتا ہوں۔ جب بھی تو ان چیزوں کی ضرورت محسوس کرے مانگ لینا مجھ سے یا اگر میں حویلی میں نہ ہوں تو میرے محافظوں سے طلب کر لیا۔ میں تفصیل انہیں بتا تا جاؤں گا۔ گنگا نے چونک کر پوچھا۔ مہاراج آپ کہیں جانے والے ہیں۔ اس پر مسکراتے ہوئے خواص خان کہنے لگا۔

دیکھ گیتا میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں کہ میں شیر شاہ سوری کے لشکر کا سالار ہوں۔ ایک جگہ پتھر کی طرح جم کر زندگی بسر کرنا میرے مقدر میں نہیں ہے۔ میں آج یہاں ہوں تو کل ہو سکتا ہے مجھے کسی محاذ پر جانا پڑے۔ ویسے بھی چند روز تک میں شاید یہاں سے کوچ کروں گا۔ منزل کون سی ہو گی اس کے متعلق میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بہرحال میں محافظوں سے کہہ دوں گا تجھے جس چیز کی بھی جب بھی ضرورت ہو تو اس حویلی میں آنا تجھے تیری مطلوبہ چیز دی جائے گی اور تیری ہر طرح سے مدد کی جائے گی۔ اب تو جا۔ تیری دوسری ساتھی عورتیں تیرا بے چینی سے انتظار کر رہی ہوں گی۔ ضرورت کی چیزیں گنگا نے سنبھال لیں باقی چیزیں اس نے وہیں چھوڑیں اور وہاں سے چل دی۔ خواص خان تھوڑی دیر تک دروازے پر ہی کھڑا رہا۔ گنگا بار بار مڑ کر اس کی طرف دیکھتی اس کے ایسا کرنے سے خواص خان کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ تھی۔ جب گنگا جا کر دوسری بیواؤں میں شامل ہو گئیں تب باقی ماندہ سامان خواص خان نے اٹھایا اور حویلی کے اندر چلا گیا۔

O===O===O

شیر شاہ سوری اور خواص خان نے جس وقت بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کو خالی کیا تو جولائی 1538ء کے لگ بھگ ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ بنگال کے مرکزی شہر گوڑ میں جا داخل ہوا۔ سب سے پہلا کام گوڑ شہر میں جو ہمایوں نے کیا وہ یہ کہ شہر کی مرمت اور صفائی کا حکم دیا تاکہ جنگ کی بربادی کے نشانات مٹا دیئے جائیں۔ افیون خور ہمایوں کو یہ مقام اس درجہ پسند آیا کہ اس نے گوڑ کا نام بدل کر اس کا نام جنت آباد رکھ دیا۔ اپنے قیام کے دوران اس نے صوبہ بنگال کو اپنے امیروں اور سالاروں میں تقسیم کیا۔ بنگال کے نو مہینے کے قیام کے دوران وہ اس قدر عیش و مستی میں مبتلا رہا کہ ایک مہینے تک کسی کو ہمایوں کا دیدار نصیب نہ ہو سکا تھا۔

قلعہ رہتاس میں شیر شاہ سوری نے جب دیکھا کہ ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ گوڑ میں قیام کئے ہوئے ہے اور وہ اس قیام کو طول دیتا جا رہا ہے تو اس نے ہمایوں کے علاقوں پر ضرب لگانے کی ٹھانی۔ برسات کے موسم تک شیر شاہ سوری نے قلعہ رہتاس اور سہسرام کے علاوہ اپنے دوسرے قلعوں میں نئے لشکری بھرتی کئے۔ اپنی طاقت اور قوت میں اس نے خوب اضافہ کیا۔ جوں ہی برسات ختم ہوئی اس نے اپنے لشکریوں کو رہتاس کے باہر جمع کیا تاکہ ہمایوں کے خلاف کاروائی کی ابتدا کی جا سکے۔

مغلوں کے خلاف کاروائی کرنے کے لئے شیر شاہ سوری نے اپنے لشکروں کو دو

حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اس نے خواص خان کی سرکردگی میں رکھا جبکہ عیسیٰ خان نیازی، جلال خان جالو اور سرمت خان سروانی کو خواص خان کے نائب کے طور پر اس کے ساتھ کر دیا گیا تھا دوسرا حصہ شیر شاہ سوری نے اپنے پاس رکھا اپنے بیٹوں کے علاوہ شیر شاہ نے اپنے ساتھ حاجی خان پٹنی اور برہم جیت کو رکھا تھا۔ خواص خان کے ذمے شیر شاہ نے یہ کام لگایا کہ وہ پورے بہار کے علاقے کی نگرانی کرے اور وہ خود اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ہمایوں کی سلطنت پر ضرب لگائے گا۔ شیر شاہ سوری کا خیال تھا کہ جب وہ ہمایوں کی سلطنت پر حملہ آور ہو گا تو یہ خبریں ضرور گوڑ میں ہمایوں کے پاس پہنچیں گی لہٰذا ہمایوں ضرور اپنے لشکر کے ساتھ گوڑ سے نکلے گا۔ بہار کے راستے شیر شاہ سوری سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا شیر شاہ چاہتا تھا کہ بہار میں خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ ہمایوں سے ٹکرائے اس کی راہ روکے اور اسے شیر شاہ سوری کی طرف نہ بڑھنے دے۔ اس طرح شیر شاہ سوری کو ہمایوں کے علاقوں پر قبضہ کرنے کا موقع مل جائے گا۔ یہ ایک بہترین لائحہ عمل تھا جو شیر شاہ سوری نے اختیار کیا تھا۔

یہ سب کچھ طے کرنے کے بعد شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ ہمایوں کی سلطنت پر ضرب لگانے کے لئے روانہ ہوا۔ جبکہ خواص خان بھی ہمایوں کے خطرات سے نپٹنے کے لئے قلعہ رہتاس کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

رہتاس سے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نکلنے کے بعد شیر شاہ سوری بحر کی سطح پر لرزاں کرنوں کے رقص اور کہنہ کے افسوں کی طرح ہمایوں کے علاقوں کی طرف بڑھا اور جو بھی قوت اس کے راستے میں آئی اسے وہ آتی جاتی رتوں کی لکیروں، رواں دواں بازگشت اور صدیوں کے گناہ آلود ملبے کی طرح اپنے سامنے بہاتا چلا گیا تھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ شیر شاہ سوری نے سب سے پہلے بنارس کا رخ کیا۔ گو ابھی تک چنار کا مضبوط قلعہ جو شیر شاہ کا تھا اس پر ہمایوں کے لشکر کا قبضہ تھا لیکن چنار پر مغلوں کا قبضہ بڑا مستحکم اور مضبوط تھا۔ چنار کا محاصرہ کر کے شیر شاہ سوری شاید وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا اس کا خیال تھا کہ اگر وہ چنار کے اطراف میں سارے علاقے مغلوں سے چھین لے تو چنار کا قلعہ آپ سے آپ اس کی گود میں آن گرے گا۔ اس

خیال کے تحت چنار کو نظرانداز کرتے ہوئے شیر شاہ سوری بنارس کی طرف بڑھا۔

بنارس ان دنوں مغلوں کی طاقت کا خاصہ بڑا مرکز تھا اور یہاں دفاع کیلئے ایک لشکر بھی موجود تھا۔ لیکن مغلوں کی کوئی قوت بنارس میں شیر شاہ سوری کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ شیر شاہ سوری بنارس پر گرم ساحلوں کی خزیں فضاؤں، شام کی دہلیز پر دستک دیتی رات اور ضبط و پندار کی شکستگی کی طرح حملہ آور ہوا۔ بنارس میں جو مغلوں کا لشکر تھا اسے شیر شاہ سوری نے بدترین شکست دی اور بنارس پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔ وہاں کا مغل گورنر میر فضلی شیر شاہ سوری کے ساتھ جنگ میں قتل کر دیا گیا اور اس کے ماتحت بنارس میں جو مغل لشکر تھا پوری طرح اس کا قلع قمع کر دیا گیا تھا۔

بنارس کو فتح کرنے اور اس پر قبضہ مستحکم کرنے کے بعد شیر شاہ سوری جونپور کی طرف حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ اس نے جونپور کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں ہمایوں کی طرف سے بابا بیگ جالیر جونپور کا حاکم تھا۔ قلعہ کی حفاظت کا بھی معقول انتظام تھا۔ جونپور کا مغل حاکم ڈٹ کر شیر شاہ سوری کا مقابلہ کرتا رہا۔ اسی دوران بہرائچ سے بھی ایک لشکر جونپور کے لشکر کی مدد کے لئے پہنچ گیا۔ بہرائچ اودھ میں ایک مشہور جگہ ہے۔ فیض آباد سے ستر میل شمال کی جانب ہے۔ بہرائچ سے بھی جونپور میں مقیم مغل لشکر کو رسد، کمک اور مدد پہنچ گئی تب جونپور کا محاصرہ طول پکڑنے لگا۔ اس صورتحال سے شیر شاہ سوری کچھ متفکر ہوا۔ لہٰذا اس نے خواص خان کی طرف قاصد بھجوائے تاکہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ بہرائچ پر حملہ آور ہو۔ تاکہ کوئی اور نیا لشکر نکل کر جونپور والوں کی مدد کو نہ پہنچ سکے۔ شیر شاہ سوری کا حکم ملتے ہی خواص خان افق کی گردن میں لہو کی صلیبیں، بیکراں شام کے اطراف میں سمندر کے فسوں کی طرح بہرائچ کی طرف بڑھا تھا۔ رات کی تاریکی میں وہ بہرائچ پر ذہنی سراب، گرم سورج کی تمازت کی طرح حملہ آور ہوا اور وہاں پر جو مغلوں کا لشکر تھا اپنے پہلے ہی حملے میں اس لشکر کی حالت خواص خان نے بارود کی بو میں دم توڑتی انسانی سانسوں اور منجمد پتھروں جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔ صرف رات کے چند لمحوں کی جنگ کے دوران ہی بہرائچ میں جس قدر مغلوں کا لشکر تھا اس کا خواص خان نے صفایا کر دیا اور بہرائچ پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔

شیر شاہ سوری نے جب دیکھا کہ جونپور کا محاصرہ طول پکڑتا جا رہا ہے اور کہیں نہ کہیں سے جونپور میں محصور مغل لشکر کو رسد اور کمک مل رہی ہے تو اس نے انتظار کرنا بے کار سمجھا۔ جونپور سے ہٹ کر اس نے قنوج کے اطراف میں جس قدر علاقہ تھا اس پر حملہ کیا اور اسے اپنے تصرف میں کر لیا تھا۔

جونپور کے علاقے تک جنگ کے دوران ہمایوں کی جانب سے اس کے جس کسی گورنر نے بھی شیر شاہ سوری کی مزاحمت کی یا اس سے جنگ کرنے کی کوشش کی شیر شاہ سوری نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا یا اسے علاقہ بدر کر دیا۔ کہیں کہیں مغل سپہ سالاروں نے جم کر مقابلہ کیا۔ لیکن ناکہ بندی ہو جانے کی وجہ سے ان کی ہار لازمی ہوگئی تھی۔ جونپور کو چھوڑ کر شیر شاہ سوری نے اس کے اطراف میں بہترین فتوحات حاصل کیں۔

سارے قنوج کے علاقے میں شیر شاہ سوری نے بے ربط غارتگری نہیں ہونے دی بلکہ اس نے ایک خودمختار بادشاہ کی طرح عمل کیا۔ اس نے ہر خطے میں اپنے عامل مقرر کئے اور ان کے ذریعے فصل ربیع اور خریف کا لگان بھی وصول کیا۔

ان ساری جنگوں کے دوران جو عجیب اور غریب شئے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ شیر شاہ سوری نے کسی شہر کو تباہ و برباد نہیں کیا۔ اس نے اپنے لشکریوں کو سختی کے ساتھ حکم دے رکھا تھا کہ کسانوں یا شہریوں کو بالکل ضرر نہ پہنچایا جائے۔ شیر شاہ سوری غیض و غضب صرف مغلوں کے خلاف تھا کہ بے چارے شہریوں اور کسانوں کے خلاف۔ چونکہ انہوں نے تو مجبور ہو کر مغلوں کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ شیر شاہ سوری کا قول تھا کہ کاشتکار بے قصور ہوتے ہیں۔ وہ صرف اقتدار کے مطیع ہیں۔

خواص خان بہار کے اندر پھیلا رہا تاکہ بنگال سے اگر کوئی لشکر شیر شاہ سوری پر حملہ آور ہونے کے لئے آئے تو اس کی راہ روک سکے۔ دوسری طرف شیر شاہ سوری اپنی فتوحات کو پھیلاتا چلا گیا۔ اب صرف دو ہی مقام چنار اور جونپور ایسے رہ گئے تھے جو کہ شیر شاہ سوری کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے تھے۔ شیر شاہ سوری ان دونوں علاقوں کو فتح کرنے اور ان پر قبضہ کرنے کے لئے بھی تدبیریں کرنے لگا تھا۔

ادھر بنگال کے مرکزی شہر گوڑ میں ہمایوں کو جب شیر شاہ سوری اور خواص خان کی ان فتوحات کی خبر ہوئی تو اسے کانوں سنی ان خبروں کا اعتبار نہ ہوا۔ جب اسے خبریں ملی گئیں اور اسے یقین ہوا تب اس نے طیش اور غصے کے عالم میں کہا کہ شیر شاہ سوری کو یہ سب کچھ کرنے کی جرات کیسے ہوئی۔ بہرحال یہ خبریں سننے کے بعد ہمایوں نے گوڑ سے آگرہ کی طرف کوچ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس مقصد کے لئے ہمایوں نے اپنے سپہ سالاروں کا ایک خفیہ اجلاس منعقد کیا۔ اس میں اس مسئلے پر غور کیا گیا کہ بنگال کا انتظام کس کے سپرد کیا جائے۔ اس بحث کے دوران ہمایوں نے زاہد بیگ کو بنگال کا گورنر بنائے کا فیصلہ کیا زاہد بیگ ہمایوں کی ملکہ بیگا بیگم کی بہن کا خاوند تھا زاہد بیگ کو جب پتا چلا تو اس پر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا اور وہ ہمایوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

کیا شہنشاہ کے خیال میں میرے بنگال میں ذبح کرنے کا وقت آگیا ہے دراصل زاہد بیگ کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ کیا اپنے ہاتھوں سے ہمایوں اسے موت کے حوالے کرنا چاہتا ہے زاہد بیگ جانتا تھا کہ جب ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ بنگال سے نکل کر آگرہ کی طرف جائے گا تو شیر شاہ سوری یا اس کا سپہ سالار خواص خان بنگال پر حملہ آور ہو گا اور زاہد بیگ اور اس کے لشکریوں کا صفایا کر کے رکھ دے گا۔ اسی بناء پر وہ بنگال کا گورنر بننے پر آمادہ نہ تھا۔

جب ہمایوں نے بنگال کی گورنری کے لئے زاہد بیگ کا نام تجویز کیا تو زاد بیگ گورنر بننے سے انکار کر دیا ہمایوں اس جواب سے اتنا برافروختہ ہوا کہ زاہد بیگ کو سزا دینے کی سوچنے لگا لیکن اس سے حالت اور بھی بدتر ہو جاتی لہٰذا ہمایوں چپ رہا۔ ہمایوں کے ان خیالات سے زاہد بیگ چونکا اس نے ہمایوں کے دو سرداروں حاجی محمد اور جہاندار بیگ کو اپنے ساتھ ملایا اور انہیں بغاوت کی ترغیب دی اور تینوں مل کر بنگال سے آگرہ بھاگ گئے۔

آگرہ پہنچ کر ان تینوں نے ہمایوں کے بھائی مرزا ہندال کو اکسایا کہ وہ خود بادشاہ ہونے کا اعلان کر دے ہمایوں کا بھائی مرزا ہندال زاہد بیگ اور اس کے ساتھیوں کی لپیٹ میں آگیا۔

آگرہ میں ہمایوں کا انتہائی خیرخواہ اور مربی ایک شخص شیخ بہلول تھا اسے مرز ہندال اور اس کے ساتھیوں نے قتل کر دیا زاہد بیگ کے ترغیب دلانے پر مرزا ہندال پر باغیوں کی ترغیب نے رنگ چڑھا دیا لہٰذا اس نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اس نے اپنے نام کا خطبہ پڑھایا اور جونپور میں جس کا شیر شاہ سوری نے محاصرہ کر رکھا مدد کے لئے فوج بھجوائے کے بجائے اس نے دہلی کی طرف کوچ کیا اور شہر کا اس۔ محاصرہ کر لیا۔

○

ودھوا آشرم کی دوسری بیواؤں کے ساتھ گنگا خواص خان کی حویلی کے قریب آ وہ اکیلی ہی حویلی کی طرف بڑھی جبکہ اوما اور دوسری بیواؤں کے ساتھ دور ہی رہی حویلی کے دروازے پر آکر اس نے حسب معمول مانگنے کی صدا لگائی پہلی صدا پر کو ردعمل نہ ہوا اس کے بعد اس نے جب دو تین صدائیں لگائیں تو حویلی کے اند خواص خان کے بجائے حویلی کا ایک محافظ باہر نکلا تھا۔ محافظ کے نمودار ہونے راجکماری گنگا سمجھ گئی کہ شاید خواص خان حویلی میں نہیں ہے اس خیال کے آ وہ یوں ہو گئی جیسے اس کی خواہشوں کے چاند غروب ہو گئے ہوں رگ تار تمنا لخت ہو گئی ہو اور بدن کی قوسیں ٹوٹنے لگی ہوں تاہم وہ محافظ جب قریب آیا نے اپنے آپ کو سنبھالا وہ کچھ پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ محافظ نے آگے بڑھ کر چ اس کی جھولی میں ڈال دیئے۔ گنگا نے زیر نقاب سے ایک نگاہ ان سکوں پر ڈا محافظ کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

لگتا ہے آج مہاراج خواص خان حویلی میں موجود نہیں ہیں۔ پہر جواب دیا۔

دیکھ بہن تیرا اندازہ درست ہے امیر خواص خان گزشتہ دن ہی اپنے لشکر ساتھ بہار کے اندرونی علاقوں کی طرف کوچ کر گئے تھے خود شیر شاہ سوری بھی لشکر کے ساتھ بنارس کی طرف جا چکے ہیں رہتاس سے کوچ کرتے وقت آقا شیر نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصے کو لے کر وہ بنارس کی طرف گئے جبکہ دوسرا حصہ امیر خواص خان کے حوالے کیا اور وہ بہار کے وسطی علاقہ

طرف جا چکے ہیں۔ اگر تمہیں کچھ کام ہو تو بتاؤ۔ اس لئے کہ تمہارے متعلق امیر خواص خان ہمیں بڑی سختی کے ساتھ تاکید کر کے گئے تھے کہ ان کی غیر موجودگی میں تمہیں کوئی دکھ اور کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔

خواص خان کے لشکر کے ساتھ بہار کے اندرونی علاقوں کی طرف جانے کی خبر سن کر گنگا بے چاری سناٹوں کے انبار تاروں کے کفن دھنستی شام جیسی اوزس دل پر ثبت جدائیوں اور سوکھے شجر پر لکھے نام کی طرح ویران ہو کے رہ گئی تھی تھوڑی دیر تک اس کی یہی کیفیت رہی پھر جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اس محافظ کو مخاطب کیا۔

دیکھ میرے بھائی تیری بڑی مہربانی تیرا بڑا شکریہ جو تو نے میرا یوں خیال کیا۔ کیا تم بتا سکتے ہو مہاراج خواص خان کب تک جنگ سے لوٹیں گے اس پر محافظ کہنے لگا دیکھ میری بہن میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا جنگ مختصر بھی ہو سکتی ہے اور طول بھی پکڑ سکتی ہے لہٰذا میں کیسے بتاؤں کہ امیر خواص خان کب تک حویلی میں لوٹیں گے میری بہن ایک کام کرنا جب وہ آئیں گے تو ہماری شکایت مت لگا دینا ورنہ وہ ہماری کھال ادھیڑ کر رکھ دیں گے گنگا نے بڑی نرمی میں کہا۔

دیکھ میرے بھائی میں تم لوگوں کی کیوں شکایت کروں گی جبکہ مہاراج کی غیر موجودگی میں بھی آپ ایک بھائی کی طرح میرا خیال رکھ رہے ہیں میں کیوں آپ کی شکایت کروں گی محافظ نے کہا دیکھ بہن تیرا شکریہ اس کے ساتھ ہی گنگا وہاں سے ہٹ گئی تھی۔ وہاں سے ہٹنے کے بعد تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی گنگا جب دوسری بیواؤں میں اوما کے پاس آئی تو اوما نے دیکھا وہ پریشان اداس اور غمگین تھی اوما نے فکرمند آواز میں پوچھا۔

گنگا میری بہن کیا بات ہے آج تم اداس اور افسردہ ہو کیا خواص خان نے تمہیں پہچان لیا ہے اور تمہارے ساتھ ناروا سلوک کیا ہے۔ گنگا کہنے لگی۔

دیکھ اوما میری بہن یہ بات نہیں ہے وہ بے چارے تو گھر پر ہی نہیں ہیں میں نے جب بھیک کی صدا لگائی تو حویلی کا ایک محافظ باہر نکلا اور مجھے چند سکے دیئے میں نے جب اس سے گفتگو کی تو مجھے پتا چلا کہ خواص خان اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ بہار

کے اندرونی علاقوں کی طرف جا چکے ہیں جبکہ خود شیر شاہ سوری بھی ایک لشکر لے کر بنارس کی طرف جا چکے ہیں۔

اوما نے ایک بار پھر گنگا کی طرف غور سے دیکھا پھر کہنے لگی۔ اچھا اب تمہاری اداسی اور افسردگی کی وجہ سمجھ میں آئی دیکھ گنگا فکرمند مت ہونا بس اب تم گیتا کی حیثیت سے خواص خان کے قریب سے قریب تر ہوتی چلی جا مجھے امید ہے کہ ایک نہ ایک روز ایسا آئے گا کہ خواص خان گیتا کی حیثیت سے تمہیں بے پناہ پریم کرنے لگے گا اور جب ہم دیکھیں گی کہ خواص خان واقعی گیتا کی حیثیت سے تمہیں بے پناہ چاہتا ہے تو پھر کسی مناسب موقع پر تم اپنا اصل روپ ان کے سامنے کر دینا اور مجھے امید ہے کہ ان کی محبت گیتا سے گنگا کی طرف بھی منتقل ہو جائے گی وہ روز تمہاری کامیابیوں کامرانیوں کا دن ہو گا ہلکی مسکراہٹ میں گنگا نے کہا بھگوان کرے ایسا ہی ہو اس کے ساتھ ہی وہ دوسری بیواؤں کے ساتھ آگے بڑھنے لگی تھیں۔

O===O===O

قنوج کے وسیع علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد شیر شاہ سوری نے آگرہ کی طرف کوچ کیا تھا لیکن جیسے ہی اسے خبر ملی کہ ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ بنگال کے مرکزی شہر گوڑ سے آگرہ کی طرف روانہ ہو چکا ہے تو شیر شاہ سوری نے اپنی اس پیش قدمی کو روک دیا تھا۔

ادھر جب ہمایوں کو اپنے بھائی مرزا ہندال کی بغاوت اور اپنے معتمد خاص شیر بہلول کے قتل کی خبر پہنچی تو اس نے بلا تاخیر بنگال سے کوچ کیا یہ 1539ء کے آغاز کا واقعہ ہے۔ مغل سپاہی جو گوڑ میں پڑے پڑے اپنے آپ کو سست اور نکما خیال کرنے لگے تھے وہ خوش ہوئے کہ اب کہیں دشمن کے ساتھ ٹکراؤ ہو گا اور انہیں مال غنیمت سے کچھ حاصل ہو گا۔

بنگال کا کوئی بھی گورنر بننے کے لئے تیار نہ تھا لہٰذا ہمایوں نے اپنے ایک جری دلیر اور وفادار اور نمک خوار افسر جہانگیر قلی بیگ کو بنگال کا گورنر بنایا اور گوڑ میں حفاظت کے لئے اس کی تحویل میں ایک لشکر بھی دے دیا تھا۔ شیر شاہ سوری کے لگاتار حملوں کے باعث ہمایوں بڑا محتاط دکھائی دیتا تھا۔ اس نے بنگال سے لوٹنے کے لئے گنگا کے شمالی کنارے پر تحفظ کا معقول انتظام کیا اور یہ دیکھ کر کہ شیر شاہ سوری نے اس خطہ میں پہلے ہی اپنے منتشر افواج کو ہٹا کر جنوبی بہار میں بلا لیا ہے اس نے دو

قدم اٹھائے۔

پہلا یہ کہ اس نے اپنے بھائی مرزا عسکری کو بھاگلپور ضلع میں کول کانگ پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا اور مرزا عسکری کی تحویل میں اس نے ایک لشکر بھی دے دیا تھا تاکہ مرزا عسکری کول کانگ پر قبضہ کرنے کے بعد شیر شاہ سوری کے متعلق خبریں بھی حاصل کرے کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور اس کے کیا ارادے ہیں مونگیر کے پیچھے ہٹتے ہوئے ہوئے دستوں پر شیر شاہ سوری کے حملہ کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔

ہمایوں نے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ اپنے معتمد خاص خان خاناں کو مونگیر جانے کا حکم دے دیا اور اسے یہ تاکید کر دی کہ ہمایوں کے لشکر کے پہنچنے تک خان خاناں مونگیر ہی میں رہے گا۔

فنون حرب کے نقطہ نظر سے مونگیر کی اہمیت بہت زیادہ تھی اس کے ہاتھ سے چلے جانے سے دو زبردست خطرے پیدا ہو سکتے تھے۔

اول یہ کہ یہاں سے مرزا عسکری کے کول کانگ والے راستے کے خلاف جارحانہ کاروائی کی جا سکتی تھی دوئم یہ کہ گنگا کو عبور کر کے ہمایوں کے واپس لوٹنے کے راستے میں مزاحمت کی جا سکتی تھی اسی بناء پر مرزا عسکری نے ہمایوں کو یہ خبر دی کہ شیر شاہ جو ابھی تک جونپور اور چنار کا محاصرہ کر رہا تھا اور جس نے قنوج کے سارے علاقے پر اپنا تصرف قائم کر کے آگرہ کی طرف پیش قدمی کی تھی اب اپنے سارے لشکر واپس ہٹا رہا ہے اور اس نے اپنی ساری عسکری طاقت اور قوت کو رہتاس کے نزدیک اکٹھا کرنا شروع کر دیا ہے۔

اپنے بھائی مرزا عسکری کی طرف سے یہ خبر ملنے پر ہمایوں کو قدرے اطمینان ہوا کہ گنگا کے شمالی کنارے پر دشمن کا کہیں جماؤ اور نشان نہیں ہے۔ لہذا اس نے فوج کو مزید کوچ کا حکم دیا اور مونگیر کے مقابل آیا اب صورتحال یہ تھی کہ گنگا کے ایک جانب مونگیر تھا اور دوسری جانب ہمایوں اپنے لشکر کی جانب پہنچ گیا تھا۔

یہاں مرزا عسکری نے دوسرے کنارے سے آ کر ہمایوں سے ملاقات کی مرزا عسکری کے وہاں پہنچنے پر اور یہ اطلاع دینے پر کہ راستے بالکل محفوظ ہیں ہمایوں بہت

خوش ہوا اور اس نے اپنے سارے مشیروں وزیروں کو بلا کر مشورہ کیا کہ واپس جانے کے لئے گنگا کو کس مناسب جگہ سے عبور کرنا چاہئے۔

ہمایوں کے اس استفسار کے جواب میں اس کے تمام سردار اس رائے پر متفق تھے کہ ہمایوں کے لشکر کو گنگا کے شمالی کنارے کے برابر آگے بڑھتے ہوئے گنگا کو پار کرنا چاہئے محض ایک ہمایوں کا منہ چڑھا مشیر موید بیگ تھا جس نے اختلاف کیا کیونکہ وہ ہمایوں کا منظور نظر تھا۔ اس نے سارے مشیروں اور وزیروں کی رائے سے اختلاف کیا اور ہمایوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"آپ عظیم الشان عالی مرتبت شہنشاہ ہند ہیں آپ کو لازم ہے کہ جس رستے سے آپ آئے تھے اسی رستے سے واپس لوٹیں ورنہ شیر شاہ سوری کہے گا کہ اصل راستہ اختیار نہ کر کے ہمایوں اور اس کے لشکر نے دوسرے راستے سے دم دبا کر بھاگ نکلنا مناسب خیال کیا۔"

ہمایوں میں یہ کمزوری تھی کہ وہ اپنا فیصلہ اکثر دوسروں پر چھوڑ دیا کرتا تھا۔ اس نے موید بیگ کی اس تجویز کو قبول کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ مغل لشکر نے مونگیر کے مقام پر گنگا کو عبور کیا اس موقع پر نہ کسی قسم کا حادثہ رونما ہوا اور نہ قرب و جوار میں شیر شاہ کی موجودگی ہی کی کوئی خبر ملی دوسری طرف خان خاناں ابھی تک اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ قلعہ مونگیر میں ہمایوں کی آمد کا منتظر تھا۔ اپنے مشیر خاص اور منظور نظر موید بیگ کے مشورے پر ہمایوں نے اب دوسرا راستہ اختیار کر لیا تھا۔

دریائے گنگا کو پار کرنے کے بعد ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ آگرہ کی طرف بڑھا ادھر جب تک ہمایوں کا لشکر دریائے گنگا کے شمالی کنارے کے ساتھ آگرہ کی طرف پیش قدمی کرتا رہا۔ شیر شاہ سوری کا کوئی ارادہ نہ تو اس سے ٹکر لینے کا تھا نہ راستہ بند کرنے کا۔ ہمایوں کا لشکر تین حصوں پر مشتمل تھا ایک خود ہمایوں کے پاس ایک اس کے بھائی مرزا عسکری کے پاس اور تیسرا قلعہ مونگیر میں خان خاناں کے پاس۔ جبکہ ہمایوں کے لشکر کا سامان اور اس کا حرب دریائے گنگا کے کنارے کشتیوں میں سوار کئے گئے اور یہ کشتیاں بھی دریائے گنگا میں اسی راستے پر آگے بڑھنے لگیں جس راستے پر ہمایوں پیش قدمی کر رہا تھا۔

دریائے گنگا کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے ہمایوں نے پٹنہ کی طرف کوچ کا حکم دیا تاہم خان خاناں ابھی تک اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ قلعہ مونگیر ہی میں مقیم تھا۔ یہ خبر نہیں ہو سکی کہ خان خاناں کو اطلاع تھی کہ دوسرے راستے سے دریائے گنگا کو عبور کر کے ہمایوں پٹنہ کی طرف کوچ کر گیا ہے۔ یا ہو سکتا ہے ہمایوں نے خود اسے اطلاع نہ کی ہو تاکہ مونگیر کے قلعہ میں قیام کرے خان خاناں شیر شاہ سوری کے کسی بھی لشکر کو بنگال کی طرف پیش قدمی نہ کرنے دے۔

ہمایوں بڑی تیزی سے اپنے حصے کے لشکر کی کمان کرتا ہوا پٹنہ کی طرف بڑھا کشتیوں کا بیڑہ اس کے جنگی سامان اور لشکر کی مستورات کو لے کر بھی پٹنہ کے قریب پہنچ گیا جہاں سارے سامان اور مستورات کو کشتیوں سے اتار کر کنارے پر لگایا گیا اس وقت تک ہمایوں نے بھی وہاں پہنچ کر خیمے نصب کر دیئے تھے۔ لہذا ہر شئے خیموں میں منتقل کر دی گئی تھی۔ ہمایوں اپنے لشکر اور جنگی سامان کے ساتھ بغیر کسی مزاحمت کے موجودہ دانا پور کے نزدیک اس جگہ پہنچ گیا تھا۔ جہاں دریائے سون دریائے میں آ کر گرتا ہے۔

شیر شاہ سوری کو یہ اندیشہ لگا ہوا تھا کہ ہمایوں کہیں اپنے لشکر کے ساتھ رہتاس پر حملہ نہ کر دے لہذا اس نے اپنے سارے لشکر کو دریائے سون کے اوپری بہاؤ بہار کی جانب اکٹھا کر لیا تھا۔ لیکن جب اسے خبر ملی کہ ہمایوں لشکر کے ساتھ بڑھتا ہوا اب آگے چنار اور غازی پور کی طرف روانہ ہو گیا ہے تو شیر شاہ کا حوصلہ بڑھ گیا اب اس نے مغلوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

ان حالات میں شیر شاہ سوری نے اپنے سارے سالاروں اور سرداروں کا اجلاس طلب کیا اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے شیر شاہ سوری نے کہا۔

اس وقت ہمایوں کی فوج سراسیمہ اور پراگندہ ہے اور آگرہ میں بغاوت کے آثار نمودار ہو چکے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمایوں بنگال سے نکلنے کے بعد یقیناً" مجھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتا جبکہ آگرہ میں بغاوت کی وجہ سے ہمایوں اب میری طرف سے پیٹھ پھیر کر جا رہا ہے۔

میرے ساتھیو میرے فرزندو میرے بھائیو سنو اللہ کے فضل سے اب میری حالت

پہلے کی نسبت زیادہ پائیدار اور مستحکم ہے۔ اگر تم سب عزیز و احباب اور فرزند و اقارب میرا ساتھ دو اور مناسب جانو تو اب میں مغلوں کے خلاف اپنی قسمت آزما سکتا ہوں۔

میرے ساتھیو سنو اس سے پہلے ہندوستان میں میں کافی چوٹیں کھا چکا ہوں ہمایوں کے بنگال کی مہم پر روانہ ہونے سے پیشتر میں نے اس کو سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ بنگال میرے حوالے کر دے ہمایوں نے مجھ سے وعدہ بھی کیا لیکن بنگال کے سلطان کا سفیر پہنچنے کے بعد وہ وعدہ شکن ہو گیا اب میں نے بہار اور جونپور سے ہمایوں کی فوجوں کو نکال دیا ہے چنانچہ اب میرے اور ہمایوں کے درمیان صلح کے دروازے بند ہو چکے ہیں اب میں اس حالت میں ہوں کہ ہمایوں پر ضرب لگا سکوں۔

یہاں تک کہنے کے بعد شیر شاہ سوری لمحہ بھر کے لئے رکا اس کے بعد اس نے پھر اپنے سالاروں اور سرداروں کو مخاطب کر کے پوچھا۔ اس موقع پر مجھے تم لوگوں کے مشورے کی ضرورت ہے کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو جواب میں سارے سردار اور سالار آپس میں مشورہ کرنے لگے سب نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار خواص خان سے کہا پھر خواص خان نے شیر شاہ سوری کو مخاطب کر کے کہا۔

میرے محسن میرے مربی جن خیالات کا اظہار آپ نے کیا ہے میں اور میرے ساتھی سالار اور آپ کے بیٹے ان خیالات سے مکمل طور پر اتفاق کرتے ہیں یقیناً" ہمایوں نے ہمارے ساتھ صلح کے سارے ہی مواقع گنوا دیئے ہیں اب ہمارے اور اس کے درمیان صلح کے سارے باب بند ہو چکے ہیں۔ ہمایوں اس حالت میں تھا کہ ہم پر ضرب لگانا چاہتا تھا اور ہم اس کے سامنے جھکنے پر مجبور تھے اب یہی حالت ہم ہمایوں کی کریں گے اور عنقریب وہ وقت آئے گا جب ہم تعاقب میں ہوں گے اور ہمایوں ہندوستان کی سرزمین میں ہمارے آگے آگے بھاگ رہا ہو گا۔ شیر شاہ میرے محسن آپ جو بھی فیصلہ کریں گے ہم سب کو یقیناً" پہلو بہ پہلو بدترین حالات کا سامنا کرنے کے لئے پائیں گے۔ خواص خان کا جواب سن کر شیر شاہ سوری بے حد خوش اور مطمئن ہوا اس کے بعد وہ دوبارہ بولا۔

سنو میرے فرزندو میرے ساتھیو میرے عزیزو اب جبکہ میرے اور تمہارے

درمیان اتفاق رائے ہے تو میرا ارادہ ہے کہ ایک دو روز تک ہم یہیں اپنے لشکر کے ساتھ قیام کئے رہیں گے اس کے بعد پڑاؤ اٹھائیں گے اور ہمایوں کے لشکر کے پیچھے لگ جائیں گے۔ ہم سب سے پہلے ہمایوں کے لشکر پر شب خون ماریں گے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو گا ایک میرے پاس دوسرا خواص خان کی سرکردگی میں رہے گا۔

خواص خان ہمایوں کے لشکر کے پہلو پر ضرب لگائے گا جب ہمایوں اس کے سالار اور لشکری اپنے پہلو پر حملہ آور ہونے والے خواص خان کی طرف توجہ دیں گے تو میں پشت کی طرف سے حملہ آور ہوں گا اس طرح ہم مغل لشکر کی توجہ اور قوت کو بانٹ کر انہیں ناقابل تلافی نقصان پہنچائیں گے اور مجھے امید ہے کہ اپنے اس متوقع شب خون میں ہم پوری طرح کامیاب رہیں گے۔ لشکر میں ایک بار پھر سارے سالاروں نے شیر شاہ سوری سے اتفاق کیا اور اس کے بعد شیر شاہ سوری اجلاس کے خاتمے کا اعلان کرنا ہی چاہتا تھا کہ خیمے سے باہر پہرہ دینے والا ایک محافظ اندر آیا اور شیر شاہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آقا باہر ایک مخبر آیا ہے اور وہ کوئی انتہائی اہم خبر آپ سے کہنا چاہتا ہے۔ اس اطلاع پر شیر شاہ سوری اور اس کے سارے سالار ایک دوسرے کی طرف فکرمند نگاہوں سے دیکھنے لگے تھے شیر شاہ بولا اور اپنے محافظ سے کہا اس مخبر کو بھیجو اس کے ساتھ ہی وہ محافظ باہر نکلا اور تھوڑی دیر بعد شیر شاہ سوری کا ایک مخبر اندر آیا اور اسے دیکھتے ہی شیر شاہ نے پوچھا۔

تم کیا خبر لے کر آئے ہو کیا تم ہمایوں سے متعلق کوئی اچھی یا بری خبر رکھتے ہو مخبر جواب میں کہنے لگا۔

آقا میرے پاس ہمایوں سے متعلق کوئی خبر نہیں اس لئے کہ ہمایوں دریائے گنگا کو پار کرنے کے بعد پٹنہ کی طرف بڑھ رہا ہے آقا میں ایک اور ہی بری خبر لے کر آیا ہوں شیر شاہ سوری کے سارے ہی سالار فکرمند ہو گئے تھے شیر شاہ سوری نے بھی چونکتے ہوئے پوچھا تو کیسی خبر لایا ہے مخبر پھر کہنے لگا۔

آقا ماضی قریب میں بنگال اور بہار کی سرحدوں پر ایک شخص نے ڈاکہ زنی، قتل و

غارت اور لوٹ کھسوٹ کی وجہ سے تباہی اور بربادی مچائی تھی اس کا نام مہارتھ تھا کچھ عرصہ تک یہ بنگال کے سابق حکمران سلطان محمود کے لئے ہی دردسر بنا رہا سلطان محمود نے اسے پکڑنے اور زیر کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن یہ مہارتھ اس کے قابو میں نہیں آیا۔ ہمارے بہار اور بنگال پر حملہ آور ہونے سے کچھ پہلے یہ مہارتھ کہیں گمنامی میں چلا گیا تھا اور لوگ یہ خیال کرنے لگے تھے کہ وہ کسی حادثے میں مارا جا چکا ہے لیکن ایسا نہیں تھا۔

حقیقت یہ تھی کہ یہ مہارتھ کہیں کوہستانی سلسلے کے اندر اپنا ٹھکانہ بنانے میں مصروف تھا ٹھکانہ بنانے کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں میں خوب اضافہ کیا اب سنا ہے کہ اس کے پاس ایک بہت بڑا لشکر ہے اور اس لشکر کے ساتھ اس نے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو کر خوف و ہراس اور تباہی و بربادی پھیلانی شروع کر دی ہے۔ آقا یہی بری خبر لے کر میں آپ کی طرف آیا ہوں۔

مخبر کے اس انکشاف پر شیر شاہ نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ دیر سوچا پھر مخبر سے پوچھا۔

تمہارے خیال میں مہارتھ کے ساتھ کس قدر ساتھی ہوں گے مخبر کہنے لگا جہاں تک میں معلومات حاصل کر چکا ہوں آقا اس کے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر ہے اور اس لشکر سے ٹکرانا کوئی آسان کام نہیں جو لوگ مہارتھ اور اس کے ساتھیوں کو جانتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ مہارتھ اب نئی طاقت اور قوت کے ساتھ نمودار ہوا ہے اور لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ اب ایک طرح سے مہارتھ اپنے آپ کو ناقابل تسخیر خیال کرتا ہے اور اس کے ارادے یہ ہیں کہ وہ بنگال اور بہار دونوں پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا تب خیمے میں شیر شاہ سوری کی گہری آواز بلند ہوئی۔

دیکھ مخبر تیری بڑی مہربانی کہ تو نے مجھے یہ اہم خبر دی اب تم جا کر آرام کرو پھر پہلے کی طرح اپنے کام میں لگ جانا۔ مخبر کے جانے کے بعد شیر شاہ سوری نے خواص خان کی طرف دیکھا پھر کہا۔

خواص خان میرے بیٹے میرے فرزند لگتا ہے قدرت کو ایک بار پھر تیرا میرا امتحان منظور ہے اس سے پہلے میرا ارادہ تھا کہ میں اور تم دونوں لشکر کو آدھا آدھا بانٹ کر ہمایوں پر شب خون ماریں گے لگتا ہے قدرت کو ایسا منظور نہیں ہے۔ دیکھ میرے فرزند میرے بیٹے۔ میں اپنے فیصلے میں تبدیلی کرتا ہوں۔

تھوڑی دیر شیر شاہ پھر خاموش رہا کچھ فیصلہ کیا اور بولا۔

خواص خان میرے بیٹے۔ پہلے ہی کی طرح لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو گا۔ ہیبت خان نیازی۔ جلال خان جالو اور سرمست خان سروانی تمہارے ساتھ رہیں گے اور لشکر کا آدھا حصہ بھی تمہاری کمانداری میں ہو گا جبکہ دوسرا آدھا حصہ میرے پاس ہو گا۔ میں اپنے آدھے حصے کے ساتھ کل یا پرسوں یہاں سے کوچ کروں گا اور ہمایوں کے پیچھے لگ جاؤں گا۔ میرے بیٹے۔ میرے بچے جس وقت میں یہاں سے کوچ کروں گا اسی وقت تم بھی میرے ساتھ کوچ کرنا۔ پر ہمایوں کی طرف نہیں۔ مہارتھ کی طرف۔ بیٹے میں سمجھتا ہوں کہ صرف تم ہی مہارتھ پر حملہ آور ہو کر اسے اپنی جراتمندی' بہادری۔اور دانشمندی سے شکست دے سکتے ہو۔ دیکھ خواص خان میرے بیٹے۔ میرے بچے میں جانتا ہوں اس مہارتھ کے حوصلے اب زیادہ بلند ہوں گے کیونکہ اس نے اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر لیا ہے اور پھر اس کے ذہن میں یہ خیال ہو گا کہ میں اور ہمایوں چونکہ اب جنگ میں مصروف ہونے والے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی من مانی کر سکتا ہے لیکن خواص خان میرے بیٹے ہم اسے من مانی نہیں کرنے دیں گے۔ مجھے امید ہے کہ تم بہت جلد اس مہارتھ کا قصہ ختم کر کے ہمایوں سے نپٹنے کے لئے مجھ سے آن ملو گے۔

شیر شاہ سوری جب خاموش ہوا تب بڑے خلوص بڑی ارادتمندی میں خواص خان نے جواب دیا۔

شیر شاہ میرے عظیم محسن۔ آپ بے فکر رہیں۔ عنقریب آپ سنیں گے کہ مہارتھ پر میں نے وہ ضرب لگائی ہے کہ اس سے پہلے ایسی ضرب اس پر نہ لگی ہو گی۔ جب بھی میرا اس کا سامنا ہوا میں اس سے اس کی بغاوت کے سارے ہتھکنڈے چھین کر اس کے ساتھیوں کا قتل عام کروں گا اور اسے اپنے سامنے بھاگنے پر مجبور کر

دوں گا۔ شیر شاہ سوری کے چہرے پر خواص خان کا جواب سن کر مسکراہٹ پھیل گئی تھی پھر اس نے مزید کہا۔

دیکھ خواص خان میرے بیٹے میرے بچے۔ میں آج ہی کچھ مزید مخبروں کو روانہ کرتا ہوں وہ اس بات کا پتہ لگائیں کہ مہارتھ نے اپنے لشکر کے ساتھ ان دنوں کہاں قیام اور پڑاؤ کر رکھا ہے اور وہی مخبر تمہیں اطلاع کر دیں گے کہ مہارتھ کا محل وقوع کیا ہے تاکہ اس پر ضرب لگانے اور حملہ آور ہونے میں تمہیں آسانی رہے۔

اس کے ساتھ ہی شیر شاہ سوری نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا۔ دو روز بعد شیر شاہ سوری آدھے لشکر کے ساتھ ہمایوں کے پیچھے لگ گیا تھا دوسرے آدھے لشکر کے ساتھ خواص خان مہارتھ سے نپٹنے کے لئے شمال مغرب کی طرف روانہ ہوا تھا۔

○

وہ موسلا دھار بارش کی رات تھی۔ شام چڑھتی آبجو کی لہروں کی طرح حرکت کرتی ہوئی رات میں ڈھل گئی تھی۔ تاریکی اور بارش نے زمین کی کلائیوں پر فطرت کی جوت کی طرح ہر شئے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ودھوا آشرم اور اس کے اطراف میں دعاؤں سے لبریز لب' جوئے یخ بستہ جیسی خاموشی' لٹی خیمہ گاہ اور مفلس کے لہو کے چھینٹوں سے رنگین دامن جیسا سکوت تھا۔

ودھوا آشرم کا چھوٹا سا سادہ کمرہ جس میں راجکماری گنگا اور اوما نے قیام کیا ہوا تھا اس میں گنگا اور اوما دونوں کھانا کھانے کے بعد اپنے اپنے بستر پر بیٹھی ہوئی تھیں کہ ان کے دروازے پر دستک ہوئی۔ اس پر اوما نے سوالیہ انداز میں گنگا کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ اس وقت ہمارے کمرے کے دروازے پر کون دستک دے سکتا ہے۔ ساتھ ہی اوما اٹھی اور جب اس نے دروازہ کھولا تو دروازے پر ادھیڑ عمر کی ایک عورت کھڑی تھی۔ اس نے اپنے اوپر چمڑے کی ایک چادر ڈال رکھی تھی شاید بارش سے بچنے کی خاطر جیسے یہ پتہ چلتا تھا کہ وہ ودھوا آشرم میں باہر سے آئی ہے۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں ایک فالتو چمڑے کی چادر بھی تہہ کر کے پکڑی ہوئی جس وقت اوما نے دروازہ کھولا اس ادھیڑ عمر کی عورت نے بڑے پیار بڑی نرمی اور شفقت میں پوچھا۔

دیکھ میری بچی۔ گیتا نام کی ودھوا سے ایک انتہائی اہم بات کرنی ہے۔ میں نے

ودھوا آشرم ہی معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ اسی کمرے رہتی ہے کیا میں اندر آ سکتی ہوں۔

اس عورت کے ان الفاظ پر گنگا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اوما کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ کہنے لگی اندر آ جاؤ۔ میں ہی گیتا ہوں تمہیں مجھ سے کیا کام ہے۔ گیتا کا لفظ سن کر گنگا کا دھیان اور خیالات آپ سے آپ خواص خان کی طرف چلے گئے تھے۔ وہ عورت اندر داخل ہوئی اوما نے پہلے کی طرح دروازہ بند کر دیا چمڑے کی وہ چادر جو اس عورت نے اپنے اوپر ڈال رکھی تھی وہ بھیگی ہوئی تھی وہ اس نے دروازے کے ساتھ لٹکا دی۔ جو چمڑے کی چادر تہہ کر کے اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی وہ اس نے گنگا کے بستر پر لا کر رکھی پھر وہ گنگا کے سامنے بیٹھی اور گفتگو کی ابتدا کی۔

دیکھ گیتا بیٹی۔ میں ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں تمہارے پاس آئی ہوں۔ چونکہ اس وقت شیر شاہ سوری کا سپہ سالار خواص خان تمہیں کوئی کام بتائے تو تم خواص خان پر اعتماد کر سکتی ہو۔ اس پر گنگا جھٹ بولی اور کہنے لگی۔

دیکھ ماسی میں نہیں جانتی تو کون ہے پر میں تم سے ایک بات کہوں خواص خان وہ ہستی ہے اگر وہ مجھے آنکھیں بند کر کے آگ میں کودنے کے لئے کہے تب بھی میں کود جاؤں گی۔ کیا تم میرے لئے خواص خان کی طرف سے کوئی پیغام لے کر آئی ہو۔ اس پر وہ بوڑھی عورت کہنے لگی۔

دیکھ گیتا میری بیٹی، تیرا اندازہ درست ہے۔ میں تمہیں تفصیل بتاؤں کہ میں خواص خان کی حویلی میں کام کرتی ہوں۔ چند ہفتے پہلے ہی خواص خان نے مجھے اپنی حویلی میں ملازم رکھا تھا۔ میری بیٹی ابھی مجھے خواص خان نے ہی تمہاری طرف روانہ کیا ہے اور پیغام دیا ہے کہ میں تمہیں بلا کر لاؤں۔ اگر تم مجھ پر اور خواص خان پر اعتماد کر سکتی ہو تو ابھی اٹھو اور میرے ساتھ ہو لو اور خواص خان کی حویلی میں چلو اس نے تمہیں بلایا ہے اور وہ بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ اس نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

دیکھ ماسی لیکن خواص خان تو شیر شاہ سوری کے ساتھ ہمایوں سے جنگ کرنے کے

لئے دریائے گنگا کی طرف جا چکا ہے۔ اس پر وہ خاتون کہنے لگی تمہارا اندازہ درست ہے۔ شیر شاہ سوری خود ہمایوں سے ٹکرا رہا ہے جبکہ خواص خان کو اس نے کسی اور مہم پر روانہ کیا ہے۔ مگر روانہ ہونے سے پہلے خواص خان رہتاس آیا ہے۔ یہاں وہ اپنے لشکر کے لئے رسد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میرے خیال میں کل یا پرسوں وہ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کرے گا اور کوچ سے پہلے گیتا وہ تم سے ملنا چاہتا ہے دیکھ میری بیٹی زبردستی نہیں ہے۔ اگر تو میرے ساتھ جانے پر آمادہ ہے تو میں تیرے لئے چمڑے کی ایک چادر لے کر آئی ہوں اسے اوڑھ لے اور میرے ساتھ ہو لے اس لئے کہ باہر بارش ہو رہی ہے اور اگر تو میرے ساتھ اس وقت جانے پر آمادہ نہیں تو میں واپس چلی جاتی ہوں خواص خان سے کہتی ہوں کہ گیتا آنے پر آمادہ نہیں۔ اس پر گیتا نے چونک کر کہا۔ نہیں میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ رات کے اس وقت تو کیا خواص خان مجھے آندھی طوفان یا برستی آگ میں بھی پکارے تو میں ضرور اس کی طرف جاؤں گی۔ اس کے ساتھ ہی گیتا اپنی جگہ پر اٹھی اور اوما کے پاس آئی اس کے کان میں سرگوشی کی۔

اوما تم یہیں رہو۔ میں ودھوا گیتا ہی کے روپ میں خواص خان کی طرف جاؤں گی اور اپنا جسم اور چہرہ پہلے کی طرح ڈھانپ کر رکھوں گی اور اگر تو میرے ساتھ گئی تو تجھے خواص خان نے پہچان لینا ہے اور میرا سارا بھرم کھل جانا ہے اس کے بعد خاص خان کی طرف سے میرے مقدر میں نفرت کے سوا کچھ نہیں رہے گا۔ لہٰذا میں اکیلی اس ماسی کے ساتھ جاتی ہوں۔ اوما نے اس سے اتفاق کیا جس کے جواب میں گنگا نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا اس کے اوپر اس نے سفید رنگ کی چادر اوڑھی۔ چہرے پر سفید رنگ کا نقاب ڈال لیا پھر اپنے بستر پر پڑی ہوئی وہ چمڑے کی چادر جو بوڑھی خاتون لے کر آئی تھی اوپر ڈالی اور کہنے لگی چل ماسی۔ میں تیرے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں۔ اس کے ساتھ ہی گنگا اور وہ بوڑھی عورت دونوں کمرے سے نکلیں۔ آہستہ آہستہ ودھوا آشرم سے نکل کر وہ دور ہونے لگی تھیں۔

بوڑھی خاتون کے ساتھ گنگا بے چاری ودھوا آشرم سے تھوڑی ہی دور گئی تھی کہ اچانک دو جوان اس پر جھپٹ پڑے۔ ایک نے اس کا منہ بند کئے رکھا دوسرے

نے جلدی جلدی اس کے ہاتھ پشت پر باندھے اس کے پاؤں پر بھی رسی باندھ دی اس کے منہ پر بھی کس کر کپڑا باندھ دیا گیا پھر ان دونوں نے جلدی جلدی گنگا کو اٹھایا تھوڑا وہ دائیں جانب گئے وہاں ایک بگھی کھڑی تھی۔ دونوں نے گنگا کو اٹھا کر اس بگھی میں ڈال دیا بگھی کے پردے انہوں نے گرا دیئے ان دو میں سے ایک بگھی کے اندر ہی بیٹھ کر گنگا کو دبوچے رہا جبکہ دوسرا آگے بڑھ کر گھوڑوں کو ہانک کر شہر سے باہر ہی باہر نکال کر کوہستانی سلسلے کی طرف جانے والی شاہراہ پر ڈال دیا تھا۔

O===O===O

بگھی جس میں راجکماری گنگا کو اٹھا کر ڈالا گیا تھا بارش میں ساری رات سفر کرتی رہی۔ بے بس و لاچار گنگا بگھی کے اندر ہی سو گئی۔ جب اسکی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا بگھی کے چمڑے کے پردوں کے لہرانے کے باعث روشنی اب چھن چھن کر بگھی میں داخل ہو رہی تھی۔ جس سے یہ بات صاف ظاہر تھی کہ رات ختم ہو چکی ہے۔ سورج طلوع ہو چکا ہے اور بارش تھم چکی ہے۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر گنگا نے جب بگھی کی نشست پر بیٹھنا چاہا تو وہ کراہ کر رہ گئی۔ اس لئے کہ بگھی کے ایک حصے کے ساتھ اس کے ہاتھ اور پاؤں دونوں باندھے گئے تھے۔ شاید اس احتیاط کے تحت کہ وہ کہیں رات کی تاریکی میں بگھی سے اتر کر نہ بھاگ جائے۔ اس نے نگاہ اٹھا کر سامنے دیکھا اسے اغوہ کرنے والوں میں سے ایک بگھی کے گھوڑوں کو ہانک رہا تھا دوسرا اسکے سامنے والی نشست پر گہری نیند سویا ہوا تھا۔ چونکہ اس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا وہ بول نہیں سکتی تھی لہٰذا اس نے اپنے ہاتھ پاؤں ہلاتے ہوئے بگھی کو زور سے ہلایا۔ اس پر جو شخص گھوڑے ہانک رہا تھا اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا پھر چابک سے اپنے سوئے ہوئے ساتھی کو کچوکا لگاتے ہوئے اسے جگایا اور جب وہ جاگا تو گھوڑے ہانکنے والے نے کہا۔ راجکماری گنگا کو دیکھو یہ ہاتھ پاؤں ہلا رہی ہے یہ کیا کہتی ہے۔ اس پر ہو کر اٹھنے والا کہنے لگا۔

اصل میں یہ بھوک محسوس کر رہی ہو گی۔ اگر تم کہو تو اس کے ہاتھ کھولتے ہیں۔ منہ سے کپڑا ہٹاتے ہیں اسے کھانے کو کچھ دیتے ہیں۔ اس کے بعد پھر اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیں گے۔ اس پر بگھی کے گھوڑے ہانکنے والے نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جس کے جواب میں سو کر اٹھنے والا اپنی جگہ پر کھڑا ہوا بگھی کے ایک حصے سے اس نے پانی کا ایک مشکیزہ سنبھالا۔ پہلے اس مشکیزے سے پانی لے کر اس نے ہاتھ منہ دھویا مشکیزہ اس نے بگھی کے ایک طرف لٹکایا۔ ایک انگوچھے سے اس نے اپنا منہ ہاتھ صاف کیا پھر راجکماری گنگا کے پہلے اس نے ہاتھ کھولے پھر اس کے بعد اس کے منہ سے اس نے کپڑا بھی ہٹا دیا تھا۔

تھوڑی دیر تک بیچاری گنگا اپنے منہ اور اپنے ہاتھوں کو سہلاتی رہی۔ اس دوران وہ چپ اور گردن جھکائے رہی پھر اس نے اپنے سامنے مخالف نشست پر بیٹھے شخص سے پوچھا تم کون ہو تم کیوں مجھے دھوکا دے کر اغوا کر کے لائے ہو وہ عورت کون تھی جس نے مجھے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے ودھوا آشرم سے نکالا اس پر وہ شخص ایک بار پھر اپنی جگہ سے اٹھا پانی کا مشکیزہ لیا اور اسے گنگا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا دیکھ راجکماری گنگا تو ہمارے لئے بڑی محترم بڑی باعزت ہے پہلے منہ ہاتھ دھو پھر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ہم کون ہیں اور تمہیں کہاں لے جا رہے ہیں اور تمہیں ہم نے ودھوا آشرم سے کیوں نکالا۔ اس پر گنگا خاموش رہی اس شخص نے مشکیزے سے پانی انڈیلنا شروع کیا جس سے گنگا نے ہاتھ منہ دھویا کلی کی جس لباس میں اس نے اپنے جسم کو ڈھانکا ہوا تھا اسی سے اس نے اپنا چہرہ صاف کیا اس کے بعد اس شخص کو مخاطب کیا اب بتاؤ تم کون ہو کیوں تم نے مجھے ودھوا آشرم سے اٹھایا ہے اور کہاں لے جانا چاہتے ہو۔

وہ شخص بولا۔ دیکھ گنگا تمہارا کہنا درست ہے واقعی ہم نے تم سے دھوکہ دہی کی لیکن یہ ایک مجبوری تھی جس عورت نے تمہیں ودھوا آشرم سے باہر نکالا وہ ہماری ایک جاننے والی تھی جس کو ہم نے استعمال کیا۔ ہم تمہیں مہارتھ کے پاس لے جانا چاہتے ہیں اور یہ نام تم نے ضرور سن رکھا ہو گا اس پر گنگا بے چاری چونک کر پوچھنے لگی۔

وہی مہارتھ جو چند برس پہلے بنگال اور بہار کی سرحدوں پر تباہی اور بربادی پھیلانے کا باعث بنتا رہا ہے اس پر وہ شخص کہنے لگا ہاں گنگا تمہارا اندازہ درست ہے ہم تمہیں اسی مہارتھ کے پاس لے جانا چاہتے ہیں اس پر گنگا نے بری طرح احتجاج کیا لیکن کیوں۔ اس نے پھر جواب دیا۔

دیکھ گنگا بات یہ ہے کہ مہارتھ تمہیں پسند کرتا ہے وہ تم سے اندھی محبت اور بے پناہ پریم میں مبتلا ہے۔ تمہیں حاصل کرنے کے لئے اس نے تمہارے سوئمبر میں بھی حصہ لیا لیکن اس کی بدبختی کہ وہ جیت نہ سکا اور تمہارا سوئمبر ایک نقاب پوش یت کر لے گیا۔ بنگال اور بہار کے حکمرانوں نے مہارتھ کو باغی اور سرکش قرار دے رکھا تھا لیکن کوئی بھی اسے اس کے چہرے سے نہیں پہچانتا تھا لہٰذا یہ مہارتھ کچھ اننے والوں کے ساتھ تمہارے راج محل میں داخل ہو کر تمہیں دیکھتا بھی رہا ہے س روز تم نے اپنے رقص اور گانے کی تربیت مکمل کی تھی اور تمہارا رقص راج ل میں ہوا تھا اس روز مہارتھ بھی ایک پنڈت کے ساتھ وہاں موجود تھا اور تمہارا رقص دیکھنے کے بعد اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ ہر صورت میں تمہیں حاصل کر کے رہے گا پھر اس نے ہم دونوں کے ذمے یہ کام لگایا کہ ہم تمہیں کسی نہ کسی طرح اس کے پاس لے کر آئیں ہم دونوں مہارتھ کے آدمی ہیں پس ہم نے مہارتھ کے کہنے پر رہتاس میں قیام کیا لیکن ہماری بدقسمتی کہ اسی دوران شیر شاہ سوری نے رہتاس پر لہ کیا اسے فتح کیا جس میں تمہارا پتا اور رہتاس کا راجہ مارا گیا اور تمہیں گرفتار کر کے شیر شاہ سوری نے اپنے لشکریوں کے سپہ سالار خواص خان کی لونڈی بنا دیا۔

خواص خان ایسا بے پرواہ ایسا بے ذوق انسان نکلا کہ اس نے لونڈی کی حیثیت سے بھی تمہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا میں سمجھتا ہوں خواص خان کی طرف سے و تمہاری انتہا درجے کی بے عزتی اور ہتک تھی بلکہ یوں جانئے کہ یہ ایک راجکماری ی توہین تھی کہ اس نے راجکماری کو اپنی لونڈی تک بنانا قبول نہ کیا۔ اس پر گنگا بیچ ں فورا" بول پڑی۔

خواص خان کے متعلق مزید کوئی گفتگو مت کرنا خواص خان نے لونڈی کی حیثیت سے مجھے کیوں قبول نہ کیا یہ میرا اور اس کا ذاتی معاملہ ہے اس پر وہ شخص پھر بول پڑا

اور کہنے لگا ہم سمجھتے ہیں کہ کون سا اور کیسا ذاتی معاملہ ہے اس پر گنگا نے تیز نگا
ہ سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا تم کیا جانتے ہو۔ جواب میں اس نے کہا۔

دیکھ گنگا میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ تمہارا سوئمبر رچائے جانے سے قبل ہی مہا
تمہیں چاہتا تھا تمہیں پریم کرتا تھا اسی بنا پر اس نے تمہارے سوئمبر میں حصہ لی
اس کی بدقسمتی کہ اسے ناکامی ہوئی پر اس نے ہم دونوں کو تم پر نگاہ رکھنے اور تم
کسی مناسب موقع پر اٹھا کر لانے کے لئے کہا سو ہم نے رہتاس میں رہتے ہوئے
بڑی کڑی نگاہ رکھی۔ اس دوران ہم نے دیکھا کہ تم بڑی بے چینی سے اس نقاب پو
کی تلاش میں تھیں جس نے سوئمبر جیتا تھا اور جو تمہیں یہ کہہ کر چلا گیا تھا کہ
تمہیں ناپسند کرتا ہے۔

پھر بعد میں جب تمہیں لونڈی کی حیثیت سے خواص خان کے سامنے پیش کیا
تو تم نے خواص خان سے خانہ بدوش قبیلے کے سردار فدائی خان کی تلاش کی التجا کی
فدائی خان تم سے ملا اور اس سے تمہیں معلوم ہوا کہ تمہارا سوئمبر جیتنے والا نقا
بوش حقیقت میں خواص خان ہی ہے جو اس سے پہلے صاحب خان تھا لومڑیاں پکڑ
گزارا کرتا تھا اور تم اس سے بدترین نفرت کرتی تھیں پر تمہاری بدقسمتی کہ تم خوا
خان کو دل کی گہرائیوں سے محبت کرنے لگیں پر جس وقت تمہارے لئے خواص خان
کے دل میں محبت کی جگہ نفرت جنم لے چکی تھی سو اس نے تمہیں قبول نہ کیا ناچا
مجبور تم نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے ودھوا آشرم میں قیام کرلیا حالانکہ رہتاس
میں راجہ ہرکشن کے مارے جانے کے بعد تمہارے عزیز بھی تھے جن کے پاس تم
رہ سکتی تھیں لیکن تمہارے لئے مصیبت اور دشواری یہ تھی کہ تم خواص خان
محبت اور پریم کو کسی بھی صورت اپنے دل سے نکال نہیں سکتی تھیں۔

دیکھ راجکماری گنگا ہم دونوں نے تم پر رہتاس شہر میں بڑی کڑی نگاہ رکھی
اور ہم ہمہ وقت تمہاری نگرانی میں رہتے تھے ودھوا مندر میں رہائش اختیار کرنے
بعد تم نے ایک اور بڑا قدم اٹھایا اور تم نے ایک ودھوا کی حیثیت سے خواص خان
قرب حاصل کرنے کی کوشش کر دی ودھوا آشرم کی بیواؤں کے ساتھ مانگنے کے
جب تم پہلے روز نکلیں تو مانگنے کے پہلی صدا تم نے خواص خان کی حویلی کے سا

لائی تھی کچھ دن تک تمہیں مایوسی ہوئی لیکن ایک روز تم کامیاب ہوئیں جب تمہاری
صدا کا جواب خود خواص خان نے دیا تھا۔ پھر اس نے تم میں دلچسپی لی اس لئے کہ تم
نے اسے اپنے حالات سنائے اس کے سامنے رو پڑی اور اپنی مصنوعی بے بسی کا اس
کے سامنے اظہار کیا تمہاری اس بے بسی سے وہ خواص خان انتہا درجے کا متاثر ہوا
اس کے بعد تم نے لگاتار بھیک کی صدا خواص خان کی حویلی پر دینی شروع کی اور اس
کی دلچسپی تم میں بڑھتی رہی یہاں تک کہ دوسری بار جب تم گئیں تو اس نے تمہیں
ضرورت کا بہت سا سامان بھی دیا ساتھ ہی اپنے محافظوں سے بھی کہا کہ جب بھی
تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو تمہاری دیکھ بھال اور مدد کی جائے یوں جانو کہ خواص
خان کی محبت جو تم راجکماری کی حیثیت سے حاصل نہ کر سکیں تھیں اب تم ایک
ودھوا کی حیثیت سے حاصل کرنا چاہتی ہو لیکن اب یہ سارا کھیل بے کار ہے اس لئے
کہ اب ہم تمہیں مہارتھ کے پاس لے جائیں گے اور وہ تمہیں اپنی پتنی بنا کے رہے
گا۔ گنگا بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی تم بکواس کرتے ہو میرا مہارتھ سے
کوئی تعلق نہیں ہے سنو میں نہیں جانتی تم کون ہو تمہارا کیا نام ہے لیکن یاد رکھنا
راجکماری گنگا خواص خان کے لئے پیدا ہوئی تھی اور اسی کی خاطر اپنی جان قربان کر
دے گی اس شخص نے طنزاً" کہا کیا اسی خواص خان کے لئے جو کبھی صاحب خان کی
حیثیت سے لومڑیاں پکڑتا تھا اور تم اس سے بے پناہ نفرت کرتی تھیں۔ گنگا نے ترکی
بہ ترکی جواب دیا۔

دیکھ شخص تجھے میرے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کرنے کی ضرورت نہیں
ہے میں کسی موقع پر خواص خان یا صاحب خان سے نفرت یا محبت کرتی تھی یہ میرا
ذاتی معاملہ ہے بس اب وہ میری زندگی کی منزل ہے اور میرے جسم کی روح ہے بس
اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔ اس بار اس شخص نے موضوع بدلا اور پوچھا
تم کھانا کھاؤ گی جواب میں گنگا نے نفرت میں کہا نہیں میں تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گی۔

اگر تم کھانا نہیں کھانا چاہتی ہو تو دیکھو میں تمہارا منہ ننگا ہی رکھتا ہوں لیکن
تمہارے ہاتھ باندھتا ہوں اور ایک بات یاد رکھنا تمہارے ہاتھ باندھنے کے بعد میں
اپنے ساتھی کے پاس جا کر بیٹھتا ہوں اور اگر تم نے شور کرنے یا مدد کے لئے پکارنے

کی کوشش کی تو میں گردن موڑ کر تمہاری گردن کاٹ دوں گا اور یہ بھی یاد رکھنا کہ جس کوہستانی سلسلے میں ہم اس وقت داخل ہو رہے ہیں یہاں کوئی بھی تمہاری مدد کرنے نہیں آئے گا اس لئے کہ اس کوہستانی سلسلے پر ایک طرح سے ہمارے سردار مہارتھ کا قبضہ ہے۔

اس شخص کو اس گفتگو کا گنگا نے کوئی جواب نہ دیا پھر اس نے پہلے کی طرح گنگا کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دیئے اور خود وہ جا کر گھوڑے ہانکنے والے اپنے ساتھی کے پاس جا کر بیٹھ گیا تھا۔ بگھی کوہستانی سلسلے کے اندر سفر کرتی رہی یہاں تک کہ وہ کوہستانی سلسلے کے ویرانوں میں ایک بہت بڑے دروازے پر جا رکی تھی جو کوہستانی سلسلوں کو تراش کر بنایا گیا تھا پھر بگھی اس دروازے میں داخل ہوئی گنگا نے دیکھا کوہستانی سلسلے کے اندر وہ قلعہ نما رہائش گاہیں تھیں جن میں بگھی داخل ہوئی تھی اندر دور تک رہائشی مکانات اور بازار بنے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر تک مکانوں اور بازار میں سے گزرنے کے بعد بگھی ایک قدیم طرز کے محل کے سامنے رک گئی تھی۔

اس کے بعد وہی شخص حرکت میں آیا جو اس سے پہلے گنگا سے گفتگو کرتا رہا تھا اس نے گنگا کے ہاتھ اور پاؤں کھول دیئے اس کے بعد اس نے گنگا کو باہر آنے کے لئے کہا۔ گنگا چپ چاپ بگھی سے اتر گئی۔ اس شخص نے ایک بار پھر گنگا کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھ گنگا میں تمہیں ایک بار پھر تنبیہہ کرتا ہوں کہ یہاں شور شرابا اور چیخ پکار کرنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گی۔ یہ حکم میرے سردار مہارتھ کا ہے آؤ میں تمہیں اس کے پاس لے کر چلتا ہوں۔ جو کچھ تم نے اپنی صفائی کے لئے کہنا ہے اسی کے سامنے جا کر کہنا۔ گنگا نے جواب میں کچھ بھی نہ کہا چپ چاپ اس شخص کے ساتھ ہو لی تھی۔ وہ اس قلعہ نما عمارت کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا ایک ایسے کمرے کے پاس جا رکا تھا جہاں ایک شخص پہرہ دے رہا تھا۔ آگے بڑھ کر اس شخص نے پہرہ دینے والے کے کان میں کچھ کہا جسے سن کر اس شخص کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ تیزی سے اس کمرے کے اندر چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ محافظ اس کمرے سے نکلا جو شخص گنگا کو لے کر آیا تھا اسے مخاطب کر کے کہا۔ جاؤ سردار نے تمہیں طلب کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس شخص

نے گنگا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ گنگا میرے ساتھ آؤ۔ گنگا نے منہ سے بھی کچھ نہ کہا بس چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لی۔ وہ شخص گنگا کو لے کر اس کمرے میں داخل ہوا۔

گنگا نے دیکھا اس کمرے کے سامنے والے حصے میں ایک تخت نما شہہ نشین بنی ہوئی تھی۔ جس کے اوپر ایک شخص زرق برق لباس پہنے بیٹھا تھا۔ عمر کے لحاظ سے وہ چالیس کے لگ بھگ تھا۔ چہرے پر زخم تھے جو اس بات کی غمازی کرتے تھے کہ وہ بڑی جنگجویانہ زندگی بسر کر رہا ہے۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس شخص نے گنگا سے سرگوشی کی۔ دیکھ گنگا یہ جو شخص سامنے بیٹھا ہے یہ ہمارا سردار مہارتھ ہے۔ تو اس کے ساتھ احتیاط اور ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے گفتگو کرنا۔ پھر اس شخص نے کمرے میں تخت پر بیٹھے ہوئے مہارتھ کو مخاطب کر کے کہا۔ سردار مہارتھ جو لڑکی میرے ساتھ آئی ہے آپ اسے پہچانتے ہوں گے اس پر مہارتھ نے کرخت آواز میں کہا اسے میں برسوں سے پہچانتا ہوں۔ یہ رہتاس کی راجکماری گنگا ہے۔ اسے کون نہیں جانے پہچانے گا۔ اب تم جاؤ میرے کمرے کے باہر کھڑے ہو اور میرے ردعمل کا انتظار کرو۔ اس کے ساتھ ہی وہ شخص باہر نکل گیا۔ گنگا بھی جب باہر نکلنے لگی تو مہارتھ نے اسے آواز دے کر رک جانے کو کہا۔ جس پر گنگا رک گئی اور بڑی بے بسی سے مہارتھ کی طرف دیکھنے لگی۔ اس شخص کے نکلنے کے بعد جب اس کمرے کا دروازہ بند ہو گیا تب مہارتھ نے گنگا کو مخاطب کیا۔

دیکھ گنگا میرے آدمی نے تمہیں بتا دیا ہو گا کہ تمہیں یہاں کیوں لایا گیا ہے۔ سن گنگا میں نے ایک اجنبی اور ناآشنا سے شخص کی حیثیت سے تمہارے سوئمبر میں بھی حصہ لیا تھا لیکن میری بدقسمتی کہ میں سوئمبر ہار گیا۔ گو میرے ساتھی اس سے پہلے تمہیں بتا چکے ہونگے لیکن میں پھر اس بات کا اعادہ کرتا ہوں دیکھ گنگا میں تمہارے سوئمبر رچائے جانے سے بہت عرصہ پہلے سے تمہیں پسند کرتا ہوں۔ بس ایک بار رہتاس شہر میں تمہاری جھلک دیکھی تھی بس اس کے بعد بس یوں جانو کہ میں تمہارا ہی ہو کر رہ گیا۔ میں اپنے آپ کو اس وقت خوش قسمت محسوس کر رہا ہوں کہ تم میرے سامنے کھڑی ہو۔ سن گنگا میں تمہیں اپنانا چاہتا ہوں۔ اور اپنے لئے میں

تمہارے منہ سے کوئی مثبت جواب سننا چاہتا ہوں

مہارتھ جب خاموش ہوا تو گنگا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

دیکھ مہارتھ تمہارے یک طرفہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے اور پھر یوں جانو کہ جو مال پہلے بک چکا ہو نیلام ہو چکا ہو اسکا کوئی اچھا خریدار آتا ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے مال تو پہلے بک چکا ہوتا ہے۔ یوں جانو کو اس دنیا کے بازار میں مہارتھ میں بھی پہلے سے بکی ہوئی ایک شئے ہوں جسے دوبارہ خریدا نہیں جاسکتا ۔ یوں جانو کہ مجھے وقت اور زمانے نے کسی کی جھولی میں ڈالدیا تھا میں اسی جھولی کی ہو کر رہ گئی ہوں۔ تم نے شائد صرف میرے حسن میری خوبصورتی میرے جسم کی کشش سے محبت کی ہے لیکن شاید تم میری پوری داستان نہیں جانتے۔

گنگا کی اس گفتگو سے مہارتھ کے چہرے پر ہلکی سی ایک طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اسنے بلند آواز میں کہا۔

دیکھ گنگا میں تیرے سارے حالات تفصیل کے ساتھ جانتا ہوں۔ تو نے جو اپنے آپکو بکی ہوئی اور نیلام شدہ شئے کہا ہے اس بناء پر کہ میں جانتا ہوں کہ شیر شاہ سوری کے سپہ سالار خواص خاں سے تو محبت کرتی ہے۔ سن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ خواص خان پہلے صاحب خان تھا۔ لومڑیاں پکڑتا تھا اس وقت بھی اس نے تم سے اظہار محبت کیا لیکن تم نے اسے ٹھکرا دیا۔ جس پر میرے خیال میں وہ تمہارے خلاف انتقامی ہو گیا نقاب ڈال کر اس نے تمہارے سوئمبر میں حصہ لیا وہ ظالم سوئمبر کے سارے حصے جیت گیا۔ جب تم نے سوئمبر جیتنے والے کو تلاش کیا تو خواص خان نکلا۔ اور پھر اس نے تمہیں ٹھکرا دیا۔ تم سے اب اپنی نفرت کا اظہار کیا۔ کہو میں نے ٹھیک کہا۔ اس نفرت کے جواب میں راجکماری گنگا تو ایک خوبصورت راجکماری سے بیوہ بن بیٹھی اور ودھوا آشرم میں جاکر پناہ لی۔ ان سارے حالات پر میرے ساتھیوں کی نظر تھی۔ میں نے شروع ہی سے انھیں تمہارے پیچھے لگایا ہوا تھا کہ کسی مناسب موقع پر تمہیں اٹھا کر میرے پاس لایا جائے۔ لہٰذا دیکھ میرے ساتھی آج کامیاب ہو چکے ہیں۔ گنگا کہنے لگی۔

دیکھ مہارتھ۔ اپنی اس کامیابی کو بھی ناکامی جانو۔ اس لئے کہ میری ذات سے

تمہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ اگر تم نے مجھے زبردستی اپنانے کی کوشش کی تو سن رکھنا تم صرف میری لاش کو پاؤ گے۔ میری روح تمہارا ساتھ نہیں دیگی۔ گنگا کے اس جواب پر مہارتھ نے کچھ سوچا پھر بڑی ہمدردی میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

دیکھ گنگا۔ اب جبکہ خواص خان تمہیں پسند نہیں کرتا اور تم سے محبت نہیں کرتا تو تم کیوں اسکی یاد میں رفتہ بہاروں کی انجمن' بجھتی شمع' ہراساں گلزار اور خزاں رسیدہ غنچوں کی سی زندگی بسر کرنا چاہتی ہو۔ دیکھ گنگا ایک خواص خان ہے جو تمہیں ٹھکرا چکا ہے۔ اور تمہیں کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ ایک میں ہوں جو شب کے حیرت کدے میں تمہاری سوکھے ٹھنٹھ پیڑ جیسی زندگی کو ہنستے دنوں کی روپ سندرتا دینا چاہتا ہوں۔ میں تو تمہیں دکھ کے ذائقوں کے شہر سے نکال کر منزل کی رسائی اور پریم کے چمکتے لفظوں کے قمقموں سے ہمکنار کرنا چاہتا ہوں۔

مہارتھ لمحہ بھر کے لئے رکا اسکے بعد وہ دوبارہ کہنے لگا۔

دیکھ راجکماری گنگا۔ آخر تو کب تک ودھوا بن کر تھکے ہارے ستاروں اداس لمحوں ستِ لبوں کے اندھے نطق اور مسخ شدہ منزل جیسی زندگی بسر کرتی رہو گی۔ تم نے کیوں خوامخواہ میں اپنے آپ کو ودھوا بنا لیا ہے۔ جبکہ تمہارے کسی کے ساتھ پھیرے تک نہیں ہوئے تھے۔ اسپر گنگا نے جواب دیا۔

دیکھ مہارتھ۔ شاید تمہیں اندازہ نہیں کہ میں کس قدر گہرا پریم خواص خان سے کرتی ہوں خواص خان کے بغیر میں اپنے ہونے کے اقرار کی ضد ہوں۔ بند کوچے کے پاتال کسی اجنبی دیس میں سسکیاں لیتی سوکھی شاخوں بے سایہ اور بے ثمر شجر کی مانند ہوں۔

مہارتھ نے پھر کچھ سوچا اور کہنے لگا۔ دیکھ گنگا تو کیوں بھٹکتی ہے۔ میں تمہیں عزت۔ توقیر۔ تمہیں حفاظت اور تمکنت دینا چاہتا ہوں جبکہ تم خود زمیں پر گرتے ہوئے پستی کی طرف جانا چاہتی ہو۔ جس شخص سے تم محبت کرتی ہو وہ تمہیں ٹھکرا چکا ہے۔ تم ایک ایسا کھیت ہو جسکا کوئی مالک نہیں۔ ایک ایسا کھلیان ہو جسکی کوئی حفاظت کرنے والا نہیں۔ ایسے کھیت کو جو چاہے کاٹ لے۔ ایسے کھلیان سے جو چاہے مستفید ہو لے۔ اسپر گنگا کہنے لگی۔ دیکھ مہارتھ یہ تمہارا ذاتی خیال ہے۔ میں بے مالک کے

کھیت اور بے نگہبان کے کھلیان جیسی نہیں ہوں۔ یاد رکھنا اب بھی کوئی ایسا ہے جس کے دل میں میرے لئے محبت کی کسک ہے۔ اس پر مہارتھ کہنے لگا ہاں۔ میں جانتا ہوں تمہارا اشارہ خواص خان کی طرف ہے۔ اس لئے کہ ایک ودھوا کی حیثیت سے تم یقیناً" خواص خان کی محبت اور اسکے پریم کو کچھ کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی ہو۔ لیکن جب خواص خان کو پتہ چلے گا کے ودھوا کے بھیس میں تم گنگا ہی ہو تم اس کی پہلی نفرت پھر عود کر آئیگی۔ اور وہ تمہیں کچھ نہیں دے سکے گا تمہاری جھولی میں سوائے نفرتوں کے اس کے پاس کچھ نہ ہو گا۔ گنگا کہنے لگی۔ نہیں دیکھ مہارتھ تو جا چاہے اندازے لگاتا پھرے۔ پر میں خواص خان کے علاوہ کسی کو بھی اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بنانا چاہتی۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ چاہے اسپر تو میری گردن ہی کیوں نہ کاٹ دے۔

گنگا کے اس جواب پر مہارتھ تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر اسنے زور سے تالی بجائی۔ اس تالی کے جواب میں اسکے وہی دونوں ساتھی کمرے میں داخل ہوئے۔ جو گنگا کو اٹھا کر لائے تھے۔ پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے مہارتھ کہنے لگا۔ تم میں سے ایک گنگا کو کمرے سے باہر لے جائے اور دوسرا یہیں رکے اور میری بات سنے۔ اس پر ان میں سے ایک گنگا کو کمرے سے باہر لے گیا۔ دوسرا کمرے میں ہی میں کھڑا رہا۔ جب گنگا باہر جاچکی تب مہارتھ نے اپنے اس ساتھی کو مخاطب کر کے کہا۔ سن میرے متر۔ میرے دوست میرے بیلی۔ میرے سنگی۔ میں نے بہتیری کوشش کی کہ گنگا کو اس بات کا قائیل کروں کہ وہ خواص خان کو بھول کر میرے ساتھ شادی کرنے پر رضامند ہو جائے لیکن وہ ایسا کرنے پر تیار نہیں۔ لگتا ہے وہ خواص خان سے اندھی محبت کرتی ہے۔ دیکھ میرے میت میں اس پر جبر اور زیادتی نہیں کرنا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سے اچھا سلوک کر کے اسکی محبت اسکا پریم جیتوں پھر اسے اپناؤں۔ اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ مہارتھ کے اس استفسار پر اسکا وہ ساتھی کہنے لگا۔

دیکھ کلو! تمہارا کہنا درست ہے۔ اگر ہم نے گنگا پر زیادتی کی تو میرا ذاتی تجربہ اور خیال ہے کہ گنگا مرجانا قبول کریگی پر تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بنائے گی۔ ہاں

اگر اسے یہاں رکھ کر اس پر نوازشوں مہربانیوں اور احسانات کا بوجھ ڈال دیا جائے تو میرے خیال میں وہ ممنوں اور شکر گذار ہو کر تمہیں اپنا ساتھی بنانا قبول کرلے گی۔ مہارتھ خوش ہو کر کہنے لگا دیکھ میت میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ اب تو جا میرے اس کمرے کے ساتھ جو کمرہ ہے۔ وہ پہلے سے پوری طرح سجا ہوا ہے۔ اس کمرے کو میں نے چاہا تھا کہ شادی کے بعد گنگا کے ساتھ اس کمرے میں رہوں گا لیکن اب گنگا کو اس کمرے میں اکیلا رکھو۔ وہ وہاں قیام کرے اسکی ضرورت کی ہر شئے اسے مہیا کی جائے۔ اور نیرمل نام کی وہ عورت جو ان کمروں کی صفائی ستھرائی پر مقرر ہے اسے گنگا کی خدمت اور سیوا پر لگا دو اور ہر وقت وہ اسکے ساتھ رہے۔ دن رات اس کے پاس قیام کرے اور اسکی خدمت میں لگی رہے اور ساتھ ہی ساتھ اسے میری طرف مائیل کرنیکی کوشش کرتی رہے۔ اب تم جاؤ اور یہ سارے اہتمام کرو۔ اسکے ساتھ ہی مہارتھ کا وہ ساتھی باہر نکل گیا تھا۔

مہارتھ کا وہ ساتھی جب باہر نکلا تو اسنے دیکھا کہ اسکا دوسرا ساتھی گنگا کو باہر لئے کھڑا تھا۔ اسنے اپنے ساتھی کو مخصوص اشارہ کیا۔ وہ دونوں گنگا کو لیکر ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئے پھر ان میں سے ایک گنگا کو کہنے لگا۔ دیکھ راجکماری اس کمرے میں تمہاری رہائیش ہو گی۔ اگر تم مہارتھ کو اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بنانا چاہتیں تو نہ سہی۔ کچھ دن اس کمرے میں قیام کرو اس کے بعد ہم تمہیں جس طرح لائے ہیں اسی طرح حفاظت کے ساتھ رہتاس کے ودھوا آشررم میں چھوڑ آئیں گے۔ اس کے ساتھ ہی گنگا کو اس کمرے میں چھوڑ کے وہ دونوں وہاں سے چلے گئے تھے۔

گنگا آگے بڑھی۔ اس کمرے میں جا کر بیٹھ گئی تھی۔ وہ بے چاری گہری سوچوں میں غرق تھی۔ وہ اداس۔ پریشان اور بدحال سی تھی۔ اسے وہاں بیٹھے تھوڑی ہی دیر ہوئی ہو گی کہ ڈھلی ہوئی عمر کی ایک عورت اس کمرے میں داخل ہوئی اسے دیکھتے ہی گنگا اپنی جگہ پر اٹھی وہ عورت آگے بڑھی اور گنگا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ دیکھ مالکی تو مجھے دیکھ کر کیوں کھڑی ہو گئی میں تو ایک باندی ہوں تو اپنی جگہ پر بیٹھ جا اور مجھے بتا کہ میرے لئے کیا حکم ہے۔ اس بوڑھی عورت کی اس گفتگو پر گنگا اپنی جگہ پر بیٹھ گئی وہ عورت آگے بڑھی اور گنگا کے پاؤں کے قریب جب وہ بیٹھی تو گنگا فوراً" اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور اپنے پہلو میں بٹھاتے

ہوئے کہا۔ نیچے مت بیٹھو۔ تو بے شک یہاں باندی سہی لیکن میں مالک اور باندی میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتی۔ تم یہاں میرے پاس بیٹھو۔ اور یہ بتاؤ کہ تم کس غرض سے میرے پاس آئی ہو۔

اس پر وہ عورت دنگ سی رہ گئی۔ حیرت زدہ سی ہوتے ہوئے وہ گنگا کے پاس بیٹھ گئی پھر کہنے لگی۔ مجھے تمہاری خدمت پر مامور کیا گیا ہے۔ اب میں ہر وقت تمہارے ساتھ رہونگی تمہاری خدمت کروں گی اور تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھوں گی۔ گنگا نے پوچھا میرے متعلق تمہیں کیا بتایا گیا ہے۔ وہ عورت کہنے لگی دیکھ بالکی تیرا نام مجھے گیتا بتایا گیا ہے۔ میرا نام بھی سن لے۔ میرا نام نیرمل ہے۔ مجھے بھی کہیں سے اٹھا کر یہاں لایا گیا تھا زبردستی رکھا گیا تھا۔ پر اب میرا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا لہٰذا میں یہاں رہنے پر مجبور ہوں۔ تمہارے متعلق مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم ایک ودھوا ہو اور رہتاس کے ودھوا آشرم میں تمہارا قیام تھا۔ مہارتھ نے تمہیں پسند کیا لہٰذا اس کے ساتھی تمہیں وہاں سے اٹھا کر یہاں لے آئے تم اس سے شادی پر آمادہ نہیں ہو۔ وہ تمہیں واپس کرنا چاہتے ہیں اس لئے کہ جتنے دن تم یہاں رہو گی اتنے دن مجھے تمہاری خدمت پر لگایا گیا ہے۔

نیرمل جب خاموش ہوئی تو گنگا تھوڑی دیر تک سوچ و بچار کرتی رہی اس کے بعد لمحہ بھر کے لئے بڑے غور سے اس نے نیرمل کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کیا۔

دیکھ نیرمل۔ تو میری ماں کی جگہ ہے۔ میں ودھوا ضرور ہوں لیکن میرا کسی سے بیاہ نہیں ہوا تھا۔ جس شخص کے ساتھ میری سگائی ہوئی تھی یوں جانوں اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں چونکہ اس سے محبت کرتی تھی لہٰذا میں اپنے آپ کو ودھوا ہی سمجھنے لگی اور ودھوا آشرم میں جا کر پناہ لے لی۔ دیکھ نیرمل میں ایک دکھی لڑکی ہوں۔ تو میری ماں کی جگہ ہے میری تم سے التجا ہے کہ میرے سامنے جھوٹ نہ بولنا۔ جو بات میں پوچھوں سچ کہنا۔ اس لئے کہ تو خود بھی دکھی ہو گی اور دکھی لڑکی کے دکھ تکلیف اور اذیت جو سمجھتی ہو گی۔ اس پر نیرمل اپنی جگہ سے اٹھی پہلے اٹھ کر اس نے کمرے کا دروازہ بند کیا اسکے بعد گنگا کے پاس بیٹھ کر کہنے لگی دیکھ گیتا میری بیٹی۔ اب کہہ تو کیا کہنا چاہتی ہے۔ گنگا پھر بولی۔

دیکھ نیرمل۔ یہ لوگ زبردستی رہتاس کے ودھوا آشرم سے اٹھا کر مجھے یہاں لے

آئے ہیں۔ میں شیر شاہ سوری کے ایک سالار خواص خان سے بے پناہ محبت کرتی ہوں وہ بھی مجھے پسند کرتے ہیں یہ لوگ مجھے زبردستی لے آئے ہیں۔ اور میرے اور اسکے درمیان جدائی چاہتے ہیں۔ سچ بتا۔ یہاں رہتے ہوئے میرا انجام کیا ہو گا۔

اس پر نیرمل نے بڑی رازداری سے کہا۔ دیکھ بالکی۔ مجھے تمہارے متعلق یہ بھی ہدایت دی گئی ہیں کہ میں باتوں باتوں میں ہر روز تمہیں مہارتھ کی طرف مائل کرنے کی کوشش کروں تاکہ تم اس سے شادی کر لو۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ یہاں قیام کے دوران تمہارے ساتھ بہترین اور اچھا سلوک کیا جائے۔ تم پر نوازشوں اور مہربانیوں کی بارش کر دی جائے تاکہ تم متاثر ہو کر مہارتھ کے ساتھ شادی پر رضامند ہو جاؤ۔ اس پر گنگا بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوتے کہنے لگی۔ اگر یہ لوگ ایسا ساری عمر بھی کرتے رہیں تب بھی یہ مجھے مہارتھ کے ساتھ شادی پر آمادہ نہیں کر سکتے۔

نیرمل ڈری ڈری اور سہمی سہمی سی کہنے لگی۔

دیکھ گیتا اب میں تجھے اپنی بیٹی اپنی پتری کی طرح سمجھنے لگی ہوں میں جانتی ہوں تو دکھی ہے۔ اور تجھے زبردستی اغوا کر کے یہاں لایا گیا ہے۔ میں تیری خدمت ایک ماں کی حیثیت سے کروں گی اور سن میرے لائق اگر کبھی کوئی خدمت ہو تو مجھے ضرور بتانا۔ اب تو یہاں بیٹھ۔ میں تیرے لئے کھانا لے کر آتی ہوں۔ گنگا وہیں بیٹھی رہی۔ نیرمل اس کے لئے کھانا لے آئی۔ گنگا نے اس کو بھی اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔ اس پر نیرمل بے حد خوش ہوئی۔ اس طرح دن گذرنے لگے اور گنگا دن بدن نیرمل کی محبت اور اس کی شفقت حاصل کرتی چلی گئی تھی۔

ایک دن اچانک رات کے وقت سوتے میں گنگا بے چاری ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی اس نے اپنے قریب کا جائزہ لیا۔ بوڑھی نرمل جو ہر روز اس کے کمرے میں سوتی تھی آج اپنے بستر پر نہیں تھی حالانکہ شام کے وقت وہ کمرے کے اندر سوئی تھی اس وقت گنگا نے دیکھا اس کا بستر خالی پڑا ہوا تھا۔

گنگا باہر اٹھنے والی آوازوں کو خوف اور وحشت زدگی سے سننے لگی اسنے محسوس کیا جیسے باہر ایسا شور سنائی دے رہا تھا جیسے رات کے جنگل میں طوفان' نفرت کے دریاؤں میں طغیانی اور عمر کی آدھی رات کے گہرے سناٹے میں پاگل صداؤں کا سرسام اٹھ کھڑا ہوا ہو۔ اس شور اور چیخ و پکار کو سنتے ہوئے گنگا بچاری اس کمرے میں بیٹھے ہی

بیٹھے ورد کے چاند اور خواب کے جگنو جیسی اداس اور افسردہ ہو کے رہ گئی تھی اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ رات کے وقت مہارتھ کے اس ٹھکانے میں یہ شور اور طوفان کیسا اٹھ کھڑا ہوا ہے۔

پھر کچھ جاننے کے لئے گنگا اپنے بستر سے نکلی اپنا لباس اس نے درست کیا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی دروازہ تھوڑا سا کھول کر اس نے باہر جھانکا۔ وہ دنگ رہ گئی باہر مسلح جوان ادھر ادھر بھاگتے ہوئے چیخ و پکار کر رہے تھے۔ گنگا خوفزدہ ہو گئی دروازہ اس نے بند کر دیا پھر اپنے بستر پر آکر بیٹھ گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد بوڑھی نیرل ہانپتی کانپتی بھاگتی کمرے میں داخل ہوئی اور گنگا کے پاس آکر وہ ایک طرح سے گر سی پڑی پھر وہ بڑی بدحواسی اور اکھڑی ہوئی سانسوں میں کہنے لگی۔ دیکھ گیتا میری بیٹی رات کے وقت ایک انقلاب برپا ہو گیا ہے لگتا ہے اب مہارتھ کے اور اس کے ساتھیوں کے دن اب گنے جا چکے ہیں گنگا نے بڑی پریشانی سے نیرل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کھل کے کہو نیرل تم کیا کہنا چاہتی ہو نیرل نے جواوب دیا۔

دیکھ گیتا میری بیٹی مہارتھ پر حملہ ہو گیا ہے گنگا نے چونک کر پوچھا یہ حملہ کس نے کیا ہے نیرل نے اپنی سانس درست کی پھر غور سے گنگا کی طرف دیکھا اور کہا دیکھ گیتا میری بیٹی، یہ حملہ تیرے اس نے کیا ہے۔ نیرل کے ان الفاظ پر گنگا بیچاری مسکرائی اور دوبارہ کہا کھل کے کہو نیرل کیا کہنا چاہتی ہو میرے کس نے حملہ کیا ہے۔ نیرل نے پھر جواب دیا۔

دیکھ گیتا میری بیٹی شیر شاہ سوری کا سپہ سالار خواص خان مہارتھ کے اس ٹھکانے پر حملہ آور ہو رہا ہے تھوڑی دیر پہلے مہارتھ کے کچھ مخبروں نے اسے یہ اطلاع دی تھی کہ شیر شاہ سوری کا سالار اعلیٰ خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے مہارتھ کے اس ٹھکانے کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے مہارتھ نے اپنے ٹھکانے سے باہر نکل کر خواص خان سے جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے مہارتھ یہ سمجھتا ہے کہ خواص خان کے ساتھ چھوٹا سا لشکر ہے جبکہ اس کے ٹھکانے میں جو اسکے ساتھی اس وقت موجود ہیں انکی تعداد خواص خان کے لشکر سے دگنی بتائی جا رہی ہے اسی بناء مہارتھ نے اپنے ٹھکانے سے باہر نکل کر رات کی تاریکی میں خواص خان سے جنگ

کرنے کا فیصلہ کیا ہے اب دیکھو اس جنگ کا کیا بنتا ہے دیکھ میری بیٹی تیرا کیا خیال ہے کیا خواص خان تعداد میں کم لشکر کے ساتھ اپنے سے بڑی تعداد میں لشکر رکھنے والے مہارتھ کو قابو میں کر لے گا دعائیہ انداز میں گنگا نے اپنے دونوں ہاتھ فضا کی طرف بلند کئے اور کہنے لگی۔ دیکھ نیرل بھگوان نے چاہا تو میرا خواص خان اس مہارتھ کو بدترین شکست دے گا۔ دیکھ نیرل خواص خان نے ایسے بہت سے میدان پہلے ہی مار رکھے ہیں اور وہ ہمیشہ جنگ میں اپنے دشمنوں کے مقابلے میں کامیاب و کامران ہی رہا ہے دیکھ نیرل میں یہاں بھی تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ اگر رات کی تاریکی میں مہارتھ نے خواص خان سے ٹکرانے کی کوشش کی تو میرا دل کہتا ہے خواص خان اس مہارتھ کو تہس نہس کر کے رکھ دے گا۔ دیکھ نیرل میں تجھ سے ایک بات کہتی ہوں اس پر عمل ضرور کرنا نیرل نے کہا کہ بیٹی تو کیا کہنا چاہتی ہے گنگا بولی۔

دیکھ نیرل مجھے یقین ہے مہارتھ کو خواص خان کے ہاتھوں شکست ہو گی اگر شکست اٹھانے کے بعد مہارتھ کہیں بھاگ گیا تو میں خود ہی خواص خان کے پاس چلی جاؤں گی اور اگر مہارتھ پھر اپنے مسکن میں داخل اور مجھے بھی کہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہا تو دیکھ ایسی صورت میں نیرل تو خواص خان کے پاس جانا اور اس سے کہنا کہ رہتاس کے دوھوا آشرم میں جو گیتا نام کی بیوہ تھی جو اس کے ہاں بھیک مانگنے آیا کرتی تھی اسے مہارتھ کے دو آدمیوں نے زبردستی اٹھا کر یہاں ڈال لیا تھا اور اب مہارتھ زبردستی اس کے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا پر اس گیتا نام کی بیوہ نے کہا کہ وہ صرف خواص خان کو پسند کرتی ہے مہارتھ سے شادی نہیں کر سکتی اس بناء پر شکست کے بعد مہارتھ اسے اپنے ساتھ اٹھا کر لے گیا ہے نیرل میں تمہیں یقین دلاتی ہوں ایسی صورت میں خواص خان ضرور مہارتھ کا پیچھا کرے گا اور مجھے اس کے ہاتھوں نجات دلائے گا اگر تو ایسا کرے تو یہ تیرا احسان میں زندگی بھر نہ بھول سکوں گی۔

نیرل بڑی شفقت بڑے پیار میں کہنے لگی گیتا میری بیٹی تو بے فکر رہ اگر ایسے حالات ہوئے تو میں تیرا یہ پیغام لیکر ضرور خواص خان کے پاس جاؤں گی اور اس سے کہوں گی وہ تجھے مہارتھ کے ہاتھوں سے نجات دلائے نیرل کا یہ جواب سنکر گنگا خوش ہو گئی تھی پھر دونوں اپنے اپنے بستر پر بیٹھ کر رونما ہونے والے واقعات کا انتظار کرنے لگی تھیں۔

○===○===○

خواص خان ابھی مہارتھ کے اس ٹھکانے سے دور ہی تھا کہ مہارتھ کو اس
مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ شیر شاہ سوری کا سپہ سالار خواص خان اس پر
آور ہونے کے لئے بڑی تیزی سے اس کے مسکن کا رخ کئے ہوئے ہے اس اطلا
مہارتھ فوراً حرکت میں آیا اپنے ٹھکانے اپنے مسکن سے اپنے لشکر کو باہر
رات کی تاریکی میں ایک جگہ گھات میں بیٹھ گیا تاکہ جب خواص خان اپنے
ساتھ اس کے مسکن کے قریب پہنچے تو گھات سے نکل کر وہ اچانک خواص خان
آور ہو اور اسے ملا بھگانے میں کامیاب ہو جائے۔

دوسری سمت خواص خان بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہا تھا اس نے بھی
مخبر ادھر ادھر پھیلائے ہوئے تھے لیکن اس کے مخبر مہارتھ کی گھات کا پتا نہ
لہٰذا خواص خان جس وقت مہارتھ کے مسکن کے قریب آیا تو مہارتھ اچانک
گھات سے نکلا صدیوں کے بند کواڑ توڑتے لہو کے چھینٹے اڑاتے طوفانوں زر کے
میں حرص کے شاہکار کی طرح وہ آگے بڑھا اور رگ و پے کے رموز میں ش
برستی ظلمتیں طاری کر دینے والے انداز میں وہ خواص خان کے لشکر پر حملہ آور
تھا اس اچانک حملے نے خواص خان کی کئی صفیں ادھیڑ کر رکھ دی تھیں اور
خان کا لشکر درہمی برہمی کا شکار ہو گیا تھا۔ وقتی طور پر ایسا لگتا تھا جیسے مہارتھ

اچانک حملہ کر کے رات کی تاریکی میں خواص خان اور اس کے لشکر کے لشکریوں کو
ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہو۔

لیکن خواص خان بھی یوں ہار ماننے والا نہ تھا زندگی کا گرم سرد اس نے بھی دیکھ
رکھا تھا اس اچانک حملے نے گو اس کے لشکر کی کئی صفیں درہم برہم کر دی تھیں تاہم
جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ تھوڑا سا پیچھے ہٹ گیا
تھا۔ اس کے پیچھے ہٹنے سے مہارتھ نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ خواص خان شکست اٹھا کر
بھاگنے کی فکر میں ہے لہٰذا اس نے اور زیادہ تیزی سے حملے کرنے شروع کر دیے
تھے۔ لیکن اب خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ سنبھل چکا تھا اور پوری طرح اپنے
دفاع کے لئے تیار تھا۔ رات کی تاریکی میں گھمسان کا رن پڑا مہارتھ بڑھ چڑھ کر حملے
کرتا رہا جبکہ خواص خان اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے اور انکی صفوں کو مستحکم کرنے
کے لئے دفاعی جنگ کرتا رہا۔

اس کے بعد خواص خان نے اپنا آپ دکھانے کا فیصلہ کیا اس نے اپنی ہار کو جیت
میں بدلنے کے لئے تقدیر کو مات کرنے کے لئے' ترغیب عمل کو عروج دینے اور غنیم کے
لشکر کو مات کرنے کیلئے ایک نئے عزم کا اظہار کر لیا تھا۔ اس اظہار کے ساتھ ہی اس
نے اپنی بلند آواز میں تکبیریں بلند کرنا شروع کر دی تھیں اس کے تکبیریں پکارنے پر
اس کے لشکری بھی زور زور سے اللہ اکبر پکارنے لگے تھے اور ان تکبیروں کے باعث
ال میں صبح کی گونجتی ازانوں کا ساں بندھ گیا تھا۔ تکبیر کی آوازیں سنسان یخ بستہ
ال میں چیختی بھاگتی مچلتی لہروں کی طرح پھیلتی ہوئی خواص خان کے لشکریوں کے لہو
چنگاریاں پھوٹنے کا عمل شروع کر چکی تھیں اسی ردعمل میں خواص خان دفاع سے
جارحیت پر اترا پھر وہ مہارتھ کے لشکر پر پیاس کے تیز نوکیلے کانٹوں' تند جزبات
تلاطم اور آفاق کی پنہائیوں میں نئے دور کی تاریخ لکھنے والے عناصر کی طرح حملہ
آور ہوا تھا۔

مہارتھ جو تھوڑی دیر پہلے تک اپنی فتح کو یقینی سمجھ رہا تھا وہ خواص خان کے اس
اچانک حملہ آور ہونے سے اس قدر بدکا کہ وہ پیچھے ہٹنے لگا تھا۔ خواص خان کے اچانک
حملے سے اس نے یوں محسوس کیا تھا جیسے کسی نے اس کے پاؤں تلے سے بساط کی

طرح زمین کھینچنا شروع کر دی ہو تھوڑی دیر کی جنگ میں ہی خواص خان نے مہ
کے لشکر کی حالت دیکھتے جلتے خوابوں کی چتا' تخلیق کے بحران اور روتی بانجھ
رتوں جیسی بنا کر رکھ دی تھی اب خواص خان سامنے اور دائیں بائیں جانب سے
کر حملے کرنے لگا تھا۔ جبکہ مہارتھ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا تھا شاید وہ اپنے مسکن
گھس کر اپنا دفاع کرنا چاہتا تھا لیکن خواص خان بھی اس کی اس مکاری کو سمجھ
لہٰذا اس نے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر لی تھی اور یہ تیزی اس قدر خونخوار
جب تک پیچھے ہٹتے ہوئے مہارتھ اپنے مسکن کے قریب پہنچا اس وقت تک
جنگ سے لیکر مہارتھ کے مسکن تک خواص خان نے مہارتھ کے لشکر کا آدھا
زیادہ حصہ تہ تیغ کر دیا تھا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے مہارتھ فوراً پلٹا اور بھاگ
ہوا خواص خان نے آوازوں میں کھلی بد دعاؤں کی طرح مہارتھ کا تعاقب کیا او
تک مہارتھ اپنے مسکن میں داخل ہوتا خواص خان نے پھر اپنا رنگ دکھایا اور
مہارتھ کے ساتھ بھاگا تھا اس کا آدھا حصہ بھی موت کے گھاٹ اتار دیا
حفاظتی دستوں کو لیکر مہارتھ بڑی مشکل سے اپنے کوہستانی مسکن میں داخل ہو
جبکہ خواص خان نے اپنے لشکر کو اس کے مسکن سے باہر ہی روک دیا تھا
نے اپنے لشکریوں کو اچانک حملے کے لئے چوکس رہنے کا حکم دے دیا تھا۔ تاکہ
پھر اگر مسکن سے نکل کر حملہ آور ہونے یا شب خون مارنے کی کوشش کرے
سے نمٹا جا سکے اب خواص خان کا ارادہ یہ تھا کہ وہ دن کی روشنی میں مسکن
داخل ہو گا اور مہارتھ پر آخری ضرب لگائے گا۔

مہارتھ کے مسکن کے باہر اپنے لشکر کے ساتھ خواص خان کو رکے [illegible]
دیر ہوئی تھی کہ اس کا ایک لشکری بھاگا ہوا خواص خان کے پاس آیا اور [illegible] سے
کر کے کہنے لگا امیر ایک بوڑھی ہندو عورت آپ سے ملنا چاہتی ہے اس پر
خان نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور خدشات میں ڈوبی آواز میں کہ
عورت کہیں جاسوس تو نہیں اور مہارتھ کے لئے کام تو نہیں کر رہی وہ سپاہی
نہیں امیر ہم اس کا جائزہ لے چکے ہیں وہ بیچاری کہتی ہے آپ سے کچھ کہنا چا
خواص خان نے کہا کہ اگر یہ معاملہ ہے تو اس کو فوراً میرے پاس لیکر آؤ

ساتھ ہی وہ لشکری وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لشکری مہارتھ کے مسکن میں نیرل نام کی اس ہندو خاتون کو لے کر آیا جسے گنگا کی خدمت پر مقرر کیا گیا تھا جب نیرل کو خواص خان کے سامنے لایا گیا تو خواص خان نے بڑے احترام سے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

دیکھ خاتون میرا نام خواص خان ہے میں نے سنا ہے کہ تو مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہے نیرل بڑے پیار بڑی شفقت میں بولی دیکھ بیٹے میں تجھ سے ایک انتہائی اہم بات کہنا چاہتی ہوں کیا تم کسی ایسی بیوہ کو جانتے ہو جو رہتاس کے دوھوا آشرم میں رہتی تھی اور جس کا نام گیتا تھا نیرل کے اس انکشاف پر خواص خان چونک پڑا اور پوچھا خاتون تم اسے کیسے جانتی ہو جہاں تک میرا تعلق ہے میں رہتاس کے دوھوا آشرم کی گیتا کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں وہ بھی مجھے پہچانتی ہے نیرل کہنے لگی دیکھ بیٹے اسی گیتا کو تیری مدد کی ضرورت ہے خواص خان نے بد حواسی میں پوچھا۔

خاتون تم کیسی باتیں کرتی ہو گیتا کو میری کیسے ضرورت ہے وہ تو رہتاس کے آشرم میں ہے نیرل نے بڑی تفصیل کے ساتھ مہارتھ کے دونوں ساتھیوں کا رہتاس کے دوھوا آشرم سے گیتا کا اغوا کرنا اور پھر اس مہارتھ کے مسکن میں لانے مہارتھ کا گیتا سے شادی کرنے کی پیشکش کرنا اور گیتا کا انکار کر دینا اور مہارتھ کے سامنے خواص خان سے محبت کا اظہار یہ ساری باتیں تفصیل کے ساتھ سنا دی تھیں۔

نیرل جب خاموش ہوئی تب خواص خان نے دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

دیکھ خاتون تیری بڑی مہربانی کہ تو نے گیتا سے متعلق مجھے تفصیل بتائی اس سے پہلے میں نہیں جانتا تھا کہ گیتا مجھے پسند کرتی ہے لیکن تو نے آج اس کا انکشاف کر کے میری جھولی میں ان گنت خوشیاں ڈال دی ہیں۔ گیتا واقعی اس قابل ہے کہ اسے زندگی کا ساتھی بنایا جائے وہ ایک دکھی اور ضرورت مند لڑکی ہے پر یہ تو کہو کہ مہارتھ نے اسے رہتاس کے دوھوا آشرم سے کیوں اغوا کرایا نیرل کہنے لگی۔

دیکھ خواص خان بیٹے گیتا بیچاری کی بدقسمتی یہ ہے کہ وہ انتہا درجے کی حسین ہے اس کا جسم اتنا پرکشش ہے کہ جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا مہارتھ نے اسے دوھوا آشرم میں داخل ہونے سے پہلے ہی کہیں دیکھ رکھا تھا اس وقت سے وہ اس پر جان

چھڑکتا تھا اور اس سے شادی پر آمادہ تھا لیکن گیتا اسے ٹھکرا چکی تھی دیکھ بیٹے میں تمھیں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ گیتا کو یہاں لا کر مہارتھ نے بند کر رکھا تھا اور اسے شادی پر آمادہ کرنا چاہتا تھا لیکن گیتا نے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ شیر شاہ سوری کے سالار خواص خان کو ہی پسند کرتی ہے اور یہ کہ اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک خواص خان کو ہی پسند کرتی رہے گی اور اگر کسی نے زبردستی اس سے بیاہ کرنے کی کوشش کی تو ایسا وہ اس کی لاش پر ہی کرے گا۔

دیکھ بیٹے میں تجھے مبارک باد دیتی ہوں کہ رات کی تاریکی میں تو نے مہارتھ کو بدترین شکست دی اور اسکے لشکر کا ایک طرح سے صفایا کر کے رکھ دیا اب اپنے بچے کچھے دستوں کو لے کر مہارتھ مشرق کی سمت بھاگا ہے اور وہ مشرق کی سمت سے کوہستانی سلسلے سے نکل کر کسی اور ٹھکانے کی طرف جائے گا بیٹے مشرق کی طرف بھاگتے ہوئے وہ گیتا کو بھی اپنے ساتھ لے گیا ہے میری تم سے التماس ہے کہ گیتا کو مہارتھ کی گرفت سے بچاؤ یہاں تک کہنے کے بعد نیرل جب خاموش ہوئی تب خواص خان نے اپنا فیصلہ دیا۔

دیکھ خاتون جو کچھ تم نے کہا ہے اس میں مجھے سچائی کی بو آتی ہے۔ تیرا بڑھاپا دیکھتے ہوئے بھی میں اندازہ لگاتا ہوں کہ تو غلط بیانی سے کام نہیں لے رہی ہو گی اور جو کچھ تو نے گیتا سے متعلق تفصیل بتائی ہے وہ بھی قرین حقیقت ہے اس کے باوجود احتیاط سے کام لیتے ہوئے میں تمھیں انعام دونگا اور اگر یہ دھوکے اور فریب پر مبنی ہوئیں تو یاد رکھنا خاتون تیری گردن بھی کاٹی جاسکتی ہے اس کے ساتھ ہی جو لشکری نیرل کو لایا تھا اسے خواص خان نے حکم دیا کہ نیرل کو لشکر میں روک کر اس کی حفاظت کی جائے اس کے بعد خواص نے فوراً اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ وہیں رہنے دیا دوسرے آدھے حصے کے لشکر کو لیکر وہ خود کوہستانی سلسلے کے مشرقی حصے کی طرف چلا گیا تھا۔

وہ سارا علاقہ خواص خان کا دیکھا بھالا تھا۔ کوہستانی سلسلے کے شرقی حصے میں جا کر جو درہ کوہستانی سلسلے سے نکل کر میدانی علاقے میں داخل ہوتا تھا وہاں خواص خان نے اپنے لشکر کو مزید تین حصوں میں تقسیم کیا دو حصوں کو اس نے درے کے دائیں

بائیں بٹھا دیا جبکہ ایک حصے کے ساتھ وہ درے کے سامنے حصے میں ہی رہا۔

دوسرے روز جس وقت مشرق سے سورج طلوع ہو رہا تھا اور اندھیروں پر روشنی کی چادر پوری طرح پھیل چکی تھی مہارتھ اپنے محافظ دستوں کے ساتھ کوہستانی سلسلے سے نکلنے کے لئے جب میدانوں میں داخل ہونے والے دروں کے قریب آیا تو خواص خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اس کی راہ روک کھڑا ہوا تھا۔ مہارتھ نے اپنے دستوں کو رک جانے کا اشارہ کیا اور ایک آدمی اس نے آگے بھیجا تاکہ معلوم کرے کہ یہ کون لوگ ہیں اور اس کی راہ کیوں روکے ہیں اس کا ایک لشکری بھاگا بھاگا آگے گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور مہارتھ کو آکر اس نے اطلاع دی کہ راہ روکنے والا خواص خان ہے اور وہ جنگ پر آمادہ ہے مہارتھ نے اس وقت گیتا کو اپنے گھوڑے کے پیچھے بٹھا رکھا تھا جب مہارتھ کے اس لشکری نے مہارتھ کو یہ اطلاع دی تو گیتا کا جسم سر سے لے کر پاؤں تک خوشیوں میں ڈوب گیا تھا اس کے چہرے پر گہری مسکراہٹ بھی پھیلی تھی عین اسی موقع پر مہارتھ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

دیکھو میرے ساتھیو میں سمجھتا ہوں شیر شاہ سوری کے سالار خواص خان کو خود اس کی موت یہاں لے آئی ہے یہ اپنے چند محافظوں کے ساتھ میری راہ روک کھڑا ہوا ہے شاید اسے اندازہ تھا کہ اس نے میرے تمام لشکر کا کام تمام کر دیا ہے اور میں چند ساتھیوں کے ساتھ مسکن میں داخل ہونے میں کامیاب ہوا ہوں جس قدر ساتھی اس وقت اس کے ساتھ موجود ہیں میرے پاس اس سے تقریباً دس گنا زیادہ مسلح جوان ہیں لہذا درے کے قریب میں خواص خان کو بدترین شکست دے کر اس کی گردن کاٹ سکتا ہوں اس طرح خواص خان کی موت کے بعد میں اپنی شکست کو فتح میں بدل سکتا ہوں۔

اس کے بعد مہارتھ نے مڑ کر پیچھے دیکھا اور اپنے گھوڑے پر سوار گنگا کو مخاطب کر کے کہا دیکھ گنگا تو نیچے اتر جا اور کہیں محفوظ جگہ بیٹھ جا میں اس خواص خان سے ٹکراتا ہوں دیکھ اس کوہستانی سلسلے کے درے میں اگر خواص خان مجھ پر غالب رہا تو تیری قسمت تو خواص خان کے ساتھ چلی جانا اور اگر میں نے اس لڑائی کے دوران

خواص خان کی گردن کاٹ دی تو پھر تجھے ہمیشہ کے لئے میری زندگی کا ساتھی بننا ہو گا
بس اب تو میرے گھوڑے سے نیچے اتر جا گنگا نے مہارتھ کے اس فیصلے کو غنیمت جا
اور فوراً" اس کے گھوڑے سے اتری پھر وہ بھاگ کر دائیں طرف ایک پتھر کی اوٹ
میں بیٹھ گئی تھی۔

مہارتھ اپنے لشکر کے ساتھ خواص خان پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھتا
احتیاطاً" گنگا نے اپنی جگہ تبدیل کر لی اس پتھر سے نکل کر وہ کوہستانی سلسلے
ایک بڑی چٹان کے اوپر بیٹھ گئی تھی تاکہ مہارتھ کو یہ نہ پتا ہو کہ وہ کہاں چھپی ہے
اور ساتھ ہی ساتھ اونچائی پر وہ دونوں کے لشکر کی جنگ کا نظارہ بھی کر سکے۔

مہارتھ یہ اندازہ لگاتے ہوئے کہ اس کے ساتھیوں کی تعداد زیادہ ہے جبکہ
خواص خان کے ساتھ جو مسلح جوان ہیں وہ اس سے دس گنا کم ہیں لہٰذا وہ بڑے فخر
بڑے تکبر کا اظہار کرتے ہوئے تاریکی کی اونچی اٹھتی دیواروں کی طرح آگے بڑھا اور
سازشی رات اور خونی رتوں کے غبار کی طرح اس نے خواص خان پر حملہ کر دیا تھا۔

ابھی یہ جنگ شروع ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ درے کے دائیں جانب
خواص خان نے جو اپنے لشکر کا ایک حصہ گھات میں بٹھا رکھا تھا وہ اچانک نمودار ہوا
اور تکبیریں بلند کرتا ہوا وہ ملگجی شاموں کے آسیب اور انجانے جذبوں کے سرسام کی
طرح مہارتھ کے لشکر کے ایک پہلو پر حملہ آور ہوا تھا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے مہارتھ پریشانی کا شکار ہو گیا تھا وہ اندازہ بھی نہ لگا
تھا کہ اس کی راہ روکتے ہوئے خواص خان نے دائیں بائیں گھات میں بھی کوئی لشکر
بٹھا رکھے ہونگے ابھی وہ اپنے ایک حصے کے لشکر کو پہلو کی طرف سے حملہ آور ہونے
والوں کے لئے علیحدہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ خواص خان کے لشکر کا تیسرا حصہ وقت کے
خدوخال میں ریزہ ریزہ کر دینے والے عناصر کی طرح اپنی گھات سے نکلا اور گھمبیر خیال
کی صورت اس نے بھی حملہ کر دیا تھا اب مہارتھ کے لئے تین اطراف سے ایک
لحاظ سے خونی طوفان اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

سامنے کی طرف سے خود خواص خان اس کے لئے ناقابل برداشت ضربیں لگا رہا
تھا دائیں بائیں سے خواص خان کے دوسرے ساتھی مہارتھ کے پہلوؤں پر لہو لہو کر

دینے والے حملوں کی ابتدا کر چکے تھے۔ اس درے میں جنگ کوئی زیادہ دیر تک نہ رہ
سکی خواص خان نے اپنے لشکر کے تینوں حصوں کے ساتھ مہارتھ اور اس کے
ساتھیوں کو حروف غلط اور رسوا شعار ہستی کی طرح مٹا کے رکھ دیا تھا اس جنگ میں
خواص خان نے نہ صرف یہ کہ مہارتھ کا کام تمام کر دیا تھا بلکہ اس کے سارے
ساتھیوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اس طرح مہارتھ جو شیر شاہ سوری کے
علاقوں میں خطرناک صورتحال اختیار کرتا جا رہا تھا خواص خان نے پوری طرح اس کا
خاتمہ کر دیا تھا۔

مہارتھ اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کرنے کے بعد خواص خان گنگا کے لئے
اب بڑا پریشان اور فکر مند تھا اس نے اپنے لشکریوں کو وہیں روکا اور خود اپنے
گھوڑے کو آگے بڑھایا تاکہ وہ گنگا کو تلاش کر سکے۔ اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا وہ
تھوڑا سا ہی آگے گیا ہو گا کہ کوہستانی سلسلے کے اوپر چٹان کے پیچھے چھپی ہوئی گنگا اٹھ
کھڑی ہوئی خواص خان نے اسے دیکھ لیا تھا وہ اسی طرح اپنے جسم کو سفید چادر میں
ڈھانپے ہوئے تھی اور چہرے پر بھی اس نے سفید رنگ کا نقاب ڈال رکھا تھا۔ چٹان
کی اوٹ سے نکل کر گنگا بڑی تیزی سے نیچے اترنے لگی تھی اسے اپنی طرف آتا دیکھ
کر خواص خان اپنے گھوڑے سے اتر گیا تھا۔

گنگا جب قریب آئی تو خواص خان اس سے والہانہ انداز میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا
کہ گنگا پہلے ہی بول پڑی اور کہنے لگی خواص خان میرے عزیز میرے محترم میں آپ
کی انتہا درجے کی ممنون اور مشکور ہوں کہ آپ نے اس مہارتھ جیسے شیطان سے
میری گلو خلاصی کروائی۔ ورنہ یہ نجانے میرا کیا حشر کرتا خواص خان نے نرم اور پیار
بھری آواز میں کہا۔

دیکھ گیتا وہ عورت جو مہارتھ کے مسکن میں تیرے ساتھ تھی اور جس کا نام
نیرل ہے اس نے مجھے تمہارے متعلق پوری تفصیل کے ساتھ بتا دیا ہے کہ یہ
مہارتھ تمہیں دوحوا آشرم میں داخل ہونے سے پہلے پسند کرتا تھا اور اپنے آدمیوں
کے ذریعے اس نے تمہیں آشرم سے اٹھایا اور یہاں اپنے مسکن میں منگا لیا۔ دیکھ گیتا
میں ایک لحاظ سے تیرا بڑا شکر گزار ہوں گیتا نے فوراً" پوچھا کس لحاظ سے خواص خان

نے کسی قدر رک کر کہا۔

دیکھ گیتا نہ تو غلط بیانی سے کام لینا نہ مجھ سے کچھ چھپانا نیرل نے مجھے بتایا تھا کہ تم مجھے پسند کرتی ہو مجھ سے محبت کرتی ہو کیا یہ حقیقت ہے گنگا کی گردن جھک گئی کچھ دیر تک وہ سوچتی رہی اس کے بعد اس نے خواص خان کی طرف دیکھا اور استفہامیہ سے انداز میں اس نے پوچھا اگر یہ سچ اور حقیقت ہو تو پھر آپ کا ردعمل کیا ہو گا خواص خان نے فوراً جواب دیا۔

سن گیتا اگر یہ سچ اور حقیقت ہے تو پھر میرا ردعمل بھی یہ ہے کہ میں بھی تجھے دل کی گہرائیوں سے چاہتا اور پسند کرتا ہوں اور تمھیں ہمیشہ کے لئے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا ارادہ رکھتا ہوں اب کہو کیا یہ حقیقت ہے یا یہ صرف ایک خواب اور میری زندگی کا سراب ہے گیتا کہنے لگی نہیں خواص خان میرے محترم یہ ایک حقیقت ہے آپ پہلے شخص ہیں جسے میں نے زندگی میں ٹوٹ کر پیار کیا ہے آپ پہلے جوان ہیں جسے میں دل کی گہرائیوں سے پریم کرتی ہوں پریم کرتی رہوں گی آپ مجھے اپنائیں یا نہ اپنائیں میں اپنے دل و جان سے آپ کی پوجا کرتی رہوں گی خواص خان نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھا کر گنگا کے گداز اور نرم ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے پھر کہا۔

دیکھ گیتا آج سے تو میری ہے میں تم سے یہ عہد کرتا ہوں کہ میں تمھیں اپنی زندگی کا ساتھی بناؤں گا دیکھ گیتا اب جبکہ ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کر چکے ہیں کیا تو اپنے چہرے سے نقاب نہ ہٹائے گی کہ میں تیرا مکھ تیرا چہرہ دیکھ سکوں تیری خوبصورتی تیرے جمال تیرے حسن سے لطف اندوز ہو سکوں گنگا نے کسی قدر شرماتے لجاتے ہوئے کہا۔

خواص خان میرے محبوب اس میں اب کوئی شک نہیں رہا کہ میں آپ کی ہوں اور ساری زندگی آپ کی رہونگی لیکن میں نے ایک کام کے سلسلے میں قسم اور سوگند کھا رکھی ہے جب وہ میرا کام ہو جائے گا اور میری وہ قسم اور سوگند پوری ہو جائے گی اس وقت میں آپ کے سامنے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دوں گی میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک میرا وہ کام نہیں ہوتا اپنے چہرے سے نقاب نہیں ہٹاؤں گی لہذا مجھے امید ہے کہ آپ مجھے میری قسم توڑنے پر مجبور نہیں کریں گے جب میرا یہ کام ہو گیا

تو میں آپ کے سامنے آؤں گی اور نقاب ہٹاؤں گی مجھے امید ہے کہ اس وقت آپ مجھے ناپسند نہیں کریں گے خواص خان نے بڑے نرم لہجے میں جواب دیا۔

دیکھ گیتا اگر فی الحال اپنے چہرے سے نقاب نہیں ہٹانا چاہتی اور تو نے کسی سلسلے میں نقاب رکھنے کی سوگند کھا رکھی ہے تو میں تیرا ساتھ دوں گا او تو یہ بتا کہ تو کہاں رہنا پسند کرے گی دیکھ گیتا میں نہیں چاہوں گا کہ اب تو رہتاس کے ددھوا آشرم میں رہے۔ میری رہتاس میں ایک حویلی ہے اگر تو چاہے تو میں وہاں تیرے قیام کا بندوبست کر سکتا ہوں گیتا خوفزدہ سے لہجے میں کہنے لگی۔

آپ کی غیر موجودگی میں میں آپ کی اس حویلی میں کیسے رہ سکوں گی کیونکہ آپ تو اس وقت جنگوں میں مصروف ہیں میں وہاں جب اکیلی رہوں گی تو جس طرح مہارتھ کے ساتھیوں نے مجھے ددھوا آشرم سے اٹھا لیا تھا اس طرح اگر آپ کی حویلی سے بھی مجھے کسی نے اٹھانا چاہا تو میں کیسے دفاع کروں گی۔ یہاں تو آپ میری مدد کو بروقت پہنچ گئے اور مہارتھ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکا ورنہ وہ بدبخت شیطان میری عزت میری عصمت کے درپے تھا۔ خواص خان نے تھوڑی دیر کی سوچ و بچار کے بعد پوچھا۔

گیتا اگر تم رہتاس میں میری حویلی میں نہیں رہنا چاہتیں تو خود ہی بتاؤ تم کہاں رہنا پسند کرو گی۔ گنگا کہنے لگی مجھے آپ کسی ایسی جگہ رکھیں جہاں میں آپ کی زیر حفاظت رہوں اس پر خواص خان کہنے لگا پھر ایسی جگہ تو جنگ کے دوران میرا خیمہ جس میں تم قیام کر سکتی ہو اس کے جواب میں گنگا گردن کو خم کرتے ہوئے کہنے لگی۔

آپ کا خیمہ میرے لئے بہترین اور محفوظ ترین قیام گاہ ہے لیکن فی الحال میں آپ کے خیمے میں مستقل قیام نہیں کر سکتی ایسا صرف آپ سے شادی کے بعد ہی کر سکتی ہوں اگر میں اس حالت میں آپ کے خیمے میں قیام کرتی ہوں تو لوگ میرے اور آپ کے متعلق طرح طرح کی باتیں بنائیں گے اور میں نہیں چاہتی کہ میری نسبت سے آپ کی ذات پر کوئی حرف آئے۔ پریشانی کے عالم میں خواص خان نے پھر پوچھا۔

اس کے علاوہ پھر میں تمہارے قیام کا کہاں بندوبست کر سکتا ہوں گنگا نے پھر مشورہ دیا۔

جنگ کے دوران شیر شاہ سوری بھی تو اپنے حرم کی عورتوں کو اپنے ساتھ رکھتا

ہوگا دیگر سالاروں کی عورتیں بھی ان کے ساتھ رہتی ہوں گی؟ خواص خان کہنے لگا یقیناً" رہتی ہیں بلکہ شیر شاہ سوری کے اہل خانہ جنگ میں بھی اس کے ساتھ بھی رہتے ہیں اور ان کے لئے پڑاؤ کے اندر کچھ خیمے متعین کر دیئے جاتے ہیں اس پر گنگا جھٹ بولی اور کہنے لگی کیا یہ ممکن نہیں کہ میں بھی انہی زنانہ خیموں میں قیام کروں وہ بوڑھی خاتون جس کا نام نیرل ہے اور جو میرے متعلق آپ کو اطلاع دینے گئی تھی۔ وہ ان زنانہ خیموں میں میرے ساتھ رہے گی وہ میری بہترین ساتھی اور خدمت گار ثابت ہو سکتی ہے۔ اور ضرورت کے وقت وہ میرے اور آپ کے درمیان قاصد کا کام بھی سرانجام دے سکتی ہے۔ کیونکہ زنانہ خیموں میں رہتے ہوئے میرا جب جی چاہے گا میں آپ سے مل بھی سکوں گی۔ خواص خان نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا۔ دیکھ گیتا مجھے تمہاری یہ تجویز منظور ہے۔ لشکر کے زنانہ خیموں میں تمہارے اور نیرل کے قیام کا بندوبست کروں گا۔ اور اب آؤ چلیں یہاں سے کوچ کریں۔ اسکے ساتھ ہی خواص خان نے جنگ میں مرنے والے مہارتھ کے ساتھیوں کے ایک گھوڑے پر گنگا کو بٹھایا۔ اور دشمن کے سارے گھوڑوں کو اپنے آگے ہانکتا ہوا خواص خان واپس اپنے لشکر کے دوسرے حصے کی طرف جا رہا تھا۔

دوسرے حصے کو بھی خواص خان کی کارگزاری کی خبر ہو چکی تھی۔ اور انہیں یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ خواص خان نے مہارتھ کی راہ روکتے ہوئے مہارتھ کا کام تمام کر دیا ہے۔ لہذا جوں ہی خواص خان اپنے لشکر کے دوسرے حصے کے پاس گیا انہوں نے تکبیریں بلند کرتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا۔ اور بہترین انداز میں خواص خان کا استقبال کیا۔ اپنے لشکر کے دوسرے حصے میں آکر خواص خان نے ایک لشکری سے کہا کہ وہ بوڑھی نیرل کو بلائے۔ تھوڑی دیر بعد بوڑھی نیرل کو خواص خان کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس وقت گنگا بھی خواص خان کے قریب آن کھڑی ہوئی تھی۔ پھر خواص خان نے نیرل کو مخاطب کر کے کہا۔

دیکھ خاتون۔ میں تیرا انتا درجے کا ممنوں اور شکر گذار ہوں کہ تو نے گیتا سے متعلق مجھے بر وقت اطلاع کی۔ دیکھ میں گیتا کو اپنے ساتھ لشکر میں لئے جارہا ہوں یہ لشکر کے زنانہ خیموں میں قیام کرے گی۔ کیا تو بھی گیتا کے ساتھ چلے گی اور وہاں قیام

کریگی۔ گیتا کی یہ خواہش ہے کہ نیرل اس کے ساتھ چلے اور اس کے ساتھ قیام کرے۔ نیرل نے جھٹ کہا کہ اگر ایسا ہو تو میں اسے اپنی خوش قسمتی خیال کروں گی۔

نیرل کے اس جواب پر گیتا ہی نہیں خواص خان بھی خوش ہوگیا تھا۔ پھر خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ اس کوہستانی سلسلے کے اندر مہارتھ کے مسکن میں داخل ہوا۔ مسکن کی ہر چیز اس نے سمیٹی پھر اپنے لشکر کے ساتھ واپس شیر شاہ سوری سے جا ملنے کے لئے کوچ کر گیا تھا۔

O==O==O

خواص خان کے مہارتھ کی طرف کوچ کرنے کے بعد شیر شاہ سوری نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ہمایوں کے لشکر کا رخ کیا۔ رات کی تاریکی میں جس وقت سنسان اور ویران وادیوں کے اندر ہمایوں کا لشکر پیش قدمی کر رہا تھا۔ شیر شاہ سوری اچانک ہمایوں کے لشکر کے پشتی حصے پر نمودار ہوا اس وقت رات گہری ہو چکی تھی اٹل سناٹے کے منتر میں ہوا کے جھونکے کن فیکون کی ساعتوں کی طرح اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ ایسے میں خوشی کی بساط میں لپٹے جوش نمو کے سرکش دھارے کی طرح شیر شاہ سوری ہمایوں کے لشکر کے عقبی حصے پر نمودار ہوا۔ پھر اس نے اندھیری رات کے طوفانوں میں آفتوں کے سیل' زندگی کے تلاطم میں سلگتی خاک اور اداس شاموں میں اچانک رونما ہو جانے والے کسی خونی انقلاب کی طرح ہمایوں کے لشکر کے پشتی حصے پر حملہ کر دیا تھا۔

شیر شاہ سوری کا یہ حملہ ایسا اچانک ایسا زور دار اور جان لیوا تھا کہ ہمایوں کے لشکر کے پشتی حصے کی ان گنت صفیں اس نے درہم برہم کر کے رکھ دیں۔ بے شمار لشکریوں کو اس نے کاٹا۔ رات کی سونی پڑی گلیوں جیسے لمحوں میں اس نے ہمایوں کے لشکر کے پشتی حصے کی حالت دھوئیں کی دیواروں دھندلائے سائے اور اجڑے شہروں جیسی بنا کے رکھ دی تھی۔

عقبی حصے پر حملہ آور ہو کر شیر شاہ سوری نے نا صرف ہمایوں کے لشکریوں کا خوب قتل عام کیا۔ بلکہ پشتی حصے میں جو سامان جنگ اور خوراک تھا اس پر بھی اس نے قبضہ کر لیا اور ہمایوں کے لشکر کے ساتھ ساتھ کشتیوں میں جو توپیں لاد کے لے جائی جا رہی تھیں۔ ان پر بھی شیر شاہ سوری نے قبضہ کر لیا تھا۔ ان توپوں میں وہ توپیں بھی شامل تھیں جن کی مدد سے ہمایوں نے شیر شاہ سوری کے قلعہ چنار پر قبضہ کیا تھا۔

ہمایوں کے لشکر کے عقبی حصے پر کامیاب شب خون مارنے کے بعد رات کی تاریکی میں شیر شاہ سوری نجانے کہاں کھو گیا تھا۔ اگلے روز جب چوسہ کے مقام پر ہمایوں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تو اسے خبر ملی کہ پشتی حصے پر شیر شاہ سوری نے شب خون مارا تھا۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ کچھ دستے شیر شاہ سوری کے تعاقب میں جائیں ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ مشرق کی طرف سے ہمایوں اور اس کے لشکریوں نے گرد کے بادل اٹھتے ہوئے دیکھے ہمایوں نے فوراً اپنے مخبروں کو حکم دیا کہ وہ دیکھیں یہ گرد کے اٹھنے والے بادل کس لشکر کی وجہ سے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد ہمایوں کے وہ مخبر لوٹ کے آئے اور انہوں نے اطلاع دی کہ شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے پہنچ گیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ گرد کے وہ بادل جو ہمایوں کے لشکر کی مغرب کی سمت سے اٹھے تھے وہ اس بناء پر تھے کہ اس وقت شیر شاہ سوری کا لشکر چوسہ کے مغرب تھورا ندی کا دلدلی کنارا عبور کر رہا تھا اور اسی کی وجہ سے فضاؤں میں گرد کے بادل اٹھے تھے۔ گرد کے ان بادلوں کو دیکھ کر ہمایوں ایک طرح سے تذبذب کے عالم میں مبتلا تھا۔ وہ یہ تو جانتا تھا کہ شیر شاہ سوری اس کے لشکر کی پشت پر لگا ہوا ہے اور اس کے لشکر کا پشتی حصہ دریائے کرم ناسہ کی طرف ہے اگر کرم ناسہ کی طرف سے گرد کے بادل اٹھتے تب ہمایوں فکر مند نہ ہوتا اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ شیر شاہ سوری اس کے لشکر کے پیچھے لگا ہوا ہے اور چوسہ سے دریائے کرم ناسہ مشرق کی جانب تھا۔

گرد کے یہ بادل چونکہ مغرب کی جانب اٹھے تھے لہٰذا ہمایوں ایک طرح سے تذبذب کے عالم میں مبتلا تھا۔ اس بناء پر وہ یہ جاننے کے لئے بے چین تھا کہ یہ گرد کے اٹھنے والے بادل کس لشکر کی وجہ سے ہیں۔ ہمایوں اس شک و شبہ میں بھی مبتلا تھا

کہ ہو سکتا ہے کہ شیر شاہ سوری کا سالار اعلیٰ خواص خان اپنے لشکر کیساتھ شیر شاہ سوری سے آ ملا ہو۔ اس لئے کہ ہمایوں کو خبر ہو چکی تھی کہ خواص خان کو شیر شاہ سوری نے مہارتھ کی سرکوبی کے لئے روانہ کر رکھا ہے۔ اور دوسرا شک ہمایوں کو یہ بھی تھا کہ ہو سکتا ہے اس کے بھائیوں میں سے کوئی جونپور کی سمت سے اس کی مدد کے لئے پہنچ رہا ہو بہر حال جب ہمایوں کے مخبروں نے اسے یہ اطلاع دی کہ شیر شاہ سوری اس کے لشکر کے پشتی حصے کو چھوڑ کر اب مغرب کی سمت سے اپنے پورے لشکر کے ساتھ تھورا نام دلدل کا دلدلی کنارہ عبور کرتا ہوا ہمایوں کے لشکر کے سامنے خیمہ زن ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔

شیر شاہ سوری کی آمد کا سن کر ہمایوں نے اپنے سارے مشیروں اور سالاروں کا اجلاس طلب کیا اور ان کے سامنے یہ سوال پیش کیا کہ اب جبکہ شیر شاہ سوری چھاتی تان کے ہمایوں کے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ ہے تو ہمایوں کی طرف سے کیسے ردعمل کا اظہار کیا جانا چاہیے اس پر ہمایوں کے لشکر کا سالار قاسم حسین سلیمان کہنے لگا۔

شہنشاہ محترم شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ ہمارے تعاقب میں ایک لمبا سفر طے کر کے یہاں تک پہنچا ہے اس کے لشکر کے گھوڑے تھک چکے ہیں اور جارحانہ حملے کے قابل نہیں ہیں ہمارے لئے دانش مندی اور بہتری اسی میں ہے کہ ہم اسی وقت شیر شاہ سوری اور اس کے لشکریوں کو جنگ کیلئے للکاریں۔ دشمن کی تھکاوٹ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم شیر شاہ سوری کو یقیناً شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ہمایوں کو اپنے اس سالار قاسم حسین سلیمان کی تجویز بے حد پسند آئی مگر اس موقع پر ہمایوں کا منہ چڑھا مشیر موید بیگ آڑے آیا س نے ہمایوں کو مشورہ دیا کہ لڑائی میں عجلت کی ضرورت نہیں ہے اس عجلت میں ہو سکتا ہے ہمیں شکست ہو جائے ہمیں خوب دیکھ بھال کے صفیں درست کر کے شیر شاہ سوری پر جا کر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا اسی دوران شیر شاہ سوری بھی اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا پہلے اس نے تیز رفتار قاصد خواص خان کی طرف بھجوائے اور اسے پیغام دیا کہ ہمایوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لئے وہ فوراً میرے پاس پہنچ جائے اس کے بعد

شیر شاہ سوری بڑی رازداری کے ساتھ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور دریائے کرم ناسہ کے پار چلا گیا۔ اب اس نے اپنے لشکر کا پڑاؤ دریائے گنگا اور کرم ناسہ کے سنگم پر قائم کر لیا تھا تاکہ ہمایوں اور اس کے لشکر کو کسی قسم کی رسد اور کمک نہ پہنچ سکے۔

شیر شاہ سوری کو اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دریائے کرم ناسہ اور گنگا کے سنگم پر قیام کئے چند ہی روز ہوئے تھے کہ خواص خان بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اس کی آمد سن کر شیر شاہ سوری بڑا خوش اور مطمئن ہوا اب ایک طرح سے اس کی پوری قوت یکجا ہو گئی تھی اور وہ کسی بھی وقت ہمایوں پر ضرب لگانے کے لئے تیار تھا جس وقت خواص خان کے آنے کی خبر شیر شاہ کو ملی شیر شاہ اپنے محافظ دستوں کے ساتھ اپنے پڑاؤ سے باھر نکلا اور خواص خان کا اس نے استقبال کیا۔

شیر شاہ سوری اور خواص خان اپنے گھوڑوں سے اتر کر ایک دوسرے سے گلے ملے تھے تب شیر شاہ سوری نے دیکھا کہ خواص خان کے پہلو میں ایک لڑکی بھی گھوڑے پر سوار تھی جس نے اپنے چہرے اور جسم کو پوری طرح سفید چادر میں ڈھانپ رکھا تھا۔ تھوڑی دیر تک شیر شاہ سوری نے اس لڑکی اور اس کے ساتھ بوڑھی عورت کو دیکھا جو گنگا اور نیرل تھیں اس کے بعد سوالیہ سے انداز میں خواص خان کی طرف دیکھتے ہوئے شیر شاہ سوری نے پوچھا۔

خواص خان میرے بیٹے یہ لڑکی اور بوڑھی خاتون کون ہیں جواب میں شیر شاہ سوری کو خواص خان نے گنگا اور نیرل سے متعلق پوری تفصیل کے ساتھ بتا دیا تھا۔ یہ تفصیل سننے کے بعد شیر شاہ سوری تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا خواص خان میرے بیٹے خدا کا شکر ہے کہ تم نے اپنے لئے کسی لڑکی کو پسند تو کیا اگر یہ لڑکی اپنی قسم کے سلسلے میں فی الفور تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی اور اپنے چہرے سے نقاب بھی نہیں ہٹانا چاہتی تو ٹھیک ہے اسے لشکر کے زنانہ خیموں میں منتقل کر دیا جائے گا جب تک یہ چاہے وہاں رہے اس کے بعد جب یہ دیکھے کہ اس کی قسم اور سوگند پوری ہو چکی ہے اور وہ تمہارے سامنے اپنے چہرے سے نقاب ہٹانے پر تیار ہے تب میں تم دونوں کو رشتہ ازدواج میں پرو دوں گا اس کے

بعد آہستہ آہستہ چلتے ہوئے شیر شاہ سوری گنگا کے قریب آیا اور پدرانہ شفقت :
کہا۔

دیکھ گیتا میری بیٹی میں تیرا انتہا درجے کا شکر گزار ہوں کہ تو نے میرے ۔ خواص خان کو پسند کیا میں تمہیں اور تمہارے ساتھ اس خاتون نیرل دونوں کو ا۔ پڑاؤ میں خوش آمدید کہتا ہوں اس کے بعد شیر شاہ سوری نے اپنے دو محافظوں کو دیا کہ وہ گیتا اور نیرل کو پڑاؤ کے زنانہ خیموں میں لے جائیں اور ان دونوں کے علیحدہ اور بہترین خیمے کا انتظام کریں یہ حکم سنتے ہی گیتا اور نیرل دونوں ان دو محافظوں کے ساتھ ہولیں تھیں ان کے جانے کے بعد شیر شاہ سوری نے خواص خ کی طرف دیکھا اور کہنا شروع کیا۔

خواص خان میرے بیٹے اب وقت آگیا ہے کہ ہم ہمایوں پر آخری اور فیصلہ ضرب لگائیں سنو ہمایوں اپنے پورے لشکر کے ساتھ اس وقت چوسہ کے مقام پر ا لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہے اس سے پہلے میں نے تھورا ندی عبور کرنے کے دریائے گنگا کے کنارے پڑاؤ کیا تھا پر ہمایوں اپنا پڑاؤ وہاں سے ہٹا کر چوسہ کی طرف گیا ہے میں نے دریائے کرم ناسہ اور گنگا کے سنگم پر اس لئے پڑاؤ کیا ہے کہ ہما کی مدد کے لئے جو بھی رسد اور کمک کا سامان آئے گا وہ اسی راستے سے آئے گا میں اس کی رسد اور کمک بند کر کے اس پر ایسی ضرب لگاؤں گا کہ یہ میرے سا گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گا تمہارے خیال میں کیا میں نے صحیح قدم اٹھایا ہے خواص خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

شیر شاہ میرے محترم میں سمجھتا ہوں کہ کرم ناسہ اور گنگا کا سنگم ہی وہ جگہ جہاں پڑاؤ کر کے ہم ہمایوں کے خلاف بہترین فوائد حاصل کر سکتے ہیں اس پر شیر سوری خوش ہوتے ہوئے کہنے لگا بیٹے اگر یہ بات ہے تو آؤ اپنے لشکر کے ساتھ تم پڑاؤ کرو کچھ دن اپنے لشکریوں کو ستانے کا موقع فراہم کرو اس کے بعد یہ ہمایوں خلاف جنگ کی ابتدا کریں گے مجھے میرے مخبر پہلے ہی یہ اطلاع کر چکے ہیں کہ تم مہارتھ کو بد ترین شکست دی ہے اور اس کا سارا مسکن لوٹ لیا ہے جواب خواص خان کہنے لگا۔ اس کے مسکن سے مجھے کافی سامان ملا ہے جس میں خوراک

سامان جنگ بھی ہے یہ ہمایوں کے خلاف جنگ میں ہمارے کام آئے گا۔ مہارتھ کو شکست دینے پر شیر شاہ سوری نے خواص خان کا شکریہ ادا کیا پھر دونوں لشکر کو لے کر پڑاؤ کی طرف چلے گئے تھے خواص خان کے لشکر کے حصے نے بھی دریائے کرم ناسہ اور گنگا کے سنگم پر پڑاؤ کر لیا تھا۔

○===○===○

دریائے کرم ناسہ اور دریائے گنگا کے سنگم پر پڑاؤ کرنے کے بعد شروع میں شیر شاہ سوری اور خواص خان کا رویہ ایک طرح سے مدافعانہ ہی تھا ا... اپنے لشکر اور اپنی ساری قوت کو اسی بات تک محدود رکھا تھا کہ ہمایوں کے لشکر... کرم ناسہ عبور کرنے سے روکا جائے کیونکہ ہمایوں کو کوئی خوراک کا سامان اور... مدد کے لئے نہ پہنچ سکے۔ اس کے علاوہ ان حالات سے تنگ آکر اگر ہمایوں چوسہ... کوچ کرنے کے لئے کہیں اور جانے کا رخ کرے آگرہ جائے یا چنار کا رخ کرے... بھی اسے دریائے کرم ناسہ ہی کو عبور کر کے گزرنا تھا۔ لہٰذا شیر شاہ سوری نے... طرح سے ہمایوں کو ایک حصار میں بند کر کے رکھ دیا تھا۔ اور اس کے آس پاس... ایسی شاہرہ یا راستہ نہیں تھا جسے استعمال کرتے ہوئے ہمایوں شیر شاہ سوری کو... دے کر کسی اور طرف نکلنے میں کامیاب ہو جاتا اور اب اوپر سے بارش کا بھی... آنے والد تھا جو ہمایوں کے لئے زیادہ مشکلات کھڑی کر سکتا تھا۔

دوسری طرف ہمایوں کو جب یہ احساس ہوا کہ شیر شاہ سوری نے اسے ایک... سے گھیرے میں لے لیا ہے تو اس نے شیر شاہ سوری کے پڑاؤ پر ہلکے ہلکے حملے... شروع کر دیئے تاکہ شیر شاہ سوری کو دریائے کرم ناسہ اور گنگا کے سنگم پر سے... ہٹانے پر مجبور کر دیا جائے۔ تاکہ ہمایوں اپنے لشکر کو لے کر چوسہ سے نکل سکے...

دوسری جانب شیر شاہ سوری نے بھی اپنے لشکر کی ہر سمت سے حفاظت کر رکھی تھی اور وہ ہر وقت ہمایوں کے لشکریوں کی تاک میں رہتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑائی نے یہ شکل اختیار کر لی کہ ہمایوں کے لشکری بار بار کرم ناسہ کو عبور کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس کوشش میں کبھی کبھی انکو زبردست نقصان بھی اٹھانا پڑتا اس لئے کہ جب ایسی کوشش کی جاتی تو شیر شاہ سوری کے کہنے پر خواص خان پوری شدت اور خونخواری سے اپنا حملہ کرتا اور انھیں شکست دے کر دور تک ان کا تعاقب کرتا چلا جاتا جس کی بناء پر ہمایوں کے حملہ آور لشکریوں کو بے پناہ نقصان اٹھانا پڑتا۔

بار بار کے اس نقصان کی وجہ سے ہمایوں کے لشکر کی ہمت ٹوٹنے لگی مہینہ تک ہر روز اسی قسم کی چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہوتی رہیں اور دونوں فریقوں کے سپاہی ہلاک ہوتے رہے ان لڑائیوں میں ہمایوں کا زیادہ نقصان ہوا اس لئے کہ شیر شاہ سوری نے زیادہ تر اپنے آپ کو دفاعی جنگ تک ہی محدود رکھا تھا پھر ایسا ہوا کہ اس سال برسات کے موسم بارش بڑے زور و شور سے ہوئی اور پانی اس قدر چڑھا کہ شیر شاہ سوری کے پڑاؤ میں سیلاب آگیا۔

شیر شاہ سوری کے پاس گنگا کے اس نشیبی علاقے میں پڑاؤ ڈالنے کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ کار نہیں تھا۔ دو لحاظ سے شیر شاہ سوری وہاں پڑاؤ ڈالنے پر مجبور تھا۔ اول یہ کہ وہ وہاں سے کرم ناسہ گھاٹ کی نگرانی کر سکتا تھا جہاں سے ہمایوں کے لشکر کو دریا پار کرنا تھا۔ دوم یہ کہ وہ بنارس اور غازی پور سے آنے والی ہمایوں کے لئے کمک پر نگاہ رکھ سکتا تھا جس کو ہمایوں تک جانے کے لئے صرف وہی راستہ قابل اختیار تھا۔

سلاب کی صورت میں شیر شاہ سوری نے اپنا پڑاؤ وہاں سے اٹھا کر تھوڑی اونچائی پر منتقل کر دیا تھا تاکہ وہ پہلے کی طرح ہمایوں کے لشکر پر نگاہ رکھ سکے۔ دریائے گنگا اور دریائے کرم ناسہ کے اس سنگم کے قریب جتنی تیزی سے سیلاب آتا تھا اتنی ہی تیزی سے اتر بھی جاتا جس وقت اپنا پہلا پڑاؤ ترک کر کے شیر شاہ سوری تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر بلندی پر گیا۔ ہمایوں کے لشکریوں کے لئے دریا کے گھاٹ تک پہنچنے کے لئے کچھ آسانی تو پیدا ہو گئی تھی اور وہ یہ امید کرنے لگے تھے کہ اگر وہ برابر شیر شاہ سوری کے ساتھ چھیڑ چھاڑ جاری رکھیں تو وہ دریا کے اصل گھاٹ سے دریا کو پار کر کے اس

حصار سے نکل سکتے ہیں۔

کچھ دنوں سے ہمایوں کو آگرہ اور دہلی سے جو خبریں ملنا شروع ہوئی تھیں وہ انتہائی مایوس اور دل شکن تھیں جس وقت ہمایوں نے بنگال سے کوچ کیا تھا اسی وقت اس کے چھوٹے بھائی ہندال نے اس کے خلاف بغاوت کر دی تھی جبکہ اپنے دوسرے بھائی مرزا عسکری کو ہمایوں نے ہندال کی بغاوت فرو کرنے پر مقرر کیا تھا۔ مرزا عسکری نے اپنے چھوٹے بھائی ہندال سے بات چیت کر کے اسے بغاوت ختم کرنے پر تو آمادہ کر لیا تھا لیکن اب حالات دوسرا رخ اختیار کر چکے تھے۔ مرزا ہندال اپنے لشکر کے ساتھ دہلی میں تھا جبکہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مرزا عسکری نے آگرہ میں قیام کر رکھا تھا۔

جب ان دونوں بھائیوں کو یہ خبر ہوئی کہ شیر شاہ سوری ہمایوں کی راہ روک کھڑا ہوا ہے اور اس نے ہمایوں کا گھیراؤ کر لیا ہے اور اس کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے تیار ہے تو دونوں بھائی اپنی اپنی جگہ پر مستعد ہو گئے۔

مرزا ہندال دہلی میں جم گیا اسے امید تھی کہ ہمایوں کو شیر شاہ سوری کے ہاتھوں شکست ہو گی اور اس شکست کی صورت میں اگر ہمایوں جنگ میں کام آگیا تو اس کی موت کے بعد وہ دہلی میں قیام کر کے اپنی شہنشاہی کا اعلان کر دے گا۔

ادھر دوسرے بھائی مرزا عسکری کو جب اس کے مخبروں نے مرزا ہندال کے ان خیالات سے خبردار کیا اور ساتھ ہی مرزا عسکری کو یہ بھی خبریں پہنچیں کہ شیر شاہ سوری ہمایوں کے خلاف آخری ضرب لگانے پر آمادہ ہے تب اپنے لشکر کے ساتھ مرزا عسکری آگرہ سے نکل کر دہلی کی طرف آیا اور دہلی سے باہر اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ اور حالات کا انتظار کرنے لگا تھا۔ مرزا عسکری بھی چاہتا تھا جوں ہی وہ ہمایوں سے متعلق کوئی بری خبر سنے وہ دہلی پر حملہ آور ہو کر ہندال کو مار بھگائے گا اور ہمایوں کی جگہ ہندوستان کا شہنشاہ بن بیٹھے گا بہرحال ہمایوں کے دونوں بھائی مرزا عسکری اور مرزا ہندال اپنی اپنی جگہ ہمایوں کی جگہ لینے کے لئے بے چین بیٹھے ہوئے تھے۔

یہ ساری خبریں چوسہ میں ہمایوں اور اس کے لشکریوں کو بھی مل رہی تھیں لہذا

ان خبروں نے ہمایوں اور اس کے لشکریوں میں ایک طرح کی بد دلی پھیلا کے رکھ دی تھی۔ ان خبروں کے پیش نظر ہمایوں نے تیز رفتار قاصد دہلی کی طرف بھجوائے اور اپنے دونوں بھائیوں مرزا عسکری اور مرزا ہندال کو یہ پیغام بھجوایا کہ وہ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ کسی نہ کسی راستے سے فوراً چوسہ پہنچیں تاکہ متحد ہو کر شیر شاہ سوری پر حملہ آور ہوں اور دوسری طرف سے خود ہمایوں حملہ آور ہو گا اس طرح وہ دریاؤں کے سنگم سے شیر شاہ سوری کو مار بھگائیں گے اور پھر دور تک اس کا تعاقب کریں گے یہاں تک کہ شیر شاہ سوری ہندوستان چھوڑنے پر مجبور ہو جائے۔

ہمایوں کا یہ پیغام جب قاصدوں کے ذریعے مرزا ہندال اور مرزا عسکری کو پہنچا تو دونوں بھائی ہمایوں کی مدد کے لئے تیار ہو گئے دونوں بھائیوں میں بات چیت کے بعد یہ طے پایا کہ مرزا ہندال دہلی کی حفاظت کے لئے دہلی ہی میں قیام کرے جبکہ مرزا عسکری اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دونوں دریاؤں کے سنگم کی طرف جائے گا اور پشت کی طرف سے شیر شاہ سوری پر حملہ آور ہو گا اور قاصدوں کے ذریعے ہمایوں کو پیغام بھجوا دے گا کہ وہ سامنے کی طرف سے حملہ آور ہو جائے تاکہ بہتر انداز میں شیر سوری سے نمٹا جا سکے۔

آگرہ اور دہلی کے لوگوں کو جب یہ خبر ہوئی کہ مرزا عسکری اپنے بھائی ہمایوں کی مدد کے لئے تیار ہو گیا ہے تو لوگ بے حد خوش ہوئے اور انکے حوصلے بلند ہو گئے اس کے علاوہ مرزا ہندال اور مرزا عسکری کے لشکر میں جو پرانے اور تجربہ کار سالار تھے وہ بھی اس حق میں تھے کہ فی الفور ہمایوں کی مدد کے لئے پہنچنا چاہئے۔ لیکن پرانے نمک حرام اور بدمعاش مشیروں نے دوسرا ہی مشورہ دیا انھوں نے چپکے چپکے مرزا عسکری کے کان بھرے اور کہا کہ چوسہ جا کر بادشاہ کی مدد کرنے کے معنی یہ ہیں کہ بادشاہ کو آزاد دشمن کو برباد اور ہم کو جال میں پھنسا دیا جائے انھوں نے مرزا عسکری کو یہ مشورہ دیا کہ اگر شیر شاہ سوری کے مقابلے میں اس موقع پر ہمایوں کی مدد کی گئی اور ہمایوں فاتح رہا تو شیر شاہ سوری سے نمٹنے کے بعد ہمایوں ضرور مرزا عسکری اور مرزا ہندال کے خلاف حرکت میں آئے گا۔ مرزا عسکری کو چوسہ پہنچنے میں تساہل کی سزا دے گا جب کہ مرزا ہندال کو بغاوت کرنے کے جرم میں کڑی سزا دے رہے گا۔

ہمایوں کے بھائی اپنی حماقت اور ناتجربہ کاری سے بھٹک گئے اور ان غداروں اور نمک حراموں کے مشورے کو کار دانش سمجھا اور ہمایوں کی مدد کو جانے میں حیل و حجت کرنے لگے۔

ادھر ہمایوں کو جب خبر پہنچی کہ اس کے بھائی فی الفور اس کی مدد کے لئے پہنچنے والے نہیں ہیں تو مجبوراً" اس نے شیر شاہ سوری کے ساتھ صلح کرنے کی ٹھانی ہمایوں نے اپنے لشکر کے ایک بزرگ شیخ خلیل کو شیر شاہ سوری کی طرف بھجوایا اور اسے تاکید کی کہ شیر شاہ سوری کو صلح پر آمادہ کرے شیخ خلیل کا تعلق شیخ فرید شکر گنج خاندان سے تھا اور وہ لوگوں میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

شیخ خلیل شیر شاہ سوری کے پاس گیا اور اس کے ساتھ ہمایوں کی طرف سے صلح کی گفت و شنید شروع کی شیر شاہ سوری بھی اس وقت تک ہمایوں کے ساتھ جنگ نہیں چاہتا تھا۔ وہ بھی اس خیال کا حامی تھا کہ اگر ہمایوں کے ساتھ کوئی صلح کا راستہ نکل آئے تو وہی بہتر ہے لہٰذا شیر شاہ سوری نے شیخ خلیل سے کہا کہ وہ اس شرط پہ صلح کے لئے راضی ہے کہ چنار کا قلعہ مع اس کے نواحی علاقے کے ہمایوں اس کے حوالے کر دے۔

شیر شاہ سوری کا یہ جواب سن کر شیخ خلیل بڑا خوش ہوا اسے امید ہو گئی تھی کہ ہمایوں چنار اور اس کے گرد نواح کا علاقہ ضرور شیر شاہ سوری کے حوالے کرنے پر آمادہ ہو جائے گا اس لئے وہ خوشی خوشی شیر شاہ سوری کے لشکر سے نکل کر ہمایوں کے لشکر میں آیا اور شیر شاہ سوری کی طرف سے جو شرط پیش کی تھی وہ بیان کی ہمایوں شاید چنار اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ شیر شاہ سوری کے حوالے کر کے شیر شاہ سوری سے صلح کر لیتا لیکن ہمایوں کے اردگرد جو احمق اور نالائق سردار اور مشیر جمع تھے انہوں نے ہمایوں سے کہا کہ شیر شاہ سوری کو چنار سونپ دینا مناسب نہیں اس طرح چنار میں اپنی طاقت اور قوت مضبوط کر کے شیر شاہ سوری مستقبل میں ہمایوں کے لئے درد سر بنا رہے گا۔ اپنے مشیروں کی اس صلاح و مشورے کے بعد شیر شاہ سوری کی شرط کو ہمایوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اس طرح دونوں کے درمیان صلح ہوتے ہوتے رہ گئی۔

○

بوڑھی نیرل اپنے خیمے میں ایک کونے سے دوسرے کونے تک بڑی تیزی سے ٹہل رہی تھی اس کی حالت سے لگتا تھا وہ بڑی پریشان اور فکر مند تھی اتنے میں گنگا خیمے میں داخل ہوئی اسے دیکھتے ہی نیرل اس کی طرف لپکی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی گیتا میری بیٹی تو کہاں چلی گئی تھی میں کافی دیر سے خیمے میں تیرا انتظار کر رہی ہوں میں پریشان تھی کہ تو پھر کسی مصیبت میں نہ پھنس گئی ہو۔ اس پر گیتا خیمے کے ایک طرف نشست پر بیٹھ گئی اور کہنے لگی دیکھ نیرل یہاں خواص خان کی زیر نگرانی اور اسکی حفاظت میں کیسے بھلا کسی مصیبت میں مبتلا ہو سکتی ہوں۔ جواب میں نیرل نے پوچھا۔

پر دیکھ گیتا میری بیٹی تو کہاں چلی گئی تھی میں کافی دیر سے اکیلی خیمے میں تیرا انتظار کرتی رہی میں تھوڑی دیر کے لئے باہر نکلی تھی مگر تو میری غیر موجودگی میں کہیں چلی گئی کیا تو خواص خان کے پاس گئی تھی گنگا کہنے لگی نہیں میں خواص خان کے پاس تو نہیں گئی تھی نیرل نے پھر پوچھا پھر تم کہاں رہیں تھوڑی دیر کی سوچ و بچار کے بعد گنگا کہنے لگی۔

دیکھ نیرل آج میں تجھ پر اپنے ایک راز کا انکشاف کرنے والی ہوں میں ابھی ابھی شیر شاہ سوری اور اس کے اہل حرم سے مل کر آ رہی ہوں اور انہیں بھی میں نے اپنا راز دار بنا لیا ہے۔ نیرل نے عجیب سے انداز میں گنگا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا گیتا میری بیٹی کیسا راز دار جواب میں گنگا کہنے لگی۔

دیکھ نیرل میرا نام گیتا نہیں گنگا ہے اس کے بعد گنگا نے اپنے سارے حالات تفصیل کے ساتھ نیرل کو بتا دئے جب گنگا یہ سب کہہ چکی تب شکووں سے بھرپور آواز میں نیرل کہنے لگی۔

دیکھ گنگا میری بیٹی تو نے مجھے پہلے ہی کیوں نہ بتا دیا کہ تو رہتاس کے راجا چندر مل کی راجکماری گنگا ہے میں تو ابھی تک رہتاس کے دوھوا آشرم میں قیام کرنے والی گیتا ہی سمجھتی رہی میں تو یہ خیال کرتی رہی کہ بیوہ ہونے سے پہلے کہیں مہاراجہ نے

تمھیں دیکھا ہو گا اور تم پر مرتا ہو گا اس بناء پر اس نے تمھیں ودھوا آشرم سے اٹھا لیا ہے دیکھ بیٹی میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تو ایک راجکماری ہے بہرحال تیری شکل و صورت تیرا چہرہ تیری جسمانی ساخت دیکھتے ہوئے میرا دل یہ تو کہتا تھا کہ تیرا تعلق کسی انتہائی اونچے خاندان سے ہے اس لئے کہ تیرے جیسی خوبصورت لڑکیاں میں نے زندگی میں بہت کم دیکھی ہیں اب جب کہ مجھ پر یہ انکشاف ہو چکا ہے کہ تو گیتا نہیں بلکہ راجکماری گنگا ہے تو بتا تو نے شیر شاہ سوری اور اس کے اہل خانہ کو کس اعتماد میں لیا ہے؟ گنگا کہنے لگی۔

دیکھ نیرمل تو کبھی اور کسی بھی موقع پر خواص خان کے سامنے یہ مت ظاہر کرنا کہ میں راجکماری گنگا ہوں یہ سارا راز جاننے کے بعد بھی تو یہی سمجھنا کہ میں گیتا ہوں اور ایک ودھوا ہوں بس نیرمل جیسا کہ میں تمھیں اپنے حالات بتا چکی ہوں گنگا کی حیثیت سے خواص خاں بری طرح مجھ سے نفرت کرتے ہیں جبکہ ایک بیوہ کی حیثیت سے میں ان کی محبت چاہت اور پریم حاصل کرنے میں کامیاب رہی ہوں اب میں ان کے سامنے گنگا کے بجائے گیتا ہی رہنا چاہتی ہوں ساتھ ہی ساتھ میں گنگا کے ساتھ ان کی نفرت کو بھی پیار اور محبت میں تبدیل کرنا چاہتی ہوں نیرمل نے اعتراض کیا اور پوچھا لیکن یہ کیسے ممکن ہو گا۔ گنگا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

نیرمل یہ بات تو اب ظاہر ہے کہ ایک ودھوا اور بیوہ کی حیثیت سے میں خواص خان کا پریم اور ان کی محبت اور چاہت حاصل کر چکی ہوں لیکن میں ڈرتی ہوں کہ جب کوئی ایسا موقع آیا اور خواص خان کو پتا چلا کہ میں گیتا نہیں بلکہ حقیقت میں گنگا ہوں تو مجھے خدشہ ہے کہ وہ پھر کہیں مجھ سے نفرت نہ کرنے لگیں اس بناء پر کہ میں نے گنگا ہو کر گیتا کے روپ میں انھیں دھوکہ اور فریب میں رکھا دیکھ نیرمل خواص خان بڑا سلجھا ہوا بڑا نیک اور بڑا سچا اور کھرا انسان ہے میں چاہتی ہوں کہ جہاں وہ گیتا سے محبت کرتے رہیں وہاں گنگا کے ساتھ بھی ان کی نفرت ختم ہو جائے اور وہ اسے بھی اگر ٹوٹ کر پیار نہ کریں تو اس سے انکی نفرت ہمدردی اور تھوڑی بہت چاہت میں ضرور تبدیل ہو جائے جب ایسا ہوا تو پھر میں چہرے کا نقاب ہٹا کر خواص خان کے سامنے آجاؤں گی اور انھیں اپنی اصلیت سے آگاہ کر دوں گی اس وقت مجھے

امید ہے وہ مجھے گنگا کے روپ میں نفرت نہیں کریں گے۔ اور جب انھیں یہ خبر ہو گی کہ گیتا کے روپ میں میں نے صرف ان کی محبت اور چاہت حاصل کرنے کی کوشش کی تھی تو میرا خیال ہے وہ مجھے گیتا اور گنگا دونوں روپوں میں اپنانے پر تیار ہو جائیں گے۔ دیکھ نیرمل جب ایسا موقع آئے گا تو میں سمجھوں گی کہ میری زندگی کا وہ سنہری موقع اور لمحہ ہو گا۔

گنگا کے خاموش ہونے پر نیرمل کہنے لگی۔

دیکھ گنگا میری بیٹی تیری بڑی مہربانی اور شکریہ کو تو نے مجھے اپنے راز سے آگاہ کیا اور اعتماد میں لیا پر یہ تو کہو کہ شیر شاہ سوری اور اس کے اہل خانہ سے کیا گفتگو کی ہے جواب میں گنگا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

دیکھ نیرمل میں نے ان پر ظاہر کر دیا ہے کہ میں گیتا نہیں بلکہ اصل میں راجکماری گنگا ہوں شیر شاہ سوری پہلے ہی مجھے جانتے ہیں اس لئے کہ جب انھوں نے رہتاس فتح کیا تو میں قیدی کی حیثیت سے ان کے سامنے پیش ہوئی تھی اور انھوں نے یک لونڈی کی حیثیت سے مجھے خواص خان کی حوالے کر دیا تھا خواص خان نے مجھے آزاد کر دیا تھا اور ان کی نفرت میرے خلاف ایسی عمیق تھی کہ انھوں نے لونڈی کی حیثیت سے بھی مجھے اپنے پاس رکھنا بھی قبول نہ کیا تھا۔

شیر شاہ سوری اور ان کے اہل خانہ پر اپنا راز ظاہر کرنے کے بعد میں نے انھیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ میں گیتا کے ساتھ ساتھ گنگا کی حیثیت سے بھی خواص خان کو اپنی محبت اور چاہت میں مبتلا کرنا چاہتی ہوں کیونکہ ایسا کرنے کے بعد ہی میں خواص خان کے سامنے اپنی محبت میں سرخرو ہو کے آسکتی ہوں بصورت دیگر میرے لئے مشکلات اٹھ کھڑی ہو سکتی ہیں اس لئے کہ اگر خواص خان کے دل میں گنگا کے خلاف نفرت برقرار رہی تو جس روز میں نے اپنے چہرے سے نقاب ان کے سامنے ہٹایا تو مجھے خطرہ ہے کہ کہیں گنگا کی نفرت گیتا کی محبت پر غالب نہ آجائے اور نیرمل جس روز ایسا ہوا وہ روز میری زندگی کا آخری روز ہو گا پھر میں زندہ رہنا پسند نہیں کروں گی۔

شیر شاہ اور ان کے اہل خانہ سے یہ بات کی ہے کہ میں خواص خان کے دل میں گنگا سے نفرت مٹا کر ہمدردی اور محبت ابھارنے کی کوشش کروں گی اس کے لئے میں

نے اپنی پرانی ملازمہ جو اب میری بہن ہے اور جس کا نام اوما ہے اسے رہتاس سے یہاں بلایا ہے میرے کہنے پر شیر شاہ سوری نے اپنے دو قاصد رہتاس کے دوھوا آشرم کی طرف بھیجے ہیں اور وہ قاصد وہاں سے اوما کو لے کر یہاں آئیں گے ان قاصدوں کو میں نے پوری کہانی بھی سنا دی ہے کہ وہ اوما سے کیا کہیں گے اور میری اسی داستان کے مطابق اوما یہاں آ کے خواص خان کی خدمت میں حاضر ہو گی اور اسے بتائے گی کہ خواص خان کی حویلی سے نکل کر گنگا اور اوما گنگا کے ایک رشتہ دار کے ہاں گئیں وہاں کچھ بدمعاشوں نے گنگا کو تنگ کرنا شروع کر دیا اور وہ بدمعاش گنگا کے جاننے والے اور دور کے رشتہ دار تھے اوما خواص خان پر یہ بھی ظاہر کرے گی کہ گنگا اپنے دل کی گہرائیوں سے ٹوٹ کر خواص خان کو پیار کرتی ہے اور اسی بناء پر اس نے ساری عمر شادی نہ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ وہ خواص خان کو یہ بھی بتائے گی کہ رہتاس شہر میں بدمعاشوں نے گنگا کو تنگ کیا تو ایک روز اوما کے کہنے پر رات کے وقت گنگا خواص خان کی حویلی پر منتقل ہو گئی تاکہ ان بدمعاشوں کی بدمعاشی سے بچی رہے خواص خان کو یہ بھی بتائے گی کہ گنگا نے عہد کر رکھا ہے کہ یا تو خواص خان کی محبت حاصل کر کے رہے گی یا اپنی جان دے دے گی اس طرح کی اور بہت سی باتیں بھی اوما خواص خان کے سامنے کہے گی اور مجھے امید ہے کہ رہتاس سے اوما پہلے میرے پاس آئے گی میں اسے سب کچھ سمجھاؤں گی اس کے بعد وہ گاہے گاہے خواص خان سے مل کر گنگا سے متعلق اس کے خیالات بدلنے کی کوشش کرے گی۔ اوما خواص خان کو اس بات پر بھی آمادہ کر لے گی کہ وہ لشکر میں میرے اور تمہارے ساتھ قیام کرے اس طرح مجھے امید ہے کہ اوما کی مدد سے میں خواص خان کے دل میں گنگا کے لئے محبت پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گی اس لئے کہ خواص خان اوما پر بڑا اعتماد کرتا ہے اور اسے بہن بنا چکا ہے۔ کہو نیرل میری یہ ساری تدابیر اور میرا یہ جتن کیسا ہے نیرل خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

دیکھ گنگا میری بیٹی میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ اگر اوما تمہاری اس تجویز کے مطابق عمل کرنے میں کامیاب رہی تو وہ دن دور نہیں جب گیتا کے ساتھ ساتھ گنگا بھی خواص خان کی محبت توجہ اور پریم کی حقدار بن جائے گی۔ گنگا میری بیٹی میری

زندگی میں وہ دن سب سے بڑا اور خوشی کا دن ہو گا جب تو اپنے چہرے سے نقاب خواص خان کے سامنے ہٹائے گی اور خواص خان تجھے گیتا اور گنگا دونوں روپوں میں قبول کرنے کے لئے تیار ہو گا۔

نیرل کی اس گفتگو میں گنگا کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ باہر پہرہ دینے والا دروازے کے قریب کھنکارا جب گیتا نے اسے اندر آنے کو کہا تو پہریدار اندر آیا وہ گیتا اور نیرل دونوں کے لئے کھانا لے کر آیا تھا۔ کھانا ان دونوں کے سامنے رکھ کر وہ چلا گیا تھا۔ اس پہرے دار کے جانے کے بعد گنگا نے نیرل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دیکھ نیرل میں ایک سب سے بڑی بات بتانا تو تمہیں بھول ہی گئی نیرل نے چونک کر گنگا سے پوچھا وہ کون سی بات ساری گفتگو جو تمہاری شیر شاہ سوری اور اس کے اہل خانہ کے ساتھ ہوئی وہ تو تم بتا چکی ہو اب کیا رہ گیا ہے گنگا کہنے لگی جو بات میں کہنا چاہتی ہوں نیرل وہ اس سے بھی بڑی ہے اور وہ یہ کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں اب میں ہندو نہیں مسلمان ہوں میرے اسلام قبول کرنے پر شیر شاہ سوری اور اس کے اہل خانہ بے حد خوش ہوئے تھے۔ وہ اس خوشی میں میری دعوت اور بڑے اہتمام کا بھی بندوبست کرنے لگے تھے پر میں نے انھیں منع کر دیا ہے میں نے انھیں یہ اجازت دے دی ہے کہ وہ خواص خان کو بتا دیں کہ گیتا نے اسلام قبول کر لیا ہے مجھے امید ہے کہ یہ خبر سن کر خواص خان ضرور مجھ سے ملنے اس خیمے میں آئیں گے۔ گنگا کے اس انکشاف پر نیرل نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچا پھر وہ گنگا کو مخاطب کر کے کہنے لگی دیکھ گنگا اب جب کہ تو دائرہ اسلام میں داخل ہو چکی ہے تو میں بھی تمہاری راہ پر چلتے ہوئے ایسا ہی کروں گی گنگا میں بھی تیری طرح اسلام قبول کرتی ہوں اور تجھ سے یہ کہتی ہوں کہ مجھے بھی اس نئے دین کی تفصیل سے آگاہ کیا کرو اس پر گنگا بے پناہ خوشی میں کہنے لگی دیکھ نیرل اسلام قبول کرنے کے بعد اب میں باقاعدگی سے شیر شاہ سوری کے اہل خانہ کے پاس جاتی رہوں گی اور ان سے اپنے اس نئے دین سے متعلق تفصیل حاصل کرتی رہوں گی تم بھی میرے ساتھ چلنا اس طرح تم بھی اس ساری تفصیل سے آگاہی حاصل کرتی رہو گی نیرل اس سے متفق ہو گئی پھر دونوں مل کر کھانا کھانے لگی تھیں۔

O===O===O

شیخ خلیل کے ذریعے ہمایوں اور شیر شاہ سوری کے درمیان جو صلح کی گفتگو شروع ہوئی تھی وہ ہمایوں کی غلطی اور قلعہ چنار شیر شاہ سوری کے حوالے نہ کرنے کی وجہ سے جب ختم ہو گئی تو شیر شاہ سوری نے عہد کر لیا تھا کہ اب صرف اس کے سامنے ہمایوں سے جنگ کرنے کا ہی راستہ باقی رہ گیا ہے اس نے تہہ کر لیا تھا کہ اب ہر صورت میں وہ ہمایوں سے جنگ کر کے نتائج اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرے گا اس فیصلے کے بعد ہمایوں اور اس کے لشکریوں کو ایک دھوکے اور غلط فہمی میں مبتلا رکھنے کے لئے شیر شاہ سوری نے یہ خبر پھیلانی شروع کر دی کہ مہارتھ جس کی سرکوبی کے لئے خواص خان روانہ کیا گیا تھا خواص خان کے ہاتھ وہ نہیں آیا اس لئے کہ مہارتھ ایسی جگہ چلا گیا ہے کہ جہاں شیر شاہ سوری کے جاسوس اس کا پتہ ابھی نہیں لگا سکے۔ یہ بھی مشہور کیا گیا کہ مہارتھ شیر شاہ سوری کے لشکر کو دھوکہ دے کر اچانک حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اور شیر شاہ سوری کی شکست کے درپے ہے۔ شیر شاہ۔ خواص خان اور دوسرے سالاروں نے جب یہ خبر عام کر دی تب شیر شاہ سوری کے اکثر لشکری بھی اس پر اعتبار کرنے لگے۔

اب شیر شاہ سوری کا روز کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ وہ لشکر کے چند دستوں کو مہارتھ کے علاقے کی طرف تین میل کوچ کا حکم دیتا اور یہ ظاہر کرتا کہ وہ لشکری

مہارتھ کی تلاش میں جا رہے ہیں۔ اس طرح شام کو وہ لشکر لوٹتا اور بتاتا کہ ہنوز مہارتھ کا کوئی نشان نہیں مل رہا۔

شیر شاہ سوری کے لشکر کی یہ نقل و حرکت پانچ چھ دن تک جاری رہی۔ اور اس چال کا مغلوں کے دماغ پر اتنا اثر ہوا کہ وہ اپنے آپ کو محفوظ خیال کرنے لگے۔ اور انھوں نے یقین کر لیا کہ شیر شاہ سوری کے لشکر کی نقل و حرکت ان کے خلاف نہیں۔ بلکہ یہ سب کچھ مہارتھ کے خلاف ہے۔ لہذا شیر شاہ سوری کے لشکر سے مغل محفوظ ہیں۔

O

ایک روز صبح ہی صبح شیر شاہ سوری نے خواص خان کو اپنے لشکر کا آدھا حصہ دے کر اپنے پڑاؤ سے روانہ کر دیا۔ کسی نے اس بات پر دھیان نہ دیا ہر کوئی یہ سمجھتا رہا کہ حسب معمول خواص خان لشکر کے ایک حصے کے ساتھ مہارتھ کے خلاف جا رہا ہے۔ لیکن شیخ خلیل کو کچھ شبہ ہو گیا س نے فوراً اس پیش قدمی کی اطلاع ہمایوں کو کر دی لیکن ہمایوں نے خواص خان کی اس نقل و حرکت کو کوئی اہمیت نہ دی۔

تین روز کے بعد نیم شب سے کچھ قبل شیر شاہ نے اپنے سارے سالاروں کا ایک خفیہ اجلاس منعقد کیا اور حسب دستور ان کے سامنے ہمایوں کے خلاف ایک ولولہ انگیز تقریر کی جس میں اس نے یہ بیان کیا کہ کس طرح وعدہ شکن ہمایوں نے شیر شاہ سوری کے ساتھ صلح کے سارے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ جب شیر شاہ سوری کی اس جنگی کونسل کے سب ارکان نے شیر شاہ سوری سے اتفاق رائے کیا تو شیر شاہ سوری نے ہمایوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ ان کے سامنے پیش کر دیا تھا۔

پھر اس اجلاس کو برخاست کرنے سے قبل شیر شاہ سوری نے اپنے سارے سالاروں کو حکم دیا کہ وہ جلد از جلد اپنے سارے سپاہیوں کو جنگ کے لئے صف آرا کر دیں۔ اور ایسا ظاہر کریں کہ انھیں مہارتھ کے حملے کا اندیشہ ہے۔ جب ایک پہر رات باقی تھی تو شیر شاہ سوری کے حکم کے مطابق تمام لشکر مہارتھ کے علاقے کی جانب ڈھائی کوس تک بڑھ گیا تھا۔

اس نقل و حرکت کو ہمایوں اور اس کے لشکریوں سے پوشیدہ رکھنے کے لئے شیر شاہ سوری رات کو اپنے پڑاؤ سے کم از کم پانچ میل جنوب کی جانب گیا تھا یہاں تک کہ خواص خان بھی دریائے کرم ناسہ کے مغربی کنارے کے بالائی حصے کے ساتھ اپنے لشکر کے ساتھ گشت کر رہا تھا۔ اسے بھی شیر شاہ سوری کا انتظار تھا۔

اچانک شیر شاہ سوری نے بھی اپنا رخ بدلا وہ بھی دریائے کرم ناسہ کو پار کر کے مشرقی کنارے کنارے خواص خان سے جا ملا۔ اب متحدہ لشکر دریائے کرم ناسہ کو پار کر کے مشرقی کنارے پر پہونچ گیا۔ جس مقام پر دریا کو عبور کیا گیا تھا وہ دو شاخہ مقام ہمایوں کے پڑاؤ سے تقریباً" پانچ میل کے فاصلے پر تھا۔ شیر شاہ سوری اور خواص خان نے اب تک ہمایوں اور اس کے لشکر پر حملہ آور ہونے کا سارا نقشہ لائحہ عمل پوشیدہ رکھا تھا۔ دریائے کرم ناسہ کو عبور کرنے کے بعد شیر شاہ سوری نے پھر اپنی جنگی کونسل کا اجلاس طلب کیا۔ اس میں خواص خان کے علاوہ سارے سالاروں نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں شیر شاہ سوری نے اپنا سارا جنگی لائحہ عمل اپنے سالاروں کے سامنے ظاہر کیا اور خواص خان کو مخاطب کر کے کہا۔

خواص خان۔ میرے بیٹے۔ میرے فرزند۔ آج ہی رات ہم ہمایوں کے لشکر پر حملہ آور ہوں گے۔ دیکھ میرے بیٹے۔ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک حصہ تمہاری کمانداری میں کام کرے گا جب کہ لشکر کا دوسرا آدھا حصہ میرے پاس رہے گا۔ ہیبت خان نیازی۔ جلال خان جالو اور سرمست خان سروانی تمہارے ماتحت کام کریں گے۔ جب کہ حاجی خان بٹنی اور برہم جیت میرے ہمراہ ہوں گے۔

دیکھ خواص خان۔ میرے بیٹے۔ جنگ کا لائحہ عمل کچھ یہ ہو گا کہ رات کی تاریکی میں تو اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرے گا اور مغلوں کے لشکر کے پہلو پر شب خون مارے گا۔ تیرے شب خون مارنے سے دشمن شاید یہی سمجھے کہ رات کی تاریکی میں شیر شاہ سوری شاید کہیں دور ہے صرف مہارتھ کے تعاقب سے ناکام ہو کر خواص خان نے مغلوں کے لشکر پر شب خون مار کر اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح ہمایوں کا پورا لشکر تیرے سامنے ڈٹ جائے گا اور تجھے بے بس کرنے کی کوشش کرے گا جب ایسا موقع آئے گا تو عین مغلوں کی پشت کی طرف سے

میں حملہ آور ہو جاؤں گا۔ مجھے امید ہے کہ رات کی تاریکی میں ہم دونوں مل کر مغلوں کو اپنے سامنے زیر اور بے بس کر کے رہیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد شیر شاہ سوری خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک اس نے کچھ سوچا پھر خواص خان کی طرف اس نے دیکھا اور پوچھا۔

خواص خان میرے بیٹے۔ تیرا اس لائحہ عمل کے متعلق کیا خیال ہے۔ خواص خان نے اطمینان اور خوشی کا اظہار کیا۔

شیر شاہ۔ میرے محترم۔ میرے مہربان۔ جو لائحہ عمل آپ کا ہے وہی خواص خان کا بھی ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں رات کی تاریکی میں یہاں سے کوچ کروں گا اور مغلوں کے لشکر کے پہلو پر ایسا شب خون ماروں گا کہ ان کے پورے لشکر کو ہلا کر رکھ دوں گا۔ مجھے امید ہے کہ آج کی رات مغلوں کے لشکر کے لئے شکست کی رات ثابت ہو گی۔

خواص خان کا جواب سن کر شیر شاہ سوری کے چہرے پر اطمینان اور مسکراہٹوں کے سائے لہرا گئے تھے۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر وہ کچھ سوچتا رہا اس کے بعد دوبارہ اس نے خواص خان کو مخاطب کیا۔

دیکھ خواص خان میرے بیٹے۔ جیسا کہ تو جانتا ہے یہاں سے ہمایوں کے لشکر کا پڑاؤ تقریباً" پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔ کچھ دیر بعد ہم یہاں سے کوچ کریں گے اور ہمایوں کے لشکر سے تین میل کے فاصلے پر پڑاؤ کریں گے۔ وہاں سے خواص خان میرے بیٹے تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ جانا اور ہمایوں کے لشکر کے پہلو پر شب خون مارنا۔ اتنی دیر تک میں بھی گھات لگاتے ہوئے ہمایوں کے لشکر کے نزدیک ہونے کی کوشش کروں گا۔ رات کی تاریکی میں جب میں دیکھوں گا کہ ہمایوں کا سارے کا سارا لشکر تم سے نپٹنے کے لئے تمہاری طرف سمٹ گیا ہے تب میں پشت کی طرف سے ان پر حملہ آور ہوں گا۔ اور ان کے سارے کس بل نکال کر رکھ دوں گا۔

دیکھ میرے بیٹے۔ یوں جاننا کہ آج کی رات تیرے اور میرے امتحان کی رات ہے اگر آج کی رات ہم ہمایوں کے لشکر پر شب خوان مار کر اپنا مقصد اور مدعا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو مجھے امید ہے کہ بہت جلد مغلوں کی ساری قوت ہمارے سامنے

سرنگوں ہو جائے گی۔

شیر شاہ سوری کی اس گفتگو کے جواب میں خواص خان جواباً کہنے لگا۔

شیر شاہ۔ میرے محترم۔ میرے مہربان۔ میرے محسن۔ آپ مطمئن رہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ میرا شب خون مغل لشکر کو ہراول سے لے کر پشتی دستوں تک ہلا کر رکھ دے گا۔ رات کی تاریکی میں امید ہے کہ میں مغل لشکر پر خوف اور سناٹا طاری کر دوں گا۔

خواص خان کا یہ جواب سن کر شیر شاہ سوری نے اطمینان کا اظہار کیا پھر وہ جنگی مجلس برخاست کر دی گئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا پھر دریائے کرم ناسہ کے قریب سے شیر شاہ سوری کے لشکر نے کوچ کیا اور مغلوں کے لشکر سے تین میل کے فاصلے پر اس نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

ساری نقل و حرکت سے پہلے شیر شاہ سوری نے دریا تک اپنے مخبر اور جاسوس اپنے لشکر کے اردگرد پانچ چھ میل دور تک پھیلا دیے تھے اور انھیں حکم دیا تھا کہ جہاں کہیں بھی وہ مغلوں کے جاسوس یا کسی بھی مخبر کو دیکھیں اسے فی الفور قتل کر دیں تاکہ اس کی پیشقدمی اس کے شب خون کی خبر مغلوں کو نہ ہونے پائے۔ شیر شاہ سوری کے جاسوسوں اور مخبروں نے اپنا بہترین کردار ادا کیا۔ لہٰذا جس وقت شیر شاہ سوری نے مغلوں کے لشکر سے صرف تین میل کے فاصلے پر پڑاؤ کیا اس وقت تک مغلوں کو شیر شاہ سوری اور خواص خان کی نقل و حرکت کی کوئی اطلاع نہ تھی۔

اس کے بعد خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ رات کی تاریکی میں موجۂ گمنام، ناآشنا بشارتوں اور اداس لمحوں کی ان دیکھی کہانیوں کی طرح آگے بڑھا۔ سینۂ [illegible] پر چھائے سناٹے میں وہ مشرق سے جھانکتی روشنی کی طرح ہمایوں کے لشکر کے قریب گیا پھر اس نے ہمایوں کے لشکر کے پہلو پر چیختی جھاگ اگلتی مچلتی ان لہروں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔ جن کی تقدیر سفر پر مد و جزر ہو۔

رات کی تاریکی میں خواص خان نے ہمایوں کے پہلو پر اس زور سے شب خون مارا تھا کہ اس کے پہلے ہی حملے سے ہمایوں کے سامنے آنے والے لشکری تمیز نار و نور اور جنگ کی ساری بانندگی خاموش کر بیٹھے تھے۔ خواص خان نے رات کی تاریکی میں

اپنے سامنے آنے والے ہمایوں کے لشکر کی اگلی صفوں کو یکسر کچل دیا۔ اپنے سامنے آنے والے ہمایوں کے لشکر سے اس نے اعنانِ قوت اظہار چھینا اور اسے گردش بے سود میں تبدیل کر دیا۔ ہمایوں کے لشکر کے اس حصے کی اگلی صفوں کی زندگی کے نشیب میں گرانے اور اپنے سامنے آنے والی ہر شئے کے اسم کو خون میں اتارنے کے بعد وہ ہمایوں کے لشکر میں اندر تک گھسنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

خواص خان کی یہ ہمت اور جرات دیکھتے ہوئے اس کے لشکریوں کے بھی حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ لہٰذا رات کی تاریکی میں پوری طرح خواص خان کا ساتھ دیتے ہوئے وہ بھی ہمایوں کے لشکر کا قتل عام شروع کر چکے تھے۔

تھوڑی دیر تک ہمایوں اور اس کے سالار اور مشیر بھی سنبھل چکے تھے۔ ہمایوں کو خبر کر دی گئی تھی کہ شیر شاہ سوری کے سالار اعلیٰ خواص خان نے مغل لشکر پر شب خون مارا ہے۔ یہ خبر ملتے ہی ہمایوں خود بھی مسلح ہو کر خواص خان کے مقابلے میں آیا اور اپنے سارے سالاروں کو اس نے حکم دیا کہ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ وہ خواص خان کے سامنے آئیں اور اسے گھیر کر زندہ یا مردہ گرفتار کرنے کی کوشش کریں۔ ہمایوں کا یہ حکم ملتے ہی اس کے سارے سالار حرکت میں آئے اپنے اپنے لشکر کے حصے کو لے کر وہ پوری طرح خواص خان پر ٹوٹ پڑے تھے۔

خواص خان بڑی تدبیر کے تحت کام کر رہا تھا۔ اب اس نے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا تھا وہ جانتا تھا کہ تھوڑی دیر بعد پشت کی جانب سے شیر شاہ سوری حملہ آور ہو جائے گا۔ لہٰذا اس کے حوصلے بلند تھے۔

مغل یہ خیال کر رہے تھے کہ شیر شاہ کہیں دور ہی ہے۔ اس کے کہنے پر خواص خان نے ان کے لشکر پر شب خون مار کر ان پر خوف و ہراس شامل کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ ان کی بھول ان کا فریب تھا۔ اس لئے کہ قریب ہی شیر شاہ سوری بھی ڈس لینے والے سانپ کی طرح گھات لگائے بیٹھا تھا اور کسی بھی وقت وہ آتے جاتے لمحوں میں قیامت برپا کر سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب ہمایوں کے لشکری یہ خیال کر رہے تھے کہ اب وہ پوری طرح حملہ آور ہونے والے خواص خان پر چھانے لگے ہیں تو رات کی تاریکی میں چوسہ

سے باہر میدان جنگ میں ایک خونی انقلاب رونما ہوا شیر شاہ سوری گلیوں اور گھروں میں چپ چاپ سرسراتی ہوا' خوف کے خونی گوشوں' شہر کی آوارہ گرد خاموشیوں کی طرح آگے بڑھتا ہوا ہمایوں کے لشکر کی پشت کی طرف آیا پھر پشت کی طرف سے اس نے وقت کے بدلتے انداز میں سرسراتی موت' شام سے آخر شب تک سورج کے خلاف سازشیں کرتی تاریکیوں کی طرح حملہ کر دیا تھا اپنے زور دار حملے میں شیر شاہ سوری اپنے لشکریوں کے ساتھ ہمایوں اور اس کے لشکر پر غم پرستی کے سیاہ ابھر اور صاف پانی کے چشمہ میں جھلملاتے عکس کی طرح چھانے لگا تھا۔ اس نے جس سمت سے ہمایوں کے لشکر پر حملہ کیا تھا اس سمت اس نے ہمایوں کے لشکریوں کی حالت سسکتی بجھتی موہوم آس جیسی بنا کے رکھ دی تھی۔

دوسری جانب سے شیر شاہ سوری کے حملہ آور ہونے کے باعث اب ہمایوں کے لشکر میں واقعی ایک طرح کی ابتری برپا ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک پہلے ہمایوں اور اس کے سالار اپنے پورے لشکر کے ساتھ خواص خان کو گھیر کر اس کا خاتمہ کرنے کے درپے تھے لیکن جس وقت پشت کی جانب سے کسی خونخوار درندے اور ڈس لینے والے سانپ کی طرح شیر شاہ سوری نے حملہ کیا تب مغلوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ انھوں نے خواص خان کو گھیرنے کی ساری تدبیریں ترک کر دیں ہمایوں کے کہنے پر اس کے سالاروں نے فوراً" اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ آدھا حصہ خواص خان کے سامنے جما رہا دوسرا آدھا شیر شاہ سوری کی راہ روکنے لگا۔

خواص خان پر جب دباؤ کم پڑا تو اس نے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر دی اور وہ دشمن کے لشکر کو پیچھے دھکیلنے لگا تھا۔ دوسری طرف شیر شاہ سوری نے بھی اپنے لشکر سے ٹکرانے والے ہمایوں کے لشکر کو جمنے نہ دیا اور وہ انھیں خون میں ڈبوتا ہوا پیچھے دھکیلنے لگا تھا۔

چوسہ شہر سے باہر کھلے میدانوں میں خونی رن پڑا تھا رات کے وقت موت اپنے دامن دل میں ایک کائینات لئے صف بہ صف کاسۂ حیات کو لخت لخت کرنے لگی تھی مرگ خونی خواب اوڑھے ان گنت لوگوں کو نگلنے کے لئے پھیلتی جا رہی تھی بالکل اس سحر کی طرح کہ جو شام کے تعاقب میں صبح فردا کا انتظار ختم کرنے کے لئے لگ گئی

تھی۔ میدان جنگ میں چیخ و پکار کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ فراقت و ہجر کے اوطاق خون آلود ہونے لگے تھے انسان ترسی کی قدریں جو ہرفن حسن روح انفعالیت اور شکست ذات کا شکار ہونے لگے تھے۔

چوسہ کے نواح میں صبح تک ہامیوں اور شیر شاہ سوری دونوں کے لشکریوں میں گھمسان کی جنگ ہوتی رہی سورج ابھی طلوع بھی نہ ہوا تھا کہ ہمایوں کے لشکر میں شکست کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ ہمایوں بڑی جانفشانی بڑی دلیری اور بڑی جرات مندی سے لڑا تھا۔ لیکن اس کی شجاعت اس کی بہادری اس کی ذاتی دلیری اس کے لشکریوں کو بھاگنے سے نہ روک سکی اس جنگ میں ہمایوں کا بایاں بازو بھی زخمی ہو گیا تھا۔ اپنے شہنشاہ کو زخمی حالت میں دیکھتے ہوئے اس کے لشکری اور زیادہ جی چھوڑنے لگے تھے۔

26 جون سن 1539ء کا سورج جب چوسہ کے نواح میں طلوع ہوا تو اس وقت تک شیر شاہ سوری کے لشکر نے ہمایوں کے لشکریوں کو بدترین شکست دے دی تھی اور ہمایوں کے لشکری جان بچانے کے لئے ادھر ادھر بھاگنے لگے تھے۔ ہمایوں ابھی تک بڑی جراتمندی اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدان جنگ میں اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ جما ہوا تھا۔ شیر شاہ سوری اور خواص خان دونوں ہی اسے گھیرتے ہوئے اسے زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

ہمایوں کو گرفتاری سے بچانے کے لئے اس کے سپاہی اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اس میدان جنگ سے باہر نکال کر دریائے گنگا کے کناری لے گئے ۔ہمایوں نے جب دیکھا کہ اس کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی ہے اور اس کے لشکری تتر بتر ہو کر اپنی جانیں بچانے کے لئے ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں اور یہ کہ شیر شاہ سوری اور خواص خان نے اپنے لشکر کے حصوں کے ساتھ بری طرح ان کا تعاقب کرتے ہوئے انھیں کاٹ رہے ہیں تب ہمایوں نے ایک بہت بڑا فیصلہ کیا۔

اپنی جان بچانے کے لئے ہمایوں نے اپنا گھوڑا دریائے گنگا میں ڈال دیا لیکن گھوڑے سے گر پڑنے کی وجہ سے ہمایوں دریائے گنگا میں ڈوبنے ہی والا تھا کہ ایک بہشتی نے جس کا نام نظام تھا اور جو اس وقت مشک کی مدد سے دریا پار کر رہا تھا اس

نے ہمایوں کو ڈوبنے سے بچا لیا اور ہمایوں کو دریائے گنگا کے دوسرے کنارے لے گیا تھا۔

لیکن ہمایوں کی بد قسمتی کہ اس جنگ میں شکست کے بعد اس کے حرم کی ساری عورتیں اور اس کے پڑاؤ کی ہر شے شیر شاہ سوری کے ہاتھ لگ گئی تھی تاریخ میں کوئی ناگہانی حملہ اس سے زیادہ کامیاب نہیں ہوا تھا۔ ہمایوں کے شاہی حرم کی بیگمات اور دوسری عالی خاندانوں کی مستورات کی ایک کثیر تعداد شیر شاہ سوری کے ہاتھ پڑی تھی۔ اس جنگ میں شیر شاہ سوری اور خواص خان کے ہاتھوں ہمایوں کے ہزاروں لشکری تہہ تیغ ہو گئے اور ہزاروں ہی دریائے گنگا میں ڈوب مرے۔

شیر شاہ سوری نے ہمایوں اور اس کے سالاروں اور مشیروں کی بیگمات اور بچوں کے ساتھ جو اس کے تصرف میں آگئے تھے بہت ہی شائستہ اور مہذبانہ سلوک کیا۔ شہنشاہ ہمایوں کی ملکہ جس کا نام حاجی بیگم تھا۔ اور دوسرے سرداروں کی بیگمات شیر شاہ سوری کے سامنے آئیں تو شیر شاہ سوری ان کی تعظیم ان کی عزت کرتے ہوئے اپنے گھوڑے سے کود پڑا انھیں تسلی اور تشفی دی اور ہر طریقہ سے ان کی عزت افزائی کی شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کے مناد کو بلا کر حکم دیا کہ تمام لشکر میں اعلان کر دیا جائے کہ کوئی بھی لشکری کسی مغل عورت و بچے کو قیدی نہ بنائے بلکہ ان سب کو اس خیمہ گاہ میں پہنچا دیا جائے جس کا انکے لئے انتظام کیا جا رہا ہے اس کے ساتھ ہی شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کے ایک طرف ایک خیمہ گاہ کا انتظام کیا پھر ہمایوں کے حرم کے علاوہ ہمایوں کے لشکر کی جس قدر عورتیں قید ہو کر شیر شاہ سوری کے پاس آئیں تھیں ان سب کو عزت اور احترام کے ساتھ اس خیمہ گاہ میں منتقل کر دیا گیا تھا۔

○

چوسہ کی لڑائی میں شیر شاہ سوری کے ہاتھوں ہمایوں کی شکست نے مغلیہ سلطنت پر وہی اثر ڈالا جو سورج گڑھ کی لڑائی کا بنگال کی ریاست پر اثر ہوا تھا۔ اب شیر شاہ سوری کی خواہشات کا افق وسیع تر ہوتا چلا گیا تھا۔ اب سے صرف بارہ ماہ پیشتر تک وہ اپنے آپ کو سلطنت مغلیہ کا باج گزار بن کر بنگال میں رہنے سے خوش رہتا لیکن اب

قسمت کے صرف ایک ہی داؤ نے اسے بنگال اور بہار کی ریاستوں کے علاوہ جونپور کی مسلم ریاست کا بھی مختار حکمران بنا دیا تھا۔ اب وہ دہلی کے شہنشاہ سے ہمعصری کا دعویٰ کر سکتا تھا اب شیر شاہ سوری جیسے جرات مند اور دلیر فاتح کے لئے دہلی دور نہ تھی۔

دریائے گنگا میں ڈوبنے سے بچ کر ہمایوں اپنی شکست خوردہ پسماندہ افواج سے غازی پور کی طرف گیا اور وہاں سے بنارس اور چنار کی طرف بھاگا۔ چنار اس وقت تک ہمایوں کے لشکر ہی کے قبضے میں تھا۔ لہٰذا اپنے شکست خوردہ لشکر کے ساتھ ہمایوں چنار کے قلعے میں داخل ہوا اور تین روز تک وہاں اس نے قیام کیا۔

لیکن ہمایوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اسے شکست دینے کے بعد شیر شاہ سوری کے اور اس کے لشکریوں کے حوصلے چونکہ بلند ہو چکے ہیں لہٰذا چوسہ کی فتح کے بعد شیر شاہ سوری ضرور چنار پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا اس لئے کہ چنار اس کا پسندیدہ قلعہ تھا اور ہر صورت میں وہ اسے قبضہ کر لینے کی کوشش کرے گا۔ اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے ہمایوں چنار سے بھی اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ نکل کھڑا ہوا۔

وہ گنگا کے جنوبی کنارے کی سڑک پر گامزن ہوا آخر گنگا کے کنارے سفر کرتے ہوئے ہمایوں اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ دریائے گنگا اور جمنا کے سنگم پر جا پہنچا۔ یہاں وہ حیرت زدہ ہو کر رکا کیوں کہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دریا کو کس طرح پار کیا جائے اس وقت اس کے پاس کشتیوں کا کوئی انتظام نہ تھا اور کشتیوں کے بغیر نہ وہ خود اور نہ اس کے لشکری دریا کو پار کر کے محفوظ علاقوں کی طرف جا سکتے تھے۔

جس وقت ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ دریائے گنگا اور جمنا کے سنگم پر کسمپرسی کی حالت میں تھا اس وقت اریل کا راجہ بیربھان ہمایوں کی مدد کے لئے پہنچ گیا۔ راجہ بیربھان اریل کے علاقے کا راجا تھا۔ جو الہ آباد کے علاقے سے متصل تھا ماضی میں ہمایوں چونکہ اس پر بڑا مہربان تھا لہٰذا مصیبت کے وقت راجہ بیربھان نے ہمایوں کی مدد کرنے کا عہد کیا ہمایوں اور اس کے لشکری چار پانچ دن کے بھوکے پیاسے تھے راجہ انھیں اپنے علاقے میں لے گیا ایک بازار اس نے کھلوایا ہمایوں اور اس کے سارے لشکریوں کا اس نے کھانے کا انتظام کیا اس کے علاوہ ان کی رہائش اور ان کے گھوڑوں

کے دانے چارے کا بھی اس نے خوب بندوبست کیا۔ اس طرح شیر شاہ سوری کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد ستانے اور آرام کرنے کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ ہمایوں نے اریل کے راجہ بیربھان کے ہاں پناہ لے لی تھی۔

O===O===O

چوسہ کے نواح میں ہمایوں کو شکست دینے کے بعد شیر شاہ سوری نے ہمایوں کے پڑاؤ پر قبضہ کیا اس پڑاؤ سے شیر شاہ سوری کو خوراک کے ذخائر کے علاوہ جنگ میں کام آنے والا بہت سا سامان بھی ہاتھ لگا تھا۔ اس سامان میں سے اکثر حصہ شیر شاہ سوری نے اپنے لشکریوں میں بانٹ دیا تھا جس سے شیر شاہ سوری کے لشکریوں کا حوصلہ پہلے سے بھی دو چند ہو گیا تھا اس لئے کہ ہمایوں کو شکست دینے کے بعد اس کے لشکری پہلے ہی اپنے اندر ایک عجیب ولولہ اور قوت محسوس کر رہے تھے جب شیر شاہ سوری نے ہمایوں کے پڑاؤ سے ملنے والی چیزوں سے انھیں نوازا تو اس طرح ان کے جنگی جذبے کو ایک طرح سے اور جلا ملی تھی۔

جنگ کے بعد جس وقت شیر شاہ سوری اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا خیمے کے سامنے خواص خان نمودار ہوا اور خیمے کے دروازے پر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے شیر شاہ سوری کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ آپ نے مجھے طلب کیا ہے شیر شاہ سوری نے اپنے پہلو میں خالی نشست پر ہاتھ مارا اور کہا۔

خواص خان میرے بیٹے یہاں میرے پاس آکر بیٹھو میں نے تمھیں چند اہم کاموں کے سلسلے میں بلایا ہے اس پر خواص خان آگے بڑھا اور شیر شاہ سوری کے پہلو میں جا کے بیٹھ گیا تھا۔

جس وقت خواص خان شیر شاہ سوری کے خیمے میں گیا تھا عین اسی وقت گنگا کے خیمے میں اوما داخل ہوئی اس وقت گنگا کے پاس نیرل بیٹھی ہوئی تھی۔ اوما کو اپنے خیمے کے دروازے پر دیکھتے ہی گنگا بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھی اور والہانہ انداز میں آگے بڑھتی ہوئی اوما سے لپٹ گئی تھی پھر اوما کو لپٹائے ہی لپٹائے اس نے خیمے کے وسط میں نیرل کے پاس لا کر اس کا تعارف نیرل سے کرایا پھر تینوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئیں اور اوما نے بڑی فکر مندی سے گنگا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دیکھ گنگا جس وقت برسات کی اس رات ایک بوڑھی عورت تمھیں بلا لائی تھی اور تم رات بھر نہیں آئیں تو میں نے رات تو کسی نہ کسی طرح کاٹ لی اس لئے کہ مجھے اطمینان تھا کہ تم خواص خان کے پاس گئی ہو جب دوسرے روز بھی تم نہ آئیں تو میں شام کے قریب خواص خان کی حویلی میں گئی وہاں سے مجھے پہریداروں سے پتا چلا کہ گنگا نام کی کوئی لڑکی وہاں نہیں گئی تھی اس پر میں بڑی پریشان ہوئی تھی لیکن میں کچھ نہیں کر سکتی تھی میں نے تمھیں رہتاس میں بڑا تلاش کیا لیکن تم مجھے نہیں ملیں۔ جواب میں گنگا بے چاری نے ودھوا آشرم سے اغوا ہونے مہارتھ کے مسکن میں جانے اور وہاں سے خواص خان کے ہاتھوں رہائی پانے کی ساری داستان کہہ سنائی تھی۔

یہ ساری داستان سن کر اوما کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہی تھی دیکھ گنگا میں خوش ہوں کہ تم پر احسان کرنے والا کوئی اور نہیں تمھارا اپنا ہی خواص خان ہے پر اب یہ کہو کہ تمھاری اور خواص خان کی کیا کیفیت ہے اس پر مسکراتے ہوئے گنگا کہنے لگی دیکھ اوما میری بہن! خواص خان بہت اچھے انسان ہیں انتہائی ہمدرد اور محبت کرنے والے ہیں گیتا کی حیثیت سے اب یوں جانو وہ مجھے بے پناہ محبت کرنے لگے ہیں اوما جواب میں بولی۔

دیکھ گنگا میں تمھیں تمھاری اس کامیابی پر مبارکباد دیتی ہوں اب میرے خیال میں تمھیں چہرے سے نقاب اتار کر اپنی پوری اصلیت کے ساتھ خواص خان کے سامنے آجانا چاہیے اور اسے بتا دینا چاہئے کہ حقیقت میں تم گیتا نہیں گنگا ہو۔ اس پر

گنگا خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

نہیں اوما میری بہن ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے اگر میں نے ایسا کیا تو میں ڈرتی ہوں کہ خواص خان اسے دھوکہ ہی خیال کریں گے وہ یہ سمجھیں گے کہ میں نے ان کی محبت کو دھوکہ دہی سے حاصل کرنے کی کوشش کی یعنی جو کام میں گنگا کی حیثیت سے نہ کر سکی وہ گیتا کی حیثیت سے کر لیا دیکھ اوما میری بہن میں گنگا کے لئے بھی خواص خان کے دل میں محبت اور پریم پیدا کرنا چاہتی ہوں اس کے بعد میں نقاب اتار کر خواص خان کے سامنے آؤں گی اس وقت مجھے بے فکری ہو گی اس لئے کہ اس وقت تک خواص خاں گنگا اور گیتا دونوں سے پیار کرتے ہوں گے جس روپ میں بھی میں ان کے سامنے آؤں گی ان کے دل میں میرے لئے محبت اور پریم ہی ہو گا اوما پوچھنے لگی دیکھ میری بہن اس طرح کیسے ممکن ہے گنگا کہنے لگی۔

دیکھ اوما میری بہن میں نے اسی لئے تو تمھیں یہاں بلایا ہے ویسے بھی میں تمہیں خبر کرنا چاہتی تھی کہ میں اب خواص خان کے لشکر میں ہوں محفوظ ہوں اور تمھیں میرے متعلق کسی قسم کے فکر اور اندیشے کی ضرورت نہیں دیکھ اوما خواص خان کے دل میں گنگا کے لئے پریم اور محبت جگانے کے لئے جو بھی لائحہ عمل میں اختیار کرنے لگی ہوں اس میں مجھے آقا شیر شاہ سوری کی پوری حمایت اور مدد حاصل ہے بلکہ ان کے اہل خانہ بھی ہر طرح سے اس سلسلے میں میرے حمایتی اور رازدار ہیں اب جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں تو غور سے سن جو مسلح سپاہی تمھیں لینے گئے تھے وہ بھی میں نے شیر شاہ سوری ہی کے کہنے پر بھجوائے تھے اب تھوڑی دیر تک تو خواص خان کی طرف جائے گی انھیں جا کے بتانا کہ گنگا بے پناہ طور پر اسے محبت کرتی ہے آج کل وہ کسمپرسی کی زندگی بسر کرتی ہے تو گنگا کے سلسلے میں طرح طرح کے مظالم من گھڑت داستانیں بتانا انھیں یہ بھی بتانا کہ کس طرح جگہ جگہ اور مختلف مکانوں میں وہ کسمپرسی کی زندگی بسر کرتی رہی اور یہ کہ لوگ اس کی عزت کے درپے رہے اور اسے یہ بھی بتانا کہ اب وہ بیچاری لوگوں کے خوف اور ڈر سے تنگ آکر تمھاری حویلی میں پناہ لئے ہوئے ہے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے اور آخر میں اسے یہ بھی کہنا کہ گنگا نے قسم کھا رکھی ہے کہ جیتے جی صرف خواص خان کو ہی اپنی زندگی کا ساتھی مانے گی ورنہ

مر کے قبر میں دفن ہونا پسند کرے گی۔ ہاں تو اپنی طرف سے بھی خواص خان سے میری کسمپرسی اور مظلومیت کی داستان کہنا اور اس سارے کام کا مقصد یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح خواص خان کے دل میں گنگا کے لئے محبت پیدا ہو اور آخر میں اس سے یہ بھی التجا کرنا کہ وہ گنگا کو رہتاس سے نکال کر اپنے پاس لے آئے اس لئے کہ وہاں گنگا کی جان اور عزت دونوں ہی غیر محفوظ ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد گنگا تھوڑی دیر کے لئے رکی پھر اودا سے کہا دیکھ اودا اب میں تیرے ساتھ ایک محافظ بھجواتی ہوں تو اس محافظ کے ساتھ شیر شاہ سوری کے خیمے کی طرف جا اس وقت خواص خان شیر شاہ سوری کے خیمے میں موجود ہوگا جو کچھ میں کر رہی ہوں یہ آقا شیر شاہ سوری ہی کے لائحہ عمل کے مطابق ہے تو وہاں جائے گی اور خواص خان سے اس موضوع پر گفتگو کرے گی تو شیر شاہ سوری بھی اس موضوع پر خواص خان سے بات کریں گے اور میرے خیال میں خواص خان ضرور گنگا کو اپنے پاس رکھنے پر آمادہ ہو جائیں گے بس ایک بار اودا میری بہن اگر خواص خان کے دل میں گنگا کے لئے محبت پیدا ہو گئی تو میں جانوں گی میں نے اپنی کھوئی منزل پالی ہے میں نے اپنی زندگی کا گوہر مقصود حاصل کر لیا ہے۔

دیکھ اودا ابھی میں اپنا جسم اور چہرہ ڈھانپ کر گیتا اور ودھوا کی حیثیت سے خواص خان کے پاس جاتی ہوں ہچکچا کر ان سے گفتگو کرتی ہوں کم بولتی ہوں کہ کہیں وہ مجھے پہچان ہی نہ لیں بہر حال یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ گیتا کی حیثیت سے مجھے بے پناہ پریم کرنے لگے ہیں لیکن میں گنگا کی حیثیت سے بھی ان کی محبت حاصل کرنا چاہتی ہوں جس وقت ایسا ہوا اس وقت میں اپنے چہرے سے نقاب ہٹاؤں گی اور ان کی زندگی کی ساتھی بننے کی کوشش کروں گی۔ دیکھ اودا جب تک میں یہ اندازہ نہیں لگا لیتی کہ خواص خان گنگا سے بھی محبت کرتے ہیں اس وقت تک میں اپنا آپ ظاہر نہیں کروں گی اب تو میرے ساتھ آ میں تجھے ایک محافظ کے ساتھ بھجواتی ہوں وہاں تو شیر شاہ سوری کی موجودگی میں خواص خان سے میری مظلومیت کی مصنوعی داستان کہنا۔

اودا ایک بات تم سے کہنا بھول ہی گئی۔

اور وہ یہ کہ جب تم میری مظلوطیت کی داستان خواص خان سے کہے اور خواص

خان گنگا کو رہتاس سے یہاں لانے پر آمادہ ہو جائے گنگا یہیں تک کہنے پائی تھی کہ اودا نے فوراً" اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

دیکھ گنگا میری بہن جب میں خواص خان سے یہ کہوں گی کہ گنگا رہتاس میں دربدری کی زندگی بسر کرتی رہی ہے اور اب اس نے لوگوں کے مظالم سے تنگ آکر تمھاری حویلی میں پناہ لے لی ہے اور اگر خواص خان اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ گنگا کو وہاں سے نکال کر لشکر میں لایا جائے اور وہ تمھیں لانے کے لئے رہتاس کی طرف روانہ ہو گیا تو پھر کیا بنے گا۔ اس پر گنگا کہنے لگی تو نے میری بات سنی نہیں میں یہی تو کہنے والی تھی۔

دیکھ اودا جب خواص خان گنگا کو رہتاس سے یہاں لانے پر آمادہ ہو گا تو تو اس سے کہنا کہ گنگا کو لانے کے لئے تم بھی خواص خان کے ساتھ جاؤ گی خیمے سے نکل کر پہلے تم سیدھی میرے پاس آنا مجھے اس کی اطلاع کرنا میں تمھیں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ یہ سارا معاملہ شیر شاہ سوری کے کہنے پر کیا جا رہا ہے پھر شیر شاہ سوری میرے ساتھ محافظ روانہ کریں گے جو مجھے بڑی برق رفتاری سے رہتاس میں خواص خان کی حویلی میں پہنچا دیں گے۔ تمھارا کام یہ ہو گا کہ تم میری روانگی کے بعد خواص خان کو آہستہ آہستہ سفر کرتے ہوئے رہتاس کی طرف لے کر آنا تاکہ میں اگر رہتاس صبح کے وقت پہنچوں تو خواص خان دوپہر یا شام کے وقت وہاں پہنچے اس سلسلے میں شیر شاہ سوری مزید یہ احتیاط کر رہے ہیں کہ یہاں سے شیر شاہ سوری کی حویلی کے لئے نئے محافظ بھجوا رہے ہیں اور انھیں میرے متعلق مکمل ہدایات جاری کی جا رہی ہیں تاکہ خواص خان اگر ان سے میرے متعلق پوچھیں تو کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے دیکھ اودا اب تو سارا معاملہ سمجھ گئی ہو گی اب تو میرے ساتھ آ میں تیرے ساتھ محافظ روانہ کرتی ہوں وہ تمھیں شیر شاہ سوری کے خیمے کی طرف لے جاتا ہے۔

اودا چونکہ سارا معاملہ سمجھ چکی تھی لہٰذا مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی گنگا اسے لے کر اپنے خیمے کے دروازے پر آئی وہاں جو محافظ پہرہ دے رہا تھا اس سے اس نے اودا کو شیر شاہ سوری کے خیمے کی طرف لے جانے کو کہا محافظ چپ چاپ حرکت میں آیا اور اودا کو اپنے ساتھ شیر شاہ سوری کے خیمے کی طرف لے گیا تھا۔ گنگا مطمئن

مسکراتی ہوئی دوبارہ اپنے خیمے کے وسط میں نیرل کے پاس جا کر بیٹھ گئی تھی۔

دوسری جانب خواص خان جب شیر شاہ سوری کے پہلو میں بیٹھ گیا تب شیر شاہ سوری نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

خواص خان میرے بیٹے میں نے تمہیں دو کاموں کے سلسلے میں طلب کیا ہے۔

پہلا کام یہ کہ مجھے خبر ملی ہے کہ چوسہ میں ہمارے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد ہمایوں نے اریل کے راجہ بیربھان کے ہاں پناہ لے لی ہے کہتے ہیں بیربھان ماضی میں ہمایوں کا بڑا ممنون رہا ہے بہرحال اریل کے راجہ بیربھان کو ہم ہمایوں کو پناہ دینے کی سزا جلد یا بدیر ضرور دیں گے دیکھ خواص خان میرے بھائی میں نے اپنے کچھ مخبروں کو پھیلا دیا ہے جو ہمایوں اور اس کے بھائیوں اور ان کے لشکریوں کے متعلق تفصیل کے ساتھ خبریں دیں گے اس کے بعد میں ہمایوں یا اس کے بھائیوں کے پیچھے مختلف لشکر لگاؤں گا تا کہ کہیں بھی ان کے قدم نہ جمنے دیئے جائیں۔

خواص خان میرے بھائی یہ تو ایک کام ہے دوسرا کام میرے بیٹے تمہاری ذات سے متعلق ہے اس پر خواص خان نے چونک کر شیر شاہ سوری کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا میری ذات سے متعلق کیا کام ہے؟ شیر شاہ سوری کہنے لگا۔ خواص خان میرے بیٹے میرے بچے تم جانتے ہو کہ جس طرح میں اپنے بیٹوں سے شفقت اور محبت کرتا ہوں ایسی شفقت اور محبت میں تمہارے لئے بھی رکھتا ہوں دیکھ میرے بیٹے میں چاہتا ہوں کہ تمہارا گھر آباد ہو تمہارے بیوی بچے ہوں خواص خان میں نے رہتاس کی راجکماری گنگا کو اس سلسلے میں تمہارے حوالے کیا تھا۔ بے شک میں نے اسے لونڈی کی حیثیت سے تمہارے حوالے کیا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ تم گنگا کو اپنی زندگی ساتھی بنا لیتے اس لئے کہ ماضی میں تم اسے چاہتے رہے ہو اور اس سے محبت کرتے رہے ہو دیکھ بیٹے میں نے گنگا کو اسی نظریے سے تمہارے حوالے کیا تھا کہ تم ماضی کی محبت اور پریم کے تحت اسے اپنا لو گے اسے اپنی زندگی کا ساتھی بناؤ گے اور اس کے ساتھ پر سکون زندگی بسر کرو گے۔

دیکھ بیٹے اب تک میں تمہارے معاملے میں بالکل نہیں بولا لیکن اب میں خاموش نہیں رہوں گا گنگا ایک ایسی لڑکی تھی میں سمجھتا ہوں کہ ایسی حسین اور

خوبصورت لڑکی میں نے کبھی نہیں دیکھی اگر تم اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنا لیتے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ اور تم خود بھی خوش قسمت ترین کہلاتے اس پر خواص خان نے بولتے ہوئے کہا۔

شیر شاہ سوری میرے آقا میرے محسن آپ کا کہنا درست ہے پر آپ کو یہ بھی خبر ہو گی کہ ماضی میں گنگا میری تذلیل میری پستی کا باعث بنی رہی تھی اسی تذلیل اور پستی کی بناء پر میں نے اپنے دل میں اس کے لئے محبت کی جگہ نفرت پیدا کر لی تھی اس پر شیر شاہ سوری نے جھٹ کہا۔

دیکھ خواص خان میرے بیٹے زندگی میں اونچ نیچ نارضگی تلخی سب کچھ ہوتا رہتا ہے لیکن بیٹے ایسے کاموں کی وجہ سے جس چیز کو چاہا جائے اس کے لئے نفرت تو نہیں پیدا کر لی جاتی خواص خان تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر کہنے لگا۔

شاید آپ کو خبر ہو گی میں نے اب گیتا کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا تہیہ کر لیا ہے میں اسے پسند کرتا ہوں وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے اس نے ایک کام کے سلسلے میں قسم کھا رکھی ہے جب تک اس کی وہ قسم اور سوگند پوری نہیں ہوتی اس وقت تک نہ وہ مجھ سے شادی کرے گی نہ اپنے چہرے سے نقاب ہٹائے گی میرے خیال میں جب بھی اس کی یہ قسم پوری ہوئی وہ میری زندگی کا ساتھی بن جائے گی شیر شاہ میرے آقا گو میں آج تک گیتا کو نہیں دیکھ رکھا لیکن میرا دل کہتا ہے کہ وہ بڑی خوبصورت بڑی سلجھی ہوئی لڑکی ہے ماضی میں اس کے ساتھ ظلم و زیادتی ہوئی ہے میں اس کے ساتھ شادی کر کے اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنا کے اس کی ماضی کی تلخیوں کی تلافی کر دینا چاہتا ہوں۔

اس پر شیر شاہ سوری کہنے لگا۔

دیکھ بیٹے یہ بہت اچھی بات ہے کہ تم گیتا کو پسند کرتے ہو اور اس کی ماضی کی تلخیوں کی تلافی کرنا چاہتے ہو پر تم گنگا کی تلخیوں کی تلافی کیوں نہیں کرنا چاہتے دیکھ بیٹے ماضی میں گنگا سے کچھ زیادتیاں ہوئی تھیں پر یہ بھی تو دیکھو کہ اس نے اپنی ہر زیادتی کی تم سے معافی مانگ لی تھی مجھے تو یہاں تک پتا چلا ہے کہ معافی مانگنے کے لئے بے چاری تمہارے پاؤں تک میں گر گئی تھی۔ یعنی ایک طرح سے تمہاری محبت اور

پریم میں اس نے اپنے آپ کو انتہائی پستی اور تذلیل میں گرا کے رکھ دیا تھا وہ ہر صورت میں تمہیں حاصل کرنا چاہتی تھی۔ ہر صورت میں تمہاری محبت اپنی جھولی میں ڈالنا چاہتی تھی۔ لیکن میں نے سنا ہے تم نے اسے خوب ذلیل کیا اور اسے ایک طرح سے دھکے دے کر ہر بلا اپنے خیمے سے نکال باہر کیا۔ بیٹے۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ میں فکر مند ہوں کہ وہ لڑکی نہ جانے کہاں اس وقت دھکے کھا رہی ہو گی۔ خواص خان جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک محافظ اندر آیا اور شیر ساہ سوری کو کہنے لگا آقا اوما نام کی ایک لڑکی امیر خواص خان سے ملنا چاہتی ہے۔ اس پر خواص خان اپنی جگہ پر فوراً" اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ شیر شاہ سوری میرے محسن۔ میں اس لڑکی سے ملنے کے بعد پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ یہ اوما نام کی وہی لڑکی ہے جو کبھی رہتاس میں راجکماری گنگا کی باندی ہوا کرتی تھی یہ گنگا کے ساتھ میری حویلی سے نکل کر نہ جانے کہاں چلی گئی تھی میں اس سے پوچھتا ہوں کہ اس کا کیا حال ہے اور آج کل وہ کہاں سے شیر شاہ سوری کہنے لگا نہیں خواص خان تم اپنی جگہ پر بیٹھو میں اوما کو اندر بلاتا ہوں تاکہ میں بھی اس سے جان سکوں کہ وہ اور گنگا تمہاری حویلی سے نکل کر کہاں گئیں اور ان دنوں گنگا کس حال میں اور کہاں ہے۔

شیر شاہ سوری کے کہنے پر خواص خان پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا شیر شاہ سوری نے خیمے میں آنے والے محافظ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اوما نام کی جس لڑکی کا تم نے ذکر کیا ہے اسے میرے خیمے میں لے کر آؤ۔ وہ محافظ باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد اوما خیمہ میں داخل ہوئی شیر شاہ سوری نے اپنے سامنے اوما کو بیٹھنے کے لئے کہا اوما چپ چاپ سہمی سہمی سی آگے بڑھی اور شیر شاہ سوری کے سامنے بیٹھ گئی اس کی طرف دیکھتے ہوئے خواص خان نے پوچھا اوما میری بہن تم کیسی ہو اوما بے چاری نے شکووں اور شکایت بھرے انداز میں خواص خان کی طرف دیکھا پھر وہ روہانسی سی آواز میں کہنے لگی۔

خواص خان تم نے مجھے اپنی بہن بنایا تھا پر تم کیسے بھائی ہو بہن کی خبر تک نہ لی اچھا جو تمہیں شکوے شکایتیں ہیں وہ بعد میں ہوں گی پہلے یہ بتاؤ کہ میری حویلی سے نکل کر تم گنگا کے ساتھ کہاں چلی گئی تھیں خواص خان نے بڑی نرمی سے کہا تھا۔

جواب میں اوما تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔

دیکھو خواص خان میرے بھائی میری اور گنگا کی مظلومیت کی داستان بڑی طویل اور بڑی عبرت خیز ہے جس وقت آقا شیر شاہ سوری نے ایک لونڈی کی حیثیت سے گنگا کو آپ کے حوالے کر دیا تھا تو میں بڑی خوش تھی میرا خیال تھا کہ آپ گنگا کو اپنی زندگی کا ساتھی بنا لیں گے اور میں بھی تم دونوں کے ساتھ رہتے ہوئے اپنی زندگی پر سکون ماحول میں گزار دوں گی اس لئے کہ آپ نے مجھے اپنی بہن کہہ رکھا تھا لیکن آپ کی وجہ سے ساری امیدیں الٹی پڑ گئیں آپ نے گنگا کو ٹھکرا دیا حالانکہ ماضی میں گنگا نے آپ بے پناہ محبت اور پریم کرتے رہے ہیں اس بیچاری نے بار بار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو منانے کی کوشش کی آپ کے پاؤں تک پر گر پڑی ہاتھ جوڑے منتیں کیں اپنی ماضی کی جو غلطیاں تھیں اس کی بھی معافیاں اس نے مانگیں لیکن آپ نے ہر بار اس کی التجا کو پائے حقارت سے ٹھکرایا بلکہ دھکے دے کر اسے اپنے پاس سے نکال دیا مجبور ہو کر وہ بے چاری آپ کی حویلی سے نکل پڑی مجھے بھی اس نے اپنے ساتھ لے لیا۔

دیکھو خواص خان میرے بھائی گنگا کے ساتھ میں نے ایک باندی کی حیثیت سے عمر کا کافی حصہ گزارا تھا مجھے اس کے طور طریقے اس کا اخلاق و کردار پسند تھا اور پھر ماں باپ کے مرنے کے بعد میں اسے تنہا اور اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتی تھی وہ خوبصورت حسین اور جوان ہونے کی وجہ سے ویسے بھی معاشرے کے اوباش افراد سے اپنے لئے خطرہ محسوس کرتی تھی لہٰذا میں اس کے ساتھ چلی گئی۔

خواص خان میرے بھائی آپ کو اطلاع اس لئے نہیں دی کہ آپ کو گنگا سے کوئی دلچسپی کوئی ہمدردی نہ تھی میں اور گنگا دونوں رہتاس میں آپ کی حویلی سے نکل کر گنگا کے ایک قریبی رشتے دار کے ہاں چلی گئی ہم نے ایک طرح سے ان کے ہاں پناہ لی تھی گنگا اور میری مرضی یہ تھی کہ اس کے ہاں رہتے ہوئے زندگی کے باقی ماندہ دن گزار دیں گی میں نے گنگا سے یہ بھی کہا کہ وہ خوبصورت ہے جوان ہے حسین ہے ہر کوئی اسے اپنانے کے لئے تیار ہو جائے گا لیکن اس نے قسم کھا لی تھی کہ زندگی میں اس نے صرف ایک مرد کو ٹوٹ کر محبت کی ہے اور وہ خواص خان ہے لہٰذا اب وہ

خواص خان کے علاوہ شوہر کی حیثیت سے کسی بھی مرد کا منہ دیکھنا پسند نہیں کرے گی۔ دیکھ خواص خان میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ گنگا بے چاری آپ کی یاد آپ کی فرقت میں راتوں کو اٹھ کر روتی رہی ہے۔ میں نے اسے بڑی ڈھارس اور بڑی تسلی دی لیکن اس کی حالت قابل رحم ہوا کرتی تھی۔ آپ کی حویلی سے نکل کر ہم نے گنگا کے جس رشتے دار کے ہاں پناہ لی کچھ دن تو ہمارے وہاں آرام اور سکون میں گزر گئے پھر ہمارے لئے مصیبتوں دشواریوں بد بختیوں اور بدنامیوں کے پہاڑ اٹھ کھڑے ہوئے اس پر خواص خان نے چونک کر پوچھا۔

تمہارے اور گنگا کے لئے وہاں کیا مصیبت اٹھی اوما جواب میں بولی۔

خواص خان میرے بھائی گنگا نے میرے ساتھ اپنے جس عزیز اور رشتے دار کے ہاں پناہ لی تھی اس کا ایک جوان بیٹا تھا جونہی اس نے گنگا کے حسن و جمال کو اپنے گھر میں دیکھا وہ بپھر چکا تھا حالانکہ اس سے پہلے بھی وہ رہتاس میں راجکماری کی حیثیت سے گنگا کو دیکھ چکا تھا اس وقت چونکہ گنگا راجکماری تھی لہٰذا اس نوجوان کو گنگا کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہیں ہو سکتی تھی اسے پتا تھا کہ اس نے ایسا کیا تو اس کے خلاف سخت تادیبی کاروائی کی جائے گی لیکن جب گنگا ایک بے بس مجبور اور بے آسرا لڑکی کی حیثیت سے اس کے گھر میں پہنچ گئی تب اس نے پر پرزے نکالنے شروع کر دئے اس نے گنگا پر ڈورے ڈالنے شروع کر دئے اپنے ماں باپ سے بھی کہا کہ وہ گنگا سے اس کے پھیرے کرا دیں۔

پر دیکھ خواص خان میرے بھائی گنگا نے اس جوان پر اور اس کے ماں باپ پر بھی واضح کر دیا کہ اس کا سوئمبر رچایا گیا تھا اور جس شخص نے اس کا سوئمبر جیتا تھا وہ اس سے بے پناہ محبت کرتی ہے اور اس جوان کا نام خواص خان ہے گنگا نے اپنی اس بات کا بھی انکشاف کیا کہ چند ناگزیز حالات کی بناء پر وہ خواص خان سے دور رہنے پر مجبور ہے ورنہ وہ خواص خان سے اور خواص خان اس سے محبت کرتے ہیں اور عنقریب وہ شادی کرنے کے لئے خواص خان کے پاس چلی جائے گی اس طرح کی باتیں کر کے وہ دراصل اس فعل سے باز رکھنا چاہتی تھی کہ وہ زبردستی اپنے بیٹے کے ساتھ گنگا کے پھیرے نہ کرا دیں آپ کا نام گنگا بے چاری اس لئے استعمال کرتی رہی کہ

رہتاس کے لوگوں پر آپ کے نام کی ایک دھونس اور رعب داب ہے اس لئے کہ رہتاس کے لوگ شیر شاہ سوری کے سالار اعلیٰ کی حیثیت سے آپ سے خوب شناسا اور واقف ہیں گنگا بے چاری صرف اسی بناء پر آپ کا نام استعمال کرتی رہی کہ کوئی اس پر جبر اور زیادتی نہ کرے اس لئے کہ ہر ایک کو خیال رہے کہ اگر گنگا پر زیادتی کی گئی تو خواص خان جو شیر شاہ سوری کا سالار ہے اور گنگا سے پریم کرتا ہے وہ اس کا انتقام ضرور لے گا۔ گنگا نے ان پر آپ کے نام کا انکشاف کیا تو وہ بے چارے خاموش ہو گئے اپنی جگہ پر دب گئے لیکن وہ لڑکا جو گنگا سے بے پناہ پیار اور محبت کرنے لگا تھا اور گنگا کے حسن و جمال اور اس کی خوبصورتی سے متاثر تھا وہ ہر صورت میں گنگا کا قرب حاصل کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھا اس نے یہ بھی ارادہ کر لیا تھا کہ اگر اس کے پھیرے گنگا سے نہ ہوئے تو وہ ویسے ہی گنگا کو بے آبرو کر دے گا۔

دیکھ خواص خان میرے بھائی اس جوان کے ان ارادوں کو دیکھتے ہوئے میں اور گنگا بڑی پریشان ہوئیں پھر ہم گنگا کے اس رشتہ دار کے ہاں سے نکل ایک حویلی میں منتقل ہو گئے اس حویلی کے مکین بھی گنگا کے دور کے رشتہ دار تھے پر گنگا کو وہاں بھی زیادہ عرصہ رہنا نصیب نہ ہوا اس جوان کو پتا چل گیا کہ گنگا نے وہاں پناہ لے رکھی ہے اب گنگا کو حاصل کرنے کے لئے اس نے اپنے ساتھ چند اور اوباش جوانوں کو بھی ملا لیا تھا اب وہ رات کو اس حویلی میں آتے اور گنگا کو طرح طرح کی دھمکیاں دیتے اور کہتے کہ گنگا کو ہر صورت میں اس نوجوان کے ساتھ پھیرے کرا لینے چاہیں ورنہ اسے اٹھا کر کہیں لے جایا جائے گا اور قتل کر دیا جائے گا اس حویلی میں بھی کچھ دن بڑی کشیدگی اور خوف میں گزرے یہاں تک کہ گنگا نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ خودکشی کرتے ہوئے اپنی زندگی کا خاتمہ کر دے گی۔

یہاں تک کہتے کہتے اوما کی آواز بیٹھ گئی اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے تھوڑی دیر تک وہ اپنے آپ پر ضبط کرتی رہی اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے خواص خان بھی افسردہ اور اداس ہو گیا تھا تھوڑی دیر کی خاموشی اور سکوت کے بعد اوما نے پھر کہنا شروع کیا۔

خواص خان میرے بھائی جب راجکماری گنگا نے خودکشی کا ارادہ کیا تب میں

آڑے آئی میں نے اسے کہا کہ وہ کسی بھی صورت خودکشی نہیں کرے گی میں نے اسے مشورہ دیا کہ ان سارے مسائل اور دشواریوں کا حل یہ ہی ہے کہ میں اور وہ دوبارہ جا کے خواص خان کی حویلی میں رہنا شروع کر دیں اس لئے کہ اس حویلی کے محافظ ہیں اور ان کی وجہ سے وہ اوباش اس حویلی میں ہم دونوں کو تنگ نہیں کریں گے۔ گنگا حویلی میں جانے کے لئے کسی بھی طور آمادہ نہیں تھی وہ کہتی تھی کہ خواص خان چونکہ مجھے دلی طور پر اور انتہائی درجہ کی نفرت کرتے ہیں لہٰذا انھیں جب خبر ہو گی کہ میں پھر ان کی حویلی میں آگئی ہوں تو وہ مجھے بے عزت اور ذلیل کر کے اپنی حویلی سے نکال دیں گے لیکن میں نے اسے ضمانت دی کہ وہ میرے ساتھ چلے وہاں رہے اور یہ کہ خواص خان اس کے ساتھ برا سلوک نہیں کرے گا۔ دیکھ خواص خان میرے بھائی اب آپ برا مانیں یا اسے اچھا سمجھیں آپ سے اجازت لئے بغیر میں نے اپنی ضمانت پر اس حویلی سے گنگا کو نکالا اور آپ کی حویلی میں اسے لے آئی چند دن تک میں اس کے پاس وہاں رہی اسے تسلی تشفی دی اب میں اسے یہ کہہ کر آئی ہوں کہ میں خواص خان سے ملنے جارہی ہوں تا کہ اس کے مستقبل کا حل نکالوں دیکھ خواص خان میرے بھائی تو نے مجھے بہن کہا ہے بہن کے ناطے سے جو میں بات کہوں گی اس میں سچائی اور تمھاری بہتری پنہا ہو گی۔

خواص خان میرے بھائی گنگا جیسی خوبصورت لڑکی تمھیں کہیں نہیں ملے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شروع میں اس نے تمھارے ساتھ ناروا سلوک کیا تھا اس کے جواب میں آپ بھی اس کے ساتھ کئی بار ایسا سلوک کر چکے ہیں۔ اور پھر سب سے بڑی بات وہ آپ کے پاؤں پر گر کر راجکماری ہوتے ہوئے بھی کئی بار معافی مانگ چکی ہے میرے بھائی میری آپ سے التماس ہے یوں جانو کہ ایک بہن آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہے کہ گنگا کو معاف کر دیں وہ اپنے دل کی گہرائیوں سے آپ کو چاہتی ہے اور آپ سے محبت کرتی ہے اس نے ارادہ کر رکھا ہے کہ بس وہ خواص خان کے انتظار میں اپنی زندگی کے سارے دن گزار دے گی میرے بھائی میری آپ سے التماس ہے کہ آپ گنگا کی ساری گزشتہ خطائیں معاف کر دیں اور اس سے راضی ہو جائیں کبھی وہ بھی دور تھا کہ آپ دل کی گہرائیوں سے اسے چاہتے تھے اسے پسند کرتے تھے اب وہ

بے چاری در بدر کی ٹھوکریں کھاتی پھرتی ہے کبھی آپ اس کی حالت دیکھیں تو آپ دنگ رہ جائیں گے اس کے تن پر پیوند لگے اور پھٹے ہوئے کپڑے ہوتے ہیں خواص خان میرے بھائی جس شخص نے بھی اس سے پہلے گنگا کو راجکماری کے روپ میں دیکھا ہوا ہے اگر اسے اسکی موجودہ حالت میں دیکھے تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان حالات میں میں آپ سے ایک بار پھر گزارش کروں گی کہ آپ اس سے اپنی ناراضگی ترک کر دیں آپ خود رہتاس جائیں اسے راضی کر کے اپنے ساتھ یہاں اپنے لشکر میں لے آئیں ورنہ یاد رکھئے اس بے چاری کی عزت و ناموس رہتاس میں محفوظ نہیں ہے آپ کے ساتھ لشکر میں رہتے ہوئے وہ کم از کم محفوظ اور مطمئن رہے گی۔ اور پھر جس وقت آپ چاہیں اسے اپنی بیوی بنا سکتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد ادما خاموش ہوئی تھی جواب میں خواص نے کچھ نہ کہا تھا۔ تاہم سوچ و بچار کے انداز میں اس کی گردن جھکی ہوئی تھی اس موقع پر شیر شاہ سوری نے تھوڑی دیر تک بڑے غور انہماک سے خواص خان کی طرف دیکھا پھر خیمے میں شیر شاہ سوری کی آواز گونجی۔

خواص خان میرے بیٹے جو کچھ ادما نے کہا ہے یہ درست ہے دیکھ بیٹے محبت میں اونچ نیچ ہوتی ہی رہتی ہے اگر گنگا نے کبھی تمھارے ساتھ ناروا سلوک کیا تھا تو اس کی اس بے چاری نے تمھارے پاؤں پر پڑ کر معافی بھی مانگ لی تھی لہٰذا میں تمھیں ایک بیٹے کی حیثیت سے مشورہ دوں گا کہ جو کچھ ادما نے کہا ہے اس پر عمل کرو دیکھ میرے بیٹے اب جب کہ تمھاری خاطر گنگا نے ساری عمر شادی نہ کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے اور تمھاری یادوں کو سینے سے لگا کر اپنی زندگی گزارنے کا عہد کر لیا ہے تو میں سمجھتا ہوں اس موقع پر تم اس کا ساتھ نہ دو تو خواص خان میرے بیٹے یہ تمھاری طرف سے زیادتی ہو گی۔ میں چاہوں گا کہ تم آج ہی یہاں سے رہتاس کی طرف روانہ ہو جاؤ اور وہاں سے گنگا کو اپنے ساتھ یہاں لے کر آؤ گنگا یہاں لشکر کی عورتوں میں قیام کرے اور جب تم اس سے شادی کرنا چاہو اسے اپنی بیوی بنا کے اپنے خیمے میں رکھو اور جب جنگوں کا سلسلہ ختم ہو تو وہ تمھارے ساتھ تمھاری مستقل رہائش میں قیام کرے گی میرے بیٹے اس سلسلے میں تمھیں کوئی اعتراض ہے۔

خواص خان جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس موقع پر ادما بول پڑی۔ خواص خان میرے بھائی میں آپ سے ایک بات کہنا تو بھول ہی گئی اور وہ بات بڑی اہمیت کی ہے وہ یہ کہ میں اور گنگا دونوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اب ہم مسلمان ہیں ہندو دھرم ترک کر چکی ہیں۔ ادما کے اس انکشاف پر خواص خان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

دیکھ ادما تیرا کہا مانتے ہوئے میں ضرور رہتاس جاؤں گا اور گنگا کو وہاں سے لے کر لشکر میں لاؤں گا لیکن اس سے پہلے میں ایک بات تم سے کہتا ہوں وہ یہ کہ میں اپنے لئے پہلے ہی ایک لڑکی کو پسند کر چکا ہوں اور اس کا نام گیتا ہے وہ اکثر و بیشتر رہتاس میں میری حویلی پر بھیک مانگنے آیا کرتی تھی اسی بھیک ہی کے دوران میری اس کی شناسائی ہوئی وہ مجھے پسند کرنے لگی میں بھی اسے چاہنے لگا پھر میں لشکر کے ساتھ ادھر آگیا اس کی بد قسمتی کہ میری غیر موجودگی میں اسے مہارتھ کے لوگوں نے رہتاس کے دھوا آشرم سے اغوا کیا اور اپنے مسکن کی طرف لے گئے پھر یوں جانو کہ اس کی خوش قسمتی کہ انہی دنوں میں مہارتھ کے مسکن پر حملہ آور ہوا اور اسے وہاں سے بازیاب کروا لیا۔ اب گیتا نام کی وہ لڑکی بھی اس وقت لشکر میں قیام کئے ہوئے ہے اور میں اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا تہیہ کئے ہوئے ہوں گیتا نے اپنے کسی کام کے سلسلے میں سوگند کھا رکھی ہے کہ جب تک اس کا وہ کام پورا نہیں ہو گا اس وقت تک وہ میرے سامنے چہرے پر سے نقاب ہٹا کے نہیں آئے گی دیکھ ادما میری بہن میں نے آج تک گیتا کا چہرہ نہیں دیکھا لیکن اس کی جسمانی ساخت بتاتی ہے کہ وہ ابھی نوخیز اور نوعمر ہے اور انتہائی خوبصورت ہو گی بہر حال اگر وہ اچھی صورت کی نہ بھی ہو تب بھی میں نے اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔

دیکھ ادما میں گنگا کے ساتھ اپنی ناراضگی تو ترک کردوں گا اور اسے اپنی زندگی کا ساتھی بھی بنا لوں گا پر کیا وہ گیتا کو میری زندگی کا شریک بنانا قبول کر لے گی دیکھ ادما اگر گنگا نے گیتا کو میری بیوی کی حیثیت سے قبول نہ کیا تو میں تم پر ابھی سے یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ پھر میں گنگا سے شادی نہیں کروں گا اس لئے کہ میں گیتا کو ہر صورت میں ترجیح دوں گا اس پر ادما کہنے لگی۔

خواص خان میرے بھائی میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ گنگا آپ کی دوسری بیوی کو ہر صورت میں قبول کرے گی اسے آپ کی دوسری شادی پر قطعاً کوئی اعتراض نہیں ہو گا ہاں میں بھی آپ سے یہ پوچھ سکتی ہوں اگر گیتا نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ آپ گنگا سے شادی کریں تب؟ اس پر تھوڑی دیر کے سوچ و بچار کے بعد خواص خان کہنے لگا۔

دیکھ ادما اس سلسلے میں میں پہلے ہی گیتا سے بات کر لوں گا اور مجھے امید ہے کہ میں اسے اس پر آمادہ کر لوں گا کہ وہ اپنے ساتھ گنگا کو بھی میری زندگی کے شریک کے طور پر قبول کر لے اور مجھے امید ہے کہ گیتا کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا اس لئے کہ وہ بے چاری بڑی دکھی لڑکی ہے میرے کسی بھی اقدام پر مجھے امید ہے کہ وہ اعتراض نہیں کرے گی۔

خواص خان کی اس گفتگو سے شیر شاہ سوری اور ادما دونوں ہی بے حد خوش ہوئے پھر شیر شاہ سوری کہنے لگا۔ خواص خان میرے بیٹے تو نے اپنے جواب سے میرے دل خوش کر دیا ہے اب تو آج ہی اپنے چند محافظوں کو ساتھ لے اور رہتاس کی طرف روانہ ہو جا ادما میری بیٹی کیا تم بھی ساتھ جانا پسند کرو گی اس پر ادما جھٹ کہنے لگی ہاں آقا میں بھی خواص خان کے ساتھ جاؤں گی اور گنگا کو لے کر ان کے ساتھ ہی واپس آجاؤں گی اور لشکر میں گنگا کے ساتھ ہی قیام کروں گی اس پر شیر شاہ سوری نے کہا دیکھ ادما میری بیٹی جب تم لوگ گنگا کو لے آؤ گے تو میں تمھاری شادی بھی اپنے کسی لشکری سے کرا دوں گا تاکہ تم اپنی زندگی کے دن خوشگوار طور پر گزار سکو۔ اس موقع پر ادما نے نیا موضوع چھیڑا۔

خواص خان میرے بھائی میں پہلے لشکر کے زنان خانے کی طرف گئی تھی وہاں کچھ قیام کر کے اور کھا پی کے ادھر آئی ہوں وہاں میری ملاقات گیتا سے بھی ہوئی جو اپنے چہرے کو ہر وقت ڈھانپے رہتی ہے اس کے ساتھ میری گفتگو بھی ہوئی اس کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بڑی فراخدل اور بے انتہا درجے کی سلیقہ مند تہذیب یافتہ اور خوبصورت لڑکی ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ ہر صورت میں گنگا کو قبول کر لے گی۔ ادما کے اس انکشاف پر خواص خان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا تو نے

گنگا کے سلسلے میں گیتا سے گفتگو کی ہے اس پر یہاں سے واپس جانے کے بعد میں گنگا سے متعلق گیتا سے تفصیل کے ساتھ گفتگو کروں گی۔

خیمے میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد خوشگوار لہجے میں خواص خان نے کہنا شروع کیا۔ دیکھ اوما میری بہن گیتا کے ساتھ تفصیل کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد تو پھر گیتا سے کہنا کہ وہ میرے خیمے میں آئے اس سلسلے میں میں بھی اس سے گفتگو کروں گا اس سے بات چیت کرنے کے بعد پھر میں یہاں سے گنگا کو لانے رہتاس کی طرف روانہ ہوں گا اوما فوراً" اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی میں اب لشکر کے زنان خانے کی طرف جاتی ہوں وہاں میں گیتا سے تفصیل کے ساتھ گفتگو کرتی ہوں اس کے بعد خواص خان میرے بھائی گیتا کو میں آپ کے خیمے کی طرف بھیجوں گی۔ اس کے ساتھ ہی اوما اپنی جگہ سے اٹھی اور خیمے سے نکل گئی تھی۔

اوما کے جانے کے بعد شیر شاہ سوری نے خواص خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا خواص خان میرے بیٹے اب تو اپنے خیمے میں جا اور اپنے کوچ کی تیاریاں کر لیکن بیٹے میری ایک بات یاد رکھنا رہتاس سے جلد لوٹ آنا اس لئے کہ ہمیں ہمایوں سے نمٹنے اور اس پر آخری ضرب لگانے کے لئے بھی بہت کچھ کرنا ہو گا خواص خان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا آپ فکر نہ کیجئے گیتا کے ساتھ تفصیل سے گفتگو کرنے کے بعد میں یہاں سے رہتاس کی طرف کوچ کروں گا اور بہت جلد لشکر میں لوٹ کر آؤں گا۔ شیر شاہ سوری کہنے لگا سن خواص خان رہتاس روانگی سے قبل مجھ سے مل کر جانا میں گنگا کے لئے کچھ چیزیں روانہ کروں گا دیکھ اب تو چونکہ گنگا سے ناراضگی ترک کر چکا ہے اور اس سے شادی کرنے کا بھی خواہاں ہے اس ناطے سے گنگا اب میری بیٹی ہے اس کے لئے میں کچھ چیزیں بھجواؤں گا اس طرح وہ خوش ہو جائے گی۔ شیر شاہ سوری کے ان الفاظ سے خواص خان کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ شیر شاہ سوری کے خیمے سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد گنگا کے خیمے میں اوما داخل ہوئی اسے دیکھتے ہی گنگا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی نیرمل بھی کھڑی ہو گئی تھی لگتا تھا گنگا اور نیرمل دونوں ہی بڑی بے چینی سے اس کی واپسی کی منتظر تھیں۔ آگے بڑھ کر گنگا نے اوما کا ہاتھ پکڑ لیا اپنے پہلو میں

بٹھایا پھر پوچھا دیکھ اوما میری بہن خواص خان کے ساتھ تیری کیا گفتگو ہوئی جواب میں اوما نے شیر شاہ سوری کے خیمے میں ہونے والی گفتگو سے گنگا کو آگاہ کر دیا تھا اس گفتگو پر گنگا ایسی خوش ہوئی کہ والہانہ انداز میں اس نے اوما کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اس کا منہ چہرہ پیشانی چومی پھر کہنے لگی اوما میری بہن لگتا ہے تو نے میری ساری ہی مشکلیں آسان کر دی ہیں۔ اگر گنگا کی حیثیت سے خواص خان مجھ سے راضی ہو گئے اور ناراضگی ترک کر دی اور مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا تہیہ کر لیا تب اوما میری بہن میں جانوں گی میں نے اپنی زندگی میں کچھ نہیں کھویا۔ میں سمجھنے لگی ہوں کہ میری آسودگی کے دن آگئے ہیں اور میرے ہجر و فرقت اور بد بختی کے دن ختم ہونے والے ہیں۔

گنگا کے خاموش ہونے پر اوما نے سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے کہا دیکھ گنگا میری بہن اس سلسلے میں خود شیر شاہ سوری نے بہت بڑا کردار ادا کیا۔ میری موجودگی میں شیر شاہ سوری نے گنگا کی بے حد تعریف کی اور خواص خان کو اس بات پر زور دیا کہ وہ گنگا سے راضی ہو جائے اور اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا فیصلہ کرے لگتا ہے گنگا میری بہن یہ سارا معاملہ پہلے ہی تمہارے اور شیر شاہ سوری کے درمیان طے شدہ ہے اس پر گنگا کہنے لگی دیکھ اوما میری بہن اس سلسلے میں شیر شاہ سوری نے جو آج خواص خان کو اپنے خیمے طلب کیا تھا یہ سارا معاملہ پہلے سے طے شدہ تھا جو دو محافظ تمہیں لینے گئے تھے ان میں سے ایک تو تمہیں لے کر زنان خانے کی طرف آیا ہو گا دوسرے نے جا کے شیر شاہ سوری کو اطلاع کر دی ہو گی کہ اوما پہنچ چکی ہے لہٰذا اسی اطلاع پر شیر شاہ سوری نے خواص خان کو اپنے خیمے میں بلایا ہو گا۔ اوما میری بہن میں تیری انتہا درجہ کی شکر گزار ہوں کہ تو نے خواص خان کے سامنے میری مظلومیت کی داستان گھڑ کے پیش کی اس پر اوما نے خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

دیکھ گنگا تیرے پاس کچھ پھٹے پرانے کپڑے ہیں گنگا قہقہ لگاتے ہوئے کہنے لگی نہ بھی ہوں گے تب ہی پھاڑ لئے جائیں گے کیا بات ہے تم کیا کہنا چاہتی ہو اوما کہنے لگی میں نے گفتگو کے دوران خواس خان سے کہہ دیا تھا کہ گنگا نے اس کی حویلی میں قیام کر رکھا ہے وہ بے چاری اس حد تک مظلوم اور بے بس ہے کہ پھٹے پرانے اور پیوند لگے کپڑے پہنتی ہے اس پر گنگا مسکراتے ہوئے کہنے لگی تو فکر مند نہ ہو ایسے کپڑوں کا

انتظام ہو جائے گا۔ اوما نے پھر کہا اگر ایسا ہے تو اب تو اٹھ اور خواص خان کے خیمے کی طرف جا اس لئے کہ جب میں شیر شاہ سوری کے خیمے سے نکلنے لگی تھی تو خواص خان نے کہا تھا کہ میں گیتا کو اس کی طرف بھجواؤں تاکہ وہ تمہارے ساتھ بات کرے گا۔

گنگا فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھری ہوئی اپنے جسم کو اس نے سفید چادر میں خوب اچھی طرح ڈھانپا چہرے پر بھی نقاب لیا پھر نیرل سے کہنے لگی نیرل میری اچھی ماں میرے لباسوں میں سے ایک پرانا لباس نکال کر اس کو جگہ جگہ سے پھاڑ لے اور اس پر پیوند لگا دے یہ کام میرے خواص خان کے پاس سے لوٹنے تک ہو جانا چاہئے اس کے ساتھ ہی گنگا خواص خان کی طرف جانے کے لئے نکل گئی تھی۔

اپنے جسم کو اچھی طرح ڈھانپے چہرے پر نقاب کس کر ڈالے گنگا خواص خان کے خیمے کے دروازے پر نمودار ہوئی پھر اس نے مدھم دھیمی آواز میں خیمے میں بیٹھے ہوئے خواص خان کو مخاطب کر کے پوچھا آپ نے مجھے بلایا ہے خواص خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا ہاں گیتا میں نے تمہیں بلایا ہے آؤ یہاں میرے پاس آکر بیٹھو گنگا بلا جھجک آگے بڑھی اور خواص خان کے سامنے جا کر بیٹھ گئی تھی۔ قبل اس کے کہ خواص خان گفتگو کا آغاز کرتا گنگا پہلے ہی بول پڑی۔

تھوڑی دیر پہلے لشکر میں ایک لڑکی داخل ہوئی تھی اس کا نام اوما ہے وہ زنان خانے میں آپ سے متعلق پوچھ رہی تھی لہٰذا میں نے اس میں دلچسپی لی اور اسے خیمے میں لے گئی اس نے گفتگو کے دوران مجھے بتایا کہ آپ نے اسے پنی بہن بنا رکھا تھا لہٰذا آپ سے ملاقات کرنے کے لئے میں نے اسے ایک محافظ کے ساتھ اسے آپ کے خیمے کی طرف روانہ کیا تھا میرے خیال میں آپ خیمے میں نہیں تھے آقا شیر شاہ سوری کے پاس گئے تھے اور اس نے وہیں آپ سے ملاقات کی اب وہ دوبارہ میرے خیمے میں گئی اور اس نے پیغام دیا ہے کہ آپ نے مجھے بلایا ہے اور ساتھ ہی مجھے اس نے رہتاس کی راجکماری گنگا سے متعلق بھی ایک طویل داستان سنائی ہے اب آپ بتائیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں جواب میں خواص خان تھوڑی دیر تک سوچ و بچار میں ڈوبا رہا پھر کہنے لگا۔

دیکھ گیتا اس میں کوئی شک نہیں کہ میں تمہیں پسند کرتا ہوں تم سے محبت کرتا ہوں اور تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم رکھتا ہوں تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے اس سے متعلق میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا اسپر گنگا جھٹ بولی اور کہنے لگی۔

اس سلسلے میں میرا جواب یہ ہے کہ میں بھی آپ کو پسند کرتی ہوں اور آپ سے محبت کرتی ہوں اور میں آپ کی زندگی کا ساتھی بننے کے لئے بھی تیار ہوں اس سلسلے میں آپ کے خیالات کیا ہیں میں نہیں جانتی۔ گیتا کی اس بے باکانہ گفتگو پر خواص خان نے ایک قہقہہ لگایا پھر دوبارہ وہ بولا۔

دیکھ گیتا اوما نے تمہیں بتایا ہو گا کہ کن حالات میں میری ملاقات گنگا سے ہوئی تھی گیتا جھٹ بولی اور کہنے لگی ہاں اوما نے مجھے تفصیل سے بتایا ہے کہ لشکر میں شامل ہونے سے پہلے آپ گنگا کو پسند کرتے تھے پر اس نادان لڑکی نے آپ کو ٹھکرا دیا بعد میں جب آپ نے اس کا سوئمبر جیتا تب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ اپنے دل کی گہرائیوں سے آپ کو پسند کرنے لگی لیکن آپ نے یہ زیادتی کی کہ اسے دھتکار دیا دھکے دے کر اپنے ہاں سے نکال دیا اور اس سے نفرت کا اظہار کیا اب وہ گنگا جو کبھی راجکماری تھی بے چاری رہتاس میں کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہی ہے میرے خیال میں اوما نے آپ سے یہی باتیں کہی ہیں اور اس نے آپ سے یہ التجا کی ہے کہ آپ گنگا کو اپنا لیں آپ یہی بات کہنا چاہتے تھے نا۔ خواص خان اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا ہاں میں تم سے یہ ہی کہنے والا تھا اور مزید میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تمہارے ساتھ میں گنگا کو بھی اپنی بیوی بنانا چاہوں تو اس سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض ہے؟ پر اس سلسلے میں میری ایک شرط ہے وہ یہ کہ پہلے تم میری بیوی بنو گی اس کے بعد گنگا۔

خواص خان کے اس سوال پر گنگا مصنوعی انداز میں تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔ دیکھ خاص خان میرے حبیب اس سلسلے میں میں بڑی فراخدل واقع ہوئی ہوں میں تو ویسے ہی آپ کی بڑی ممنون مشکور اور شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے ہاں پناہ دی میں وہ بے بس مجبور لڑکی تھی جو اپنی زندگی کے

کڑوے کسیلے دن رہتاس کے ودھوا آشرم میں گزار رہی تھی میری خوش قسمتی بھیک مانگنے کے دوران میری آپ سے ملاقات ہو گئی آپ نے مجھے قابل رحم جانا آپ کو مجھ سے ہمدردی ہوئی او پھر میری بھی تھی خواص خان میں وہ لڑکی ہوں جس نے آج تک آپ کے سوا کسی سے محبت نہیں کی مجھے فخر ہے کہ میں خواص خان جیسے جوان کی بیوی بننے والی ہوں رہا سوال گنگا کا تو میں سمجھتی ہوں کہ گنگا میری نسبت آپ کی زیادہ حقدار ہے اس لئے کہ میں تو اپنی زندگی کے دن ودھوا آشرم میں گزارتی رہی ہوں بھیک کے دوران میری آپ سے ملاقات ہوئی اور گنگا کا معاملہ دوسرا ہے آپ نے باقعدہ طور پر اس کا سوئمبر جیتا تھا اس لحاظ سے گنگا کا میری نسبت آپ پر حق زیادہ بنتا ہے لہٰذا خواص خان میرے حبیب اگر آپ میرے ساتھ ساتھ گنگا کو بھی اپنی شریک حیات بنانا چاہتے ہیں تو قسم خداوند مہربان کی مجھے کوئی دکھ نہ ہو گا بلکہ انتہا درجہ کی خوشی ہو گی مجھے اس بات کی بھی خوشی ہو گی کہ میرے شوہر خواص خان کی ایک بیوی کبھی رہتاس کی راجکماری ہوا کرتی تھی۔

گیتا کا یہ جواب سن کر خواص خان ایسا خوش ہوا کہ تھوڑی دیر تک اس کے منہ سے الفاظ نہ نکل سکے پھر اس نے اپنے آپ پر ضبط کیا اور کہنے لگا۔

گیتا قسم خدا کی مجھے تم سے ایسے ہی سلوک ایسے ہی جواب کی توقع تھی تم واقعی انتہائی فراخدل اور بڑے ظرف کی لڑکی ہو سنو گیتا میں آج ہی اپنے چند محافظوں کے ساتھ رہتاس جاؤں گا تاکہ گنگا کو وہاں سے نکال کر یہاں لایا جائے اس پر گیتا کہنے لگی آپ ضرور جائیں مگر میری ایک بات ضرور مانئے گا خواص خان نے جھٹ پوچھا کون سی بات۔ گنگا کہنے لگی۔

پہلی بات یہ کہ رہتاس میں آپ زیادہ دیر قیام نہ کیجئے گا میں بڑی بے چینی سے آپ کی واپسی کا انتظار کروں گی دوسری بات یہ کہ گنگا کو یہاں لانے کے بعد اسے آپ اپنے خیمے میں نہیں بلکہ میرے خیمے میں قیام کرنے دیں گے تاکہ آپ سے شادی کرنے سے پہلے ہم دونوں بہنیں خوب مانوس ہو جائیں اس پر خواص خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا تم فکر مند مت ہونا دیکھ گیتا میں اوما کو بھی اپنے ساتھ لے کر جارہا ہوں گنگا کو جب میں لاؤں گا تو اوما اسے سیدھا تمہارے خیمے میں لے کر جائے گی میں گنگا

پر بھی یہ بات واضح کر دوں گا کہ کچھ عرصہ تم اور گیتا اکٹھی رہو گی اور جب گیتا کی چہرے سے نقاب ہٹانے والی قسم اور سوگند پوری ہو جائے گی تو سب سے پہلے میں گیتا سے شادی کروں گا اس کے بعد گنگا سے۔ مزید کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو گنگا نے بے پناہ خوشی کے اظہار میں کہا اب تو میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتی بس میں اب آپ کی روانگی کے بعد بڑی بے چینی سے آپ کی واپسی کا انتظار کروں گی۔ اس کے ساتھ ہی گنگا اپنی جگہ اٹھی اور کہنے لگی اب میں جاؤں خواص خان کہنے لگا ہاں گیتا تم جاؤ پر اوما کو یہاں میرے پاس بھیج دو تاکہ میں اس کے ساتھ رہتاس کی طرف کوچ کر سکوں۔ اس کے ساتھ ہی گنگا خواص خان کے خیمے سے نکل گئی تھی۔

شیر شاہ سوری نے اپنے خیمے میں بلند آواز کے ساتھ خیمے سے باہر پہرہ دینے والے اپنے ایک محافظ کو بلایا تھا شیر شاہ سوری کی اس پکار پر وہ محافظ تقریباً بھاگتا ہوا خیمے میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہی شیر شاہ سوری کہنے لگا ابھی اس وقت جاؤ اور برہم جیت کو بلا کر میرے پاس لاؤ برہم جیت کے بعد زنان خانے کی طرف جاؤ اور اگر وہاں گیتا موجود ہو تو اسے بھی میرے پاس بلا کر لاؤ فی الوقت میرے خیال میں وہ خواص خان کے خیمے میں ہو گی اس لئے کہ خواص خان اس کے ساتھ ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کر رہا ہو گا اب تم جاؤ اور سب سے پہلے برہم جیت کو بلا کر لاؤ اس پر وہ محافظ سر کو جھکاتا ہوا خیمے سے باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد شیر شاہ سوری کا سالار برہم جیت خیمے میں داخل ہوا شیر شاہ سوری نے اسے اپنے قریب بلایا پھر بڑی نرمی میں اسے مخاطب کر کے شیر شاہ سوری کہنے لگا۔

برہم جیت میرے عزیز جنگ میں جو دستے تمہارے ماتحت کام کرتے ہیں ان دستوں کو لے کر تم ابھی اور اسی وقت ہمایوں کے تعاقب میں جاؤ اور نگاہ رکھو کہ اریل کے راجہ بیر بھان کے ہاں قیام کے دوران ہمایوں اور اس کے لشکری کن کاروائیوں میں مشغول ہیں دیکھ برہم جیت تو نے نہ کسی سے جنگ کرنا ہے نہ ہمایوں کے لشکریوں سے الجھنا ہے بس نگاہ رکھنی ہے اور جب ہمایوں اریل کے راجہ بیر بھان کے ہاں سے نکل کر کسی اور سمت چلا جائے تب واپس آ کر مجھے اطلاع کرنی ہے اس

وقت تک میں اور خواص خان بھی پیش قدمی کرنے کے قابل ہو جائیں گے اس لئے کہ خواص خان آج ایک انتہائی اہم مہم پر روانہ ہو رہا ہے اور تمہارے واپس آنے تک خواص خان بھی اس مہم سے فارغ ہو چکا ہو گا اس کے بعد میں اطمینان اور تسلی کے ساتھ ہمایوں کے تعاقب میں لگ جاؤں گا۔

میرے خیال میں میں نے جو کچھ کہا ہے تم سمجھ چکے ہو گے اب تم جاؤ اور اپنے کوچ کے انتظام کرو۔ اس کے ساتھ ہی برہم جیت شیرشاہ سوری کے خیمے سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد گنگا شیرشاہ سوری کے خیمے کے دروازے پر نمودار ہوئی اور سر کو کسی قدر خم کرتے ہوئے کہنے لگی آقا آپ نے مجھے بلایا ہے گنگا کو دیکھتے ہوئے شیرشاہ سوری اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا ہاں بیٹی میں نے تمہیں بلایا ہے آؤ میرے قریب آؤ یہاں میرے پاس بیٹھو گنگا آگے بڑھی اور شیرشاہ سوری کے سامنے بیٹھ گئی شیرشاہ سوری نے بڑی شفقت اور بڑی پیار بھری آواز میں کہنا شروع کیا۔

دیکھ گنگا میری بیٹی میرے خیال میں تجھے خواص خان نے بلایا ہو گا اور تو اس سے گفتگو کر چکی ہو گی گنگا مسکراتے ہوئے کہنے لگی جی خواص خان نے مجھے بلایا تھا اور میں تفصیل کے ساتھ ان سے گفتگو کر کے اپنے خیمے کی طرف گئی تھی کہ آپ نے بلوا لیا بہرحال میں اپنے کوچ کی تیاریاں مکمل کر چکی ہوں جواب میں شیرشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا دیکھ بیٹی اگر تو اپنی تیاریاں مکمل کر چکی ہے تو زنان خانے میں مسلح جوانوں کا وہ دستہ جو تمہارے ساتھ جائے گا بالکل تیار کھڑا ہے میرے ساتھ آؤ میں تمہارے کوچ کا انتظام کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی شیرشاہ سوری اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور خیمے سے نکلا گنگا بھی اس کے ساتھ ہو لی تھی۔

شیرشاہ سوری اور گنگا دونوں زنان خانے کی طرف آئے گنگا پہلے اپنے خیمے میں گئی اپنی ضرورت کا سامان اسنے اپنے خیمے سے ایک گٹھری کی صورت میں لیا اس کے بعد شیرشاہ سوری اسے اس دستے میں لے گیا جس کے ساتھ گنگا نے رہتاس کی طرف جانا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد گنگا اس مسلح دستے کے ساتھ لشکر سے رہتاس کی طرف کوچ کر گئی تھی۔

گنگا کے کوچ کرنے کے بعد شیرشاہ سوری پھر اپنے خیمے میں آگیا تھا تھوڑی دیر بعد خواص خان اوما کے ساتھ شیرشاہ سوری کے خیمے میں داخل ہوا دونوں شیرشاہ سوری کے پہلو میں بیٹھ گئے پھر خواص خان نے شیرشاہ سوری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا آقا میں رہتاس کی طرف کوچ کرنے کے لئے تیار ہوں اور اوما بھی میرے ساتھ جائے گی شیرشاہ سوری تھوڑی دیر تک خاموش رہا اس وقفے میں وہ خواص خان کی طرف بھی بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر نصیحت آموز انداز میں کہنے لگا۔

دیکھ خواص خان میرے بیٹے یہاں سے رہتاس کی طرف کوچ کرنے سے قبل میں تم سے یہی کہوں گا کہ گنگا کے ساتھ وہاں کوئی زیادتی نہ کرنا دیکھ بیٹے وہ اب بڑی کچلی مسلی اور بے بس و لاچار لڑکی ہے کب تک وہ بیچاری حالات کی اذیت اور وقت کے ستم کا شکار ہوتی رہے گی دیکھ بیٹے اس نے تمہیں حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو انتہا درجے کی پستی اور ذلت تک میں گرا دیا ہے اب تو بیٹے اس کی قدر کرنا اگر تو اس کی قدر کرے گا تو وہ ساری عمر تیری خدمت کو اپنا شعار اور اپنی توقیر بنا لے گی۔

جواب میں خواص خان مسکرایا اور کہنے لگا آپ بے فکر رہیں میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا میں گنگا کے ساتھ پہلے جیسا سلوک نہیں کروں گا اگر اس نے میری خاطر اس قدر اذیتیں برداشت کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے تو میں اس کی قربانیوں کی قدر کروں گا اب آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اوما کے ساتھ یہاں سے کوچ کروں۔

شیرشاہ سوری کہنے لگا دیکھ بیٹے میں تم پر انکشاف کروں کہ تمہارے آنے سے تھوڑی دیر پہلے میں نے برہم جیت کو چند دستوں کے ساتھ روانہ کیا ہے تاکہ وہ ہمایوں اور اس کے لشکر پر نگاہ رکھیں اور ان کی نقل و حرکت کا جائزہ لے۔ میں نے اسے یہ بھی کہا ہے کہ جب ہمایوں اریل کے راجہ بیربھان کے ہاں سے کسی اور سمت جائے تو فوراً" آکر مجھے اطلاع کرے مجھے امید ہے اس وقت تک تم بھی گنگا کا معاملہ نمٹا کر رہتاس سے واپس آچکے ہو گے اس کے بعد ہم اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کریں گے اور ہمایوں کے تعاقب میں لگیں گے۔ جواب میں خواص خان کہنے لگا۔

آپ بے فکر رہیں میں رہتاس میں زیادہ دن نہیں گزاروں گا جس روز میں رہتاس پہنچا اسی روز میں گنگا کو لے کر واپسی کی کمر باندھ لوں گا۔ مجھے اجازت دیں کہ

میں یہاں سے کوچ کروں۔ شیر شاہ سوری اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا خواص خان اور اوما کو لے کر وہ خیمے سے نکلا خیمے سے باھر وہ مسلح دستہ کھڑا تھا جسنے خواص خان اور اوما کے ساتھ کوچ کرنا تھا۔ پھر شیر شاہ سوری نے خواص خان اور اوما دونوں کو الوداع کہا اس کے بعد خواص خان اور اوما اس محافظ دستے کے ساتھ لشکر سے رہتاس کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

○===○===○

اپنے محافظ دستے اور اوما کے ساتھ ایک روز سہ پہر کے قریب خواص خان رہتاس شہر میں اپنی حویلی میں داخل ہوا جب وہ حویلی میں کے صدر دروازے پر آیا تو دروازے پر پہرہ دینے والے محافظ نے پہلے گردن کو جھکا کر خواص خان کو استقبالیہ سلام پیش کیا پھر بھاگ کر اس نے خواص خان کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی تھی۔ خواص خان اپنے گھوڑے سے اتر گیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے اوما بھی اتر گئی پھر خواص خان نے دروازے پر پہرہ دینے والے سے کہا ان دونوں گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے جاؤ اور ان کے دانے چارے کا انتظام کرو اس کے بعد خواص خان نے مڑ کر اپنے ساتھ آنے والے محافظ دستے کے افراد کی طرف دیکھا اور انھیں مخاطب کر کے کہا۔

تم سب لوگ بھی اپنے گھوڑوں کو اصطبل میں باندھو ان کے دانے چارے کا انتظام کرو اور تھوڑی دیر کے لیے ستا لو ہو سکتا ہے آج ہی ہمیں یہاں سے لشکر کی طرف واپس کوچ کرنا پڑے خواص خان کی اس ہدایت پر وہ سب اصطبل کی طرف چلے گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد خواص خان نے اوما کی طرف دیکھا اور کہا۔

اوما میری بہن چل اب مجھے گنگا کے پاس لے کر چل میں دیکھوں اس حویلی میں وہ کیا کر رہی ہے اوما چپ چاپ حویلی کے اندرونی حصے کی طرف چل دی خواص خان

اس کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔

حویلی کے مطبخ میں چونکہ برتنوں کا کھڑکا ہو رہا تھا لہٰذا اوما خواص خان کو لیکر سیدھی مطبخ میں گئی جب وہ مطبخ میں داخل ہوئے تو خواص خان دنگ رہ گیا اس نے دیکھا گنگا بے چاری پھٹا پرانا لباس پہنے ہوئے تھی اس لباس پر کئی پیوند لگے تھے اور وہ باورچی خانے میں بیٹھی گندے برتن دھو رہی تھی۔ جونہی خواص خان کو مطبخ میں داخل ہوتے ہوئے اس نے دیکھا وہ چونک کر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پھر مٹی کا وہ برتن جو اس وقت اس نے صفائی کے لیے اپنے ہاتھوں میں پکڑ رکھا تھا وہ مطبخ کے فرش پر گر کر ٹوٹ گیا تھا۔ خواص خان تھوڑی دیر تک بڑے غور اور عجیب سے انداز میں گنگا کی طرف دیکھتا رہا اس موقع پر گنگا بے چاری کی حالت بغیر خوابوں کی رات' اندھیرے میں کھڑی کانپتی پرچھائیوں دل کے افق پر رلا دینے والی یادوں کے سحابوں اور بے حس پیڑوں سے لپٹ کر روتی شام جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ اس کے بعد گنگا نے خواص خان کو مخاطب کیا اور کہنے لگی۔

خواص خان میرے محترم۔ میں آپ کی اجازت کے بغیر آپ کی حویلی میں قیام کرنے کی مجرم ہوں۔ پر ایسا میں نے اوما کے کہنے پر کیا تھا۔ میری آپ سے گذارش ہے کہ مجھے سب لوگوں کے سامنے بے عزت کر کے نہ نکالئے گا۔ مجھے کچھ دن یہیں پڑا رہنے دیجئے۔ تاکہ میں ان بھیڑیوں سے محفوظ رہ کر چند دن بسر کر سکوں اور اگر آپ مجھے یہاں سے نکالنا ہی چاہتے ہیں تو کچھ دن کی مہلت دیجئے گا تاکہ میں رہتاس میں کہیں اپنے لئے رہائش کا محفوظ ٹھکانہ بنا لوں۔

خواص خان میرے محترم۔ اس رہتاس شہر میں رہتے ہوئے میری حالت بھیگے پروں کے ان پرندوں جیسی ہو گئی تھی جو پرواز نہ کر سکتے ہوں خیرو شر کا پتلا انسان اس رہتاس شہر میں میرے لئے درندگی کا موجب بن گیا تھا۔ ہر کوئی مجھے آنگن کی زروائی بیل سمجھنے لگا تھا اور مجھے میری آبرو سے محروم کر کے میری حالت خشک ہوتی شاخ کے زرد پتوں جیسی بنانا چاہتا تھا۔ یہ کور نظر چھوٹے دل کے لوگ میرے لیے ہر طرف ظلم و جور کا بازار کھڑا کرنا چاہتے تھے۔ خواص خان اس رہتاس میں جہاں کبھی میں راجکماری تھی اور ہر کسی کو میری طرف نگاہ اٹھانے کی جرات نہ تھی میں نے بڑی

دربدری کی زندگی بسر کی ہے۔ ہر کوئی مجھے غلط نگاہ سے دیکھتا تھا۔ ہر کوئی یوں گھورتا تھا جیسے وہ مجھے اٹھا کے لے جائے گا۔ اور لمحوں کے اندر مجھے بے آبرو کر دیگا۔ میری آپ سے گذارش ہے کہ آپ مجھے چند دن اس حویلی میں پڑا رہنے دیں۔ ہو سکتا ہے اس دوران میں اپنے لئے رہنے کا کوئی محفوظ ٹھکانہ بنا سکوں۔

گنگا کی حالت دیکھتے ہوئے خواص خان پہلے ہی بے حد متاثر ہوا تھا۔ اب گنگا نے جو گفتگو کی تھی اس نے خواص خان کو پوری طرح ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر گنگا کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

دیکھ گنگا تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ تو جب تک چاہے اس حویلی میں قیام کر سکتی ہے۔ یوں جانو یہ حویلی اب تمہاری اپنی حویلی ہی ہے۔ پر دیکھ گنگا اگر تجھے میں یہاں سے نکال کر اپنے ساتھ اپنے لشکر میں رکھنا چاہوں تو پھر تمہارا کیا جواب ہو گا۔ اگر میں ماضی کی تلخیوں کو بھلا کر تمہارے لئے اپنی نفرت کا گلا گھونٹ دوں تو پھر تمہارا کیا رد عمل ہو گا۔

خواص خان کے ان الفاظ پر تھوڑی دیر پہلے تک گنگا جو اداس اور ویران کھڑی تھی وہاں اب اس کی حالت شبنم میں لپٹے مہکے دن' یادوں کے سمٹتے لمحوں میں پریم نگر کے سندیس' سچائیوں کی خوشبو اور محبت کے سبک موسم جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ اس پر ایسی خوشی اور مسرت طاری ہوئی تھی کہ تھوڑی دیر تک وہ خواص خان سے کچھ بھی نہ کہہ سکی۔ پھر وہ کانپتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

خواص خان میرے محترم۔ مجھے اپنے کانوں پر اعتبار نہیں آ رہا۔ کیا میرے سننے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ یا واقعی آپ نے وہ الفاظ ادا کئے ہیں جو میں نے سنے ہیں گنگا کے اس انداز پر خواص خان تھوڑی دیر تک کھڑا مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

دیکھ گنگا تجھے سننے میں غلط فہمی نہیں ہوئی میں تمہارے سامنے اوما کی موجودگی میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اب تم سے نفرت نہیں کرتا اور میں تم سے یہ بھی کہتا ہوں کہ میں اوما کے ساتھ تمہیں لینے آیا ہوں کیا تم میرے ساتھ لشکر میں رہو گی۔ ہمارے لشکر میں ایک زنان خانہ ہے تم اس کے اندر ایک لڑکی کے ساتھ قیام کرنا اس دوران

میرے اور تمہارے درمیان ساری تلخیاں اور غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ پھر گنگا میں تمہیں اپنا لوں گا تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنا لوں گا خواص خان کے ان الفاظ پر گنگا کے چہرے پر بے پایاں مسکراہٹ پھیلی تھی اور اس کے موتیوں جیسے دانت ایک عجیب سا سماں باندھ گئے تھے پھر وہ قہقہے برساتی ہوئی آواز میں کہنے لگی خواص خان میرے پاس الفاظ نہیں جو میں آپ کے اس فیصلے پر آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے استعمال کر سکوں یوں جانیں آپ نے مجھے ساری عمر باندی کے طور پر آپ کی خدمت کرنے کے لیے خرید لیا ہے میں سمجھتی ہوں کہ آپ کے ان الفاظ نے میرے سارے دکھوں میری ساری مصیبتوں کا خاتمہ کر دیا ہے میں بخوشی آپ کے ساتھ کوچ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ میں بخوشی آپ کے ساتھ آپ کے لشکر کے زنان خانہ میں قیام کرنے کے لیے تیار ہوں اور اگر آپ مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنائیں گے تو میں سمجھوں گی میں نے زندگی میں کچھ بھی نہیں کھویا میں سمجھوں گی کہ میری منزل جو میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئی تھی وہ دوبارہ مجھے مل گئی ہے۔

گنگا جب خاموش ہوئی تب خواص خان کہنے لگا۔

دیکھ گنگا تمہارے ساتھ اس ناراضگی کے دوران میں ایک اور لڑکی کی طرف جھک گیا تھا وہ بے چاری دوھوا ہے بڑی بے بس اور لاچار لڑکی ہے بس یوں جانو پہلے مجھے اس سے ہمدردی ہوئی پھر میں اس کی محبت میں مبتلا ہو گیا وہ بھی کبھی رہتاس شہر کے دوھوا آشرم میں رہتی تھی۔ اس کے بعد خواص خان نے گیتا سے متعلق گنگا کو تفصیل کے ساتھ بتا دیا تھا۔ آخر میں گنگا کو مخاطب کرتے ہوئے خواص خان نے پوچھا۔

دیکھ گنگا اگر تمہارے ساتھ ساتھ میں گیتا کو بھی اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہوں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہ ہو گا جواب میں گنگا فورا" بول پڑی۔ خواص خان میرے محترم جن حالات میں آپ اور گیتا ایک دوسرے کے قریب آئے اور آپ نے اسے اپنی محبت سے نوازا میں سمجھتی ہوں گیتا واقعی آپ کی محبت کی حقدار تھی میں کسی بھی صورت اس بات پر اعتراض نہ کروں گی کہ آپ اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنائیں۔ بلکہ اگر میرے ساتھ ساتھ آپ گیتا کو بھی اپنی زندگی کا ساتھی بنائیں تو میں آپ کو یقین

دلاتی ہوں کہ آپ کا یہ فیصلہ میری خوشی کا باعث ہو گا اس طرح میں اور گیتا دونوں مل کر بہتر انداز میں آپ کی خدمت کر سکیں گی میں گیتا سے آپ کی شادی پر اطمینان اور خوشی محسوس کروں گی۔

گنگا کے اس جواب پر خواص خان کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ کہنے لگا۔

دیکھ گنگا تو نے یہ جواب دیکر میری خوشیوں میں بے پناہ اضافہ کر دیا ہے اب تم تیاری کرو۔ خواص خان نے اوما کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اوما میری بہن تو یہیں کھڑی رہ میں اپنے محافظ دستوں کے پاس جاتا ہوں شیر شاہ سوری نے محافظ دستوں کو گنگا کے لیے کچھ چیزیں دی تھیں وہ ایک گٹھڑی کی صورت میں ہیں شاید گنگا کے لیے کپڑے ہیں میں وہ لے کر آتا ہوں اس کے ساتھ ہی خواص خان وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

خواص خان کے جانے کے بعد اوما آگے بڑھی اور بری طرح گنگا سے لپٹ گئی تھی۔

پھر رازداری میں اوما گنگا کے کان میں کہنے لگی گنگا میری بہن تو نے کیا خوب خواص خان کو اپنی طرف مائل کرنے کی اداکاری کی ہے میری بہن میں تمہیں مبارکباد دیتی ہوں اب گیتا کے ساتھ ساتھ گنگا کی حیثیت سے بھی تو خواص خان کی محبت اس کا پریم حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ دیکھ گنگا جس قدر تو نے تکلیفیں اٹھائی ہیں اب اسی قدر تیرے سامنے راحتیں ناچ اٹھی ہیں تیری منزل اب تیری مٹھی میں ہے۔

گنگا اور اوما نے تھوڑی دیر ہی گفتگو کی تھی کہ خواص خان لوٹ آیا اس کے ہاتھ میں ایک گٹھڑی تھی وہ گٹھڑی اس نے گنگا کو تھمائی اور کہنے لگا۔

دیکھ گنگا اس گٹھڑی میں وہ کپڑے ہیں جو شیر شاہ سوری نے تمہارے لئے بھجوائے ہیں۔ دیکھ گنگا تو اپنے یہ پھٹے پرانے پیوند لگے کپڑے اتار دے اور اس گٹھڑی میں سے کوئی اچھا اور خوبصورت سا لباس پہن اور ہاں یہ بھی بتا کہ کیا ابھی تھوڑی دیر تک تو ہمارے ساتھ یہاں سے لشکر کی طرف کوچ کرنے کے لیے تیار ہو جائے گی گنگا فورا" بول پڑی۔

تھوڑی دیر تک نہیں میں تو ابھی اور اسی وقت آپ کے ساتھ دنیا کے آخری

کونے تک بھی سفر کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس پر خواص خان کہنے لگا۔

سن گنگا یہاں سے لشکر میں جانے کے بعد تو لشکر کے زنان خانے میں گیتا اور نیرل کے ساتھ قیام کرے گی اوما بھی وہیں رہے گی اس لحاظ سے تم چاروں ایک ہی خیمے میں قیام کرنا۔ گیتا نے ایک کام کے سلسلے میں اپنا چہرہ ڈھانپ رکھنے کی سوگند کھا رکھی ہے جب اس کا وہ کام ہو جائے گا اور اس کی قسم پوری ہو جائے گی تو وہ اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دے گی اس وقت میں تمہیں اور گیتا دونوں کو اپنی زندگی کا ساتھی بنا لوں گا دیکھ گنگا اب تو لباس تبدیل کر اور نیا لباس پہن کر میرے سامنے آ۔ گنگا نے کپڑوں کی وہ گٹھڑی لے لی اور دوسرے کمرے کی طرف چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد گنگا پرانا لباس اتار کر زرق برق لباس پہن کر آئی اسے دیکھتے ہی خواص خان ٹھٹھک کے رہ گیا تھا اب وہ واقعی ہی رہتاس کی راجکماری لگ رہی تھی اسے دیکھتے ہوئے خواص خان فخر اور خوشی محسوس کرتے ہوئے کہنے لگا دیکھ گنگا تو تھوڑی دیر تک ستا لے آرام کر لے اس کے بعد ہم یہاں سے کوچ کریں گے اس پر گنگا کہنے لگی آپ کہاں جانے لگے ہیں۔ خواص خان نے کہا میں اپنے محافظ دستوں کی طرف جاتا ہوں تم دونوں بہنیں اکٹھی کسی کمرے میں ستا لو اس پر گنگا کہنے لگی کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں آپ اور اوما ایک ہی کمرے میں بیٹھ کر گفتگو کریں پھر یہاں سے کوچ کریں خواص خان خوشی محسوس کرتے ہوئے کہنے لگا اگر تم ایسا کرنا چاہو تو یہ میری خوشی کا باعث ہو گا اس پر گنگا نے تھوڑی سی بے باکی کا مظاہرہ کیا وہ آگے بڑھی خواص خان کا کھردرا ہاتھ اس نے اپنے گداز خوبصورت اور نرم ہاتھ میں لیا پھر وہ خواص خان اور اوما کو لیکر ایک کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

تھوڑی دیر تک تینوں اس کمرے میں بیٹھ کر باہم پیار بھری اور چاہت آمیز گفتگو کرتے رہے اس کے بعد خواص خان گنگا اوما اور اپنے محافظ دستے کو لیکر رہتاس سے اپنے لشکر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

خواص خان کے لشکر میں پہنچنے سے چند یوم بعد برہم جیت بھی اپنے دستوں کے ساتھ لشکر میں پہنچ گیا اور اس نے شیر شاہ سوری کو اطلاع کی کہ ہمایوں اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ چند دن تک اریل کے راجہ بیربھان کے ہاں سے نکل کر آگرہ کا

رخ کرے گا۔

خبر سنتے ہی شیر شاہ سوری فوراً اپنے لشکر کو حرکت میں لایا اور وہ ہمایوں کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

ادھر ہمایوں بھی اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ اریل کے راجہ بیربھان کے یہاں سے نکلا اور جمنا کے کنارے کنارے کالپی کی طرف روانہ ہوا جسے وہ ابھی تک اپنا علاقہ کہہ سکتا تھا۔ شیر شاہ سوری پوری تندہی اور پورے زور کے ساتھ اس کے تعاقب میں لگا ہوا تھا۔

اہل و عیال سے محروم قسمت کا مارا مایوس اور افسردہ ہمایوں دو ہفتے تک شیر شاہ سوری کے آگے دھکے کھاتا رہا۔ الہ آباد تک ہمایوں کا شیر شاہ سوری نے تعاقب کیا۔ جب شیر شاہ سوری نے یہ اندازہ لگایا کہ ہمایوں اب اس کے لئے خطرناک نہیں تو اس نے تعاقب ترک کر دیا۔ تعاقب کے اس طرح ترک ہونے پر ہمایوں نے سکھ کا سانس لیا۔ اور اس نے آگرہ کا رخ کیا۔ اس طرح دو ہفتے بعد وہ آگرہ پہنچا۔

یہاں شاہی حرم کی بیگمات کی سرد آہوں۔ گرم نالوں نے اس کا استقبال کیا اس کی غیر متوقع آمد سے اس کے بھائیوں کے دلاویز خواب چکنا چور ہو گئے تھے۔ چونکہ اس کے بھائی تو یہ خیال کر رہے تھے کہ شیر شاہ سوری کے مقابلے میں ہمایوں کو شکست ہو گی اور ہمایوں مارا جائے گا۔ لہٰذا انہیں ہندوستان کا شہنشاہ بننے کا موقع مل جائے گا۔ لیکن جب ہمایوں صحیح سلامت آگرہ پہنچ گیا تو ان کے سارے خواب چکنا چور ہو کر رہ گئے تھے تاہم وہ ایک بار پھر ہمایوں کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگ گئے تھے۔

متواتر جسمانی مشکلات۔ دماغی کاوش۔ اپنے حرم کی بیگمات کی جدائی کے صدمے نے ہمایوں کی صحت کو ایک حد تک برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آگرہ پہنچ کر ہمایوں لگا تار چالیس دن تک بخار میں مبتلا رہا۔ دوسری جانب شیر شاہ سوری نے ہمایوں کا تعاقب ترک کر کے بنگال کی طرف اپنی توجہ مبذول کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

○===○===○

الہ آباد تک ہمایوں کا تعاقب کرنے کے بعد شیر شاہ سوری ایک طرح سے ہمایوں کی طرف سے بالکل بے فکر ہو گیا تھا لہٰذا ہمایوں پر فیصلہ کن اور آخری ضرب لگانے سے پہلے وہ بنگال کے حالات کو اپنے حق میں درست کر لینا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ صوبہ بہار تو پہلے ہی اس کے قبضے میں ہے۔ بہار کے ساتھ ساتھ وہ بنگال پر بھی قبضہ کر لے۔ دونوں صوبوں میں حالات کو اپنے حق میں بہتر سے بہتر کرنے کے بعد وہ پھر بنگال سے نکلے اور ہمایوں پر فیصلہ کن ضرب لگانے کے لیے اس کے سامنے آئے۔

لیکن بنگال پر اس وقت قبضہ کرنا آسان کام نہ تھا۔ بنگال پر ہمایوں کی طرف سے ایک انتہائی دلیر۔ جراتمند اور عاقل و دانا سپہ سالار حکمران تھا۔ جس کا نام جہانگیر قلی خان تھا۔ پھر بنگال اور بہار کی سرحد پر مونگیر نام کے قلعے اور شہر میں ہمایوں کے سپہ سالار اعلیٰ خان خانان جس کا اصل نام دلاور خان تھا وہ بھی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ مونگیر کے قلعے میں قیام کئے ہوئے تھا۔ ہمایوں نے جس وقت بنگال جانے کے لیے کوچ کیا تھا تو لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ ہمایوں نے خان خانان یعنی دلاور خان کے حوالے کیا تھا۔ اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ مونگیر میں جا کے پڑاؤ کر لے تاکہ بنگال سے آگرہ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں شیر شاہ سوری حملہ آور ہو تو دلاور خان خاناں اس سے نپٹ سکے۔ چونکہ آگرہ کی طرف جاتے ہوئے ہمایوں نے مونگیر کا راستہ بدل کر دوسرے راستے سے دریائے گنگا کو عبور کر لیا تھا اور اس راستے کی تبدیلی کی اطلاع دلاور خان خاناں کو نہیں دی گئی تھی لہٰذا دلاور خان ابھی تک اپنے لشکر کے ساتھ مونگیر ہی میں قیام کئے ہوئے تھا۔

شیر شاہ سوری کو بنگال پر قبضہ کرنے کے لیے دو قوتوں سے نپٹنا تھا ایک دلاور خان خان خاناں جو مونگیر کے قلعے میں ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ قیام کئے ہوئے تھا اور دوسرا حاکم بنگال جہانگیر قلی خان سے۔ جس کی شجاعت بھی مغلوں اور افغانوں دونوں میں قابل تعریف تھی۔

ان حالات سے نپٹنے کے لیے شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ شیر شاہ سوری نے اپنے پاس رکھا اور دریائے گنگا کے کنارے اس نے قیام کئے رکھا۔ دوسرا حصہ شیر شاہ سوری نے خواص خان کی سرکردگی میں دیا اور خواص خان کو یہ حکم دیا کہ وہ مونگیر کے مضبوط قلعے کی طرف جائے اور وہاں دلاور خان خان خاناں پر حملہ آور ہو۔ اور اسے شکست دیکر مونگیر پر قبضہ کر لے۔ مونگیر وہ قلعہ تھا جس پر پہلے بھی ایک بار خواص خان حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کر چکا تھا۔

لشکر کا تیسرا حصہ شیر شاہ سوری نے حاجی خان سٹنی اور جلال خان جالو کی کمان میں دیا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ بنگال کے حکمران جہانگیر قلی خان پر حملہ آور ہو کر بنگال کو اس سے خالی کرائیں۔ اس طرح خود شیر شاہ سوری نے دریائے گنگا ہی کے کنارے قیام کئے رکھا۔ تاکہ ایسے موقع پر اگر ہمایوں کی طرف سے کسی قسم کی پیش قدمی ہو تو وہ اس سے نپٹ سکے جبکہ لشکر کے دونوں حصے اپنی اپنی منزل کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

خواص خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے قلعہ اور شہر مونگیر کی طرف بڑھا تھا۔ خواص خان کی اس پیشقدمی کی اطلاع قلعہ مونگیر میں خان خانان دلاور خان کو بھی مل گئی تھی۔ اس سے پہلے دلاور خان کو یہ بھی خبر پہنچ چکی تھی کہ چوسہ کے مقام پر ہمایوں کو شیر شاہ سوری کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس لیے ہمایوں شکست کھانے کے بعد آگرہ کی طرف جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ

خان خاناں دلاور خاں کو اس کے مخبر یہ بھی اطلاع کر چکے تھے کہ خواص خان لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جبکہ حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ ہمایوں کی طرف سے بنگال کے حکمراں جہانگیر قلی خان کا صفایا کرنے کے لیے پیش قدمی کر چکے ہیں۔

ان حالات میں خان خاناں دلاور خان نے مونگیر کے قلعے میں محصور رہ کر دفاع کرنے کے بجائے کھلے میدان میں خواص خان سے جنگ کرنے کو ترجیح دی۔ خان خاناں دلاور خان نے اس صورت حال کو سامنے رکھا کہ کھلے میدانوں میں اگر خواص خان کے ہاتھوں شکست ہوئی تو کسی نہ کسی طرح خواص خان سے لڑتا بھڑتا آگرہ میں ہمایوں کے پاس چلا جائے گا اور اگر مونگیر شہر سے باہر کھلے میدانوں میں وہ خواص خان کو شکست دینے میں کامیاب ہو گیا تب وہ آگرہ کے بجائے گوڑ کا رخ کرے گا اور وہاں شیر شاہ سوری کے سالار حاجی بٹنی اور جلال الدین جالو کے مقابلے میں جہانگیر قلی خان کی مدد کو پہنچ جائے گا۔ ان سوچوں کے تحت خان خاناں دلاور خان اپنے لشکر کے ساتھ مونگیر کے مضبوط اور مستحکم قلعے سے نکلا اور قلعے کے نواحی کوہستانی سلسلے کے اندر کھلے میدانوں میں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ جس شاہراہ پر خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ مونگیر کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا وہ شاہراہ انہیں کوہستانی وادیوں میں سے ہو کر گذرتی تھی جہاں خاناں دلاور خان نے پڑاؤ کیا تھا۔

خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے جب ان وادیوں میں آیا تو اس نے دیکھا خان خاناں دلاور خان اپنے لشکر کے ساتھ خواص خان کی راہ روک کھڑا ہوا تھا۔ مجبوراً" خواص خان کو مونگیر قلعے سے باہر کوہستانی سلسلے سے گھری ہوئی وادیوں میں خان خاناں دلاور خان کے سامنے پڑاؤ کرنا پڑا تھا۔

خواص خان کے لشکر کو دیکھتے ہوئے خان خاناں دلاور خان کے حوصلے مزید بڑھ گئے تھے۔ اس نے دیکھا جو لشکر خواص خان کے ساتھ تھا وہ تقریباً" اس لشکر سے آدھا تھا جو اس وقت دلاور خان کی کمانداری میں تھا لہٰذا خان خاناں دلاور خان کو امید تھی کہ کوہستانی سلسلے سے گھری ہوئی ان وادیوں میں وہ خواص خان کو شکست دیکر مار بھگانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ دو روز دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کے سامنے

پڑاؤ کر کے آرام کیا۔ دوسرے روز صبح ہی صبح خان خانان دلاور خان کے لشکر میں جنگ کے طبل بجنے لگے تھے جو اس بات کی غمازی تھی کہ دلاور خان جنگ کی ابتدا کرنے والا ہے۔ جبکہ طبل کی آوازیں سنتے ہوئے خواص خان نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنی شروع کر دی تھیں۔

خان خانان دلاور خان کے لشکر میں تھوڑی دیر تک جنگ کے طبل بجتے رہے۔ اس کے بعد خاموشی طاری ہو گئی۔ خواص خان سمجھ گیا تھا کہ خان خاناں دلاور خان جنگ کی ابتداء کرنے والا ہے۔ خواص خان کے اندیشے درست ثابت ہوئے اس لیے کہ تھوڑی ہی دیر بعد دلاور خان اپنے لشکر کو حرکت میں لایا۔ پھر وہ خواص خان کے لشکر پر کارہستی کی خام بنیادوں پر غم و اندوہ کی طغیانی کی ضرب۔ صحرا میں بگولوں کے ندر جلتے پتھروں کی برسات اور بن باس کے دشت کی سفاک سازشوں کی طرح خواص خان کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

خواص خان نے بھی دلاور خان کے اس حملے کا ترکی بہ ترکی جواب دیا تھا۔ خواص خان دفاع پر نہیں اترا تھا بلکہ شروع ہی میں اس نے جارحیت اختیار کر لی تھی۔ اور دلاور خان کے حملے کے جواب میں وہ بھی دلاور خان کے لشکر پر صوت دل کے آئینے میں وقت کے خونی نوحے۔ روح کو گونگا کر دینے والی آتش فراق اور عمروں کی دھوپ پر چھا جانے والے زہریلے بادلوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

مونگیر قلعے سے باہر کوہستانی سلسلے کی ان وادیوں میں دونوں لشکروں کے آپس میں ٹکرانے کے باعث میدان جنگ دنیا کے امن کی نفرت گاہ بن گیا تھا۔ آگ و خون کے تماشے اور ملال و حزن کے آتش کدے کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ کافی دیر تک دونوں لشکر ایک دوسرے پر قہرانیت بن کر ٹوٹتے رہے۔ خاک و خون کا کھیل کھیلا جاتا رہا۔

شروع شروع میں خان خانان نے بڑے تیز اور جراتمندانہ حملے کرتے ہوئے ایک طرح سے خواص خان کو وہاں سے پسپا کرنے کی کوشش کی تھی لیکن خواص خان دلاور خان کے سامنے آہنی چٹان ثابت ہوا جس کی جڑیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہوں۔ دلاور خان نے اپنی ہر کوشش کی۔ ہر حربہ آزمایا۔ کسی بھی صورت وہ خواص

خان کو پسپا کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔

دوسری جانب خواص خان نے جوابی حملے کرتے ہوئے ایسی خوفناک اور ہولناک ضربیں لگائیں کہ خان خانان کے لشکر کی اگلی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ خواص خان نے جب دیکھا کہ خان خاناں کے لشکر کی اگلی صفوں کی تنظیم بگڑ گئی ہے تب اس نے اپنے حملوں میں ایسا جوش ایسی بیباکی پیدا کی کہ اگلی صفوں کو مکمل طور پر روندنے کے بعد وہ پچھلی صفوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔ خواص خان کے ان جان لیوا اور بے باکانہ حملوں سے اس کے لشکریوں کے بھی حوصلے بلند ہوئے اور وہ بھی اسی جیسا مظاہرہ کرتے ہوئے خان خاناں کے لشکر پر چھانے لگے تھے۔ تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد خان خاناں کے لشکر کو خواص خان کے ہاتھوں بدترین شکست ہوئی۔ خان خاناں کے لشکر کی اکثریت کو خواص خان نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ باقی کو قیدی بنا لیا گیا۔ خان خاناں کو بھی خواص خان نے زندہ گرفتار کر لیا تھا۔

دوسری جانب خواص خان ہی کی طرح حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو اپنے حصے کے لشکر کو لیکر بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کی طرف بڑھے تھے تاکہ جہانگیر قلی خان پر حملہ آور ہو کر اس کا صفایا کر دیا جائے۔ جہانگیر قلی خان بڑا دلیر بڑا جرا تمند سالار تھا اور بڑا صاحب دانش شخص خیال کیا جاتا تھا۔ اسے خبر ہو گئی تھی کہ شیر شاہ سوری کے سالار حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو ایک لشکر لیکر بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کا رخ کر رہے ہیں اور کسی بھی وقت اس پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔

اس نازک موقع پر جہانگیر قلی خان نے بڑی دانشمندی کا ثبوت دیا۔ گوڑ شہر اس نے خالی کر دیا۔ جو لشکر اس کے پاس تھا اسے لیکر وہ گوڑ سے نکلا اور بنگال اور بہار کی سرحد پر مونگیر نام کے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ جہانگیر قلی خان کا خیال تھا کہ وہ خان خاناں دلاور خان کے ساتھ جا ملے گا اور اگر جلال الدین جالو اور حاجی خان بٹنی نے گوڑ شہر سے نکل کر خواص خان کے ساتھ مل کر مونگیر پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو وہ خود خان خاناں کے ساتھ ملکر مونگیر کے دفاع میں شامل ہو جائے گا۔ یہ ایک بہترین فیصلہ تھا جو جہانگیر قلی خان نے کیا تھا۔ پر شاید قدرت اس کے خلاف ہی فیصلے دے چکی تھی۔

حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو کو جب خبر ہوئی کہ بنگال میں ہمایوں کا حاکم جہانگیر قلی خان گوڑ شہر کو خالی کر کے اپنے لشکر کے ساتھ مونگیر کی طرف کوچ کر گیا ہے تو بڑی تیزی سے ان دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ جہانگیر قلی خان کا تعاقب کیا۔ گوڑ اور مونگیر کے درمیان حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو نے جہانگیر قلی خان کو جا لیا تھا۔

جہانگیر قلی خان نے جب دیکھا کہ حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو اس کا تعاقب کرتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئے ہیں تو کھلے میدانوں میں اس نے اپنے لشکر کو رک جانے اور صف آرا ہونے کا حکم دیدیا تھا۔ ہمایوں کو شکست کے بعد حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو کے حوصلے بڑے بلند تھے انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جہانگیر قلی خان کے نزدیک جاتے ہی وہ اس پر حملہ آور ہو جائیں گے۔

دوسری جانب جہانگیر قلی خان بھی ایسا ہی فیصلہ کر چکا تھا۔ لہٰذا حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو اپنے لشکر کے ساتھ جہانگیر قلی خان کے نزدیک پہنچے جہانگیر قلی خان زندگی کے خونی عذاب کی طرح حرکت میں آیا۔ پھر وہ ساعت نامہرباں۔ کسی سرد طویل رات میں ذہن کی راہداریوں میں گھس جانے والے خوف و حزن کی طرح تعاقب کرنے والے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو نے بڑی دلیری بڑی شجاعت سے جہانگیر قلی خان کے اس حملے کا مقابلہ کیا لیکن تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد انہوں نے اندازہ لگایا کہ جہانگیر قلی خان ان سے کہیں زیادہ جنگ کا تجربہ رکھنے والا ہے اس لیے کہ اس کے حملوں میں ایسا زور ایسی جانثاری تھی کہ سامنے اور دونوں پہلوؤں کی طرف سے بھی جہانگیر قلی خان نے حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو کے لشکر پر جان لیوا حملے شروع کر دیئے تھے۔ جہانگیر قلی خان کی طرف سے یہ حملے ایسے زور دار ایسے خونی تھے کہ زیادہ دیر تک جلال الدین جالو اور حاجی خاں بٹنی ان حملوں کی تاب نہ لا سکے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تھوڑی دیر کی ہی مزید جنگ کے بعد جہانگیر قلی خان نے حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو کے لشکر کی حالت جبر کی ظلمات میں بھوکی نگاہوں ہشام زمستان میں ٹھٹھرے بے آب چہروں جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔ ایک بار حاجی خان بٹنی اور جلال

الدین جالو نے آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد جنگ کے فیصلے کو اپنے حق میں کرنے کے لیے جان توڑ حملے کئے لیکن جہانگیر قلی خان نے ان دونوں کے حملوں کو ناکام بنا دیا اور جوابی حملہ کرتے ہوئے اس نے ان دونوں کے لشکر کے پاؤں اکھاڑ دیئے تھے۔ ایسا ہوا تھا کہ جلال الدین جالو اور حاجی خان بٹنی دونوں اپنے لشکر کے ساتھ جہانگیر قلی خان کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد بھاگ گئے تھے۔

شکست اٹھانے کے بعد حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو جہانگیر قلی خان سے کئی میل دور چلے گئے تھے باہم آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد نئے انداز میں جہانگیر قلی خان پر حملہ آور ہوا جائے۔ حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو کو شکست دینے کے بعد جہانگیر قلی خان ایک فاتح کی حیثیت سے اپنے لشکر کے ساتھ چند میل ہی مونگیر کے قلعے کی طرف بڑھا تھا کہ خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ اس کی راہ روک کھڑا ہوا۔

مونگیر کے نواح میں خان خاناں دلاور خان کو شکست دینے اور گرفتار کرنے کے بعد خواص خان نے اپنے لشکر کے ساتھ بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کا رخ کیا تھا تاکہ حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو کی مدد کرے۔ لیکن راستے ہی میں اسے ان دونوں کی شکست کی خبر پہنچ گئی تھی دوسری جانب دریائے گنگا کے کنارے خیمہ زن شیر شاہ سوری کو بھی حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو دونوں کی شکست کی خبر مل گئی تھی۔ لہٰذا اس نے بھی بڑی برق رفتاری سے بنگال کی طرف کوچ کیا تھا۔

خواص کو اپنے لشکر کے ساتھ اپنے سامنے دیکھتے ہوئے جہانگیر قلی خان نے پہلا ہی طریقہ کار استعمال کیا۔ جس طرح وہ اچانک حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو پر حملہ آور ہوا تھا اسی طرح اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اڈتے ہبولوں' اجنبی نا آشنا سرخ سیالوں اور گریزاں صورتوں کی طرح وہ خواص خان کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

لیکن خواص خان حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو سے ذرا مختلف تھا۔ اس نے بڑی جراتمندی بڑی دلیری سے جہانگیر قلی خان کے لشکر کے حملے کو روکا پھر اس نے جوابی حملہ کیا اور وہ بے سمتیوں کے دشت میں جوش مارتی سرکش آندھیوں بیکراں بحر میں خون اگلتی باغی موجوں کی طرح جہانگیر قلی خان کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔ جہانگیر

قلی خان نے بہتیری کوشش کی کہ خواص خان کے حملوں کو روک کر خواص خان کو پیچھے دھکیلے لیکن خواص خان کے ساتھ ایسا کرنا بہت مشکل تھا۔ گو جہانگیر قلی خان کے حوصلے حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو کو شکست دینے کے بعد بڑے بلند تھے۔ دوسری جانب یہی حالت خواص خان اور اس کے لشکریوں کی بھی تھی کیونکہ اس کے لشکری اس سے پہلے مونگیر کے باہر خان خاناں دلاور خان کو شکست دینے کے بعد اسے گرفتار کر چکے تھے لہٰذا وہ خود بھی بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہو رہے تھے۔ تھوڑی دیر تک دونوں لشکر جم کر جنگ کرتے رہے۔ میدان جنگ میں کئی ساعتوں تک زہر خورانی اور رقصاں شعلوں کا کھیل کھیلا جاتا رہا جلد ہی خواص خان کی جراتمندی اس کی دلیری رنگ لانے لگی اور صاف دکھائی دینے لگا کہ جہانگیر قلی خان اپنے لشکر کے ساتھ پسپا ہو رہا ہے جبکہ خواص خان اب اس کے تعاقب کرنے کے در پے ہے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے خواص خان اپنے لشکریوں کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ پر جوش انداز میں حملہ آور ہونا شروع ہو گیا تھا۔ جس کے جواب میں جہانگیر قلی خان اور اس کے لشکریوں کی حالت جنون بے جہل اور خیال بے سبب جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ ایسی صورت حال میں جہانگیر قلی خان شکست اٹھا کر خواص خان کے سامنے سے بھاگ کھڑا ہوا۔

خواص خان نے پوری تندی۔ پوری تندہی سے اپنے سامنے سے بھاگنے والے جہانگیر قلی خان اور اس کے لشکریوں کا تعاقب کیا۔ اس تعاقب میں خواص خان اور اس کے لشکریوں کے ہاتھوں نہ صرف یہ کہ جہانگیر قلی کے سارے لشکری کام آئے بلکہ جہانگیر قلی خان خود بھی اس جنگ میں مارا گیا تھا۔ خواص خان نے جہانگیر قلی خان کے سارے سامان پر قبضہ کرلیا پھر اپنے لشکر کے ساتھ اس نے وہیں پڑاؤ کرلیا تھا۔

حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ خان خاناں دلاور خان کو شکست دینے کے بعد خواص خان مونگیر سے نکل کر جہانگیر قلعی خان کی راہ روک کھڑا ہوا ہے لہٰذا وہ بھی بڑی تیزی سے میدان جنگ کی طرف بڑھے۔ ان کے آنے تک خواص خانے جہانگیر قلی خان اور اس کے لشکر کا صفایا کرنے کے بعد اپنے لشکر کا پڑاؤ کر لیا تھا۔ حاجی خان بٹنی اور جلال الدین جالو اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچے ۔

اپنے لشکر کو انہوں نے پڑاؤ کرنے کا حکم دیا پھر وہ دونوں خواص خان سے ملے اور جہانگیر قلی خان کے خلاف اسے شاندار فتح حاصل کرنے پر مبارکباد دی۔

اسی روز شام کے قریب شیر شاہ سوری بھی اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ پہنچ گیا جہاں خواص خان نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ اپنے پڑاؤ سے نکل کر خواص خان نے شیر شاہ سوری کا استقبال کیا۔ خواص خان کو دیکھتے ہی شیر شاہ سوری اپنے گھوڑے سے اتر پڑا پھر بھاگ کر وہ خواص خان سے لپٹ گیا۔ خواص خان کی پیشانی چومی پھر خواص خان کو مخاطب کرتے ہوئے بے پناہ خوشی کے اظہار میں شیر شاہ سوری نے کہنا شروع کیا۔

خواص خان میرے بیٹے۔ تیری جانثاری تیری شجاعت۔ تیری الوالعزی کی خبریں مجھے دریائے گنگا کے کنارے ہی پہنچ گئیں تھی۔ میں تمہیں مونگیر شہر کے باہر خان خاناں دلاور خان کو شکست دینے اور اسے زندہ گرفتار کرنے کی بھی مبارکباد دیتا ہوں۔ اور میں تمہیں اس جگہ حاکم بنگال جہانگیر قلی خان کو بھی بدترین شکست اور اسے اور اس کے لشکریوں کے قتل کرنے پر بھی تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ خواص خان میرے بیٹے تم یقیناً" میرے لئے ایسے جوانوں میں سے ہو جو ریت کے تودوں۔ چٹانوں کے جگر۔ تند طوفانی ہواؤں کے پروں۔ برفانی چوٹیوں ۔ گرجتے بادلوں۔ کڑکتی بجلیوں پر بھی اپنی فتح مندی کے نشان چھوڑ سکتے ہو۔

خواص خان تم یقیناً ان فرزندوں میں سے ہو جو دھندلائے سایوں کو اجڑے ہوئے شہروں کو اڑتی ساعتوں کے جگنو عطا کر سکتے ہیں۔ جو اپنے قدموں کی آہٹوں سے گوشہ دل میں آتش نہاں کو یادوں کے مہکے خواب اور بھوکے ننگے جذبوں کو بوسہ وصل سے سجے شبستان عطا کر سکتے ہیں۔ خواص خان تم میرے ایسے سالار ہو جو میرے دشمنوں پر ابر کا کالا سمندر اور بھڑکتی انتقامی آگ کی طرح چھا جانے کا فن خوب جانتا ہے۔ خواص خان میرے بیٹے میں تیری جرا ئتمندی تیری دلیری۔ تیرے بے باک جذبوں اور جنگ میں تیری ممارست کو سلام پیش کرتا ہوں۔

اس کے بعد خواص خان سے شیرشاہ سوری علیحدہ ہوا۔ اپنے لشکر کو اس نے وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دیدیا تھا پھر خواص خان کو مخاطب کر کے ایک بار پھر شیر شاہ سوری

نے کہا خواص خان میرے بیٹے۔ متحدہ لشکر آنے والی شب یہاں قیام کر کے ستائے گا پھر دوسرے روز ہم بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کی طرف روانہ ہو جائیں گے جواب میں خواص خان کہنے لگا۔ میرے محترم میرے مکرم خان خاناں دلاور خان کے لشکر اور مونگیر کے قلعے سے مجھے خوراک اور جنگ کا کافی سامان ہاتھ لگا ہے۔ اس کے علاوہ جہانگیر قلی خان کو شکست دینے کے بعد بیشمار سامان مجھے ملا ہے۔ خواص خان کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی شیر شاہ سوری کہنے لگا۔ خواص خان میرے بیٹے یہ سارا سامان اپنی نگرانی ہی میں رکھو۔ کل کوچ کرتے وقت اس کا بندوبست کریں گے۔ اب تم اپنے خیمے میں جا کر آرام کرو۔ خواص خان اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔ جبکہ شیر شاہ سوری اپنے خیمے کی طرف جا رہا تھا۔

خواص خان اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا تھا کہ خیمے کے دروازے پر گنگا نمودار ہوئی۔ وہ زرق برق لباس پہنے پریوں کے دیس کی کوئی شگوفی لگتی تھی دروازے پر آ کے گنگا رک گئی۔ پھر خیمے میں بیٹھے خواص خان کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی میں اندر آ سکتی ہوں۔ گنگا کی آواز پر خواص خان چونک سا پڑا۔ اس کے چہرے پر دلفریب مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر وہ بلند آواز میں کہنے لگا دیکھ گنگا اب تمہیں میرے خیمے میں اجازت' لیکر داخل ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ تم بلا جھجک اس خیمے میں آؤ اس لیے کہ یہ خیمہ اب تمہارا ہی ہے۔ خواص خان کے ان الفاظ نے گنگا کا جی خوش کر دیا تھا لہٰذا وہ مسکراتی ہوئی خیمے میں داخل ہوئی اور خواص خان کے پہلو میں جا کر بیٹھ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی رہی اس کے بعد گنگا کی آواز گونجی۔

خواص خان میرے حبیب۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات پوچھوں۔ جواب میں خواص خان کہنے لگا۔ دیکھ گنگا اب تجھے میری ناراضگی کی فکر نہیں ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ اب تو میری ذات کا ایک حصہ ہے۔ میں تیری کسی بات پر خفا نہیں ہوں گا۔ گنگا نے جرا ئتمندی اور بیباکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔ کیا اب بھی آپ کے دل میں میرے لئے کچھ کدورت ہے یا محبت ہی محبت ہے۔

گنگا کے اس استفسار پر خواص خان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا۔ پھر پوچھنے لگا دیکھ گنگا کبھی تو نے بھی مجھ سے نفرت کا اظہار کیا تھا۔ بعد میں تیری محبت تیری چاہت

تیرے پریم نے مجھے آ گھیرا۔ یہی سوال اگر میں تم سے کروں تو تمہارا کیا جواب ہو گا۔ گنگا کچھ دیر سر جھکا کر سوچتی رہی پھر نیند اڑاتے لہجے اور ٹھنڈے میٹھے نرم سروں کے سے انداز میں کہنے لگی۔ مجھ سے کیا پوچھتے ہیں میرے تو جسم کی گانٹھ آپ کی محبت میں بندھ چکی ہے۔ میں نے اس راجکماری کا گلا گھونٹ دیا ہے جس نے آپ سے نفرت کا اظہار کیا تھا اب تو آپ کے سامنے آپ کی گنگا بیٹھی ہوئی ہے۔ اگر آپ کھل کر مجھ سے سننا چاہتے ہیں تو میں آپ سے یہاں تک کہہ سکتی ہوں کہ

آپ اب میرے لئے سرسوتی کی دنیا کے ستارے میری ہست کی توانائی میرے قرب کا اوج کمال۔ میرے سیل ذات کا سورج اور میری شب زیست کی سحر ہیں۔ آپ کی محبت نے میرے مشام جان کو معطر اور مجھے نئے احساس سمو دیا ہے۔

خواص خان میرے حبیب۔ آپ کی محبت آپ کا پریم ملنے سے پہلے میں زینہ ایام کے نشیب کی طرف رواں تھی۔ کھوئی نگاہ کی تلاش۔ بھولی بسری صدا کی مانند تھی۔ بس میں منجمد چشمے کی صورت پڑی ہوئی تھی۔ آپ کی محبت نے میری عمر کے خیمے کو تابندہ جوانی۔ میری یادوں کی آنکھوں کو شادابی عطا کی۔ مجھے ان گنت کہکشاں کے پیغام دیئے۔ میری بساط ذات کے سارے راستوں کو شفق آلود کر دیا۔ خواص خان میرے حبیب۔ آپ کی محبت میرے لیے نوید صبح سفر اور نہال شاخ جاں کی مانند ہے۔

خواص خان میرے حبیب۔ آپ کی محبت میرے لیے وہ صحیفہ ہے جس میں میری پوری روداد ہے۔ آپ کی محبت میرے لیے تدبر کی علامت میرے گزرے کل کی مخفی کہانی ہے۔ میرے لیے آپ کی محبت فطرت کا تعقل۔ عہد حاضر کے مفہوم کا تناظر اور زیست کے فلسفے کی طریقت کا راز ہے۔ خواص خان میرے محبوب۔ آپ کی محبت ملنے سے پہلے میں سوکھا پھول اور خشک ٹہنی تھی آپ کی محبت نے مجھے بور سے لدی ٹہنی اور ریشمی لمحہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ اس کے لیے میں اگر ساری زندگی ساری زیست بھی آپ کا شکریہ ادا کرتی رہوں تب بھی حق ادا نہیں کر سکتی۔

گنگا کے یہ الفاظ سن کر خواص خان خوش ہو گیا تھا اور کہنے لگا دیکھ گنگا تمہیں میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب تم میری محبت میری چاہت ہو۔ ہم دونوں نے مل کر اس دور کو دفن کر دیا ہے جس نے ہم دونوں کے درمیان نفرت اور

جدائی کی دیواریں کھڑی کر دی تھیں۔ اب ہم دونوں ایک ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی۔ عنقریب میں تم اور گیتا شادی کے بندھن میں بندھ جائیں گے اور اپنی پر شوق زندگی کی ابتدا کریں گے۔ یہاں تک کہنے کے بعد خواص خان رکا پھر گنگا کہنے لگی۔

باتوں باتوں میں مجھے اصل موضوع کی طرف آنا تو یاد ہی نہیں رہا۔ میں دراصل آپ کو خان خاناں دلاور خان اور جہانگیر قلی خان کے خلاف بہترین فتوحات حاصل کرنے پر مبارکباد دینے آئی تھی گنگا نے تیز نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا نہیں۔ صرف مبارکباد ہی نہیں۔ آپ سے ملنے آپ کو دیکھنے اور بات چیت کرنے آئی تھی۔ گنگا کی اس گفتگو سے خواص خان کا چہرہ شاداں ہو گیا تھا پھر شاید اسے کوئی بھولی ہوئی بات یاد آئی اور چونکنے کے سے انداز میں اس نے گنگا سے پوچھا۔

گنگا تم اکیلی ہی آئی ہو۔ گیتا کو کیوں نہیں ساتھ لیکر آئی ہو۔ گنگا نے تھوڑی دیر تک بڑے غور سے خواص خان کی طرف دیکھا پھر جواب میں کہا۔ خواص خان میرے حبیب شیرشاہ سوری کے حرم میں سے ایک کی طبیعت ناساز ہے لہٰذا گیتا اس کے پاس بیٹھی ہوئی ہے اگر وہ آتی تو مجھے وہاں بیٹھنا پڑتا۔ ہم دونوں میں سے ایک ہی آپ کو ملنے کے لیے آ سکتی تھی لہٰذا گیتا وہیں بیٹھی ہے اس نے مجھے آپ سے ملنے کے لیے بھیج دیا۔ اس نے بھی آپ کو فتح کی مبارکباد بھجوائی ہے۔

گنگا کے ان الفاظ کے بعد خواص خان تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا۔ اس دوران گنگا پھر بول پڑی۔

خواص خان میرے حبیب۔ میں آپ سے ایک اور سوال پوچھتی ہوں مجھے امید ہے کہ آپ اس کا جواب حقیقت اور سچائی پر مبنی الفاظ میں دیں گے۔ خواص خان نے کہا بولو کیا پوچھتی ہو۔ گنگا کہنے لگی۔

خواص خان۔ اب جبکہ میں اور گیتا آپ کی زیست کے دو پہلو ہیں اگر میں آپ سے یہ پوچھوں کہ گنگا اور گیتا دونوں میں سے کس سے زیادہ محبت اور پریم آپ کرتے ہیں تو آپ کا جواب کیا ہو گا۔ جواب دینے سے پہلے خواص خان نے کچھ سوچا پھر غور سے گنگا کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

دیکھ گنگا۔ اپنے ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں کو میرے سامنے کر لو۔ خواص خان کا کہا مانتے ہوئے گنگا نے اپنے خوبصورت اور گداز ہاتھ خواص خان کے سامنے پھیلا دیئے پھر خواص خان نے قریب پڑی ہوئی تھیلی میں سے دو ہم وزن سکے نکالے اور گنگا کی دونوں ہتھیلیوں پر رکھتے ہوئے پوچھا اب بتا گنگا ان دونوں سکوں میں سے کون سا تمہیں وزنی لگتا ہے۔ گنگا جھٹ کہنے لگی دونوں سکے ہم وزن ہیں۔ خواص خان جھٹ کہنے لگا پھر تم دونوں بھی میری نگاہوں میں ہم وزن ہی ہو۔ تم دونوں سے ایک جیسا پریم اور محبت کرتا ہوں۔ خواص خان کا یہ جواب سن کر زندگی میں پہلی بار گنگا بے جھجک آگے بڑھی اور بری طرح وہ خواص خان سے لپٹ گئی تھی۔ خواص خان پریم اور محبت میں تھوڑی دیر تک اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا رہا۔ اس کے بعد گنگا علیحدہ ہوئی اور کہنے لگی خواص خان میرے حبیب۔ قسم خداوند قدوس کی مجھے آپ سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی۔

خواص خان جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک محافظ خیمے میں نمودار ہوا او خواص خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ امیر آپ کو شیر شاہ نے اپنے خیمے میں طلب ہے۔ شاید وہ کل کے کوچ کے متعلق آپ سے صلاح و مشورہ کریں گے اس پر خوا خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور گنگا سے کہنے لگا اچھا تم یہیں بیٹھو۔ میں شیر سوری سے مل کر آتا ہوں۔ شام کا کھانا ہم دونوں اسی خیمے میں مل کر کھائیں گے گنگا نے خواص خان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر خواص خان شیر شاہ سوری کے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد خواص خان لوٹ آیا اور گنگا سے کہنے لگا دیکھ گنگا یہ متحدہ کل بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کی طرف کوچ کرے گا۔ شیر شاہ سوری ایک بار پھر گوڑ جا کر اپنی تخت نشینی کا جشن منانا چاہتا ہے اس کا خیال تھا کہ ایک بار گوڑ ہاتھ سے کے بعد بنگال کے رہنے والوں کے خیالات اس سے متعلق تبدیل ہو چکے ہوں لہٰذا دوبارہ قبضہ کرنے کے بعد گوڑ میں تخت نشینی کی رسم ادا کرنا ضروری ہے۔ میں شیر شاہ سوری کی اس تجویز سے اتفاق کیا ہے۔ اب لشکر کل صبح ہی صبح یہاں کوچ کرے گا۔ اس کے بعد خواص خان باہر آیا۔ محافظ کو اس نے کھانا لانے کے کہا۔ تھوڑی دیر بعد محافظ کھانا لے آیا دونوں نے اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا کافی رات گئے تک گنگا خواص خان کے پاس بیٹھ کر اپنے مستقبل کی باتیں کرتی رہی پھر اٹھ کر زنانہ خیموں کی طرف چلی گئی تھی دوسرے روز متحدہ لشکر وہاں سے پڑاؤ ختم کر کے بنگال کے مرکزی شہر گوڑ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

بنگال کے مرکزی شہر گوڑ پہنچ کر شیر شاہ سوری نے بڑے کروفر سے دوبارہ اپنی رسم تاجپوشی منائی۔ شیر شاہ سوری کی پہلی رسم تاج پوشی بنگال ہی کے شہر گوڑ میں ایک سال پیشتر اس وقت ہوئی تھی جبکہ ہمایوں کی توپیں گڑھی کے درے پر گرج رہی تھیں یہ تاجپوشی بہت ہی عجلت میں ہوئی تھی۔ بنگال کے لوگ اس کی سیاسی اور اخلاقی اہمیت کا صحیح اندازہ نہ کر سکے اور شیر شاہ سوری کے بنگال سے چلے جانے کے بعد انہوں نے مغلوں کو اپنا جائز حکمران تسلیم کر لیا۔

اس لیے شیر شاہ سوری کو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ دوسری بار شاہی طرز سے جشن تاجپوشی منائے جس سے اس کے عہد حکومت کی بھرپور اشاعت ہو سکے۔

کہا جاتا ہے کہ تاجپوشی کا جشن شروع کرنے سے پہلے شیر شاہ سوری نے اپنی تخت نشینی کے لیے بنگال کے نجومیوں سے ساعت سعد یعنی شبھ مہورت نکلوائی۔ گو شیر شاہ سوری جونپور کے علماء سے پڑھا ہوا تھا اور خود بھی ایک جید عالم تھا خواہ اسے علم نجوم پر یقین تھا یا نہیں لیکن وہ اس بات کو بخوبی سمجھتا تھا کہ گاہے گاہے حکمران کے لیے اپنی رعایا کی اوہام پرستی کی خاطر بے وقوفی کا مظاہرہ کرنا ضروری ہوتا ہے اور مفید ہوتا ہے۔ بہرحال اس موقع پر جبکہ تخت نشینی کی رسم ادا کی جانے لگی تھی شیر شاہ سوری نے فیاضی اور دریا دلی سے کام لیا۔

بنگال کے مرکزی شہر میں سات روز تک جشن اور شادمانی کے نقارے بجتے رہے۔ ہر افغان قبیلے سے جوانوں کی ٹولیاں دربار میں آتی رہیں اور افغان رسم و رواج کے مطابق رقص کرتی رہیں۔ شیر شاہ سوری نے مطربوں کو دل کھول کر انعام دیا اور اس کے خدمتگاروں نے رقاصوں کے سر پر مشک عنبر۔ زعفران آمیز رنگا رنگ عرق گلاب چھڑکا دستر خوانوں پر لذیذ کھانے چنے گئے جن سے خلد بریں کے کھانوں کی مہک نکلتی تھی۔ جشن منانے والوں کو ہاضم شربت بھی پلائے گئے جو شراب طہور کی یاد دلاتے تھے۔ گھر گھر میں جہاں بھی شیر شاہ سوری کا فتح نامہ پہنچا اسی قسم کے جشن منائے گئے۔

شیر شاہ سوری بنگال میں اپنی حکومت کو منظم کرنے کے لیے زیادہ دن قیام نہ کر سکا۔ نہ وہ بنگال میں زیادہ بڑا لشکر ہی رکھ سکا۔ البتہ اس نے مغربی بنگال کے علاقے چٹا گانگ اور دوسری بندرگاہوں پر اپنا تسلط مستحکم کر لیا تاکہ پرتگالی اس علاقے پر دست اندازی نہ کر سکیں اس کا یہ اصول تھا کہ وہ مقامی حکومت کے لیے وہیں کے لوگوں کو بھرتی کرتا تھا۔ اور مقامی ہندو مسلم امراء اور سرداروں کو وہ اپنے یہاں ملازمت دیتا تھا۔ تاکہ مقبوضہ علاقے کے لوگوں کو کم سے کم انتظامیہ کی تبدیلی کا احساس ہو۔

شیر شاہ سوری زیادہ عرصہ بنگال میں قیام نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ فکر مند تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں ہمایوں پھر کسی نئے لشکر کے ساتھ اس کی سرزمینوں اور اس کے قلعوں پر حملہ آور ہو کر اس کی پشت میں خنجر نہ گھونپے لہٰذا وہ جلد از جلد بنگال سے نکل کر ہمایوں پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔ ان سوچوں کے تحت شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ بنگال سے نکلا۔ بنگال سے روانہ ہوتے وقت اس نے ایک شخص خضر خان کو بنگال کا اپنی طرف سے حکمراں مقرر کیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ خضر خان بنیادی طور پر ترک تھا اور اس کے آباؤ اجداد ایک عرصے سے بنگال میں مقیم تھے۔ اسی بناء پر خضر خان کو بنگال کا حاکم مقرر کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ شیر شاہ سوری نے کوچ کیا تھا۔

شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ ابھی پوری طرح بنگال سے نکلا بھی نہ تھا کہ اسے خبر ملی کہ پرتگالیوں نے بنگال پر حملہ آور ہو کر شیر شاہ سوری کے مقبوضہ جات پر قبضہ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ پرتگالیوں نے مہارتھ کے بچے کھچے ساتھیوں کو جو

خواص خان کے حملہ آور ہونے کے باعث ادھر ادھر پھیل گئے تھے اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور مہارتھ ہی کے ایک نائب کو ایک متحدہ لشکر کا سالار مقرر کیا تھا اس سالار کا نام پالامو تھا۔ پالامو مہارتھ کے ساتھیوں اور پرتگالیوں کے ایک بہت بڑے لشکر کو تیار کرنے کے بعد بنگال کے مرکزی شہر گوڑ پر حملہ آور ہونے کے لیے پیش قدمی کر رہا تھا۔

شیر شاہ سوری کو جب یہ خبریں ملیں تو اس نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ پھر خواص خان کو اس نے اپنے پاس بلایا۔ خواص خان جس وقت شیر شاہ سوری کے خیمے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ خیمے میں اس وقت شیر شاہ سوری کے اہل خانہ کے علاوہ گنگا بھی خیمے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ شیر شاہ سوری نے اپنے پہلو میں خواص خان کو بٹھایا پھر شیر شاہ سوری نے خواص خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

خواص خان میرے بیٹے۔ بنگال میں اپنی رسم تخت نشینی کے بعد میں چاہتا تھا کہ تمہاری اور گنگا کی شادی بھی اسی رسم تاجپوشی میں ادا کر دی جائے۔ گنگا کو بھی میں نے رضا مند کر لیا تھا۔ لیکن میرے اہل خانہ کا خیال تھا کہ خواص خان کی شادی کی رسم رسم تاجپوشی سے بھی بڑھ کر منائی جانا چاہیے اور اس کے لیے انہیں کچھ تیاری کا بھی موقع ملنا چاہیے۔ اسی بناء پر میں نے بنگال میں تمہاری شادی ملتوی کر دی تھی۔ دیکھ بیٹے اس کے علاوہ گنگا اس وقت یہیں بیٹھی ہے اس کا کہنا ہے کہ پہلے خواص خان کی شادی گیتا سے ہو گی اس کے بعد گنگا کے ساتھ کہو تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔

شیر شاہ سوری کے اس انکشاف پر خواص خان نے میٹھی میٹھی نگاہوں سے گنگا کی طرف دیکھا پھر مدھم سی آواز میں اس نے کہا۔ شیر شاہ سوری میرے مہربان۔ یہ تو گنگا کی فراخدلی اور اس کی عالی ظرفی ہے کہ یہ اپنے آپ پر گیتا کو ترجیح دیتی ہے۔ راجکماری ہو کر جو اس نے اپنے آپ کو اس انداز میں بدلا ہے تو شیر شاہ میرے مہربان میں سمجھتا ہوں کہ گنگا صحیح معنوں میں اس قابل ہے کہ میری زندگی کی ساتھی بنے۔ میں سمجھتا ہوں کہ گنگا جب میری زندگی کا ساتھی بنے گی تو میری زیست میں جو کمیاں اور کوتاہیاں ہیں وہ بھی رفع ہو کر رہ جائیں گی۔

خواص خان کے خاموش ہو جانے پر شیر شاہ سوری نے پھر سلسلہ کلام شروع کیا۔ دیکھ خواص خان میرے بیٹے۔ میرے اہل خانہ تمہاری اور گیتا کے علاوہ گنگا کی شادی کے سلسلے میں اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گئے ہیں۔ انہوں نے تمہارے علاوہ گنگا اور گیتا کے لیے بھی کپڑوں اور دیگر اشیاء کی تیاری کا کام شروع کر دیا ہے۔ میرے اہل خانہ کا خیال ہے کہ تمہیں چونکہ میں نے اپنا بیٹا بنا رکھا ہے للذا تمہیں اور تمہاری دونوں بیویوں کے ساتھ بیٹوں اور بیٹیوں ہی کا سلوک کیا جائے گا اور تمہیں ہر ایسی ہی چیز مہیا کی جائے گی جو میں نے اپنے بیٹے اور بیٹیوں کی شادیوں پر مہیا کرنے کا عزم کیا تھا۔ دیکھ خواص خان میرا ارادہ ہے کہ عنقریب جب یہ تیاریاں مکمل ہو جائیں گی تو پہلے میں تم سے گیتا کو پھر گنگا کو بیاہ دوں گا۔ دیکھ میرے بیٹے یہ تو ایک موضوع ہے اب میں دوسرے موضوع کی طرف آتا ہوں۔

دوسرا موضوع یہ ہے کہ تم جانتے ہی ہو۔ مہارتھ کا ایک ساتھی نام جس کا پالامو ہے اس نے پرتگالیوں کے ساتھ مل کر ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا ہے اور اب یہ لشکر شہر گوڑ پر حملہ آور ہونے کے لیے پیش قدمی کر رہا ہے۔ میرے بیٹے میں لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے لگا ہوں۔ آدھا حصہ جو عموماً" تیری ہی کمانداری میں رہتا ہے وہ تیرے حوالے کرتا ہوں تو پالامو کے مقابلے میں جائے گا اور اسے گوڑ کی طرف بڑھنے سے روکے گا مجھے امید ہے کہ تم بڑی آسانی سے پالامو کو شکست دینے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ میرے بیٹے لشکر کے دوسرے آدھے حصے کے ساتھ میں دریائے گنگا کے کنارے کنارے آگے بڑھوں گا اور ہمایوں پر نگاہ رکھوں گا کہ اب اس کے میرے متعلق کیا ارادے ہیں کہو اس سلسلے میں تمہارا کیا ارادہ ہے۔

خواص خان تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔ شیر شاہ میرے محترم میرے مہربان۔ جو فیصلہ آپ نے کیا ہے یہی بہتر اور مناسب ہے میرے خیال میں ہمیں آج ہی حرکت میں آنا چاہیے آپ اپنے حصے کے آدھے لشکر کے ساتھ دریائے گنگا کی طرف جائیں۔ ہمایوں پر نگاہ رکھیں میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گوڑ کی طرف جاتا ہوں۔ یہاں سے نکل کر میں پالامو کی راہ روکنے کی کوشش کروں گا۔ شیر شاہ سوری نے تجویز پیش کی اس سلسلے میں تم خضر خان سے بھی مدد لے سکتے ہو۔

خواص خان کہنے لگا۔

نہیں میرے محسن۔ میں ایسا نہیں چاہتا میں یہ پسند کروں گا کہ خضر خان بنگال میں اس وقت جو اس کے پاس لشکر ہے اس کے ہمراہ وہ گوڑ ہی میں رہے جبکہ میں اکیلا اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پالامو سے نبرد آزما ہوں گا۔ وہ اس لیے کہ میں اگر پالامو سے ٹکراؤں اور پالامو اپنے لشکر کا کوئی حصہ گوڑ کی طرف حملہ کرنے کے لیے اچانک روانہ کر دے تو ایسی صورت میں خضر خان اس سے نمٹ سکے گا اگر میں خضر خان کو بھی اپنے ساتھ پالامو کے مقابلے میں لے جاتا ہوں تو پھر گوڑ کا دفاع ممکن نہ ہو گا اور اگر دشمن نے گوڑ پر قبضہ کر لیا تو پھر میرے لیے دشواریاں اٹھ کھڑی ہوں گی مجھے گوڑ کا محاصرہ کرنا ہو گا اور یہ محاصرہ طول بھی پکڑ سکتا ہے لہٰذا میں چاہوں گا خضر خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گوڑ ہی میں رہے جبکہ میں اکیلا ہی پالامو سے ٹکراؤں گا مجھے امید ہے کہ میں پالامو پر اپنی ضرب لگاؤں گا کہ وہ آئندہ بنگال کے مرکزی شہر کا رخ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔

خواص خان جب خاموش ہوا تو شیر شاہ سوری نے پھر سلسلہ کلام شروع کیا۔

خواص خان میرے بیٹے میں خوش ہوں کہ تمہارے ارادے بڑے مستحکم اور تمہارے عزائم بڑے پختہ ہیں بیٹے اس سلسلے میں میں تم سے ایک اور بھی بات کروں گا اور یہ کہ تمہاری یہاں آمد سے پہلے گنگا میرے ساتھ گفتگو کر رہی تھی اس کا کہنا تھا کہ اس بار وہ بھی جنگ میں حصہ لینے کے لیے خواص خان کے ساتھ جائے گی خواص خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اگر یہ میرے ساتھ لشکر میں رہنا پسند کرتی ہے تو شیر شاہ میرے محترم میں اسے اپنی خوش قسمتی اور خوش نصیبی خیال کروں گا گنگا میرے سنگ میری معیت کو پسند کرتی ہے لیکن میں نہیں چاہوں گا اس جنگ میں گنگا میرے ساتھ رہے اس لیے کہ پالامو سے جنگ کرنے کے لیے مجھے نہ جانے کہاں کہاں گھات لگانی پڑے کہاں کہاں پینترے بدلی کرنے پڑیں کیسے کیسے جتن اس کے خلاف کرنے پڑیں اس لیے میں نہیں چاہوں گا پالامو کے ساتھ جنگ کے دوران گنگا میرے ساتھ کوہستانی سلسلوں ویرانوں اور دیولاخوں میں دھکے کھاتی رہے اور اذیت کی زندگی بسر کرتی رہے۔ شیر شاہ میرے

محسن مجھے امید ہے کہ پالامو سے نمٹ کر میں بہت جلد دریائے گنگا کے کنارے آپ سے آن ملوں گا۔ یہاں تک کہنے کے بعد خواص خان لمحہ بھر کے لیے رکا پھر اس نے گنگا کی طرف دیکھا اور براہ راست اسے مخاطب کیا۔

دیکھ گنگا مجھے امید ہے تو میری اس تجویز کی مخالفت نہیں کرے گی۔ دیکھ گنگا میں جانتا ہوں وقت اور حالات ہم دونوں کو ایک دوسرے کے حوالے کر چکے ہیں۔ گو ماضی میں میرے اور تیرے درمیان بہت فرقت اور ہجر کے لمحات کھڑے ہو گئے تھے لیکن قدرت کو یہی منظور تھا کہ میں اور تو ایک دوسرے کا ساتھی بنیں۔ دیکھ گنگا تو میرے اس فیصلے کا برا مت ماننا یہ سب کچھ میں تیری بھلائی تیرے آرام کی خاطر کر رہا ہوں اس لیے کہ پالامو کے ساتھ مجھے بڑی تگ و دو اور بھاگ دوڑ کرنا پڑے گی اور پھر میرے لشکر میں کوئی دوسری عورت بھی نہیں ہے تو اکیلی گھبرائے گی اور یہ کہ خواہ مخواہ تنہائی کا شکار ہو گی لہٰذا میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تو میرے ساتھ جانے پر ضد نہ کرنا۔ جواب میں گنگا نے انتہائی میٹھی آواز انتہائی شستہ و شیریں لہجے میں کہا۔

میں گنگا کسی بھی صورت آپ کا کہا ٹالنے کی جرات نہیں کر سکتی اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میرا آپ کے ساتھ جانا غیر مناسب ہے تو میں ساتھ جانے کے لیے ضد نہیں کروں گی جیسا آپ کہیں گے میں ویسا ہی کروں گی اس لیے کہ آپ کا ہر فیصلہ میرے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ گنگا کا یہ جواب سن کر خواص خان خوش ہو گیا تھا اس کے بعد شیر شاہ سوری اور خواص خان خیمے سے باہر نکلے۔ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ خواص خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پالامو سے نپٹنے کے لیے واپس چلا گیا تھا جبکہ دوسرے آدھے حصے کے ساتھ شیر شاہ سوری ہمایوں پر نگاہ رکھنے کے لیے دریائے گنگا کے کنارے کی طرف بڑھا تھا۔

○

ادھر ہمایوں کے ہاں حالت یہ تھی کہ برسات کا موسم ختم ہوتے ہی ہمایوں اور اس کے لشکریوں پر سے چوسہ کی شکست کے اثرات بھی کم ہونے لگے تھے۔ ہمایوں چالیس دن کی علالت سے شفایاب ہو چکا تھا۔ اسی کے ساتھ ساتھ افسردہ دلوں میں امید کی روشنی نظر آنے لگی تھی۔

ہمایوں نے چوسہ کے حادثہ کو قابل تعریف مستقل مزاجی اور شاندار سکون قلب سے برداشت کیا تھا۔ اس کے بھائیوں نے اس کی غیر حاضری میں جو نازیبا رویہ اختیار کیا تھا وہ اس کے لیے نادم و تائب تھے۔ ہمایوں نے صدق دل سے اپنے بھائیوں کی اس معذرت کو منظور کر لیا تھا اور ان کو دوبارہ آغوش الفت میں جگہ دیدی تھی۔ تاہم شیر شاہ سوری کے ہاتھوں چوسا کے مقام پر مغلوں کی شکست نے خاندان تیموری کے قومی جذبہ کو برا گیختہ ضرور کر دیا تھا۔

مغلوں کو افغانوں سے دلی نفرت تھی وہ یہ خیال کرتے تھے کہ اس سے پہلے وہ افغانوں کو سینکڑوں بار میدان جنگ میں پسپا اور مغلوب کر چکے تھے۔ یہ خیال کہ افغان اب ان پر غالب آ جائیں ان کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سخت سے سخت مغل باغی بھی ہمایوں کی طرف آنے لگے تھے۔ بڑے بڑے مغل سردار جو اس سے پہلے ہمایوں کے خلاف افغانوں سے سازش کرتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے انہوں نے بھی اپنی خدمات ہمایوں کو پیش کر دی تھیں اور اپنی وفاداری کا یقین دلایا تھا ان حالات میں ہمایوں کے ارد گرد آگرہ میں تقریباً" ایک لاکھ کا مسلح لشکر جمع ہو گیا تھا۔ توپ خانہ اس کے علاوہ تھا جس کی کمانداری توپ خانے کے پہلے امیر رومی خان کے لڑکے کے سپرد تھی۔

ان دنوں جبکہ ہمایوں شیر شاہ سوری سے نبرد آزما ہونے کے لیے آگرہ میں اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف تا۔ مغل دارالسلطنت میں ہمایوں کی زندگی کا ایک دوسرا غمناک اور پریشان کن پہلو بھی سامنے آنا شروع ہو گیا تھا۔ ہمایوں فطرتاً" شریف اور سنکی حکمران تھا۔ دوسرے متکبر اور مغرور بادشاہوں سے اس کا مزاج مختلف تھا وہ ان لوگوں میں سے نہ تھا جو کہ نا ادنیٰ لوگوں کی خدمتوں کا اعتراف کرتے ہیں اور نا دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرتے ہیں۔

ہمایوں کے دربار میں جو اس وقت کھیل شروع تھا وہ کچھ یوں تھا کہ چوسا کی لڑائی میں شکست کھانے کے بعد جب ہمایوں گنگا میں ڈوبنے والا تھا تو اس وقت ایک بہشتی کہ نام جس کا نظام تھا اس نے اپنے مشکیزے کے ذریعے ہمایوں کی جان بچائی تھی۔ جس وقت نظام بہشتی ہمایوں کو دریائے گنگا سے نکال کر کنارے پر لایا تھا اس وقت

ہمایوں نے نظام بہشتی سے وعدہ کیا تھا کہ چونکہ اس نے اس کی جان بچائی ہے لہٰذا وہ اسے تین دن کی بادشاہت عطا کرے گا۔

اب جبکہ ہمایوں تندرست ہو گیا تھا۔ بیماری سے اسے نجات مل گئی تھی لہٰذا وہ اب اس وعدہ کو عملی جامہ پہنانا چاہ رہا تھا۔ پھر نظام بہشتی کو ہمایوں نے آگرہ بلایا اپنی موجودگی میں اسے تخت شاہی پر بٹھایا اور تمام امیروں کو آداب بجا لانے کا حکم دیا۔ نظام بہشتی جس وقت شہنشاہ بنا تو تین دن کے اندر اس نے جس کو چاہا سرفراز کیا اور جس کو چاہا انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ تین روز تک کے لیے سارے شاہی اختیارات نظام سقے کے سپرد کر دیئے گئے تھے۔ ہمایوں کا بھائی مرزا ہندال اس وقت دربار میں موجود نہیں تھا۔ اس کے علاوہ باقی سب وزیر مشیر اور ہمایوں کے بھائی آگرہ میں موجود تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے نظام بہشتی کا اتباع اور فرمانبرداری کی۔

آگرہ کی یہ حالت تھی کہ ایک طرف مغل دربار میں جشن و شادمانی کا دور تھا دوسری طرف سازشوں کا جال بھی پھیل رہا تھا جو ہونے کا یہ آخری موقع تھا کہ نظام بہشتی کو تین دن کی بادشاہت عطا کر کے وہ خوشیوں کا اظہار کر رہے تھے۔

ہمایوں اپنی خوش طبعی اور ظریفانہ ادا سے خاندان کے جملہ افراد کا دل خوش کر رہا تھا۔ ہمایوں کا بھائی کامران اندر ہی اندر ہمایوں کے خلاف سازشوں کے جال بن رہا تھا۔ ہمایوں کامران کو دہلی کے تخت کے علاوہ سب کچھ دے چکا تھا۔ آخر میں اپنی محبت و مروت کے ہدیہ میں اس کو کاپی کی جاگیر بھی دے دی تھی لیکن ہمایوں کا کوئی فعل بھی کامران کے دل کو نہ بدل سکا۔

بظاہر وہ ہمایوں کا وفادار تھا اور لاف زنی کرتا تھا کہ وہ تنہا ہی شیر شاہ سوری کو پامال کرنے کے لئے کافی ہے لیکن حقیقت میں اس ہرزہ گوئی میں کوئی بھی صداقت نہ تھی یہ محض نام و نمود تھا۔ انہی دنوں اچانک کامران مرزا بیمار ہو گیا اور اس کو شبہ ہو گیا کہ اس کو اس کے بڑے بھائی ہمایوں نے زہر دلوا دیا ہے۔ ہمایوں جیسے نیک طبع اور بھائی کی محبت کے دیوانے کے متعلق اس قسم کے شکوک پیدا کرنا کامران کی انتہائی ذلالت اور کمینہ پن تھا۔

جن دنوں آگرہ کے دربار میں اس قسم کی واردات ہو رہی تھی انہی دنوں ہمایوں

کو یہ خبر موصول ہوئی کہ شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ گنگا کے مغرب میں آ گیا ہے۔ جنگ پر آمادہ دکھائی دیتا ہے۔ جب شیر شاہ سوری کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمایوں نے ہر بھائی سے فوج فراہم کرنے کی درخواست کی تو کامران مرزا نے کوئی بھی امداد فراہم کرنے سے انکار کر دیا۔

اس موقع پر ہمایوں کو کامران مرزا سے بڑی امید تھی کامران بنیادی طور پر کابل کا حکمران تھا اس موقع پر ہمایوں نے کامران مرزا سے زور دیکر یہ کہا کہ وہ اپنے کچھ سردار اور فوج بطور کمک کے ہمایوں کے حوالے کرے لیکن کامران نے اس کے خلاف ہی رویہ اختیار کیا اس نے حتی الوسع کہ جو لوگ بھی آگرہ میں تھے انھیں بھی اپنے ساتھ لے جانے کے لیے ترغیب دی اور سنگدلی سے اپنی فوج کو چھوڑنے کی تجویز کو رد کر دیا۔ اس موقع پر جبکہ ہمایوں کو اس کی سخت ضرورت تھی کامران نے انتہائی بے حیائی سے آگرہ سے کوچ کیا اور لاہور کی طرف چلا گیا۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ کامران مرزا کے اس موقع پر لاہور چلے جانا انتہائی غلطی اور کوتاہی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ چغتائی اقتدار کے زوال اور شیر شاہ کے عروج کا سنگ بنیاد ہے۔ بعض مورخین کا یہ بھی خیال ہے کہ اگر یہ واقعہ سرزد نہ ہوتا تو شاید شیر شاہ سوری ہمیشہ کے لیے تاج و تخت سے محروم رہتا لیکن یہ سب تخیل کی پرواز ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایک کامران نہیں اگر ایسے درجنوں کامران بھی شیر شاہ سوری کے خلاف آ جاتے تو بھی شیر شاہ کو اپنے نصب العین سے باز نہیں رکھ سکتے تھے۔ کامران اگر آگرہ سے لاہور نہ جاتا تو صرف اتنا ہی فرق پڑتا کہ جنگ طول پکڑ سکتی تھی۔

کامران مرزا کا آگرہ سے لاہور اور پھر قابل اور قندھار کی طرف چلے جانا ایک لحاظ سے مغلوں کے لیے بہتر اور سود مند بھی ثابت ہوا اس لیے کہ جس وقت کامران مرزا لاہور سے کابل کی طرف روانہ ہوا تھا انہی دنوں ایران کا شہنشاہ طہماسپ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا وہ کابل اور قندھار پر حملہ آور ہو کر ان پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو کامران مرزا کی حالت دھوبی کے کتے جیسی ہوتی جو نہ گھر کا نہ گھاٹ کا رہتا۔ تاہم یہ خبر سن کر کامران مرزا لاہور سے بڑی تیزی اور سرعت کے

ساتھ کابل گیا وہاں سے اس نے اپنے لشکر کو منظم کیا اور قندھار کی طرف بڑھا ایران کے شہنشاہ کو جب خبر ہوئی کہ ہمایوں کا بھائی کامران مرزا آندھی اور طوفان کی طرح کابل سے قندھار کے دفاع کے لیے آ رہا ہے تو وہ جنگ کرنے سے باز رہا۔ اس طرح کامران مرزا کے لاہور سے کابل اور کابل سے قندھار کی طرف کوچ کرنے سے یہ شہر ایران کے شہنشاہ کی دست برد سے محفوظ رہے تھے۔

کامران مرزا کے کابل و قندھار کی طرف چلے جانے کے باعث ہمایوں نے جی ہلکا نہیں کیا تھا سن ۱۵۴۰ء تک اس نے اپنی تیاریوں کو بالکل مکمل کر لیا عظیم دشواریوں اور مشکلات کے باوجود ہمایوں نے شیر شاہ سوری سے کہیں عظیم الشان لشکر جمع کر لیا۔ اس کے توپ خانے کی طاقت شیر شاہ سوری کی نسبت کہیں زیادہ مہلک تھی اس نے تجربہ کار افسر مقرر کئے سب انتظام کرنے کے بعد ہمایوں نے اپنے اس عظیم الشان اور جرار لشکر کے ساتھ تنوج کی جانب کوچ کیا۔ جہاں شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔

ہمایوں کے لشکر نے آگرہ سے روانہ ہونے کے بعد گنگا پہنچنے کے لیے سب سے چھوٹا اور مختصر راستہ اختیار کیا یہ راستہ موجودہ فرخ آباد کے مقام شمس آباد سے گزرتا بھوجپور کی طرف جاتا تھا۔ جہاں ان دنوں شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

شیر شاہ سوری بڑا محتاط تھا وہ بھی جنگ کی ابتداء نہیں کرنا چاہتا تھا اس کا خیال تھا کہ جب تک اس کا سالار اعلیٰ خواص خان بنگال سے نہیں لوٹتا اس وقت تک اسے ہمایوں سے نہیں ٹکرانا چاہیے بلکہ ہمایوں کی نقل و حرکت پر صرف نگاہ رکھنی چاہیے تاہم ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ جب بھوجپور پہنچ گیا تو شیر شاہ سوری نے پیچھے ہٹنا اپنی توہین سمجھا لہٰذا وہ جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا۔

بھوجپور کے گھاٹ میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے۔ سولہویں صدی میں یہ کشتی کا گھاٹ گنگا کے مغربی کنارے پر تھا لیکن اب دریا کے بہاؤ کے بدل جانے کی وجہ سے مشرقی کنارے پر ہو گیا ہے۔ اسی زمانے میں اسی گھاٹ کے ذریعہ بہت آمد و رفت ہوتی تھی یہ جگہ موجودہ فرخ آباد سے آٹھ میل بجنوب

مشرق او قنوج شہر سے ۳۰ میل شمال مغرب میں تھا۔

شیر شاہ سوری نے پہلے ہی اپنے لشکر کو گنگا کے اس پار سے ہٹا لیا تھا۔ اور اس کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ قنوج کے مقام پر ہمایوں کو اس وقت تک دریا پار کرنے نہیں دے گا جب تک ایسا کرنا فن حرب کے نقطہ نظر سے اس کے لیے موافق نہ ہو۔ ایسا کرنے کے لیے شیر شاہ سوری نے دریائے گنگا پر دستیاب سب کشتیوں کو پکڑ لیا اور ان کو گنگا کے مشرقی کنارے پر جمع کر لیا۔ گنگا میں شیر شاہ سوری کی کشتیوں کا ایک بیڑا متواتر دریا پر گشت لگا رہا تھا۔ اور مغربی کنارے پر مقیم افغان فوج سے رابطہ بنائے ہوئے تھا یہ بیڑا ضلع بھوجپور سے لیکر بانگر کے تمام گھاٹوں کی نگرانی کر رہا تھا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ دریائے گنگا کے ایک جانب گھاٹ پر ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا جبکہ گنگا کے دوسرے کنارے اسی گھاٹ پر شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ شیر شاہ سوری کی قوت کا اندازہ لگانے کے لیے ہمایوں نے اپنے لشکر کے ایک حصے کو رات کی تاریکی میں شیر شاہ سوری پر شب خون مارنے کا حکم دیا۔

ہمایوں کا یہ حصہ رات کی تاریکی میں اوپر جا کر دریائے گنگا کو عبور کر گیا اور رات کی تاریکی میں شیر شاہ سوری کے لشکر پر شب خون مارا۔ لیکن شیر شاہ سوری بڑا چوکنا تھا۔ اس نے اس شب خون کو ناکام بنا دیا اور ہمایوں کا جو دستہ شیر شاہ سوری پر شب خون مارنے کے لیے گیا تھا اسے شکست دیکر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

بھوجپور کے گھاٹ پر شیر شاہ سوری کے ہاتھوں زک اٹھانے کے بعد ہمایوں نے اپنا منصوبہ بدل دیا اب اس کے لشکر پر شیر شاہ سوری کا خوف طاری تھا اس کے لشکری چوکنے ہو کر آہستہ آہستہ دریا کے کنارے چلنے لگے ان کا ارادہ تھا کہ منزل بہ منزل قنوج پہنچ جائیں۔

قنوج کی طرف جاتے ہوئے ہمایوں کو راستے میں دریا کے اندر شیر شاہ سوری کی کچھ کشتیاں دکھائی دیں۔ ہمایوں نے ان کشتیوں پر گولہ باری کرنے کا حکم دیا۔ جس کے نتیجے میں شیر شاہ سوری کی ایک بڑی کشتی غرق آب ہوئی۔ اس طرح ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ دریائے گنگا کے کنارے کنارے قنوج کے قریب پہنچ گیا۔

دوسری جانب شیر شاہ سوری بھی مغلوں کی طرف دیکھتے ہوئے دریائے گنگا کے دوسرے کنارے ہمایوں کے لشکر کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ قنوج کے نزدیک دونوں جانب کی فوجیں ایک دوسرے کے بالمقابل صف بستہ کھڑی رہیں۔ ہمایوں کے لشکر کے پڑاؤ کے سامنے جو دریائے گنگا تھا اور اس کے عقب میں قنوج کا پرانا شہر تھا جہاں سے ہمایوں کو برابر رسد اور کمک مل سکتی تھی۔ قنوج شہر جو کسی زمانے میں گنگا کے کنارے آباد تھا وہ مغرب کی جانب دریا سے پانچ میل کے فاصلے پر تھا۔

جبکہ دوسری جانب مشرقی کنارے پر شیر شاہ سوری بلگرام کے نزدیک اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔ شیر شاہ سوری بلگرام کو اپنی طاقت اور قوت کا مرکز بنائے رکھنا چاہتا تھا۔ بلگرام جہاں شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تا جونپور سے بھی شمال مشرق میں چھ میل کے فاصلے پر تھا اور قنوج سے بھی چھ میل ہی کے فاصلے پر تھا۔

ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ گنگا کے مغربی کنارے پڑاؤ کیے ہوئے تھا جبکہ شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ مشرقی کنارے تھا۔ اس طرح دونوں لشکر دریا کو بیچ میں رکھتے ہوئے ایک ماہ تک پڑاؤ کیے رہے۔ نہ تو ہمایوں اور نہ ہی شیر شاہ دریا کو پار کرنے کے لیے تیار تھا۔ دونوں فریقین میں سے کوئی یہ نہیں چاہتا تھا کہ جنگ کے وقت دریا اس کی پشت پر ہو۔ لہذا دونوں اس بات کے منتظر تھے کہ پہلے کون دریا پار کر کے لڑائی کی ابتدا کرتا ہے۔

مہینوں کے لگا تار انتظار کے بعد ہمایوں نے اب دریا کو پار کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ وہ چاہتا تھا کہ جنگ کی ابتداء کرے اور کسی نتیجے پر پہنچا جائے۔

دوسری طرف شیر شاہ سوری نے ہمایوں کے دریا پار کرنے کی ہر کوشش کو ناکام بنا
شیر شاہ سوری دراصل ابھی ہمایوں کے ساتھ جنگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے
خان کی طرف سے کوئی خبر آنے اور خواص خان کی واپسی کا انتظار تھا ۔ وہ خود
خواص خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اس سے آ ملے تب وہ ہمایوں وقت
فیصلہ کن جنگ کی ابتدا کرے۔ لہذا دونوں لشکر دریائے گنگا کے مخالف کنارے پر
کیے رہے۔ ہمایوں جب کبھی بھی دریا کو پار کرنے کی کوشش کرتا شیر شاہ سو

آور ہو کر اس کی پیش قدمی کو روک دیتا تاکہ خواص خان اس سے آ ملے۔

○

خواص خان شیر شاہ سوری سے جدا ہونے کے بعد پہلے گوڑ شہر گیا گوڑ شہر میں اس نے بنگال کے حاکم خضر خان کو مستعد کر دیا تھا کہ دشمن اس پر حملہ آور ہو سکتا ہے لہٰذا وہ اپنے لشکر کے ساتھ تیار رہے۔ اس کے بعد اپنے حصے کے لشکر کو لیکر خواص خان جنوب کی طرف چل پڑا تا۔ جس شاہراہ پر پالامو مہارتھ اور پرتگالیوں کا متحدہ لشکر لیکر گوڑ کی طرف بڑھا تھا خواص خان رات کی تاریکی میں اسی شاہراہ کے کنارے گھات میں بیٹھ گیا تا۔ تاکہ پالامو پر اچانک حملہ آور ہو کر اسے نیست و نابود کر دے۔

یہ طریقہ کار خواص خان نے اس لیے اختیار کیا تھا کہ خواص خان کے مخبر بھی اسے یہ اطلاع کر چکے تھے کہ خوفناک اور خونخوار پالامو اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ گوڑ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کے لشکر کی تعداد ہر صورت میں خواص خان کے لشکر سے پانچ گنا سے بھی زیادہ ہے۔ دشمن کے لشکر کی بڑی تعداد کو دیکھتے ہوئے رات کی تاریکی میں گوڑ کی طرف جانے والی شاہراہ کے کنارے خواص خان گھات میں بیٹھ گیا تھا۔ دراصل وہ پالامو پر شبخون مار کر اپنے لئے فتح اور غلبہ حاصل کرنا چاہتا تا۔

دوسری جانب پالامو کو اس کے مخبر یہ اطلاع کر چکے تھے کہ شیر شاہ سوری گنگا کے گھاٹ کی طرف جا چکا ہے اور بنگال کی حفاظت پر اس نے آدھا لشکر دیکر خواص خان کو مقرر کیا ہے۔ پالامو کے مخبروں کو خواص خان نے یہ اطلاع نہ ہونے دی تھی کہ وہ گوڑ کی طرف جانے والی شاہراہ پر گھات لگا کر بیٹھ گیا ہے اس لیے کہ گھات لگانے سے پہلے اس نے اپنے اطراف میں کئی میل دور تک اپنے مسلح جاسوس پھیلا چھوڑ تھے جنھوں نے پالامو کے سارے مخبروں کا صفایا کر دیا تھا۔ لہٰذا پالامو کو خواص خان کے گھات میں بیٹھنے کی خبر نہ ہو سکی تھی۔

رات کی گہری تاریکی میں پالامو اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ بڑی بے فکری کے ساتھ جس وقت جنوب سے گوڑ کی طرف آنے والی شاہراہ پر سفر کر رہا تھا تو گہری تاریکی میں خواص خان اچانک شاہراہ کے کنارے اندھیروں میں اجالوں کی نظر اور بھڑکتی انتقامی آگ سے اٹھنے والے کالے دھوئیں کی طرح نمودار ہوا۔ پھر اس نے

سنسان دنیا کے بھیانک رہگذاروں کے عتاب، کٹیلی آندھیوں کی اذیت اور سینے میں پیوست ہو جانے والے خونی یادوں کے خنجر کی طرح پالامو کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔

پالامو اس اچانک حملے اور شبخون کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ تو یہ خیال کیے ہوئے تھا کہ شیر شاہ سوری گنگا کی طرف جا چکا ہے جبکہ خواص خان لشکر کے ایک حصے کے ساتھ گوڑ شہر میں اس کے حملے کا منتظر ہے لہٰذا یہ حملہ یہ شبخون جو خواص خان نے مارا تھا پالامو کے لیے قطعاً غیر متوقع تھا۔

بے خبری میں مارے جانے والے اس شبخون سے خواص خان نے خوب فائدہ اٹھایا۔ اس طاقت۔ اس قوت اس جوانمردی اس بیباکی سے خواص خان نے شبخون مارا کہ پالامو کے لشکر کو درمیان میں سے اس نے پوری طرح کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ وہ پالامو کے لشکر کے بیچ و بیچ گذر گیا تھا۔ اس طرح اس عمل سے خواص خان نے پالامو کے ہزاروں لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

پالامو کے متحدہ لشکر کو بیچ میں سے کاٹنے کے بعد خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ پھر مڑا اور پالامو کے لشکر کے پشتی حصے پر حملہ آور ہوا۔ اس حملے میں بھی ایسی جانداری کا خواص خان نے مظاہرہ کیا کہ پالامو کے لشکر کی پشتی حصے کو وہ فنا کرتا چلا گیا تھا۔

جس وقت تک پالامو لشکر کے اگلے حصے سے اپنے پشتی حصے کی طرف آتا اس وقت تک خواص خان اس کے پشتی حصے کو پوری طرح کاٹ کر اس کا خاتمہ کر چکا تھا۔

اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھتے ہوئے پالامو نے فوراً اپنے آپ کو سنبھالا اور لشکر کے اگلے حصے کو لیکر اس نے زرد رتوں کی ہولناکی۔ وحشت کے ہنگاموں اور رسوائی اور حزن کے حلقے کی طرح خواص خان پر حملہ کر دیا تھا۔ لیکن اس وقت تک خواص خان پالامو کے لشکر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا چکا تھا۔ اس نقصان کے باعث خود خواص خان کے لشکریوں کے حوصلے پہلے سے کئی گنا بلند ہو چکے تھے۔ لہٰذا جس وقت پالامو نے خواص خان پر جوابی حملہ کیا تو اس کا خواص خان اور اس کے لشکریوں پر کوئی خاص رد عمل نہیں ہوا۔ دونوں لشکر رات کی تاریکی میں بنگال کی سرزمین پر ایک دوسرے کے ساتھ آمنے سامنے جم کر جنگ کرنے لگے تھے۔

رات کے گہرے اندھیرے میں بنگال کی سرزمین میں موت جسموں کو خون کا غسل دینے لگی تھی ان گنت ادھورے جملوں اور نعروں کی قبریں بننے لگی تھیں۔ ہر لشکری گورکن کی صورت اختیار کر کے اپنے مدمقابل کی قبر کھودنے کے در پے تھا۔ گونگی دھرتی کے لب بری طرح کراہ اٹھے تھے۔ لمحوں کے خواب گوں شہر خون ہونے لگے تھے۔

رات کی تاریکی میں لڑی جانے والی اس جنگ میں خواص خان نے پالامو کو بری طرح شکست دی اور اس کے لشکر کا قتل عام کیا۔ صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی پہلے خواص خان نے پالامو کے سارے لشکر کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پالامو کا بھی اس نے خاتمہ کر دیا پھر پالامو کے لشکر سے حاصل ہونے والی ہر شے اور سارے گھوڑوں کو سمیٹتا ہوا خواص خان بنگال سے دریائے گنگا کے اس کنارے کی طرف کوچ کر گیا تھا جہاں شیر شاہ سوری بڑی بے چینی سے اس کا منتظر تھا۔

○===○===○

شیر شاہ سوری کو جب یہ خبر ملی کہ اس کا سالار اعلیٰ خواص خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اب اس کے پڑاؤ سے نزدیک پہنچ گیا ہے تب اس نے اپنا ایک قاصد ہمایوں کی طرف روانہ کیا۔ وہ قاصد دریائے گنگا کے اس پار ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہوا اور شیر شاہ سوری کا اسے یہ پیغام دیا کہ یہ بات ہمایوں کی مرضی پر منحصر ہے کہ یہ طے کر لیا جائے کہ آیا میں دریائے گنگا کو پار کر کے لڑائی لڑوں یا میں گھاٹ کا راستہ چھوڑ دوں تاکہ ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ گنگا پار کرے۔

اس قاصد کے ہاتھ ہمایوں نے شیر شاہ سوری کو پیغام بھجوایا کہ شیر شاہ کو گھاٹ کا راستہ چھوڑ دینا چاہیے تاکہ میں اپنے لشکر کے ساتھ دریا پار کر کے لڑائی کا بگل بجا دوں شیر شاہ کو ہمایوں کی یہ تجویز پسند آئی لہٰذا اس نے دریا کے کنارے اپنا پڑاؤ اٹھوایا اور کئی کوس پیچھے چلا گیا تھا۔ یہاں تک کہ پیچھے ہٹتے ہوئے اس نے بلگرام شہر کے نزدیک اپنے لشکر کا پڑاؤ کر لیا تھا۔

بلگرام کے نزدیک پہنچ کر وہاں شیر شاہ سوری نے حسب معمول اپنے لشکر کے چاروں طرف خندق کھودی اور اس کو قلعہ بند کر لیا خندقوں کی پشت پر اس نے اپنا توپ خانہ اور توپچی مقرر کر دیئے تاکہ وہ ہر وقت جنگ کے لیے کمربستہ رہیں۔

شیر شاہ سوری نے جب دریا کا گھاٹ چھوڑا اور بلگرام کی طرف پیچھے ہٹ گیا

تب دریائے گنگا پر ہمایوں کے حکم پر بڑی تیزی سے پل تعمیر کیا گیا اور اس پل کے ذریعے ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ دریائے گنگا کو پار کر گیا۔ دریا پار کرنے کے بعد جس جگہ ہمایوں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا اس کے بائیں جانب ایک نالہ تھا جو برسات کے موسم میں بہہ نکلتا تھا اور پانی دریائے گنگا میں گرتا تھا۔ پڑاؤ کرنے کے بعد ہمایوں نے اپنے لشکر کے سامنے خندق کھود لی توپوں کو اپنی اپنی جگہ رکھا گیا اور مورچے بنا دیئے گئے شیر شاہ سوری کے مقابلے میں ہمایوں نے جنگ کا وہی طریقہ اختیار کیا تھا جو کچھ عرصہ پہلے پانی پت کے میدان میں بابر نے ابراہیم لودھی کے خلاف استعمال کیا تھا۔

دریائے گنگا کو پار کرنے کے بعد ہمایوں نے جس جگہ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا وہ سپاٹ ایک مسطح میدان تھا۔ جہاں بارش میں سیلاب آ جاتا تھا۔ یہ جگہ بلگرام سے تین میل کے فاصلے پر تھی۔ چونکہ ہمایوں نے اپریل کے مہینے میں دریائے گنگا کو عبور کر کے دریا کے اس پر پڑاؤ کیا تھا تاکہ شیر شاہ سوری سے جنگ کرے لہٰذا نشیب میں ہونے کے باوجود وہ مطمئن تھا اس لیے کہ بارشوں کا موسم ابھی دور تھا اور گنگا میں سالانہ سیلاب آنے کا جلد کوئی امکان نہ تھا۔

تقریباً ایک ماہ تک ہمایوں کے اور شیر شاہ کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رہے اور کسی بھی جانب سے جنگ کی ابتداء نہ کی تھی اس دوران تک خواص خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شیر شاہ سوری سے آن ملا تھا اب شیر شاہ سوری بے فکر ہو گیا تھا اس لیے کہ وہ جنگ کرنے کے لیے پوری طرح تیار اور مستعد تھا۔

بارش کا موسم ابھی دور تھا پر شاید ہمایوں کا ستارہ ہی گردش میں تھا اس لیے ۶ مئی ۱۵۴۰ء کو باد سموم اور گرد کے طوفان کے باعث قبل از وقت بارش شروع ہو گئی اور دریائے گنگا میں سیلاب آجانے کی وجہ سے مغلوں کا پڑاؤ سیلاب کی زد میں آ گیا ۔ چنانچہ ہمایوں اپنا پڑاؤ پہلی جگہ سے اٹھا کر کسی قدر اونچی اور بلند جگہ کی طرف منتقل کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

پڑاؤ کی اس منتقلی کے بعد ہمایوں نے شیر شاہ سوری سے ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا

اس عزم کے ساتھ ہی ہمایوں کے لشکر میں جنگ کے طبل بجنے لگے تھے یہ صورتحال بگڑتے ہوئے ایسی صورت شیر شاہ سوری کے لشکر میں بھی دکھائی دینے لگی تھی دہاں بھی جنگ کے طبل پر چوٹ پڑ چکی تھی اور لشکری جنگ کے لیے اپنی صفیں درست کرنے لگے تھے۔

ہمایوں نے اپنے لشکر کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا لشکر کا وسطی حصہ اس نے اپنی کمانداری میں رکھا دایاں حصہ اپنے ایک قابل اعتماد سالار کی سرکردگی میں وایاں بایاں حصہ اپنے بھائی مرزا عسکری کی کمانداری میں رکھا ہراول لشکر پر اپنے بھائی مرزا ہندال کو کماندار مقرر کیا اور لشکر کا جو پانچواں حصہ تھا اس کی کمانداری ہمایوں نے اپنے چچا ناصر مرزا کی سرکردگی میں دی تھی اس پانچویں حصے کے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا کہ وہ لشکر کی پشت کی طرف سے دو کام کرے گا ایک لشکر کے پڑاؤ کی حفاظت کرے گا دوسرے پشتی حصے پر نگاہ رکھے گا کہ دشمن کہیں اس سمت سے حملہ آور ہو کر ہمایوں کے لشکر کو نقصان نہ پہنچائیں۔

دوسری جانب شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کو پانچ کے بجائے صرف چار حصوں میں تقسیم کیا تھا وسطی حصہ شیر شاہ سوری نے اپنے پاس رکھا تھا ہیبت خان نیازی کو شیر شاہ سوری نے وسطی حصے میں اپنے ساتھ رکھ لیا تھا دائیں بازو کی کمانداری جلال خان جالو کی سرکردگی میں دی گئی تھی اور کچھ دوسرے سردار اور سالار نائب کے طور پر اس کے ماتحت کر دیئے گئے تھے بائیں بازو کی کمان شیر شاہ سوری کے بڑے بیٹے عادل خان کے ہاتھ میں تھی برہم جیت اور چند اور سالار اس کی ماتحتی میں دیئے گئے تھے جبکہ لشکر کے ہراول دستوں کی کمانداری خواص خان کے پاس تھی اور شیر شاہ سوری کے سب سے بہترین اور جنگجو دستے اسی ہراول لشکر ہی میں شامل تھے۔

جنگ کی ابتداء ہمایوں کی طرف سے ہوئی تھی اور یہ ابتداء ہمایوں کے بھائی مرزا ہندال نے کی تھی مرزا ہندال ہمایوں کے لشکر کے ہراول کی کمانداری کر رہا تھا مرزا ہندال نے ایک چکر کاٹا اس کے بعد اس نے شیر شاہ سوری کے لشکر کے دائیں حصے پر ضرب لگائی جس کی کمانداری جلال خان جالو کر رہا تھا مرزا ہندال کے تھوڑی دیر بعد اس کا بھائی مرزا عسکری بھی حرکت میں آیا اور وہ بھی جلال خان جالو کے حصے کے لشکر

کے ساتھ الجھ گیا تھا مرزا عسکری اور مرزا ہندال دونوں کا خیال تھا کہ اگر وہ دونوں مل کر جلال الدین جالو کے زیر کمان کام کرنے والے شیر شاہ سوری کے لشکر کے دائیں حصے کو الٹ پلٹ کر رکھ دیں تو ان کی فتح یقینی ہے۔

پھر یہ مرزا عسکری اور مرزا ہندال کی حماقت ثابت ہوئی جس وقت مرزا ہندال اور مرزا عسکری خون جلنے کے دھویں زہریلے لمحوں کی کش بہ کش لہو رقصاں شعلوں کے کھیل کی طرح جلال الدین جالو کے حصے کے لشکر پر حملہ آور ہوئے تھے اسی وقت خواص خان قضا کی دیمک' آخری نفس کے لمحے اور کہکشاں کی کروٹوں کی طرح حرکت میں آیا پیچھے ہٹتا ہوا وہ ہمایوں کے لشکر کے پشتی حصے کی طرف گیا اور عقبی لشکر جس کی کمانداری ہمایوں کا چچا ناصر مرزا کر رہا تھا اس پر خواص خان شعلہ بدن کی حدتوں' جنونی کیفیت کے ہیجان و سرمستی اور رنجشوں کی داستانوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا لمحوں کے اندر خواص خان نے ناصر مرزا کے لشکر کی حالت لفظوں کی کٹی شہہ رگ اور پاگل جھونکوں جیسی بنا دی تھی۔ خواص خان پر ایسا جنون طاری ہوا کہ ناصر مرزا کے سارے لشکر کا اس نے خاتمہ کر دیا ناصر مرزا بھاگ کر ہمایوں کے قلب میں داخل ہو گیا تھا پشتی حصے کا مکمل صفایا کرنے کے بعد خواص خان اب مرزا عسکری کے میسرہ اور مرزا ہندال کے ہراول لشکر کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہوا تھا اس کا یہ حملہ ایسا زور دار اور جاندار تھا گویا وہ بانجھ لفظوں کو بارود اور دھرتی کی مردہ شریانوں کو زندگی کے آثار بخشتا ہوا اپنی کامیابی اپنی فتح کے سارے دروازے کھول دینا چاہتا ہو۔

جنگ کی ابتداء میں ہی مرزا ہندال نے سخت غلطی کی تھی چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اپنے ہراول دستے کے ساتھ خواص خان کے ہراول دستوں پر نگہداشت رکھ کر اسے اپنے ساتھ الجھائے رکھتا تاکہ لشکر کے دوسرے حصے ایک دوسرے سے ٹکرا کر اپنی قسمت کا فیصلہ کرتے۔

پر ایسا نہیں ہوا مرزا ہندال چکر کھا کر جب جلال الدین جالو کے میمنہ پر چوٹ کرنے چلا تو وہ مرزا عسکری نے بھی اس کا پورا ساتھ دیا تھا اور شیر شاہ سوری کا میمنہ بلاشبہ ان دونوں لشکروں کے سامنے سے پسپا ہو کر درہم برہم ہوا تھا مرزا ہندال کی اس غلطی کا خواص خان نے پورا فائدہ اٹھا کر ہمایوں کے کمزور ترین حصے پر حملہ کر دیا یہ

حصہ عقبی لشکر تھا جہاں ناصر مرزا کمانداری کر رہا تاھ اس حصے کو خواص خان نے چشم و زدن میں سنگریزوں کی مانند بکھیر دیا تھا۔

عقبی لشکر کا مکمل صفایا کرنے کے بعد جس وقت خواص خان ہمایوں کے ہراول اور میسرہ کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہوا تھا تو ہمایوں کا قلب لشکر بھی اس کے حملوں سے کسی حد تک متاثر ہوا تھا جس کا یہ نتیجہ نکلا تھا کہ ان حصوں کے لشکری بھگوڑوں کی طرح خواص خان سے بچنے اور پناہ لینے کے لیے اپنے لشکر کے اس وسطی حصے میں داخل ہونا شروع ہو گئے جس کی کمانداری خود ہمایوں کر رہا تھا۔

اس طرح مغلوں کا وہ رسالہ جو کہ وسطی لشکر کے بیچ میں تھا وہ ان بھگوڑوں کی وجہ سے نہ تو آگے قدم اٹھا سکتا تھا نہ اپنے بازوؤں کی طرف مڑ سکتا تھا نہ توپ خانہ ہی گولہ باری کر سکتا تھا چونکہ دشمن تو ان کے بالمقابل تھا ہی بلکہ اپنے ہی مفرور سپاہیوں کا ہجوم ٹوٹ رہا تھا۔

اس پر آشوب گھڑی میں جس وقت کہ خواص خان ہمایوں کے لشکریوں کو بری طرح ادھیڑ رہا تھا شیر شاہ سوری بذات خود بھی مغلوں کے میسرہ پر حملہ آور ہو گیا۔ جس کی کمانداری مرزا عسکری کر رہا تھا۔ شیر شاہ سوری کی یہ چال فیصلہ کن ثابت ہوئی۔ مغل میسرہ شیر شاہ سوری کے حملوں کے سامنے کھدیڑ دیا گیا اور وہ بھی بے چارے قلب لشکر پر آ پڑے۔ اس طرح تینوں اطراف سے جب شکست خوردہ لشکری ہمایوں کے قلب لشکر میں وارد ہونا شروع ہو گئے تو ہمایوں کا وہ وسطی لشکر خود بھی بیکار ہو کر رہ گیا۔ ہمایوں کے لشکر میں ایک طرح کی افراتفری اور بدنظمی ک مظاہرہ شروع ہو گیا تھا۔ خواص خان نے پہلے ہی ہمایوں کے عقبی لشکر کا صفایا کر دیا تھا اور اس کا صفایا کرنے کے بعد خواص خان ہمایوں کے ہراول لشکر اور میسرہ کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہوا تھا۔ خواص خان نے جس وقت دیکھا کہ شیر شاہ سوری قلب لشکر کو نظر انداز کرتا ہوا میسرہ پر حملہ آور ہوا ہے تو اس نے اپنی ساری توجہ ہمایوں کے ہراول لشکر پر متوجہ کر لی جس کی کمانداری مرزا ہندال کر رہا تا شیر شاہ سوری نے ہمایوں کے وسطی حصے کو اس لیے نظرانداز کیا کہ دوسرے لشکروں سے جب شکست و پسپائی وسطی حصے میں آئے تو وسطی حصہ ایک طرح سے نقل و حرکت کے قابل نہ رہا تھا لہذا شیر

شاہ سوری نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور میسرہ پر حملہ آور ہوا تھا اب صورت حال یہ تھی کہ ہمایوں کا وسطی حصہ تو نقل و حرکت کے قابل نہ تھا خواص خان نے پشت کی جانب سے حملہ آور ہو کر ہمایوں کے ہراول لشکر کا مکمل طور پر صفایا کر دیا تھا جبکہ شیر شاہ سوری اور جلال الدین جالو دونوں مل کر میسرہ کا قتل عام شروع کر چکے تھے رہا ہمایوں کا میمنہ تو اسے شیر شاہ سوری کے بیٹے عادل خان نے پوری طرح اپنے ساتھ الجھایا ہوا تھا اور وہ بھی ہمایوں کے اس میمنے کو شکست دینے کے درپے تھا۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد ہمایوں کو بدترین شکست ہوئی اور ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا ہمایوں کا سارا لشکر گنگا کے اس پل کی طرف بھاگا تھا جو دریا پار کرنے کے لیے ہمایوں نے بنوایا تھا۔ دریا اس وقت میدان جنگ سے پانچ میل کے فاصلے پر تھا شکست کھانے کے بعد ہمایوں کے لشکر میں بھاگ دوڑ شروع ہو گئی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ پل پر زیادہ لوگوں کا اژدھام ہو گیا اور پل ٹوٹ گیا جس کے نتیجے میں بہت سے لوگ کچل کر مر گئے اور بہت سے دریائے گنگا میں ڈوب مرے۔

جس وقت پل ٹوٹا تھا اس وقت خود ہمایوں بھی اپنے ہاتھی پر سوار پل کے اوپر سے گزر رہا تھا لہٰذا ہمایوں اپنے ہاتھی سمیت دریائے گنگا میں گر گیا دریائے گنگا میں اس وقت پانی بمشکل ۵۰۰ گز چوڑا ہو گا دریا میں گرنے کے بعد ہمایوں کا ہاتھی محفوظ رہا اور وہ تیرتا ہوا ہمایوں کو کنارے پر لے گیا۔

جس وقت ہمایوں کا ہاتھی کنارے پر آیا تو ہمایوں کے ایک سالار حیدر بیگ نے شہنشاہ کو اپنا گھوڑا پیش کیا ہمایوں اس وقت برہنہ سر اور برہنہ پا تھا جنگ سے جو لوگ بچ کر اس کے پاس پہنچے تھے ان کے ساتھ وہ حواس باختہ آگرہ کی طرف روانہ ہوا ہمایوں کا قافلہ قنوج اور آگرہ کے درمیان بھوگاؤں کے نزدیک پہنچا تو قرب و جوار کے بد اندیش مسلح دہقانوں نے جو جاٹ لٹیرے تھے مزاحمت کی اور ہمایوں کے لشکریوں کو رسد دینے سے انکار کر دیا اس کے علاوہ انہوں نے ہمایوں کے وہ بھولے بھٹکے سپاہی جو ادھر ادھر سے بھاگتے ہوئے ہمایوں کے ساتھ شامل ہونے کی کوشش کر رہے تھے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا تھا۔

ہمایوں کو جب خبر ہوئی کہ گستاخ جاٹوں نے اس کے لشکریوں کو قتل کرنا شروع کیا ہے تو اس نے اپنے بھائی مرزا ہندال مرزا عسکری اور اپنے چچا ناصر مرزا کو حکم دیا کہ ان گستاخ اور سرکش جاٹوں کی سرکوبی کریں۔

مرزا عسکری ہمایوں کے اس حکم کی تعمیل نہ کرنا چاہتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ ناصر مرزا اور عسکری میں گرما گرم بحث ہوئی جب معاملہ تلخ ہو گیا تو ناصر مرزا نے عسکری کے ایک دے مارا مرزا عسکری نے اپنے چچا ناصر مرزا کی ہمایوں سے شکایت کی اور جب ہمایوں نے اپنے چچا سے کوئی باز پرس نہ کی تب مرزا عسکری ناراض ہو کر اپنی جاگیر سنبھل اور مراد آباد کی طرف چلا گیا تھا۔

مرزا عسکری کے جانے کے بعد مرزا ہندال اور ناصر مرزا ان ناہنجار جاٹوں کی سرکوبی کے لیے نکلے جو لٹیرے تھے وہ جاٹ پوری طرح مسلح تھے اور ان کی تعداد بھی کافی تھی لہٰذا وہ ہمایوں کے بچے کھچے لشکر کے مقابلے میں ڈٹ گئے اور خوب جنگ ہوئی آخر ہمایوں کے لشکریوں نے ان جاٹوں کو بدترین شکست دی اور وہ فرار ہو گئے جاٹوں کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ وہ مصیبت زدہ کے سامنے درندوں کی طرح غراتے ہیں لیکن جب کسی زبردست سے پالا پڑتا ہے تو میمنہ ہو جاتے ہیں۔

جاٹوں کا خاتمہ کرنے کے بعد ہمایوں اپنے بچے کھچے ساتھیوں کے ساتھ بھوگاؤں سے جانب مغرب روانہ ہوا اور تیسرے روز سورج غروب ہونے کے قریب وہ آگرہ کے نزدیک پہنچ گیا۔ گنگا کے کنارے شیر شاہ سوری کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد ہمایوں اس قدر دلبرداشتہ اور افسردہ تھا کہ اس نے آگرے کے قلعے میں داخل ہونے سے انکار کر دیا بلکہ ایک شخص شیخ رفیع الدین کے مکان میں اس نے قیام کیا۔ اس قیام کے دوران شیخ رفیع الدین نے ہمایوں کو مشورہ دیا کہ وہ لاہور جائے اور دوبارہ شیر شاہ سوری کے خلاف اپنی قسمت آزمائے۔

آگرہ میں قیام کے دوران شہنشاہ ہمایوں منتشر مزاج ہو رہا تھا وہ اس وقت کوئی بھی فیصلہ کرنے کے قابل نہ تھا۔ اس قیام کے دوران اس نے اپنے بھائی مرزا ہندال کو حکم دیا کہ وہ شاہی حرم کی بیگمات کو قلعے سے لے آئے۔ ان بیگمات میں ان کی بہن گلبدن بھی شامل تھی ہمایوں نے ان سب بیگمات کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنے کا ارادہ کیا تاکہ ان کا انجام شیر شاہ سوری کے ہاتھوں رقت آمیز نہ ہو۔

مگر ہمایوں کے بھائی مرزا ہندال نے ہمایوں کی اس تجویز پر اعتراض کیا اور یہ مشورہ دیا کہ ان بیگمات کو وہ لاہور تک صحیح سلامت پہنچانے کا بیڑا اٹھاتا ہے ۔ کچھ روز آگرہ میں قیام کرنے کے بعد ہمایوں آگرے کو اپنی قسمت پر چھوڑ کر چل پڑا اور بائیس میل جنوب میں جا کر فتح پور سیکری میں مقیم ہوا۔ یہ مغلوں کے ہندوستان سے ہجرت کرنے کا آغاز تھا۔ چاروں طرف حشر کا عالم برپا تھا۔ گویا صور اسرافیل پھونک دیا گیا ہو چہار سو آہ و فغان نالہ وشیون ہو رہا تھا۔ لیکن ان کی رذیل خصلت آخر وقت تک اس کا ساتھ نہیں چھوڑتی ہمایوں کے اپنے ہمرائیوں میں ابھی تک غداری کا خیال موجود تھا فتح پور سیکری میں کسی گمنام شخص نے ہمایوں پر تیر کا ایک وار کیا۔ ہمایوں تو بچ گیا پر اس کا ایک ساتھی زخمی ہو گیا۔

اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہمایوں نے فتح پور سیکری میں ایک روز قیام کیا پھر وہ موجودہ بھرت پور کے شمالی حصے میں کاما نام کے پہاڑی سنسان علاقے میں سے گزرتا ہوا ریواڑی پہنچ گیا تھا۔

دوسرے جانب شیر شاہ سوری کی بھی عجیب و غریب حالت تھی شیر شاہ سوری کے خواب و خیال سے باہر بے شمار دولت اور مال غنیمت اس کے ہاتھ لگا۔ فقط ایک ہی جھٹکے سے اس کو اتنے ہاتھی۔ گھوڑے اور توپیں مل گئیں کہ ہندوستان کی فتح کے لیے اس کو آلات حرب کی کمی نہ رہی۔ چنگیز خانی مغلوں کی طرح سروں کا ایک مینار بنا کر اس نے اپنی فتح کا جشن نہیں منایا۔ بلکہ لڑائی کے بعد اس نے فتح دینے والے خدائے بزرگ و برتر کی خدمت میں اپنی فتح کا شکر ادا کیا۔

جنگ کے دوسرے روز شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کے ساتھ گنگا کو پار کیا اور اس نے قنوج میں قیام کیا۔ قنوج سے شیر شاہ نے اپنے سالار برہم جیت کو ایک لشکر دے کر بھیجا تاکہ وہ میدان جنگ سے بھاگنے والے ہمایوں کا تعاقب کرے۔ اپنے لشکر کا ایک اور حصہ اپنے ایک سالار ناصر خان کی سرکردگی میں شیر شاہ سوری نے دیا اور اسے سنبھل اور مراد آباد کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ ان شہروں پر حملہ آور ہو کر ان پر قبضہ کر لے۔ خود شیر شاہ سوری آگرہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔

ہمایوں اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ ایک روز قبل ہی میدان جنگ سے آگرہ

طرف بھاگ گیا تھا۔ اس لیے شیر شاہ سوری کے تعاقبی دستوں کا سامنا کہیں بھی ہاں سے نہ ہوا۔ مغل جہاں کہیں بھی تھے ان پر بے حد خوف و ہراس طاری تھا اور آگرہ اور دہلی کی جانب سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ رہے تھے۔ ہمایوں اور مغلوں کے قب میں اپنے عساکر روانہ کرنے سے شیر شاہ سوری کا پہلا مقصد تو یہ تھا کہ وہ ئی کے لیے دوبارہ کہیں بھی مغلوں کو جمنے نہ دیا جائے لیکن اس سے بھی زیادہ اہم تھا کہ پیچھے ہٹتے ہوئے ہمایوں اپنے بچے کھچے لشکریوں کے ساتھ دارالسلطنت کو کر دے۔

گنگا کے کنارے سے روانہ ہو کر شیر شاہ سوری آہستہ آہستہ آگرہ کی طرف بڑھا جیسا کہ اس کا طرز عمل تھا جس علاقے کو اس نے فتح کیا اس کا انصرام و انتظام ساتھ ساتھ کر دیا شیر شاہ سوری کے ساتھ اس وقت اس کا سالار اعلیٰ خواص خان ہیبت خان نیازی تھا جبکہ برہم جیت ہمایوں کے تعاقب میں ایک دن بعد ہی آگرہ نزدیک پہنچ گیا وہ ہمایوں سے ایک منزل پیچھے تھا لہٰذا ہمایوں وہاں سے جلد ہی مت جنوب فتح پور سیکری بھاگ گیا ہمایوں دراصل شیر شاہ سوری اور اس کے ں کو اپنی منزل مقصود کا پتہ نہ دینا چاہتا تھا۔

برہم جیت اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جب آگرہ پہنچا تو اس نے ان غیر مسلح ں کو جو پیچھے ہٹتے ہمایوں کی فوج سے الگ ہو گئے تھے بڑی بے دردی سے قتل کر آگرہ کی طرف جاتے ہوئے مختلف علاقوں کا بندوبست کرنے کے ساتھ ساتھ شیر سوری بڑی احتیاطی تدابیر یہ کرتا چلا جا رہا تھا کہ آئندہ اگر پھر کسی موقع پر ہمایوں جنگ ہو تو وہ اپنی صورتحال کو مستحکم رکھے قنوج پہنچ کر اس نے قلعہ بند شہر کی ڈالی۔ اور اس کا نام شیر گڑھ رکھا ٹھیک اسی طرح جب وہ بھوجپور سے اوپر کی ب گھاٹوں کے تحفظ کے لیے شمس آباد کے قریب آیا تو یہاں بھی اس نے ایک نیا بسایا اور ساتھ قلعہ بھی تعمیر کیا جس کا نام اس نے رسول پور رکھا تھا۔

اپنے لشکر کے علاوہ خواص خان اور ہیبت خان نیازی کے ساتھ جب شیر شاہ ی آگرہ پہنچا اور اسے خبر ہوئی کہ برہم جیت نے غیر مسلح لوگوں کا قتل عام کیا ہے تو شاہ سوری نے برہم جیت کو انتہا درجہ کی لعنت ملامت کی اور اس نے ارادہ کر لیا

کہ آئندہ کبھی بھی برہم جیت کو تنہا کماندار بنا کر کسی لشکر کے تعاقب میں روانہ نہیں کرے گا۔

O═O═O

آگرہ میں قیام کے دوران خواص خان ایک روز شام سے تھوڑی دیر پہلے شیر ہ سوری کی قیام گاہ پر آیا اس وقت شیر شاہ سوری اکیلا بیٹھا ہوا تھا خواص خان کو تے ہی شیر شاہ سوری خواص خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا خواص خان میرے بیٹے اں میرے پاس آ کر بیٹھو خواص خان کہنے لگا آپ نے مجھے بلایا ہے خیریت تو ہے شیر سوری کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ خیریت ہے بیٹے تم فکرمند مت ہو اں میرے پاس آ کر تو بیٹھو شیر شاہ نے بڑی شفقت اور محبت میں کہا۔

خواص خان آگے بڑھا اور شیر شاہ سوری کے پہلو میں جا کر بیٹھ گیا تھا۔ کمرے ں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد شیر شاہ سوری کہنے لگا۔ خواص خان رے بیٹے میں نے تمہیں ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں بلایا ہے وہ کام یوں جانو میرے فرائض میں سے ہے ایک انتہائی اہم اور ضروری فریضہ ہے اور اس کی ایگی میں آج ہی کر دینا چاہتا ہوں اس لئے کہ میں زیادہ سے زیادہ دو ہفتے تک آگرہ ں قیام کروں گا اس کے بعد دہلی کی طرف روانہ ہوں گا۔

دیکھو خواص خان میرے بیٹے جیسا کہ تم جانتے ہو میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ ندہ کے لئے میں کبھی اور کسی بھی وقت برہم جیت کو سالار بنا کے کسی کام کے لئے وانہ نہیں کروں گا اس لئے کہ وہ اکثر غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتا ہے جو فرض میں

ادا کرنا چاہتا ہوں اس کی ادائیگی کے بعد میں تمہیں مغلوں کے تعاقب میں روانہ کرنا چاہتا ہوں اور برہم جیت تمہارے ساتھ تمہارے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا۔ خواص خان نے لحہ بھر کے لئے بڑے غور سے شیر شاہ سوری کی طرف دیکھا پھر پوچھا آپ کا اشارہ کس فریضہ کی طرف ہے۔ شیر شاہ سوری کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اس کمرے میں شیر شاہ سوری کی آواز بلند ہوئی۔

دیکھ خواص خان تمہاری حیثیت میرے ہاں میرے بیٹوں کی سی ہے جبکہ گنگا اور گیتا میری بیٹیوں کی طرح ہیں دیکھ خواص خان میں آج ہی بلکہ یوں جانو ابھی تمہاری شادی کرنے کا خواہاں ہوں تمہاری شادی سے سبکدوش ہونے کے بعد میں جانوں گا میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ دیکھ میرے بیٹے میرے بچے میں ایک ہی وقت میں گنگا اور گیتا دونوں کو تم سے بیاہ دینا چاہتا ہوں اس مقصد کے لئے میں نے گنگا اور گیتا دونوں کو بلایا ہے تھوڑی دیر تک میرے خیال میں وہ دونوں آئیں گی لشکر کا قاضی بھی ان کے ساتھ ہو گا اور تمہارے نکاح کا اہتمام کروں گا بولو اس پر تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔

خواص خان تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا شیر شاہ میرے محسن میرے مہربان میرے کرم فرما مجھے اس سلسلے میں کسی قسم کا کیوں اعتراض ہو گا شادی تو آخر میں نے گنگا اور گیتا ہی سے کرنی ہے اور اگر آپ یہ شادی ابھی اور اسی وقت کرنے پر تیار اور آمادہ ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں خواص خان کا یہ جواب سن کر شیر شاہ سوری بے حد خوش ہوا وہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسی لحہ کمرے میں لشکر کے قاضی کے علاوہ گنگا اوما شیر شاہ کے بیٹے اور ان کے ساتھ ایک جوان کمرے میں داخل ہوئے سب شیر شاہ سوری کے سامنے آ کر بیٹھ گئے۔

گنگا اسی طرح گیتا کے روپ میں اپنے بدن اور اپنے چہرے کو چھپائے ہوئے تھی۔ اس موقع پر تھوڑی دیر کے لئے خاموشی رہی اس کے بعد شیر شاہ سوری نے پھر خواص خان کی طرف دیکھا اور کہنا شروع کیا۔

سن خواص خان میرے بیٹے تیری شادی کے ساتھ ساتھ میں اوما کی بھی شادی کر دینا چاہتا ہوں چونکہ تو نے اوما کو اپنی بہن بنایا ہوا ہے لہٰذا ایک لحاظ سے یہ بھی میری

ہے یہ جوان جو میرے بیٹوں کے ساتھ آیا ہے میں اسے اوما سے بیاہ دینا چاہتا ہوں ر اس طرح میں سمجھتا ہوں جو فرائض میرے کندھوں پر ہیں میں ان کی ادائیگی سے غ ہو جاؤں گا شیر شاہ سوری کے اس فیصلے سے خواص خان بے حد خوش ہوا پھر وہ کچھ کہنے والا ہی تھا کہ خواص خان بول پڑا۔

شیر شاہ میرے مہربان گنگا کہاں ہے یہ تو صرف گیتا ہی آئی ہے خواص خان کے سوال پر شیر شاہ کے علاوہ ہر کسی کے چہرے پر مسکراہٹ تھی پھر دبی مسکراہٹ شیر شاہ نے جواب دیا۔

سن خواص خان میرے بیٹے اصل میں تیری نظریں دھوکہ کھا رہی ہیں تو دیکھ نہیں تیرے سامنے گیتا اور گنگا دونوں بیٹھی ہوئی ہیں خواص خان پریشان سا ہو گیا اور لگا آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں میرے سامنے تو اس وقت صرف گیتا ہی ہے اس پر شاہ نے اپنے سامنے بیٹھی ہوئی گنگا سے کہا گنگا میری بیٹی تم نے کافی اپنے آپ کو اب اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دو۔ گنگا حرکت میں آئی اپنے ہاتھ اس نے ننگے ر چہرے سے نقاب ہٹا دیا خواص خان دنگ رہ گیا گیتا کے روپ میں وہ گنگا ہی خان تھوڑی دیر تک تعجب و حیرت سے گنگا کی طرف دیکھتا رہا پھر پوچھنے لگا ہے تو گیتا کدھر گئی شیر شاہ نے اوما کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اوما میری بیٹی ے حالات تفصیل سے خواص خان کو بتاؤ تاکہ اس کی غلط فہمی گیتا سے متعلق دور شاہ سوری کے کہنے پر اوما نے جلدی جلدی ساری تفصیل خواص خان سے کہہ ی کہ کس طرح وہ اس کی حویلی سے نکل کر گنگا کے ساتھ دودھوا آشرم گئی پھر والی کے بھیس میں گنگا نے اپنا نام گیتا بتایا پھر مہارتھ کے اغوا کئے جانے اور کے پاس آنے تک کے سارے حالات اوما نے تفصیل کے ساتھ بتا ڈالے

ارے حالات سن کر خواص خان کے چہرے پر بھی خوشگوار مسکراہٹ نمودار ی اس کی یہ کیفیت دیکھتے ہوئے گنگا کے خوبصورت اور پرکشش چہرے پر خوشیاں ہی بکھر گئیں تھیں۔ پھر اسی کمرے میں سب کی موجودگی میں خواص خان اور گنگا ازدواج میں پرو دیا گیا۔ جبکہ اوما کی بھی اسی وقت شادی کر دی گئی تھی۔

لشکر گاہ میں نیرمل اپنے خیمے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک لڑکی وہاں خیمے میں داخل ہوئی۔ آنے والی وہ لڑکی نوعمر نوخیز ہونے کے ساتھ ساتھ اجلے کنول' پھولوں کی شوخ جیسی خوبصورت' وصل کے خواب' چاندنی کی پریوں جیسی شاداب' بچوں کے قہقہوں اور جوان صبح اور حسین شام جیسی پرکشش تھی۔ خیمے میں نیرمل نے جب اس کو دیکھا تو نیرمل فورا" اسے دیکھتے ہوئے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ لڑکی قریب آئی اور نیرمل کو مخاطب کر کے پوچھا۔ نیرمل کیا تو نے مجھے پہچانا۔ نیرمل کے چہرے پر اس موقع پر خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ کہنے لگی ہاں میں نے تمہیں پہچان لیا۔ تم مہارتھ کے ساتھی اور عزیز پالامو کی بہن کملا وتی ہو۔ آؤ میرے قریب بیٹھو۔ میں تمہیں اپنے خیمے میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ وہ لڑکی جس کا نام نیرمل نے کملا وتی بتایا تھا آگے بڑھی۔ نیرمل نے اسے اپنے پاس بٹھایا اور خود بھی بیٹھ گئی۔ پھر قبل اس کے کہ نیرمل کملا وتی کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ پوچھتی۔ کملا وتی پہلے ہی بول پڑی۔

دیکھ نیرمل میں تجھ پر کوئی احسان تو نہیں جتانا چاہتی میں تم سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کیا میرے خاندان نے تم پر کوئی ایسی مہربانی کی ہو جو تیرے لئے یادگار ہو۔ اس پر نیرمل نے تھوڑی دیر کے لئے غور سے کملا وتی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

سن کملا وتی۔ میں تیرے خاندان کی واقعی ممنون ہوں۔ جس وقت مجھے اغوا کر کے مہارتھ کے مسکن میں لایا گیا تھا اس موقع پر میری عزت میری عصمت کو وہاں یقینا" پامال کر دیا جاتا لیکن تیری ماں اس وقت آڑے آئی اور اس نے ایک باندی کی حیثیت سے مجھے اپنے پاس رکھ لیا اس کے ایسا کرنے پر مہارتھ کے مسکن میں میری عزت آبرو لاج محفوظ رہی اس کے لئے کملا وتی میں تیرے خاندان کی بڑی ممنون اور احسان مند ہوں۔

نیرمل کی اس گفتگو سے کملا وتی کے چہرے پر دلپسند مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی۔ پھر اس نے گفتگو کا آغاز کیا۔

سن نیرمل میں بڑی مشکل سے تمہیں تلاش کرتے ہوئے یہاں پہنچی ہوں اور مجھے تمہیں خیمے میں تنہا دیکھنے کا لمحہ بھی بڑے صبر اور کرب کے بعد نصیب ہوا ہے۔ اس

یر شاہ سوری کی قیام گاہ میں خواص خان اور گنگا کی شادی کا اہتمام ہے۔ میں موقع سے فائدہ اٹھایا اور تمہارے پاس چلی آئی۔ اس لئے کہ جس موضوع پر سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں وہ تنہائی کا طلبگار ہے۔ دیکھ نیرمل۔ اگر میں تم سے کہوں وہ کام کیا تو کر گزرے گی۔ نیرمل کہنے لگی دیکھ کملا وتی میں آخری حدود تیرا کام کرنے کی کوشش کروں گی اس لئے کہ بہرحال تیرے خاندان کے مجھ مد احسانات ہیں میں انکار نہیں کروں گی۔ کہو تم کیا کام مجھ سے لینا چاہتی ہو۔

ھ کہنے سے پہلے کملا وتی نے سوچا پھر خیمے میں اس کی آواز سنائی دی۔

یکھ نیرمل تمہیں یاد ہو گا کہ بنگال میں میرے بھائی پالامو نے پرتگالیوں کے ساتھ ایک متحدہ لشکر تیار کیا تھا وہ اپنے عزیز مہارتھ کا انتقام لینا چاہتا تھا اور شیر شاہ و شکست دینے کے درپئے تھا۔ شیر شاہ سوری نے اس کے مقابلے میں خواص بھیجا۔ میرے بھائی پالامو کی بدقسمتی کہ خواص خان نے اس متحدہ لشکر کو شکست کے ہر سپاہی کو اس نے قتل کر دیا اور میرے بھائی کو خود خواص خان نے ار سے کاٹا۔ سن نیرمل میں خواص خان سے اپنے بھائی کا انتقام لینا چاہتی ہوں۔ سلسلے میں تم میرا ساتھ دو گی۔

یرمل کچھ دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتی رہی۔ پھر پوچھا کیسا ساتھ۔ کملا وتی کہہ ی۔

ن نیرمل۔ اس خواص خان نے میرے بھائی پالامو کے علاوہ مہارتھ کو بھی قتل میں ان دونوں کا انتقام خواص خان سے لینا چاہتی ہوں اور اس کو قتل کرنا ہوں۔ شیر شاہ سوری کے لشکر تک میرے ساتھ دو محافظ آئے تھے انہیں میں ہیں بھجوا دیا ہے۔ مجھے تم پر بھروسہ تھا کہ تم انکار نہیں کرو گی۔ دیکھ میں چاہتی ۔ میں لشکر ہی میں تمہارے ساتھ قیام کروں۔ آہستہ آہستہ خواص خان کا قرب کرنے کی کوشش کروں۔ اسے اپنی محبت کے چنگل میں پھنساؤں اور جب میں نے میں کامیاب ہو جاؤں تو پھر میں موقع جان کر اسے قتل کر کے یہاں سے جاؤں۔ سن نیرمل کیا اس کام کے سلسلے میں تم میرا ساتھ دو گی میں چاہتی ہوں ں تمہارے خیمے میں قیام کروں شادی کے بعد گنگا خواص خان کے خیمے میں

منتقل ہو جائے گی۔ تمہاری دوسری ساتھی اوما کی بھی شادی ہو چکی ہے وہ بھی اپنے خیمے میں منتقل ہو جائے گی تم اکیلی رہ جاؤ گی لہٰذا میں چاہتی ہوں میں تمہارے ساتھ رہوں اور یہ کہ جب کبھی بھی شیر شاہ اپنے لشکر کو لے کر ادھر ادھر جائے تو تم بھی اس کے ہمراہ جاؤ اور میں تمہارے ساتھ خیمے میں رہوں اس طرح میں آہستہ آہستہ خواص خان پر اپنے حسن اپنے جسم کے ڈورے ڈالوں گی اور جب میں اس میں کامیاب ہو جاؤں گی تو اسے قتل کر کے یہاں سے فرار ہو جاؤں گی اب بولو تمہارا کیا جواب ہے۔

کملا وتی جب خاموش ہوئی تو نیرمل سر جھکا کر کچھ دیر سوچتی رہی پھر کملا وتی کی طرف دیکھا اور کہنا شروع کیا۔

سن کملا وتی میری بیٹی کیا ایسا ممکن نہیں کہ کوئی آخری فیصلہ کرنے سے پہلے تم مجھے کم از کم کچھ دنوں کی مہلت دو تاکہ میں سوچ سکوں اگر میں تمہارا کام کرنے پر رضامند ہو گئی تو پوری طرح تمہارا ساتھ دوں گی اور اگر میں اپنے آپ کو تیار نہ کر سکی تو صاف جواب دے دوں گی کہ یہ کام میرے بس کا نہیں ہے۔ اس پر کملا وتی نے پوچھا اور اس کے دوران میں کہاں رہوں گی مجھے بڑی شدت سے تمہارے جواب کا انتظار رہے گا۔ نیرمل کہنے لگی تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں تم یہیں میرے خیمے میں قیام کرو میں تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھوں گی تمہارے لباس اور تمہارے کھانے کا بہترین انتظام و اہتمام کروں گی اور جب گنگا یا خواص خان نے مجھ سے پوچھا تو میں تمہارے متعلق یہ بتا دوں گی کہ تم میرے ایک عزیز کی بیٹی ہو اور مجھ سے ملنے آئی ہو اور کچھ عرصہ میرے پاس ہی رہو گی۔ کہو یہ کیسا ہے۔

نیرمل کا یہ جواب سن کر کملا وتی کے چہرے پر گہری بشاشت پھیل گئی تھی۔ آگے بڑھ کر وہ نیرمل سے لپٹ گئی تھی۔ اس کی پیشانی چومی۔ دیکھ نیرمل میں تیری انتہا درجہ کی ممنون اور شکرگزار ہوں گی جس طرح تو نے مجھے اپنے خیمے میں رہنے کی راہ تلاش کر لی تھی اسی طرح مجھے امید ہے کہ تم جو کام میں لے کر آئی ہوں اس کام کے سلسلے میں بھی ضرور مجھ سے تعاون کرو گی اور سوچ کر تم میرے حق میں فیصلہ کرو گی۔ نیرمل جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اسی وقت گنگا اور اوما خیمے میں داخل ہوئیں ان

کے پیچھے پیچھے خواص خان اور اوما کا شوہر بھی آئے تھے۔ گنگا آگے بڑھ کر نیرمل سے کچھ پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ نیرمل خود ہی بول پڑی۔

یہ جو لڑکی آپ لوگ میرے پاس دیکھتے ہیں اس کا نام کملا وتی ہے یہ میرے عزیز کی بیٹی ہے اور بڑی مشکل سے مجھے تلاش کرتی ہوئی یہاں آئی ہے اب یہ کچھ دن میرے پاس ہی قیام کرے گی اس پر گنگا کہنے لگی چلو یہ بھی اچھا ہوا سنو نیرمل میری خواص خان کی شادی ہو چکی ہے اوما کی بھی شادی ہو چکی ہے اب جب تک لشکر کا قیام آگرہ میں ہے میں اپنے شوہر خواص خان کے ساتھ آگرہ میں رہوں گی اس کے لئے شیر شاہ سوری نے ہمیں ایک عمارت مہیا کر دی ہے اوما بھی اپنے شوہر کے ساتھ رہے گی جب تک تو یہیں خیمے میں قیام کرے گی پہلے میں تیرے متعلق بڑی فکرمند تھی اب اس لڑکی کملا وتی کے آنے سے میں سمجھتی ہوں ہمارے سارے مسائل حل ہو گئے ہیں۔ تم اکیلا پن اور تنہائی محسوس نہیں کرو گی اور جب خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ کسی سمت کوچ کریں گے تو میں ان کے ساتھ ہوں گی تم بھی ہمارے ہمراہ ہو گی تمہارے لئے خیمے کا علیحدہ انتظام ہوا کرے گا اگر تم پسند کرو تو کملا وتی کو اپنے ساتھ رکھ لیا کرنا اس طرح تمہارا دل بھی لگا رہے گا۔

جواب میں کملا وتی نے براہ راست گنگا کو مخاطب کیا اور کہنے لگی آپ لوگوں کے آنے سے پہلے نیرمل مجھے آپ سے ہی متعلق بتا رہی تھی دیکھ گنگا میں تم سے مل کر بے حد خوش ہوئی ہوں اور مجھے نیرمل بتا چکی ہے کہ تم رہتاس کے سابق راجہ کی بیٹی ہو میں تمہیں شادی پر مبارکباد دیتی ہوں پھر کملا وتی نے خواص خان کی طرف دیکھا اور کہنے لگی آپ کے آنے سے پہلے نیرمل آپ کی بے حد تعریف کر رہی تھی ویسے بھی میں آپ کے متعلق بہت کچھ سن چکی ہوں لوگ شیر شاہ سوری کے سپہ سالار کی حیثیت سے آپ کی بڑی تعریف کرتے ہیں اس کے علاوہ ہندوستان کی سرزمین پر آپ کی دلیری جراتمندی کے بڑے چرچے اور بڑی شہرت ہے مہارتھ جو کسی سے شکست نہیں کھاتا تھا اسے آپ نے قتل کیا۔ مہارتھ کا رشتہ دار پالامو جس نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر ایک قوت حاصل کر لی تھی اسے بھی آپ نے لمحوں کے اندر کر کے موت کی گہری نیند سلا دیا اس کے علاوہ بھی شیر شاہ سوری کے حق میں

آپ نے بڑے بڑے لشکروں کو تباہ و ویران کیا میں یہ کہتے ہوئے شرم محسوس نہیں کروں گی کہ میں آپ کی دلیری آپ کی شجاعت اور آپ کی جنگی مہارت کی انتہا درجہ کی معترف ہوں کملا وتی جب خاموش ہوئی تو مدھم سی آواز میں خواص خان جواب میں کہنے لگا۔

دیکھ کملا وتی تیری بڑی مہربانی کہ تو نے ایسے الفاظ میرے لئے الفاظ استعمال کئے تو میری جنگجوئی اور میری دلیری کی معترف ہے اس کے لئے بھی میں تیرا شکرگزار ہوں اور ممنون ہوں خواص خان کے ان الفاظ نے لگتا تھا کہ کملا وتی کا حوصلہ بڑھایا تھا وہ فوراً بولی اور پوچھنے لگی خواص خان شیر شاہ کے عظیم و محترم جرنیل اگر کبھی کبھی میں آپ اور گنگا سے ملنے کے لئے آ جایا کروں تو آپ برا تو نہیں مانا کریں گی۔ خواص خان سے پہلے ہی گنگا کہنے لگی اس میں برا ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ تم جب چاہو ہمارے پاس آ سکتی ہو۔ تمہارے لئے کوئی روک ٹوک اور ممانعت نہیں ہے۔ گنگا کے اس جواب پر کملا وتی کے چہرے پر گویا خوشی کے پھول کھل گئے تھے۔ جواب میں وہ کچھ نہ کہہ پائی تھی۔ گنگا پھر نیرل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

نیرل میں اور اوما اپنی ضرورت کا سامان اس خیمے سے لے جا رہے ہیں۔ اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دو۔ نیرل کہنے لگی خیمے میں ہر چیز ہے۔ مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ تم دونوں بہنیں اپنا سامان سمیٹو اور نئی قیام گاہ کی طرف جاؤ۔ میری دعا ہے کہ خداوند تم دونوں کو تمہاری نئی زندگی میں کامیاب کرے۔ اس کے بعد گنگا نے اپنی ضرورت کا سامان سمیٹا اور خواص خان کے ساتھ چلی گئی تھی۔ اوما بھی اپنا سامان لے کر شوہر کے ساتھ جا رہی تھی۔

O===O===O

شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کے ساتھ آگرہ میں تقریباً دو ہفتے تک قیام کیا اس بعد اس نے خواص خان کو لشکر کا حصہ دے کر ہمایوں اور اس کے حواریوں کے گا دیا تھا۔ برہم جیت کو بھی شیر شاہ سوری نے خواص خان کے ساتھ اس کے ب کی حیثیت سے روانہ کیا تھا۔

اس وقت تک شیر شاہ سوری کو اپنے جرنیل ناصر خان کے متعلق بھی تفصیل مل ی تھی۔ ناصر خان سنبھل اور مراد آباد کو فتح کرتا ہوا دہلی کی طرف بڑھا اور دہلی پر ن اس نے قبضہ کر لیا تھا۔ یہ خبر سن کر شیر شاہ سوری آگرہ سے روانہ ہوا۔ دہلی کی رف روانگی سے قبل شیر شاہ سوری نے آگرہ کا بہترین انتظام کیا۔ اس کے بعد وہ سے دہلی کے سفر پر روانہ ہوا۔ اس نے قدیم راستے سے سفر نہیں کیا جو جمنا کے ی کنارے کے ساتھ ساتھ فیروز آباد سے گزرتا تھا۔ بلکہ اس نے یہ سفر متھرا کے استے کیا جو گنجان جنگل اور مخدوش جرائم پیشہ لوگوں کے علاقے سے گزرتا تھا۔

یہ راستہ جو متھرا سے ہو کر گزرتا تھا آگرہ اور دہلی کے درمیان نزدیک ترین سفر اس راستے پر سفر کر کے شاید شیر شاہ لوگوں پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ آگرے اور کے درمیان یہ راستہ اب خطرناک نہیں رہا۔ بعد میں یہی راستہ آگے چل کر ایک شاہراہ کی صورت اختیار کر گیا اور اسی کو گرانڈ ٹرنک روڈ نام دیا گیا۔

برسات کا موسم شروع ہونے سے پہلے ہی شیر شاہ سوری دہلی پہنچ گیا اور سارا برسات کا موسم اس نے دہلی ہی میں گزارا۔ دہلی سے نکل کر پنجاب کی طرف بڑھنے کے لئے شیر شاہ سوری تھوڑی سوجھ بوجھ سے کام لینا چاہتا تھا۔ وہ شاید ہندوستان کی اس پرانی سیاست پر عمل پیرا تھا کہ انسان کو ایک قدم تب اٹھانا چاہئے جب دوسرے قدم کے نیچے کی زمین کو ٹٹول کر دیکھ لے۔ شیر شاہ کو بھی برسات میں پنجاب کے علاقے میں جانے سے پہلے ایک بار نہیں شاید دس بار سوچنا پڑا ہو گا کہ پانچ دریاؤں کو پار کر کے اس علاقے میں جانا تھا جہاں کم از کم اس وقت دو لاکھ مغل موجود تھے اور وہ دوبارہ اپنے آپ کو یکجہتی کے رشتے میں پرو رہے تھے۔

اس کے علاوہ اسے دریائے ستلج کے مغرب میں بھی گئی دشمنوں سے خدشہ تھا کہ وہ اس پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ انہیں سرفہرست مالوہ کا ملو خان جس نے اب قادر شاہ کا لقب اختیار کر لیا تھا اس کے علاوہ جودھپور کا راجہ مال دیو تھا۔ گجرات سے بھی خطرہ اٹھ سکتا تھا لیکن گجرات میں ان دنوں ایک طرح کی خانہ جنگی شروع تھی لہٰذا گجرات سے فی الفور کسی قسم کا کوئی خطرہ اور خدشہ نہیں تھا۔

دہلی سے نکل کر ستلج کو عبور کر کے پنجاب میں شیر شاہ فی الفور داخل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اگر شیر شاہ سوری فوراً ہی ستلج کے پار اپنے لشکر کو لے جاتا تو مغل ذاتی تحفظ کے لئے متحد ہو کر شیر شاہ سوری کے خلاف اس طرح لڑتے جیسے چیتا گھر جانے پر عاجز ہو کر لڑتا ہے۔ شیر شاہ سوری بڑے صبر اور تحمل سے کام لے رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مغلوں میں اتحاد اور اتفاق تھوڑی دیر کے لئے ہوتا ہے اس کے بعد وہ پھر نااتفاقی اور نفاق کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ہندوستان کے حکمران کی حیثیت سے دہلی میں داخل ہونا شیر شاہ سوری کے لئے گویا کمسنی کے خوابوں کی تعبیر تھی۔ دہلی جو کبھی اس کی ذاتی جائیداد سہسرام سے بہت دور تھی اب وہی دہلی شیر شاہ کے قدموں میں تھی۔ یہ شیر شاہ سوری کی ڈھلتی عمر کی آخری بہار تھی۔ حالانکہ اس کی سیاسی زندگی کا اوج کمال تھا۔ جب شیر شاہ سوری دہلی میں داخل ہوا تو دارالسلطنت نے اپنے آقا کی اس تبدیلی پر جشن منایا۔

شیر شاہ سوری جب اپنے لشکر کے ساتھ دہلی میں داخل ہوا تو دہلی کی ایک سن رسیدہ

نے یہ کہہ کر دہلی کے ہر فرد کے جذبات کی ترجمانی کر دی۔

"آخر دہلی کو اپنا شوہر مل گیا"

اس بڑھیا نے شیر شاہ سوری کی شان میں یہ الفاظ اس کے پس پشت کہے۔ ہویں صدی کی اس ضعیفہ کے دماغ میں شوہر کی تصویر موجودہ زمانے کی کسی نمائشی ر کی نہیں تھی۔ بلکہ قرون وسطیٰ کے زبردست شوہر کی تھی جو اپنی عورت کی فلت کرتا تھا۔ پرورش کرتا تھا اور ساتھ ہی ساتھ چابک سے مرمت بھی کرتا ہے۔ تصویر ایک ایسے شوہر کی تھی خواہ وہ جوان ہو یا سن رسیدہ خوبصورت ہو یا کریہہ ورت، لیکن مصنف مزاج ہو

لہٰذا اگر دہلی نے شیر شاہ سوری کی آمد پر جشن منایا۔ شیر شاہ سوری کی تعریف کی ر اسے پسند کیا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس لئے کہ دہلی کے لوگ شیر شاہ ری کی سیرت سے پہلے ہی واقف تھے۔ انہیں امید تھی کہ شیر شاہ سوری دہلی کی تری اور بھلائی کے لئے ہی کام کرے گا۔

شیر شاہ سوری کے دہلی میں دخول کے وقت دہلی کے شاعر اعظم جائیسی نے بھی یر شاہ کو اپنی ہندی شاعری میں بہترین خراج تحسین پیش کیا۔ گو اعظم جائیسی شیر شاہ سوری کا درباری شاعر نہ تھا اور وہ دنیاوی سرپرستی سے بے نیاز تھا لیکن اس نے شیر شاہ کو مصنف مزاج، سخت، جلیل القدر حکمران بتایا ہے۔ جائیسی کے ان الفاظ میں گویا ہندوستان کی روح گھول دی ہے۔ وہ شیر شاہ سوری کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

بادشاہ　　تم　　جگت　　گیئے
جگت　　تمہارا　　محتاج

جائیسی شیر شاہ سوری کے لئے ایسا ہی عظیم اور اعلیٰ شاعر ثابت ہوا جیسا آنے والے دور میں اکبر کو تلسی داس جیسا عظیم اور بے مثل شاعر نصیب ہوا۔ بہرحال شیر شاہ سوری نے اکبر کے لئے شہرت و عظمت کی بنیاد ڈالی۔ اسی طرح جائیسی نے بھی تلسی داس کے لئے اودی بولی میں شعر و شاعری کا راستہ صاف کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آنے والے زمانے میں ہندی زبان پر اودی زبان کا غلبہ ہوا۔

دوسرے جانب خواص خان اور برہم جیت مغلوں کے تعاقب میں لگ گئے تھے

خواص خان اور برہم جیت کے آگے آگے ان گنت مغل گھرانے دو آبہ' آگرہ اور دہلی چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لئے بھاگتے چلے جا رہے تھے۔ مغل بے چارے روپوش بھی نہیں ہو سکتے تھے اس لئے کہ ہندوستان میں تو وہ اجنبی تھے ہی۔ دوسرے ان کی شکل و شباہت بھی عجیب تھی۔ وہ اپنی منفرد قسم کی داڑھی اور اندر کو دھنسی ہوئی آنکھوں سے پہچانے جاتے تھے۔ لہٰذا اسی بناء پر انہیں خطرہ تھا کہ وہ پکڑے جائیں گے اور دھر لئے جائیں گے۔

گروہ در گروہ مغل مختلف شہروں اور قصبوں سے نکلتے ہوئے بھاگے۔ ان میں سے اکثر نے راجپوتانہ کا رخ کیا۔ کچھ لوگ ہمایوں کے بھائی ہندال کے قافلے میں جا ملے جو مغل بیگمات کو الور کے راستے لاہور کی طرف لے جا رہا تھا۔

لاہور کی طرف جانے کے لئے مرزا ہندال نے وہ راستہ اختیار کیا جو آگرہ اور الور کے درمیان جاٹوں کے راستے سے ہو کر جاتا تھا اور جنگلوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس سفر میں وحشی اور لٹیرے جاٹوں نے مرزا ہندال پر حملہ کر دیا۔ پر مرزا ہندال نے ان کے ساتھ ایسا مقابلہ کیا اس قدر جانفشانی کے ساتھ جوابی حملہ کیا کہ انہیں کھدیڑ کر رکھ دیا۔ ان جاٹوں اور راجپوتوں کا خاتمہ کرنے کے بعد مرزا ہندال تیزی سے لاہور کی طرف بڑھا تھا۔

دوسری جانب ہمایوں بھی اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ ریواڑی پہنچا تھا۔ ریواڑی رک کر کچھ دن اس نے سوچ و بچار کیا اس کے بعد اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ بھی اپنے بھائی مرزا ہندال کے پیچھے پیچھے لاہور کا رخ کرے گا۔ ریواڑی سے لاہور جانے کے لئے ہمایوں رہتک کی جانب چل دیا۔ رہتک دہلی سے چوالیس میل مغرب میں ہے اور ہمایوں مئی کے مہینے میں وہاں پہنچ گیا۔ رہتک ہمایوں کے تسلط میں نہیں تھا بلکہ صوبہ ہریانہ کا ایک حصہ تھا جسے ہمایوں نے شہنشاہ کی حیثیت سے ایک قصیدے کے انعام میں اپنے بھائی مرزا کامران کو بخش دیا تھا۔

ہمایوں جب اپنے لشکر کے ساتھ رہتک پہنچا تو اسے امید تھی کہ رہتک چونکہ اس کے بھائی کامران کا علاقہ ہے لہٰذا لوگ اس کا بہترین استقبال کریں گے۔ لیکن اسے تعجب ہوا کہ رہتک کے لوگوں نے ہمایوں کے قریب آنے پر شہر میں داخل نہ ہونے دیا

اور شہرپناہ کا دروازہ بند کر لیا۔ اپنے لشکر کے ساتھ ہمایوں نے رہتک کے باہر پڑاؤ کر لیا۔ اسی پڑاؤ کے دوران ہمایوں کا بھائی مرزا ہندال بھی الور سے رہتک پہنچ گیا تھا۔

رہتک کے لوگوں کا ردعمل دیکھتے ہوئے ہمایوں کے لشکر نے شہر پر حملہ کر دیا اور شہر کے محافظ دستے کو قابو کر کے شہر پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔ اس حملے کا منشا یہ نہ تھا کہ ہمایوں اس شہر میں ٹھہرنا چاہتا تھا بلکہ یہ اس نے اپنی عزت اور آبرو بچانے کے کیا تھا۔

رہتک میں چند روز قیام کرنے کے بعد ہمایوں نے یہاں سے کوچ کیا اور سرہند کی طرف روانہ ہوا۔ ہمایوں روزانہ بیس یا پچیس میل کا سفر طے کرتا ہوا سرہند پہنچا۔ سرہند جانے کے لئے اس نے وہ راستہ اختیار کیا جو سانہ اور پٹیالہ سے گزرتا ہے۔ کچھ روز اپنے لشکر کے ساتھ ہمایوں نے سرہند میں بھی قیام کیا۔ اس کے بعد اس نے یہاں سے بھی کوچ کیا اپنے بھائی مرزا ہندال کو اس نے ستلج کے کنارے اس کے لشکر کے ساتھ متعین کیا تاکہ خواص خان اس پر حملہ آور نہ ہو جائے اس لئے کہ ہمایوں کو خبر ہو چکی تھی کہ شیر شاہ سوری نے خواص خان کو تاکید کر رکھی تھی کہ ہمایوں کا تعاقب کرتا ہے اس پر حملہ آور نہیں ہونا ہے۔

اپنے بھائی مرزا ہندال کو حفاظت کے لئے دریائے ستلج کے کنارے گھات میں بٹھانے کے بعد ہمایوں نے بے فکر ہو کر دریائے ستلج کو عبور کیا اور جالندھر پہنچ گیا۔ یہاں اس نے قیام کیا اور دریائے بیاس کے کنارے اپنے بھائی مرزا ہندال کا انتظار کرنے لگا۔

اپنے لشکر کے ساتھ لگاتار سفر کرتے ہوئے شیر شاہ سوری لاہور پہنچ گیا۔ لاہور شہر کی ان دنوں عجیب حالت تھی۔ چاروں طرف سے مغل ٹوٹ کر لاہور میں جمع ہو رہے تھے۔ لاہور شہر ایک قسم کے شرنارتھیوں کا پراگندہ کیمپ بن گیا تھا۔ ہر مغل دوست دشمن' اعلیٰ و ادنیٰ محرم و نامحرم حواث باختہ لاہور کی طرف بھاگ رہا تھا۔ مرزا عسکری اور مرزا کامران جو ماضی میں ہمایوں کے ساتھ ناراض ہو گئے تھے وہ بھی اپنے اپنے حصے کے لشکریوں کے ساتھ ہمایوں سے لاہور میں آن ملے تھے۔

ہمایوں اور اس کے بھائیوں کے لاہور پہنچنے پر فضا کچھ کچھ بدلی دکھائی دینے لگی۔

ہمایوں اور اس کے بھائی جو اس سے پہلے ایک دوسرے سے جدا اور متنفر تھے لگتا تھا حالات نے ان میں اتفاق اور یک جہتی پیدا کر دی ہے۔ لاہور پہنچ کر ہر شخص صلح اور مصالحت کی بات کرنے لگا۔ ان حالات میں ہمایوں کے لاہور پہنچنے کے ایک ہفتے بعد ہمایوں کی صدارت میں رشتہ یگانگت اور یک جہتی کو مضبوط کرنے کے لئے مغلوں کا ایک جلسہ ہوا۔ ہمایوں نے اپنے شاہی اختیارات اس مجلس کے حوالے کر دیئے۔

اس جلسے کی کاروائی کا بھی عجیب منظر تھا۔ مغلوں کا یہ جلسہ پٹھان جرگہ کی طرح نہیں تھا جس کا فیصلہ ہر خاص و عام پر لازم ہوتا تھا۔ خواہ وہ اس فیصلے سے متفق ہو یا نہ ہو۔ جلسے کی کاروائی شروع ہونے سے پہلے ایک تذکرہ یعنی اتفاق و اتحاد کا عہد نامہ تحریر کیا گیا جس پر تمام مغل سرداروں اور ہمایوں کے علاوہ ہمایوں کے بھائیوں نے بھی دستخط کئے۔ اس کے بعد اس مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے ہمایوں نے اپنا خطبہ پیش کیا۔ اس خطبے کا لب لباب یہ تھا کہ مغلوں کو شیر شاہ سوری کے ہاتھوں زک اٹھانے کے بعد آپس میں باہمی اتحاد اور اتفاق کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔

ہمایوں نے اپنی تقریر ختم کی۔ ہمایوں کے بھائیوں اور دوسرے سالاروں میں وہی پرانی نااتفاقی عود کر آئی۔ سب کی زبانیں کھل گئیں اور ہر شخص یہ چاہنے لگا کہ مجلس میں اس کی تجویز کو سامنے رکھا جائے اور اسے اہمیت دی جائے اور لوگ اس کی بات کو تسلیم کریں۔ جب ہمایوں کے بھائی مرزا کامران نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ خاندان کی سب بیگمات کو کابل چھوڑ آئے اور وہاں سے ایک لشکر لے کر واپس آئے اس عرصے میں ہمایوں اور تمام مغل سردار اپنے اپنے لشکر کے ساتھ کسی پہاڑی پناہ گاہ میں انتظار کریں۔

مرزا کامران کی اس تجویز کی سب نے پرزور مخالفت کی۔ کوئی نہیں چاہتا تھا کہ بیگمات کو مردوں سے علیحدہ کر دیا جائے اس پر مرزا ہندال نے ہندوستان کو دوبارہ فتح کرنے کی قابل تعریف تجویز پیش کی۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ شیر شاہ سے لڑنے کا ارادہ ملتوی کر دیا جائے۔ سب سے پہلے سندھ کو فتح کر کے کچھ کے راستے گجرات پر قبضہ کر لیا جائے۔ وہیں تب تک انتظار کیا جائے جب تک کہ حملہ کرنے کا کوئی اچھا موقعہ ہاتھ نہیں آ جائے۔

ہمایوں کے ایک اور دست راست مرزا حیدر نے یہ تجویز پیش کی کہ کشمیر میں وہ لوگ جو ان کا ساتھ دینے پر آمادہ ہیں اور جنہیں کشمیری غدار کہتے ہیں ان کی مدد سے کشمیر فتح کرنے کا فیصلہ کیا جائے تاکہ بوقت ضرورت سب مغل وہاں پناہ لے سکیں۔ اس نے کہا کہ تمام مغل سرداروں کو سارنگ سے لے کر سرہند تک پہاڑی دروازوں پر قبضہ کر لینا چاہئے اور وہیں سکونت اختیار کر لینا چاہئے۔ شیر شاہ سوری کو اس پہاڑی علاقے تک پہنچنے میں چار ماہ کا عرصہ لگ جائے گا۔ وہ اس خطے میں اپنی توپیں بھی نہ لا سکے گا۔ جو اس کا خاص ہتھیار ہیں جبکہ شیر شاہ سوری کا مقابلہ کرنے کے لئے مغلوں کو کچھ عرصہ سکون سے تیاری کرنے کا موقع مل جائے گا۔

ہمایوں کے بھائی مرزا کامران نے اس تجویز کو ناقابل عمل بتایا اور کہا اس سے دو لاکھ خاندان تباہ ہو جائیں گے۔ ادھر مرزا ہندال سندھ فتح کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا ادھر مرزا عسکری اپنے بھائی مرزا کامران کی رائے سے اتفاق رکھتا تھا۔ جبکہ خود ہمایوں کو اپنے دست راست مرزا حیدر کی تجویز پسند تھی۔ بہرحال کافی تو تو میں میں کے بعد یہ اجلاس ختم ہو گیا۔ اس کے بعد ہمایوں اور دوسرے مغل سرداروں کے درمیان پہلے سے بھی زیادہ دلشکنی اور اختلافات پیدا ہو گئے۔ ہر فرد اپنا راستہ تلاش کرنے لگا۔ اس موقع پر ہمایوں کا اپنے بھائیوں اور دیگر سالاروں پر رعب ختم ہو گیا۔ جس کی بناء پر وہ اور بھی زیادہ غمزدہ اور ناشاد ہو کر رہ گیا تھا۔

ان حالات میں ہمایوں نے شیر شاہ سوری کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کے لئے آخری کوشش کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے اس کام کے لئے مظفر بیگ ترکمان اور قاضی عبداللہ کو چنا۔ دونوں کو ہمایوں نے شیر شاہ سوری کی طرف روانہ کیا اور شیر شاہ سوری کو اس نے یہ پیغام بھجوایا کہ شیر شاہ سوری ہمایوں کے لئے کم از کم سرہند کے پار پنجاب کا علاقہ چھوڑ دے۔

شیر شاہ سوری نے ہمایوں کے قاصدوں کی بات کو بڑے غور بڑے صبر اور تحمل سے سنا اور کچھ دیر تک ان کے ساتھ گفت و شنید ہوئی۔ آخر شیر شاہ سوری نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے ہمایوں کو پیغام بھجوایا۔

میں نے تمہارے لئے کابل چھوڑ دیا ہے۔ وہیں چلے جاؤ۔

شیر شاہ سوری کے اس جواب سے ہمایوں کو بے حد مایوسی ہوئی۔ لہٰذا اس نے
لاہور سے کوچ کرنے کا عزم کر لیا اور ہمایوں نے یہ فیصلہ کیا تو ہر چہار سو حشر برپا ہو گیا
لوگوں نے اپنے اپنے مکان اور فرنیچر کو جہاں تھا وہیں چھوڑا اور جیسے بھی بن سکا نقدی
ہاتھ میں لے لی اور ہمایوں کے ساتھ ہو لئے۔ آخر اکتوبر کے مہینے میں تقریباً" دو لاکھ
مغلوں پر مشتمل ایک قافلہ طوفانی انداز میں دریائے راوی کو پار کر کے مغرب کی سمت
بے سروسامانی کی حالت میں روانہ ہوا۔

یہ سماں نہایت ہی دردناک اور رقت آمیز تھا۔ ہمایوں کا سوتیلا بھائی کامران مرزا
ایسے وقت میں بھی بدطینتی اور کم ظرفی سے باز نہ آیا اور سب کچھ برباد ہونے کے بعد
بھی وہ اپنے سفلہ پن سے چپکا رہا۔ چناب کے کنارے پر پہنچنے کے بعد وہ اپنے لشکریوں
اور متوسلین کو لے کر ہمایوں سے علیحدہ ہو گیا اور تیزی سے بھیرہ کی جانب بڑھا۔

بھیرہ ان دنوں ایک انتہائی اہم شہر تھا اور یہاں سے تین سڑکیں مختلف سمتوں کو
جاتی تھیں۔ ایک پشاور سے گزرتی ہوئی کابل کو جاتی تھی۔ دوسری جنوب سے ہوتی
ہوئی کوہاٹ کے علاقے کی طرف نکل گئی تھی اور تیسری کشمیر کی جنوبی سرحد تک پہنچتی
تھی۔

اس سفر کے دوران تک ہمایوں کوئی آخری فیصلہ نہیں کر پایا تھا۔ اگرچہ اس نے
ان خیالات کا اظہار کیا کہ وہ لاہور سے نکل کر بدخشاں کا رخ کرنا چاہتا ہے یہ شبہ کر
کے کہ وہ کہیں کابل پر قابض نہ ہو جائے کامران نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی۔
ہمایوں اپنے بھائی کے شبہ کو تاڑ گیا پھر اس نے اس بات کا کبھی ذکر نہیں کیا۔ وہ بابر کی
ایسی نیک طینت اولاد تھا کہ اس کو یہ گوارہ نہ تھا کہ جو کچھ اس کے والد نے اس
چھوٹے بھائی کو دیا تھا وہ اس کو چھین لے۔ وہ اتنا ایماندار تھا کہ جو دست راست سے
ایک بار دے چکا تھا اس کو لینے کی کبھی سوچتا بھی نہ تھا۔ مگر ہمایوں سے متعلق کامران
کا باطن شبہات سے پر تھا۔

کامران ہمایوں سے کچھ ہی روز قبل بھیرہ پہنچا تھا۔ ہمایوں نے بھی بھیرہ پہنچ کر
کشمیر کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لئے اپنے کچھ آدمی کشمیر میں اپنے
حق میں حالات درست کرنے کے لئے روانہ کئے اور انہیں یہ بھی بتایا کہ وہ پونچھ کے

رے پر جا کر اس کا انتظار کریں۔ ہمایوں کے بھائی کامران مرزا نے ہمایوں کے ان
دمیوں کو قتل کر دیا اور اس طرح کامران نے ہمایوں کے کشمیر جانے کی تدبیر کو بھی
کام بنا دیا۔ ہمایوں کو جب اپنے ساتھیوں کے قتل کی خبر ہوئی تو اسے بڑا دکھ ہوا۔
سے اس سے اپنی توہین کا بھی احساس ہوا۔ اس موقع پر ہمایوں کے ساتھی طیش میں آ
گئے اور ان میں سے کچھ نے کامران کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اگر ہمایوں نے اپنے
سوتیلے بھائیوں کے ساتھ برادرانہ بلکہ پدرانہ سلوک نہ کیا ہوتا تو ایسے نازک موقع پر
ہمایوں کی حالت ایسی ناگفتہ بہہ نہ ہوتی۔

بھائیوں کے اس رویئے سے اور باہمی جھگڑوں کے باعث ہمایوں بہت پست ہمت
ہو گیا تھا۔ اس کا دماغ ابھی تک تذبذب کی حالت میں تھا۔ کامران کے متعلق ہمایوں
کے نرم رویئے اور پس و پیش نے ہمایوں کے دوسرے بھائی مرزا ہندال اور چچا نا
مرزا کے صبر کو لبریز کر دیا تھا۔ بالآخر ہمایوں ان کی تجویز مان کر باول نخواستہ سندھ کا
جانے کے لئے تیار ہو گیا۔

اس مقصد کے لئے ہمایوں نے جہلم کے مشرقی کنارے سے ہوتے ہوئے سندھ
پہنچنے کے لئے جنوب کی سمت کوچ کر دیا۔ کچھ منزلوں تک مرزا ہندال ناصر مرزا نے
ہمایوں کا ساتھ دیا بعدازاں شاید بے مروتی کے جذبے سے سرشار ہو کر دونوں علیحدہ ہو
گئے۔ اسی اثناء میں ہمایوں کو یہ خبر پہنچی کہ شیر شاہ سوری کا ایک لشکر اس کے تعاقب
میں لگا ہوا ہے۔ ان حالات میں ہمایوں کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ
مغرب کی سمت بھاگے اور دریائے جہلم عبور کر کے اس پار چلا جائے۔ اپنے بھائیوں
اور چچا کی بے وفائی سے تنگ آ کر آخر وہ خوشاب کی طرف بڑی تیزی سے روانہ ہوا۔

خوشاب بھیرہ سے جنوب مغرب میں چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ ہمایوں شاید
خوشاب پہنچ کر اپنے آپ کو محفوظ کرنا چاہتا تھا لیکن اس کا بھائی کامران بھی بڑی تیزی
سے خوشاب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کامران ہمایوں سے دو ایک روز قبل ہی خوشاب
پہنچ گیا یہاں ہمایوں سے اتفاقاً" ملاقات ہو گئی۔ مگر ان کی کشیدہ خاطری اور بھی زیادہ
ہو گئی اور کامران کی بدطینتی صاف سامنے آ گئی۔
سندھ نہ جا کر ہمایوں جو مغرب کی طرف مڑا تھا اس سے کامران کے دل میں یہ

بات بیٹھ گئی کہ ہمایوں نے کہیں سندھ کے بجائے کابل کا رخ نہ کرلیا ہو اور کابل اور قندھار پر قبضہ کرنے کا ارادہ نہ ہو۔ کیونکہ کابل اور قندھار کامران کی عملداری میں تھے۔

ان خیالات کے تحت کامران نے ہمایوں کو اور ذلیل کرنا چاہا۔ اس موقع پر اس نے شاہی لقب اختیار کرلیا اور اپنے نام کا خطبہ بھی خوشاب میں پڑھوایا۔ اسی دوران انہیں یہ خبریں ملیں کہ شیر شاہ سوری ان کے پیچھے لگ گیا ہے۔ لہٰذا دونوں خوشاب سے نکل کر دریائے سندھ کی طرف بھاگے۔ یہاں تک کہ وہ ایک تنگ درے کے پاس پہنچ گئے۔ یہ درہ خوشاب میں نمک کی پہاڑیوں کے اندر تھا۔

اس درے سے دو جانب سڑکیں جاتی تھیں۔ ایک جنوب میں ملتان کو دوسری اور کوہاٹ سے ہوتی ہوئی کابل کو۔ اب کامران کو یہ شک ہوا کہ اگر ہمایوں کی فوج درہ پہلے داخل ہو گئی تو اس کو درہ کے پاس رکنا پڑے گا اور ممکن ہے کہ ہمایوں کابل جاتی تھی کا ارادہ کرے اور کوہاٹ کے علاقے کے بیچ سے ہوتا ہوا کابل پر قبضہ کرلے۔ ہوئی مگر یہ خیال تو ہمایوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ پھر بھی یہ فیصلہ کرنے کے لئے کون پہلے درہ پہنچ کر اسے پار کرے دونوں میں گفت و شنید ہوئی۔ جب کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تو تلواریں بے نیام ہو گئیں۔ ہمایوں کے لئے تو سبقت کا سوال یوں تھا کہ وہ عمر میں کامران سے بڑا تھا اور پھر بادشاہ بھی تھا۔ ادب کا بھی یہ تقاضہ تھا کہ وہ درے میں پہلے داخل ہو۔

ہمایوں ویسے بھی بڑا خوددار تھا اپنی مصیبت میں اس کو اپنی خودداری کا بڑا لحاظ تھا۔ جب وہ آگرے سے بھاگ رہا تھا تو اتفاقاً" اس کے ایک وفادار ساتھی نخر الدین نے اپنا گھوڑا ہمایوں سے آگے بڑھا دیا اس بے ادبی کی سزا قتل ہوتی مگر ہمایوں نے ضبط سے کام لیا ہمایوں چھوٹے چھوٹے معاملوں میں تو تنا باخبر اور بلند تھا مگر قسمت کی گروش کی جانب سے لاپروائی کی وجہ سے اس کو یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔

بالاخر اس ناخوشگوار واقعے کے فیصلہ ایک بزرگ لشکری کے ذمے ڈال دیا گیا دونوں فقیروں نے اس معاملے کا حل اسی پر چھوڑ دیا تھا۔ اس فقیر منش لشکری نے اپنا فیصلہ ہمایوں کے حق میں دے دیا۔ لیکن یہ صاف بتا دیا کہ یہ ترجیح اس لئے نہیں ہے

کہ ہمایوں بادشاہ ہے بلکہ اس لئے کہ وہ کامران کا بڑا بھائی ہے۔ بہرحال ہمایوں کی رہنمائی میں مصیبت زدہ مغلوں نے درہ پار کرلیا اور چند میل دور جا کر جہاں سڑک دو حصوں میں تقسیم ہوتی تھی وہاں دونوں بھائی ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ کامران کابل کی طرف چلا گیا تھا جبکہ ہمایوں دریائے جہلم کے مغربی کنارے پر سفر کرتا ہوا ملتان کے اس پار تک پہنچ گیا جس کے نزدیک جہلم اور چناب کا سنگم ہے۔ اس نے دریا کو [illegible]" اور ملتان کے درمیان کسی جگہ سے پار کیا ہو گا وہ ارادتاً" ملتان سے بچ کر نکلنا چاہتا تھا اور اسے اندیشہ تھا کہ مبادا اس کی نقل و حرکت میں شیر شاہ سوری کے لشکری مداخلت کریں۔ اس طرح سفر کرتے ہوئے ہمایوں صحیح سلامت شعبان کے مہینے میں اچ پہنچ گئے۔

شیر شاہ سوری نے ہمایوں کے تعاقب میں خواص خان کو لگایا تھا اس نے ہمایوں کا سرہند تک تعاقب کیا۔ خواص خان کو شیر شاہ سوری کا یہ حکم تھا کہ بس ہمایوں کا تعاقب کرنا ہے اس پر حملہ آور نہیں ہونا۔ شیر شاہ سوری کا مقصد یہ تھا کہ ہمایوں کو سلطنت سے باہر نکال دیا جائے تاکہ آئندہ وہ اس کے لئے کوئی مصیبت کھڑی نہ کرے۔ سرہند تک ہمایوں کا تعاقب کرنے کے بعد خواص خان نے سرہند میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرلیا تھا اور شیر شاہ سوری کے اگلے حکم کا انتظار کرنے لگا تھا۔

دوسری جانب 1540ء کی برسات میں شیر شاہ سوری کو اس کے جاسوسوں نے لاہور سے تواتر کے ساتھ پوری خبریں تفصیل کے ساتھ روانہ کر دیں۔ ان خبروں کے ملنے کے بعد شیر شاہ سوری نے دریائے بیاس پر واقع مغل چوکیوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا۔ ساتھ ہی اس نے تیز رفتار قاصد سرہند کی طرف خواص خان کو بھجوائے اور خواص خان کو حکم دیا کہ وہ سرہند سے نکل کر ہمایوں کے تعاقب میں لگ جائے۔ ان ہی قاصدوں کے ذریعے شیر شاہ سوری نے سرہند اور اس کے آس پاس کا علاقہ خواص خان کو بخش دیا تھا اور خواص خان کو حکم نامہ بھجوایا کہ سرہند اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ اس کا ہے۔ خواص خان اپنی طرف سے وہاں کسی کو ناظم مقرر کر دے اور خود لشکر کے ساتھ ہمایوں کے پیچھے لگ جائے۔ بس خواص خان نے اپنے ایک قابل اعتبار شخص کو سرہند میں انتظامی امور کے لئے چھوڑا اور خود اپنے لشکر کے

ساتھ ہمایوں کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

دراصل شیر شاہ سوری کا ہمایوں سے لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا وہ یہی چاہتا تھا کہ ہمایوں۔ اس کے لشکریوں اور ساتھیوں کو دریائے سندھ پار کرنے میں کوئی مزاحمت نہ کی جائے۔ اس کے بعد یہ خوف تھا کہ کہیں ہمایوں سندھ یا کشمیر نہ پہنچ جائے۔ جیسا کہ مرزا ہندال اور مرزا حیدر چاہتے تھے۔ چنانچہ شیر شاہ سوری نے تعاقب کی اس قسم کی تجویز بنائی تھی جس سے مغلوں کو سندھ یا کشمیر میں جائے اقامت حاصل کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

اس سوچ کے تحت اکتوبر کے تیسرے ہفتے میں شیر شاہ نے ستلج پار کر کے لاہور کا رخ کیا۔ دوسری جانب خواص خان سرہند سے کوچ کرنے کے بعد جالندھر اور امرتسر کے راستے لاہور کی طرف جا رہا تھا۔

شیر شاہ سوری اور خواص خان دونوں اپنے لشکریوں کے ساتھ لاہور میں ایک دوسرے سے ملے۔ یہاں انہوں نے وقت برباد نہیں کیا بلکہ وہ فوراً بھاگتے ہوئے ہمایوں اور اس کے ساتھیوں کے تعاقب میں لگ جانا چاہتے تھے۔ لہٰذا دونوں اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ مغلوں کے تعاقب میں تیزی سے مغرب کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہ چناب کے کنارے پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ ہمایوں بھائیوں سے جدا ہو گیا ہے۔ شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کا ایک حصہ ملتان کی طرف مرزا ہندال اور ناصر مرزا کے تعاقب میں روانہ کیا۔ خود وہ بھیرہ کی جانب کوچ کر گیا تھا۔

بھیرہ کی جانب شیر شاہ سوری نے اس احتیاط سے پیش قدمی کی تھی کہ کہیں ہمایوں نمک کی پہاڑیوں کے راستے کشمیر نہ چلا جائے۔ بھیرہ سے شیر شاہ سوری خوشاب پہنچا۔ خواص خان اس کے ساتھ تھا۔ یہاں شیر شاہ سوری کو معلوم ہوا کہ ہمایوں اور کامران ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ہیں اور مختلف راستوں پر چلے گئے ہیں۔ خود شیر شاہ سوری نے خوشاب ہی میں قیام کیا اور خواص خان کو حکم دیا کہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہ جہلم کے مغربی کنارے کنارے ہمایوں کے تعاقب میں لگ جائے۔

شیر شاہ سوری کا حکم ملتے ہی خواص خان بڑی تیزی سے ہمایوں اور اس کے لشکر

کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔ بعض مورخ تو یہ کہتے ہیں کہ خواص خان نے ہمایوں پر حملہ آور ہونے کی جرات نہ کی یہ ان کی خام خیالی ہے یہ خیال ان مورخین کا ہے جو شیر شاہ سوری کے خلاف اور ہمایوں کے حق میں لکھنے کی قسم کھائے ہوئے تھے۔ وہ ہمایوں کی خاطر سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید بنانے کا عزم رکھتے تھے ورنہ خواص خان تو شیر شاہ سوری کا وہ نڈر جری اور دلیر جرنیل تھا جس نے کہ دو بار چوسہ اور لگرام میں ہمایوں کی فوجوں کی دھجیاں اڑا دی تھیں اور یہ خواص خان ہی تھا جس کی وجہ سے دونوں بار شیر شاہ سوری کو ہمایوں کے خلاف شاندار فتح نصیب ہوئی۔

ہمایوں سے کسی قسم کا تصادم نہ ہونا خواص خان کی کمزوری نہ تھی بلکہ وہ شیر شاہ کے آہنی ضبط و نظام کا ثبوت ہے شیر شاہ سوری دور بیٹھے ہوئے بھی اپنے احکام اپنی فوج کی نقل و حرکت کی راہنمائی کر سکتا تھا اور خواص خان جیسا جری دلیر اور سپہ سالار بھی اس کے احکام کی خلاف ورزی کی تاب نہ لا سکتا تھا۔

ہمایوں نے کچھ عرصہ اپنے بھائی مرزا ہندال اور چچا ناصر مرزا کے ساتھ اچ میں ... ملتان اور اچ کا درمیانی علاقہ ان دنوں ایک نو مسلم کے تسلط میں تھا جس کا نام بخشو لنگاہ تھا یہ لنگاہ قبیلے سے تھا اور مرزا کامران کا باج گزار تھا۔ ہمایوں جب اس کے علاقے میں پہنچا تو بخشو لنگاہ نے ہمایوں کے ساتھ بڑا عمدہ سلوک کیا ہمایوں نے اسے خان صاحب کا خطاب عطا کیا ہمایوں کا یہ فعل ایسا تھا گویا وہ دہلی کے تخت پر جلوہ افروز ہے اور اعزاز و خطاب بخشنے کا اسے حق حاصل ہے۔

بخشو لنگاہ نے ہمایوں کی مدد اس ڈر کی وجہ سے نہیں کی تھی کہ ہمایوں ہندوستان کا بادشاہ ہے بلکہ وہ سندھ کے ارغون حکمرانوں سے انتقام لینا چاہتا تھا اور اس کی یہ خواہش تھی کہ کچھ دن ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ اس کے علاقے میں قیام کرے اس کے بعد سندھ میں داخل ہو اور سندھ کے ارغون حکمرانوں کو نقصان پہنچائے کچھ دن بخشو لنگاہ کے ہاں قیام کرنے کے بعد بخشو لنگاہ کے پاس سے ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ سندھ کے ریگستانوں میں داخل ہوا تھا۔ خواص خان ہمایوں کا تعاقب کرتا ہوا سندھ کے کناروں تک جا پہنچا اچ سے 23 میل جنوب میں جہاں دریائے ستلج پنجاب کے دوسرے چار دریاؤں سے جا ملتا ہے کچھ دن قیام کئے رکھا یہاں سے خواص خان کو

ہمایوں کے راستے کا پتا نہ لگ سکا کہ ہمایوں کدھر گیا ہے دوسری طرف ہمایوں اپنے لشکر کے ساتھ روہڑی کی سیدھی سڑک چھوڑ کر جنوب مشرق کی جانب مڑ گیا ہمایوں 26 جنوری 1541ء کو اپنے بھائی مرزا ہندال اور چچا ناصر مرزا کے ساتھ روہڑی پہنچ گیا جہاں بھکر قلعہ کے گورنر نے بڑی گرمجوشی سے ان کا استقبال کیا مغرور ہمایوں نے بھکر کے گورنر کی اس مہمان نوازی کو اس کی کمزوری سے منسوب کیا اور فوراً" حکم دیا کہ گورنر اطاعت قبول کر کے قلعہ اس کے حوالے کر دے۔

یوں بھکر میں داخل ہو کر اور قیام کرنے کے بعد اپنے بھائی اور چچا کے ساتھ ہمایوں کسی قدر سکون اور اطمینان محسوس کرنے لگا تھا۔ خواص خان کو جب خبر ہوئی کہ ہمایوں اپنے لشکر اور بچے کھچے ساتھیوں کے ساتھ روہڑی پہنچ گیا ہے تو اس نے ملتان میں پڑاؤ کر لیا تھا یہ خبریں شیر شاہ سوری کو بھی پہنچ چکی تھیں لہٰذا شیر شاہ سوری بھی اپنے لشکر کے ساتھ ملتان خواص خان کے پاس پہنچ گیا اور دونوں کے متحدہ لشکر نے ملتان میں قیام کر لیا تھا۔

O

ملتان میں قیام کے دوران ایک روز نیرل اور کملا وتی دونوں اپنے خیمے میں خاموش بیٹھی تھیں کہ کملا وتی نے نیرل کو مخاطب کیا۔

دیکھ نیرل میں بڑی بے چینی سے اب تک تمہارے جواب کا انتظار کرتی رہی ہوں تم سے میں نے یاد دہانی اس لئے نہیں کرائی کہ گزشتہ دنوں کے دوران لشکر مار دھاڑ ہی میں مصروف رہا ایک جگہ سے دوسری جگہ سے کہیں اور اس طرح میں سمجھتی تھی تمہیں اس بھاگ دوڑ میں فیصلہ کرنے کا موقع نہیں ملا ہو گا اب جبکہ گزشتہ کئی روز سے لشکر نے ملتان میں قیام کر رکھا ہے تو میں تم سے سوال کروں گی کہ جو التجا میں نے تم سے کی تھی اس سے متعلق تو نے کیا فیصلہ کیا۔

نیرل نے تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر غور سے کملا وتی کی طرف دیکھا پھر خیمے میں اس کی آہستہ اور سرگوشی ملی جلی آواز سنائی دی۔

دیکھ کملا وتی میری بیٹی جو کام تم مجھ سے لینا چاہتی ہو میں اس کے لئے تیار ہوں اگر خواص خان نے تمہارے بھائی پالامو کو قتل کیا ہے تو تم اس کا حق رکھتی ہو کہ

اپنے بھائی کا خواص خان سے انتقام لو اور اسے قتل کرو اس سلسلے میں میں نے ارادہ کر لیا ہے بلکہ یوں جانو کہ یہ میرا عزم صمیم ہے کہ میں پوری طرح تمہارا ساتھ دوں گی تاکہ تم خواص خان سے انتقام لے سکو اور اسے ٹھکانے لگا سکو پر دیکھو میرے اس فیصلے کے ساتھ ساتھ کچھ خطرات اور خدشات بھی وابستہ ہیں نیرل کے ان الفاظ پر کملا وتی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا کیسے خطرات۔ نیرل پہلے کی طرح سرگوشی میں کہنے لگی۔

سن کملا وتی اگر تم بے خبری میں خواص خان پر ہاتھ ڈالتی ہو اور اسے قتل کر دیتی ہو تو یاد رکھو چونکہ تم نے میرے پاس قیام کر رکھا ہے اور جب تم پر قتل کا شک کیا جائے گا تمہارے ساتھ میں بھی دھر لی جاؤں گی اور میں اب اس عمر میں اپنا انجام نہیں دیکھنا چاہتی دیکھ کملا وتی میں تمہارا ساتھ دینے کا مصمم ارادہ کئے ہوئے ہوں لیکن یہ کام کرنے سے پہلے تمہیں کچھ ایسی منصوبہ بندی کرنی ہو گی کہ میں آسانی سے یہاں سے نکل سکوں اور میری جان محفوظ رہے اور تم بھی اپنا آپ بچا کر لشکر سے نکل جاؤ۔

نیرل کے خاموش ہونے پر کملا وتی نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہنے لگی نیرل تم نے تو ڈرا ہی دیا تھا جن خدشات کا تم نے اظہار کیا ہے ان کی تو کوئی اہمیت ہی نہیں ہے دیکھ نیرل میں خواص خان پر کسی مناسب وقت ہی ہاتھ ڈالوں گی یوں ہی اس پر حملہ آور ہو کر اپنی جان کے علاوہ تمہیں بھی خطرے میں نہیں ڈالوں گی میں نے جب بھی خواص خان کو قتل کرنا ہوا وسطی ہند یا اس کے آس پاس کروں گی اور اسے قتل کرنے سے پہلے میں اپنے چند اعتبار کے خاص آدمیوں کو بھی وہاں بلا لوں گی اور ان کی مدد سے خواص خان کو ٹھکانے لگانے کے بعد میں تمہیں بھی اپنے ساتھ لے کر کسی محفوظ مسکن کی طرف چلی جاؤں گی ایک ایسا مسکن جہاں شیر شاہ سوری کے کسی جاسوس یا اس کے کسی بھی آدمی سے ہمیں کوئی خطرہ نہ ہو گا۔ کملا وتی کی اس گفتگو پر نیرل نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا دیکھ کملا وتی اگر تو ایسا کر گزرے تو میں سمجھوں گی کہ یہ تیرا مجھ پر احسان ہے نیرل کے خوش ہونے پر کملا وتی پھر بولی۔

دیکھ نیرل اب جبکہ تو مجھ پر اعتماد کر چکی ہے اور میرے کام میں میری مدد کرنے کا

بھی مصمم ارادہ کر چکی ہے تو میں تمہیں اپنے ایک اور ارادے سے بھی آگاہ کرتی ہوں جو اب تک میں نے پوشیدہ رکھا ہے کملا وتی کے ان الفاظ پر نیرمل نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا کیسا ارادہ۔ کملا وتی جواب میں کہنے لگی۔

دیکھ نیرمل مجھے اس بات کا بھی بے حد دکھ اور صدمہ ہے کہ گنگا نے اسلام قبول کر لیا ہے اور ایک مسلمان لڑکی بن کر اس نے خواص خان سے شادی کی ہے۔ تو جانتی ہے گنگا کبھی رہتاس کی راجکماری تھی اور راجکماری کی حیثیت سے میرا محترم میرا عزیز مہارتھ اسے پسند کرتا تھا۔ مہارتھ نے گمنام طور پر گنگا کے سوئمبر میں بھی حصہ لیا لیکن مہارتھ کی بدقسمتی کہ خواص خان نے یہ سوئمبر جیت لیا پھر مہارتھ ودھوا آشرم سے بھی گنگا کو اس لئے اٹھا لایا کہ وہ جنون کی حد تک اسے چاہتا تھا پر برا ہو اس خواص خان کا کہ یہ وہاں بھی پہنچ گیا گنگا کو اس نے حاصل کر لیا اور مہارتھ کا کام تمام کر دیا میرا بھائی پالامو اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا پھر پرتگالیوں کے ساتھ مل کر اس نے ایک قوت تیار کی پر اس خواص خان نے حملہ آور ہو کر اس قوت کا بھی خاتمہ کیا اور میرے بھائی کو بھی قتل کر دیا خواص خان کو تو میں مہارت اور پالامو کے قتل کی سزا میں قتل کرنا چاہتی ہوں جبکہ میں گنگا کو بھی موت کے گھاٹ اتارنا چاہتی ہوں اس بناء پر کہ اس نے اپنا دھرم ترک کر کے کیوں اسلام قبول کیا تمہیں میری اس تجویز سے کوئی اختلاف تو نہیں۔ نیرمل جھٹ کہنے لگی۔

نہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں کملا وتی تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر عجیب سے انداز میں اس نے نیرمل کی طرف دیکھا اور پوچھا نیرمل میں نے سن رکھا ہے کہ تم نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے اور تمہاری گفتگو سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے۔ نیرمل جھٹ کہنے لگی تو درست کہتی ہے کملا وتی پر یہ سارا کچھ میں نے ظاہری طور پر کیا ہوا ہے اندرونی طور پر میں کٹر ہندو ہوں اور اسی پر عمل پیرا ہوں نیرمل کا جواب سن کر کملا وتی خوش ہو گئی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور مزید کہنے لگی۔

سن نیرمل اب جبکہ تو میرا ساتھ دینے کا مکمل تہیہ کر چکی ہے تو میں اپنے کام کی ابتدا کرنے لگی ہوں آج سے میں خواص خان اور گنگا کے خیمے میں ہر روز جایا کروں گی ان کے خیمے کے صفائی ستھرائی کیا کروں گی اور خیمے کے ہر کام کی دیکھ بھال کے

ساتھ سارا کام خود اپنے ہاتھوں سے کروں گی اس طرح میں آہستہ آہستہ خواص خان اور گنگا دونوں کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کروں گی پھر جب یہ لوگ یہاں سے دہلی کی طرف جائیں گے تو میں اپنے معتبر اور قابل اعتماد ساتھیوں کو بھی وہاں لے جاؤں گی اور ان کی مدد سے میں خواص خان اور گنگا کا کام تمام کر دوں گی اب تم خیمے میں بیٹھو میں گنگا اور خواص خان کے خیمے کی طرف جاتی ہوں اس کے ساتھ ہی کملا وتی خیمے سے نکل گئی تھی۔

خواص خان اور گنگا دونوں میاں بیوی اپنے خیمے میں بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ خیمے کے دروازے پر کملا وتی نمودار ہوئی اسے دیکھتے ہی گنگا ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھ کر سنبھلی اور پھر بلند آواز میں کہنے لگی کملا وتی کیا بات ہے آ جاؤ تم دروازے پر کیوں رک گئی ہو کملا وتی آہستہ آہستہ آگے بڑھی پھر وہ گنگا کے سامنے جا کھڑی ہوئی گنگا نے اپنے پہلو میں ہاتھ مارا اور کہا بیٹھو تم کھڑی کیوں ہو کیا تمہیں ہم سے کوئی شکوہ ہے جو یوں روٹھی روٹھی لگ رہی ہو کملا وتی گنگا کے پہلو میں بیٹھ گئی پھر بڑی دھیمی آواز میں کہنے لگی۔

میں آپ دونوں سے ایک التجا اور ایک التماس کرنے آئی ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ دونوں مجھے مایوس نہیں کریں گے خواص خان بڑے غور سے کملا وتی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کیسی التجا اور التماس؟ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میں نیرمل کے ساتھ خیمے میں بے کار پڑے پڑے تنگ آ چکی ہو میرا وقت نہیں گزرتا۔ میری خواہش ہے کہ میں آپ کے خیمے کے ان سارے کمروں کی ساری صفائی ستھرائی خود کروں اور دیکھ بھال کے علاوہ جو دوسرا کام ہے وہ بھی اپنے ذمے لے لوں اس طرح میرا وقت اچھا گزر جائے گا کملا وتی نے یہ بات دھیمی دھیمی مسکراہٹ میں کہی تھی۔

خواص خان کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ گنگا پہلے ہی بول پڑی دیکھ کملا وتی تو کیوں زحمت کرتی ہے اپنے خیمے کا میں سارا کام خود ہی کر لیتی ہوں اور کبھی کبھی نیرمل بھی اس سلسلے میں آ کر میرا ہاتھ بٹا دیتی ہے کملا وتی جھٹ بولی۔ دیکھ راجکماری گنگا تم دونوں میاں بیوی کا کافی بڑا خیمہ ہے جس میں کئی کمرے ہیں نیرمل اب بوڑھی ہو چکی ہے وہ زیادہ کام نہیں کر سکتی میں چاہتی ہوں کہ اس کی جگہ میں خود آپ دونوں کے

خیمے کی صفائی ستھرائی کروں یوں جانو ایسا کرنے میں میں سکون محسوس کروں گی اور میرا وقت بھی اچھا گزر جائے گا نیرل کے ساتھ خیمے میں بے کار پڑے پڑے میں تنگ آ چکی ہوں گنگا کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ کہنے لگی۔

دیکھ کملا وتی اگر تیرا یہی ارادہ ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں تو اپنی مرضی سے جو چاہے کر لے میں تمہارے آڑے نہیں آؤں گی اس پر کملا وتی اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی اگر ایسا ہے تو میں آپ دونوں کی بڑی شکرگزار اور ممنون ہوں اور میں بھی اس کام کی ابتدا کرتی ہوں خواص خان بھی اس موقع پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اچھا گنگا میں ایک کام کے سلسلے میں شیر شاہ کی طرف جاتا ہوں تم دونوں مل کر خیمے کی صفائی کرو۔ خواص خان باہر نکل گیا تھا جبکہ کملا وتی اٹھ کر خیمے کا کام کرنے لگی تھی گنگا اسے ساتھ ساتھ ہر کام سمجھاتی چلی جا رہی تھی۔ یوں اب کملا وتی نے ہر روز خواص خان اور گنگا کے خیمے میں آ کر سارا کام کرنا شروع کر دیا تھا اور وہ دن بدن خواص خان اور گنگا کا اعتماد اور بھروسہ حاصل کرتی چلی گئی تھی۔

○===○===○

ملتان میں ایک ماہ کے قیام کے دوران شیر شاہ سوری عجیب سے شش و پنج اور شکوک و شبہات میں مبتلا رہا اسے ہمایوں' اس کے بھائیوں اور اس کے دوسرے سالاروں سے مختلف خدشات تھے۔ اسے ہمایوں سے جو کہ سندھ میں تھا کامران سے جو کہ کابل میں تھا اور ہمایوں کا سالار مرزا حیدر جو کہ کشمیر میں اس وقت اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ قیام کئے ہوئے تھا۔ انتہا درجہ کی فکر مندی تھی وہ ان سب کے متعلق فکر مند تھا اور اسے خدشہ تھا کہ کہیں ان میں سے کوئی کسی مناسب وقت پر پلٹ کر پنجاب یا اس سے باہر دہلی کی سلطنت پر حملہ آور نہ ہو جائے کافی سوچ و بچار کے بعد آخر شیر شاہ سوری اس نتیجے پر پہنچا کہ ان میں سے کسی کو بھی پسپا کرنے کے لئے پیش قدمی کی پالیسی اختیار کرنا صریحاً" ناقابل عمل ہو گا لہٰذا اسے یہی مناسب سمجھا کہ ان میں سے جو جہاں ہے اسے وہیں مصروف رہنے دے اور انہیں آپس میں [illegible] ہونے دے کہ وہ پنجاب پر تسلط کرنے کے لئے کوئی نیا منصوبہ بنا سکیں۔

اس سلسلے میں شیر شاہ سوری بڑا محتاط تھا نہ وہ ہمایوں کا تعاقب کرتے ہوئے سندھ میں دست درازی کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس طرح شیر شاہ سوری کی اس دست درازی سے سندھ کے ارغون فرمانروا خوفزدہ ہو جاتے اور وہ شیر شاہ سوری کا مقابلہ کرنے کے لئے کسی سے اتحاد کر لیتے اسے موقع پر سندھ کے ارغون حکمران خاص کر راجپوتانہ اور گجرات کے حکمرانوں سے اتحاد کر سکتے تھے جبکہ راجپوتانہ اور گجرات کے حکمران پہلے ہی شیر شاہ سوری سے بدظن تھے اور سندھ کے ارغونوں کا ان کے ساتھ

اتحاد شیر شاہ سوری کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا کیونکہ یہ دونوں علاقے سندھ سے ملحق تھے۔

اسی طرح کامران اور مرزا حیدر بھی با آسانی پشاور کی گھاٹی میں اپنی متحدہ افواج کو لا سکتے تھے اس کے علاوہ قندھار چونکہ مرزا کامران کے ماتحت تھا لہٰذا سندھ کے ارغون حکمران قندھار پہنچ کر مرزا کامران سے بھی شیر شاہ سوری کے خلاف ساز باز کر سکتے تھے۔

لہٰذا وقت اور حالات کا یہ ہی تقاضہ تھا کہ شیر شاہ دریائے سندھ کے اس جانب تین محاذوں پر غنیم کا مقابلہ کرنے کے لئے مکمل تیاری کرے اور اس جانب بلوچ اور پٹھانوں کو رضا مندی سے تابع کر کے سیاسی اور حربی مفاد حاصل کرے۔ شیر شاہ سوری کو یہ بھی خطرہ تھا کہ مرزا حیدر بیگ ممکن ہے کشمیر سے نکل کر پنجاب کے میدانوں میں داخل ہو اور اس کے لئے ایک نیا محاذ کھول دے چنانچہ اس کی روک تھام بھی ضروری تھی اور اس کے لئے اس نے نمک کے پہاڑوں کے درمیان اپنی خاصی بڑی قوت کو رکھنا ضروری تھا تاکہ مرزا حیدر کسی بھی وقت شیر شاہ سوری کے لئے مصیبت کھڑی نہ کر سکے۔

ملتان میں قیام کے دوران شیر شاہ سوری ابھی انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں تھا کہ اسے ایک انتہائی بری خبر ملتان میں ملی اور وہ یہ تھی کہ خضر خان جسے شیر شاہ سوری نے بنگال میں حاکم مقرر کیا تھا اس نے بنگال کے سابق حکمران سلطان محمود کی لڑکی سے شادی کر لی تھی اس خبر سے شیر شاہ سوری ایک طرح سے بوکھلا گیا اور اسے اندیشہ ہو گیا کہ کہیں سلطان محمود کی لڑکی سے شادی کرنے کے بعد خضر خان شیر شاہ سوری کا ساتھ چھوڑ کر بنگال کے سابق حکمران سلطان محمود کے ساتھ نہ مل جائے اور اس طرح بنگال میں پھر اس کے لئے مصیبتیں اٹھ کھڑی ہوں۔ ان حالات میں شیر شاہ سوری نے فوراً" ملتان سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور وہ لاہور آن خیمہ زن ہوا۔

لاہور پہنچ کر شیر شاہ سوری نے جو پہلا کام سرانجام دیا تھا وہ گرانٹ ٹرنک شاہراہ کی تعمیر کا کام تھا۔ اٹک سے دہلی تک اس نے بہترین شاہراہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔

ساتھ ہی ساتھ اس نے لاہور سے ملتان تک بھی ایک ویسی ہی سڑک تعمیر کرنے کا حکم دیدیا۔ جو ملتان سے لاہور کی طرف آئے اور گرانٹ ٹرنک شاہراہ سے آن ملے۔ یہ پہلا کام سرانجام دینے کے بعد شیر شاہ سوری نے کشمیر کی طرف توجہ دی کیونکہ کشمیر میں مرزا حیدر بیگ شیر شاہ سوری کے بنگال کی طرف جانے کے بعد اس کے لئے خطرہ ثابت ہو سکتا تھا۔ اور بنگال کی طرف جانے سے پہلے شیر شاہ سوری کم از کم پنجاب میں اپنی پوزیشن کو نہایت مستحکم اور ناقابل تسخیر بنا دینا چاہتا تھا۔

گو شیر شاہ سوری کو پنجاب کے سلسلے میں کابل کی طرف سے کامران' سندھ کی طرف سے ہمایوں سے بھی خطرہ تھا لیکن کشمیر کی طرف سے وہ زیادہ خطرہ محسوس کرتا تھا اس لئے کہ کابل کی طرف سے گومل مومن اور خیبر دروں کو بند کرنے کے بعد کامران کے حملوں سے نجات مل سکتی تھی مگر یہ نسخہ کشمیر کے متعلق کارگر ثابت نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ کشمیر کے جنوبی مغربی پہاڑی ڈھلانوں میں رہنے والی اقوام غیر افغانی تھیں۔ جن میں زیادہ تر جنجوعہ' گکھڑ' جاٹ اور گجر وغیرہ تھے۔ جن کے ساتھ شیر شاہ سوری کے تعلقات برادرانہ نہ تھے۔ اس کے علاوہ کشمیر سے ہندوستان اور پنجاب میں آنے کے لئے تقریباً" چھبیس (26) مختلف راستے ہیں۔ ان سب راستوں کی دیکھ بھال کرنا اتنا آسان نہ تھا جتنا گومل' مومن' خیبر دروں کی حفاظت کرنا تھا۔ لہٰذا کابل اور سندھ کی نسبت پنجاب کے لئے شیر شاہ سوری کشمیر کی طرف سے مرزا حیدر کی صورت میں زیادہ خطرات محسوس کرتا تھا۔ لہٰذا سب سے پہلے شیر شاہ سوری نے حیدر بیگ کی طرف سے ہی پنجاب کے دفاع کے لئے قدم اٹھایا۔

کشمیر کی طرف سے کسی ممکنہ حملے کی روک تھام کرنے کے لئے شیر شاہ سوری نے سب سے پہلے نمک کے کوہستانی سلسلے پر قبضہ کرنے کی ٹھانی۔ نمک کا کوہستانی سلسلہ وہی ہے' جو جہلم' شاہ پور' میانوالی ضلعوں کے شمال میں وقوع پذیر ہے۔ نمک کے اس کوہستانی سلسلے میں بہت سی اقوام آباد تھیں جو کشمیر کی طرف سے حملہ آور ہونے والوں کا ساتھ دے کر شیر شاہ سوری کے لئے مصائب کھڑے کر سکتی تھیں۔ لہٰذا کشمیر کی طرف سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے سب سے پہلے شیر شاہ سوری نے نمک کے کوہستانی سلسلے پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

دہلی میں مسلم حکومت کے آغاز سے ہی نمک کا کوہستانی سلسلہ انڈو آرین قوم مثلاً" جاٹ' گوجر بھائی' کھوکھر لوگوں کے لئے جن کو مغربی پنجاب کے میدانوں سے مسلم حملہ آوروں نے نکال دیا تھا ان کے لئے پناہ لینے کا مقام بن گیا تھا۔

نمک کے کوہستانی سلسلوں کا علاقہ حقیقت میں ایک پر شورش نیم مسلط حکومت تھی جس کی جانب دہلی کی سرکار کوئی توجہ نہ کرتی تھی۔ اس سلسلے میں جو کھوکھر آباد تھے پہلے تو وہ خوشاب کے اس پار دریائے سندھ کے کنارے آباد تھے اور ان کا شمار قدیم کھشتریوں میں ہوتا تھا۔ یہ اپنا نسلی رشتہ نمک کے پہاڑوں کے روائتی اور مشہور ہیرو رائے سال سے بھی جوڑتے تھے۔ بعد کو ان کھوکھروں کی ایک شاخ راجپوتانہ چلی گئی اور وہاں پہنچ کر ناگور میں آباد ہو گئی یہاں اس نے کھوروں اور دیگر راجپوتی قبائیل سے رشتہ ازدواج قائم کئے اور اپنی طاقت کو مزید مستحکم کیا۔

انہی کھوکھروں کی دوسری شاخ جو نمک کے کوہستانی سلسلوں میں رہ گئی تھی جنجوعہ کہلاتی تھی۔ یہ جنجوعہ مشرق کی طرف بڑھے اور گکھروں کے علاقہ جو کہ نمک کے پہاڑ کے علاقے کے اصلی مالک تھے وہاں پر آباد تمام دیگر قبائیل پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ کچھ راجپوت قبائیل کی طرح گکھر بھی غالباً" مشہور یوچی اور سیتھین قبائیل سے تعلق رکھتے تھے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ ان کے الگ تھلگ پہاڑیوں میں رہنے کی وجہ سے ان میں برہمنی تہذیب و تمدن کی تبلیغ نہ ہونے پائی تھی۔ اس لئے ان میں قدیمی نامانوس وحشیانہ پن عجیب رسم و رواج اور جنگجو خصلت جیسی کی تیسی رہ گئی تھی۔ اس لئے یہ دیگر ہندوستانی قبائیل سے بچھڑے ہی رہے۔

تیرھویں صدی سے آگے اس خطے میں جنجوعوں اور گکھروں کے درمیان ہولناک جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان لڑائیوں کا مقصد تھا اس خطے میں اپنا اقتدار اور غلبہ جمانا۔ گاہ بگاہ دہلی کے سلاطین بھی اس خطے میں اپنی فوجیں بھیج دیتے تھے لیکن ان کا منشا یہ نہ تھا کہ وہ اس علاقے کو زیر کر کے مستقل طور پر دہلی کی سلطنت میں ملا لیں بلکہ وہ اس طرح اپنی شان و شوکت کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔

جب ان علاقوں میں سیاسی انقلاب ہوتے تھے تب وہ وہاں سے دست اندازی کرتے تھے اور شکست خوردہ فریق کی امداد کر کے وہاں کے حکمران کو تخت سے ہٹا

دیتے تھے۔ بابر کے ہندوستان میں آنے کے وقت بھی جنجوعہ اور گکھر لوگ باہمی لڑائیوں میں الجھے ہوئے تھے۔ بابر نے پہلے گکھروں کے خلاف جنجوعوں کی مدد کی لیکن جب گکھر سردار رائے سارنگ مستقل طور پر مغلوں کا وفادار اور معاون بن گیا تو بابر نے اپنی پالیسی بدل دی۔ اس وقت سے رائے سارنگ مغلوں کا وفادار تھا۔ شیر شاہ سوری کے وقت تک گکھر ایک طرح سے مغلوں ہی کے حق میں تھے لہٰذا شیر شاہ سوری نے اپنے حق میں سیاسی رائے کو کرنے کے لئے گکھروں کے مقابلے میں جنجوعوں کا ساتھ دینے کا عزم کیا۔

فن حرب کے نقطہ نظر سے بھی نمک کے کوہستانی سلسلوں کی اہمیت اتنی زیادہ رہی ہے کہ یونانی' یوچی' غزنی اور غوری حملہ آوروں سے لیکر بابر اور شیر شاہ تک کوئی بھی حکمران ان کو نظرانداز نہیں کر سکا۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ شمال مغرب سے آنے والا کوئی بھی حملہ آور اس پہاڑی علاقے سے اپنی فوج دفعتاً" پنجاب کے بیچ و بیچ اس طرح لا سکتا ہے کہ فوج کی نقل و حرکت کا کسی کو گمان بھی نہ ہو۔ چنانچہ شیر شاہ سوری نے پنجاب کو محفوظ کرنے کے لئے پہلے انہی کوہستانی سلسلوں کی طرف توجہ دی۔

اپنے لشکر کے ساتھ شیر شاہ سوری نے لاہور سے پیش قدمی کی اور کوہستانی نمک کی طرف بڑھا۔ کوہستان نمک سے کچھ فاصلے پر اپنے لشکر کے ساتھ اس نے پڑاؤ کیا پھر اس نے گکھر سرداروں کی طرف قاصد بھجوائے اور انہیں اپنے پاس طلب کیا۔ گکھر سردار بڑے سرکش' بڑے جنگجو' بڑے دلیر اور توانا تھے۔ انہوں نے شیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہونے سے انکار کر دیا اور جو قاصد شیر شاہ سوری نے انہیں بلانے کے لئے روانہ کئے تھے ان کے ہاتھ گکھروں نے چند تیر اور دو شیر کے بچے بھیج دیئے۔

گکھروں کی اس حرکت سے شیر شاہ سوری نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ گکھر تعاون کرنے پر رضامند نہیں اور اس کے خلاف بغاوت اور سرکشی پر آمادہ ہیں۔ جنجوعوں کو چھوڑ کر گکھروں سے شیر شاہ سوری نے پہلے اس لئے رابطہ قائم کیا تھا کہ جنجوعے پہلے ہی مغلوں کے خلاف تھے۔ گکھر بنیادی طور پر مغلوں کے طرف دار اور ان کے

حق میں تھے۔ شیر شاہ سوری انہیں اپنے ساتھ ملانا چاہتا تھا تاکہ گکھروں کی مغلوں کے ساتھ وفاداریاں ختم ہو جائیں لیکن جب گکھر بغاوت پر آمادہ ہوئے تو شیر شاہ سوری نے ان کے خلاف لشکر کشی کرنے کا تہیہ کر لیا۔

اس مقصد کے لئے شیر شاہ سوری نے جنجوعوں سے تعاون کیا۔ ان کے سرداروں کو اپنے پاس بلایا اور وہ بخوشی شیر شاہ سوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور گکھروں کے خلاف انہوں نے شیر شاہ سوری سے پورا پورا تعاون کرنے کا عہد کیا۔ جنجوعوں کی اس رضامندی سے شیر شاہ سوری نے ایک لشکر ترتیب دیا اس لشکر کا کماندار اس نے ہیبت خان نیازی کو بنایا۔ پھر ہیبت خان نیازی کو شیر شاہ سوری نے اپنے اس لشکر کے ساتھ جنجوعہ رہنماؤں کے ساتھ کوہستان نمک کی طرف بھجوایا تاکہ وہ گکھروں پر حملہ آور ہو اور ان کی سرکوبی کرے تاکہ آنے والے دنوں میں وہ پنجاب میں شیر شاہ سوری کے لئے کسی خطرے کا باعث نہ بنیں۔

ہیبت خان نیازی اپنے لشکر کے ساتھ گکھروں کی سرکوبی کے لئے کوہستان نمک میں داخل ہوا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔ لگتا تھا گکھر گھات میں چلے گئے تھے اور کسی مناسب موقع پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے۔ ہیبت خان نیازی ان کی چال کو نہ سمجھا آگے بڑھتا چلا گیا جب وہ ایک وسیع وادی میں داخل ہوا تب کوہستانی سلسلے کے اندر سے جنگجو اور خونی گکھر تخلیقی کرب' حرص کی لذت آزاد' روز و شب کے زندان میں سرِ شام سفیدی میں گھل جانے والی سیاہی کی طرح نمودار ہوئے اور ہیبت خان نیازی کے لشکر پر نئے دکھوں کی یلغار۔ زمین کو جہنم بنانے والی آگ اور موسموں کی آتشیں سختیوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

اب ہیبت خان نیازی کو عجیب صورت حال کا سامنا تھا۔ گکھر کوہستانی سلسلے کے اندر سے صبح نور کے تڑکے رزق کی تلاش میں نکلنے والے کوؤں کی ان گنت قطاروں' مردار پر ٹوٹنے والے بے شمار گدھوں کی ڈھاروں اور روح پرور صبح کے وقت طائران آبی کی پروازوں کی طرح اڈتے چلے آ رہے تھے۔

حملہ آور گکھر سیلابوں اور طوفانوں کی طرح آگے بڑھے تھے اور اجلے تنوں' مضبوط جسموں اور پر تجسس چہروں کو خون خون کرتے چلے گئے تھے۔ ان کے حملوں

میں ہیبت و جلال اور منظم قسم کا جبر تھا۔

ہیبت خان نیازی بھی شیر شاہ سوری کا ایک آزمودہ کار اور منجھا ہوا دلیر سالار تھا۔ گکھروں کے اس حملے کے سامنے وہ اندھیروں میں اجالوں کی نظر' عظمت' انا' خلوص من' تقدس سلف اور گنبد شوق کی طرح جم گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک ہیبت خان نیازی گکھروں کے ان خونی حملوں کو روکتا رہا اور اپنا دفاع کرتا رہا۔ پھر وہ جارحیت پر اترا اور دل کی کھیتیاں برباد کر دینے والی ویران سانسوں' راحتوں کے خوابوں کو برباد کر دینے والی بھوکی خونی ٹڈیوں کی طرح حملہ آور ہونے لگا تھا۔ پر جلد ہی ہیبت خان نیاز نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ان کھلی وادیوں میں گکھروں کا مقابلہ کرنا اس کے بس کی بات نہیں رہی کیونکہ گکھر بڑی تیزی سے ہیبت خان نیازی کے لشکر کی حالت مظلوم کی قسمت' حرمت کی تذلیل' زیر دستوں کی نابودگی' ناتوانوں اور اسیروں کی بے کیفی' یتیموں اور بیواؤں کی بے بسی جیسی بناتے چلے گئے تھے۔

اب ہیبت خان نیازی کو گکھروں کے مقابلے میں شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔ ہیبت خان نیازی میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ ہیبت خان نیازی جب اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ شیر شاہ سوری کے پاس پہنچا تو شیر شاہ سوری کو اس کی ناکامی اور شکست پر بہت دکھ اور رنج ہوا۔ کافی سوچ و بچار کے بعد شیر شاہ سوری نے فیصلہ کیا کہ اب خواص خان گکھروں پر حملہ آور ہونے والے لشکر کی کمانداری خود کرے گا۔ خواص خان سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد شیر شاہ سوری نے کافی بڑا لشکر خواص خان کو دے دیا۔ اس لشکر میں ہیبت خان نیازی کو بھی شامل کیا گیا تھا تاکہ گکھروں کے علاقے تک وہ خواص خان کی رہنمائی کرے۔ اس کے علاوہ شیر شاہ سوری نے اپنے ایک دوسرے سالار جلال الدین جالو کو بھی خواص خان کے ماتحت کر دیا تھا اس طرح خواص خان' ہیبت خان نیازی اور جلال الدین جالو کے ساتھ گکھروں کی سرکوبی کے لئے کوہستانی نمک کی طرف بڑھا تھا۔

O===O===O

اپنے پڑاؤ سے ایک میل آگے جا کر خواص خان نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ اس نے ہیبت خان نیازی اور جلال الدین جالو کی سرکردگی میں دیا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ ان ہی وادیوں کی طرف بڑھیں جہاں چند روز پہلے ہیبت خان نیازی کے ساتھ گکھڑوں کی جنگ ہوئی تھی۔ خواص خان نے انہیں یہ بھی تاکید کی تھی کہ وہ دن کے وقت سفر کریں۔ رات کے وقت پر سکون انداز میں اپنا پڑاؤ کر کے پڑاؤ کی حفاظت کے لئے مسلح جوان چاروں طرف پھیلا دیا کریں۔ جبکہ خواص خان بعد میں روانہ ہوا۔ اس نے صرف رات کو سفر کیا اور دن کے وقت وہ گھات میں بیٹھا رہا تھا۔ یوں وہ ہیبت خان نیازی کے ساتھ ہی ساتھ ان میدانوں کے قریب پہنچ گیا تھا جہاں پہلے جنگ ہوئی تھی۔

ہیبت خان نیازی اور جلال جالو جونہی اس پہلے والے میدان جنگ میں اپنے لشکر کے ساتھ داخل ہوئے گکھڑ پہلے کی طرح کوہستانی گھاتوں سے نکلے اور ہیبت خان نیازی اور جلال الدین جالو کے لشکر پر زیست کے جوان لمحوں' خون سے نشوونما پانے والے کرگسوں اور ساعتوں کی جنتوں میں خون بھرے شراروں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

گکھڑوں کے یہ حملے بڑے جان لیوا۔ بڑے زوردار تھے۔ تاہم ہیبت خان نیازی

اور جلال الدین جالو خواص خان کی ہدایت کے مطابق صرف دفاع تک ہی محدود رہے۔ تھوڑی دیر تک وہ گکھڑوں کے حملوں کو روکتے رہے اس کے بعد خواص خان اپنی کوہستانی گھات سے دقیقوں کو ساعتوں' ساعتوں کو پہروں' پہروں کو دنوں' دنوں کو ہفتوں' ہفتوں کو مہینوں' مہینوں کو برسوں' برسوں کو صدیوں میں تبدیل کر دینے والے خونی انقلاب اور جان لیوا حادثے کی طرح نمودار ہوا۔ پھر اس نے روشنی کی حریص آنکھوں' مدام سے عدام تک طوفان' دوام سے دوام تر آندھیوں کی طرح گکھڑوں کی پشت سے حملہ کیا تھا۔

خواص خان کے ان حملوں میں نظرافروز برف زاروں اور وادیوں جیسی شادابی' مہیب و گنجلک راہ گزر کے بے نشان اور پیچ دار سفر کی سی اذیت پنہاں تھی۔ اپنے تھوڑی دیر کے حملوں میں ہی اس نے حملہ آور گکھڑوں کی حالت بے اجر نیکیوں' بے دل و صدا زرد بیلوں کی چلمن' چہروں کی پیلاہٹوں میں رنگتی اداس خاموشیوں جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔

ہیبت خان نیازی اور جلال الدین جالو نے جب دیکھا کہ پشت کی جانب سے گکھڑوں پر ان کا سپہ سالار آعلے خواص خان حملہ آور ہو گیا ہے تو وہ دونوں بھی ...ع سے نکل کر جارحیت پر اترے انہوں نے بھی خواص خان کی طرح سامنے کی ...ف سے ضربیں لگانی شروع کر دی تھیں اس دو طرفہ حملہ سے گکھڑوں کا وہ حملہ ...ور لشکر بکھرتے خاک و خس کی صورت اختیار کرنے لگا تھا۔ اب گکھڑ دائیں بائیں ...تے ہوئے اپنی جانیں بچانے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ جبکہ ہجوم رنگ و بو کو کشت ...ر دینے والا خواص خان ماہ و نجوم' کہکشاں اور نقاب زر فشاں کی طرح حملہ آور گکھڑوں پر چھانے لگا تھا۔ تھوڑی دیر تک گکھڑوں کا خوب قتل عام ہوا۔ ان کے ...ہ آور لشکر کی اکثریت کو پشت کی طرف سے خواص خان اور سامنے کی طرف سے ...ت خان نیازی اور جلال الدین جالو نے خوب تہہ تیغ کیا۔ اس طرح اس کوہستانی ...میں نہ صرف یہ کہ گکھڑوں کو بدترین شکست ہوئی بلکہ ان کے لشکر کا ایک طرح ...قتل عام کر کے ان کی اصلی قوت کا بھی خاتمہ کر دیا تھا۔ گکھڑ جب شکست اٹھا کر ...گئے تب خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ اپنے پڑاؤ کی طرف روانہ ہوا۔ پڑاؤ

میں شیر شاہ سوری کو خواص خان کی کامیابی اور فتح مندی کی خبر پہنچ چکی تھی لہذا خواص خان جب لشکر کو لیکر پڑاؤ کے قریب آیا تو پڑاؤ میں خوشی کے ڈھول وغیرہ بجنے لگے تھے۔ انتہائی شاندار انداز میں شیر شاہ سوری نے خواص خان کا اپنے پڑاؤ کے اندر استقبال کیا تھا۔

شیر شاہ سوری سے ملنے کے بعد خواص خان جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تھا تو اس نے دیکھا خیمے میں حسین و جمیل کملاوتی خیمے کی صفائی کر رہی تھی۔ گنگا بھی خیمے کی صفائی ستھرائی میں کملاوتی کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔ دونوں نے جب خواص خان کو دیکھا تو کام کو چھوڑ کر وہ چوکنے کے سے انداز میں خواص خان کی طرف بڑھیں پھر گنگا گلاب اور تازہ ہونٹوں پر جمال کی رعنائیاں بکھیرتی اپنے چہرے پر بچے کے لب پر بے ساختہ تبسم جیسی ایسی معصومیت' آنکھوں کے آنگن میں اپنی محبت کے مہکتے خواب لئے خواص خان سے مخاطب ہوئی اور مٹھاس اور شہید سے بھرپور انداز میں کہنے لگی۔ خواص خان میرے حبیب' میں آپ کو کوہستانی نمک کے گکھروں کے خلاف کامیابی اور فتح پر مبارکباد دیتی ہوں۔ یہ کوہستانی گکھر اپنے آپ کو ناقابل تسخیر سمجھتے تھے اور ہیبت خان نیازی کو شکست دینے کے بعد ان کے حوصلے اور ولولے مزید تیز اور تند ہو گئے تھے پر آپ نے انہیں شکست دے کر ثابت کر دیا ہے کہ خواص خان سے مقابلہ کرنا آسان اور سہل نہیں ہے۔

گنگا کے ان محبت بھرے الفاظ پر خواص خان مسکرا دیا تھا۔ جواب میں وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ کملاوتی بھی بیتے موسموں کی خوشبو کی طرح بڑی تیزی سے آگے بڑھی پھر اپنے دیدوں سے وہ آرزوئے وصال ٹپکاتی خواص خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ خواص خان میرے محترم میں بھی آپ کو آپ کی فتح پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ آپ یقیناً" ان جوانوں میں سے ہیں جو اندھیرے سے جگنو کو الجھانے اور دشت و صحرا میں گل کھلانے کا فن خوب جانتے ہیں۔ خواص خان نے غور سے کملاوتی کی طرف دیکھا پھر اس نے جواب میں کہا۔ دیکھ کملاوتی میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ یہ جو میری کامیابیاں ہیں سب میرے خداوند' میرے اللہ' میرے مالک کی نصرت و حمایت ہے۔ تاہم تو نے میرے لئے جو توصیفی اور تعریفی الفاظ ادا کئے ہیں اس کے لئے میں تمہار

ید شکر گزار ہوں۔ گنگا ایک بار پھر بولی۔

مجھے آپ کی آمد کی خبر ہو گئی تھی۔ میں جانتی تھی آپ کچھ دیر شیر شاہ سوری کے ر بیٹھیں گے۔ خیمے کی صفائی ختم ہو چکی ہے۔ میں نے آپ کے لئے پہلے ہی کھانا لر رکھا ہے۔ پہلے کھانا کھائیں پھر بیٹھ کر تفصیل کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں اور اگر اجازت دیں تو یہ کملاوتی بھی ہمارے ساتھ کھانا کھا لے۔ خواص خان کہنے لگا مجھے [illegible]ہیں نہیں۔ کملاوتی چونکہ ہماری خدمت کرتی ہے لہذا یہ حق رکھتی ہے کہ ے ساتھ بیٹھ کر کھائے۔ خواص خان کے اس جواب پر کملاوتی ایسی خوش ہوئی کہ طرح سے پاؤں سے لیکر سر تک خوشیاں ہی خوشیاں اس کے جسم میں سرسرا تھیں پھر دونوں نے مل کر کھانے کے برتن لگائے اور تینوں خوشگوار ماحول میں [illegible]ھانے لگے تھے۔

[illegible]ہستان نمک کے گکھروں کو شکست دینے اور ان کی سرکوبی کرنے کے بعد شیر [illegible]وری نے جنجوعوں کو خوب نوازا ان کی طاقت اور قوت میں اضافہ کیا تاکہ وہ [illegible]لے دنوں میں شیر شاہ سوری کے حمایتی بن کر کوہستان نمک میں گکھروں کو [illegible]وقع پر مغلوں کے حق میں اٹھنے نہ دیں یہ کام سرانجام دینے کے بعد شیر سوری بھیرہ اور خوشاب کی طرف متوجہ ہوا تاکہ اس علاقے کو بھی اپنے حق میں [illegible] کر کے آنے والے دنوں کو اپنے لئے محفوظ بنائے۔

ان دنوں بھیرہ اور خوشاب میں ڈوڈی بلوچ آباد تھے اور یہی بلوچ وہاں کے [illegible]ان بھی تھے۔ شیر شاہ سوری بلوچوں کے معاملے میں دست اندازی پسند نہیں کرتا [illegible] وہ لوگ اگر اس کے مخالف ہو جاتے تو وہ ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے شیر سوری [illegible] مقابل لا سکتے تھے۔ اس کے علاوہ بلوچوں کے سردار فتح خان' اسماعیل اور غازی خان نے ہمایوں کے تعاقب میں نہ صرف خواص خان کی مدد کی تھی بلکہ [illegible] وقت شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ خوشاب آیا تو وہ شیر شاہ سوری کی [illegible]ت میں حاضر ہوئے اور اسے اپنے تعاون اور اپنی حمایت کا یقین دلایا۔

یہ بلوچ باجوڑ سے لیکر بھیرہ تک کوہستانی سلسلے میں پھیلے ہوئے تھے اور ان کا [illegible]ار اسماعیل خان بلوچ تھا۔ شیر شاہ سوری جانتا تھا کہ اس کے بغیر وہ اس علاقے میں

تسلط قائم نہیں رکھ سکتا لہٰذا شیر شاہ سوری نے اسماعیل خان کی فوج کو اپنی فہرست سپاہیان میں شامل کر لیا اور ان کو بھی شاہی فوج کی طرح شاہی خزانے سے تنخواہ ملنے لگی تھی۔

یہ بلوچ پہلے خانہ بدوش تھے اس کے بعد اس علاقے میں آباد ہوئے جن دنوں تیمورلنگ ہندوستان پر حملہ آور ہوا تھا تو اس کی واپسی کے وقت بلکہ پوری پندرھویں صدی بھر بلوچوں کے ڈوڈا اور ہوت قبائیل شمال کی سمت میں سندھ کے کنارے کنارے خانہ بدوشوں کی طرح گھومتے رہتے تھے۔ اس کے بعد یہ لوگ گومل کے درے تک آباد ہو گئے جو کہ کوہستان سلیمان کے سلسلے کے جنوب میں تھا۔ ان خانہ بدوش بلوچوں کو یوں آباد دیکھتے ہوئے دوسرے بلوچ بھی حرکت میں آئے اور وہ بھی پنجاب میں آباد ہونا شروع ہو گئے۔ مثلاً" بلوچیوں کا رند قبیلہ ملتان کے لنگاہ راجپوتوں سے دہشت زدہ ہو کر چناب راوی اور ستلج کی وادیوں میں جا کر بس گیا تھا ان رند قبیلوں کا پیشہ کرایہ کے سپاہی بننا اور آزادانہ ڈاکہ زنی کرنا تھا انہی دنوں کچھ مزید بلوچ جن کا تعلق ڈوڈی اور ہوت قبائیل سے تھا وہ بھی نئے وطن کی تلاش میں جہلم اور سندھ کی وادیوں میں اوپر کی جانب چلے گئے اور ان علاقوں میں آباد ہو گئے ۔ ان علاقوں میں پہلے سے پٹھان قبائل بھی آباد تھے لہٰذا بلوچی اور پٹھانوں میں تصادم لازمی امر ہو گیا۔ بابر کے بعد شیر شاہ سوری سے پہلے ہمایوں کے بھائی کامران مرزا کی چودہ سال تک ان علاقوں میں حکومت رہی اور وہ بلوچوں اور پٹھانوں کی باہمی کشیدگی سے فائدہ اٹھا کر پرسکون حکومت کرتا رہا چونکہ ان دونوں فرقوں کو آپس میں لڑائے رکھا یہی کامران کی کامیاب پالیسی تھی۔

شیر شاہ سوری نے یہ پالیسی ترک کرتے ہوئے پٹھانوں اور بلوچوں کے درمیان اتحاد اور اتفاق پیدا کیا۔ ماضی میں بلوچیوں نے پٹھانوں کی جن سرزمینوں پر قبضہ کر رکھا تھا وہ شیر شاہ سوری نے پٹھانوں کو واپس دلوا دیں اور اس کے عوض میں بلوچیوں کو نمک کے پہاڑ کی تلہٹی میں نندنا اور گرجھک کا علاقہ دے دیا یہ دونوں علاقے ان کے درمیان موجودہ ضلع جہلم کی شمالی سرحد جنگی اعتبار سے بڑے اہم تھے غالباً" یہ علاقہ شیر شاہ سوری نے بلوچوں کے سردار اسماعیل خان کو دے دیا تھا اس طرح بھیرہ اور

ناب کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی جہاں بلوچ آباد تھے انہیں بھی شیر شاہ سوری ، اپنے حق میں کر لیا تھا اس طرح پنجاب میں امن قائم رکھنے کے لئے شیر شاہ ری نے یہ دوسرا حربہ استعمال کیا وہ پنجاب میں اپنی حکومت کے استحکام کے لئے را مرحلہ شروع کرنے والا تھا۔

شاہ سوری کا تیسرا مرحلہ کشمیر سے متعلق تھا۔ کشمیر میں چونکہ ہمایوں کے سپہ لار مرزا حیدر بیگ نے جا کے اپنی پوزیشن بڑی مستحکم اور مضبوط بنا لی تھی اور وہ بھی وقت کشمیر سے نکل کر پنجاب پر حملہ آور ہو کر شیر شاہ سوری کے لئے ل کھڑے کر سکتا تھا اس لئے کہ مرزا حیدر بیگ جہاں جرات مند دلیر تھا وہاں وہ ر اور تجربہ کار جرنیل اور سپہ سالار بھی تھا۔

کشمیر کی صورت حال سے نمٹنے کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ شیر شاہ سوری نے سے کوچ کیا اور بھمبر کی طرف بڑھا۔ بھمبر پر حملہ آور ہو کر اس نے قبضہ کر لیا قیام کے دوران شیر شاہ سوری نے کشمیر کے چک قبائیل سے رابطہ قائم کیا۔ ئیل کے ساتھ شیر شاہ سوری نے بہت اچھا اور شفیقانہ سلوک کیا اور انہیں داد بھی دی اور انہیں اس بات کی انگیخت بھی کہ وہ ہمایوں کے سالار مرزا حیدر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔

شیر شاہ سوری کی یہ سیاسی حکمت عملی بھی بڑی کامیاب ہوئی۔ چک قبائیل مرزا بیگ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے ساتھ جنگوں کا سلسلہ شروع کر جب چک قبائیل اور مرزا حیدر بیگ آپس میں جنگوں میں مصروف ہو گئے تو شیر سوری ایک طرح سے سکون محسوس کرنے لگا اس لئے کہ مرزا حیدر چکوں کے اپنی مشکلات میں الجھا رہا۔ کئی سال تک چک مرزا حیدر بیگ پر یلغار اور حملے ے رہے یہاں تک کہ انہوں نے مرزا حیدر بیگ کو مار ڈالا اور ایک چک سردار ا خان کشمیر کا سردار بن گیا تھا۔

پنجاب میں صورت حال کو اپنے حق میں مستحکم اور مضبوط کرنے کے بعد شیر شاہ ی نے بنگال کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کیا بنگال کی طرف کوچ کرنے سے پہلے شیر سوری نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اس نے خواص خان

کی نگرانی میں دیا اور اسے لاہور ہی میں چھوڑا۔ ہیبت خان نیازی کو خواص خان کے نائب کے طور پر لاہور میں رکھا گیا تھا اور شیر شاہ سوری نے خواص خان کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ میرے اگلے حکم تک پنجاب ہی میں قیام کرے جبکہ وہ خود بنگال کی طرف کوچ کرے گا جہاں خضر خان کی طرف سے شیر شاہ سوری کو اچھی خبریں نہیں مل رہی تھیں۔

شیر شاہ سوری نے خواص خان کو خصوصیت کے ساتھ لاہور میں اس لئے ٹھہرایا تھا تاکہ وہ پنجاب کی صورت حال پر کڑی نگاہ رکھے خواص خان ہی ایک ایسا سالار اور اس کا دست راست تھا جس پر وہ مصیبت کے ہر موقع پر پورا اعتماد اور بھروسہ کر سکتا تھا۔ شیر شاہ سوری کو چونکہ ابھی تک کشمیر کے علاوہ کابل کے حکمران کامران مرزا اور حتیٰ کہ سندھ کی طرف چلے جانے والے ہمایوں سے بھی خطرہ تھا لہٰذا اس نے خواص خان کو پنجاب میں رکھا تاکہ پنجاب پر اگر کسی سمت سے حملہ آور ہو تو اس کی غیر موجودگی میں خواص خان حملہ آور کو مار بھگائے اس طرح خواص خان کو پنجاب میں ایک طرح کا حاکم اعلیٰ مقرر کرنے کے بعد شیر شاہ سوری بنگال کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

ایک روز جب کملاوتی خواص خان کے خیمے کی صفائی اور ستھرائی سے فارغ ہوئی تب گنگا نے اسے اپنے پاس بلایا اپنے ہاتھ صاف کرتی ہوئی کملاوتی گنگا کے سامنے آن بیٹھی تھوڑی دیر تک گنگا اسے بڑے غور سے دیکھتی رہی۔ پھر دھیمی سی آواز میں گنگا نے کملاوتی کو مخاطب کیا۔

دیکھ کملاوتی آج میں تم سے ایک بات پوچھتی ہوں جھوٹ مت کہنا۔ تم گزشتہ کئی ماہ سے میرے خیمے میں کام کر رہی ہو اور اس دوران میں نے تمہاری ذات اور تمہاری شخصیت کا بغور مطالعہ کیا ہے اسی مطالعہ کی روشنی میں میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں پر مجھ سے پہلے عہد کرو کہ تم جھوٹ نہیں کہو گی دیکھو سچی بات اچھی ہوتی ہے۔ سچ کہنے میں بڑے فائدے بھی ہیں جھوٹ بولو گی تو ایک تو خود اپنے ضمیر کی آواز

کو دباؤ گی دوسرے جھوٹ بولنے میں تمہیں کوئی فائدہ بھی نہ ہو گا ہو سکتا ہے تمہارا جھوٹ تمہارے لئے نقصان کا باعث بنے۔ گنگا کے اس سوال پر کملاوتی کچھ فکر مند سی ہو گئی تاہم اس نے اپنے آپ کو سنبھالا پھر اس کی آواز بلند ہوئی گنگا میری بہن پوچھو تم کیا پوچھتی ہو۔ گنگا پھر بولی۔

دیکھ کملاوتی میں نے جو تمہاری شخصیت کا جائزہ لیا ہے اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ تم میرے شوہر خواص خان کو پسند کرتی ہو دیکھ کملاوتی میں تمہیں پہلے کہہ چکی ہوں جھوٹ مت بولنا اگر تو سچ کہے گی تو ہو سکتا ہے کوئی ایسا قدم اٹھاؤں جس میں تیرے لئے فائدہ ہی فائدہ ہو کملاوتی نے گردن جھکا کر کچھ سوچا پھر کہنے لگی دیکھ گنگا میری بہن تو نے یہ سوال کر کے اچھا نہیں کیا۔ اگر میں اس سوال کا جواب نہیں میں دیتی ہوں تو اپنے ضمیر کی گنہگار بنتی ہوں اور اگر اس سوال کا جواب میں ہاں دیتی ہوں تو پھر تمہاری گنہگار بنتی ہوں۔

کملاوتی کے اس جواب پر گنگا کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر کہنے لگی دیکھ کملاوتی تو نے سچ بول کر میرا دل خوش کر دیا ہے۔ گنگا کچھ اور کہنے والی ہی تھی کہ کملاوتی پھر بول پڑی اور کہنے لگی گنگا میری بہن چونکہ آپ نے سختی سے نصیحت کی تھی کہ مجھے سچ بولنا چاہئے لہٰذا میں نے سچ بول دیا ہے اب اس سچ بولنے کی سزا ہے مجھے جو بھی سزا دو میں اسے قبول کر لوں گی۔ دیکھ گنگا میری بہن میں جھوٹ بھی بول سکتی تھی اپنے دل کا احوال چھپا بھی سکتی تھی لیکن میں نے تم سے سچ کہہ دیا ہے۔ خواص خان کی شخصیت ہی ایسی ہے کہ ہر عورت اس کی طرف راغب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی میں بھی یوں جانو محبت کے اس سیلاب میں بہہ نکلی۔

گنگا میری بہن میں نے اپنے ان جذبات کا اظہار کبھی بھی خواص خان کے سامنے نہیں کیا اس لئے کہ میں جانتی تھی خواص خان پر صرف تمہارا حق ہے اور اس حق میں کوئی بھی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا۔

کملاوتی جب خاموش ہوئی تو گنگا نے پھر پوچھا۔

دیکھ کملاوتی ایک بات اور بتانا اس بات میں بھی دیکھنا سچ بولنا جھوٹ سے کام نہ لینا دوسرا سوال تم سے یہ ہے کیا میرے شوہر خواص خان نے بھی تمہیں کبھی

ایسے انداز میں دیکھا ہے جس سے تم نے اندازہ لگایا ہو کہ وہ تمہاری طرف راغب ہیں یا تمہارے اندر اپنے لئے کوئی کشش محسوس کرتے ہیں۔ اس پر کملاوتی نے جھٹ کہا نہیں ایسا معاملہ کبھی نہیں ہوا انہوں نے تو کبھی اس انداز سے نگاہ اٹھا کر بھی میری طرف نہیں دیکھا گنگا نے پھر کہا۔

دیکھ کملاوتی اگر میں تمہاری اس یک طرفہ محبت کے رد عمل میں کوئی قدم اٹھاؤں تو وہ تمہارے لئے قابل قبول ہو گا میں تمہیں یہ بتا دوں کہ یہ قدم تمہارے حق میں ہی ہو گا۔ کملاوتی کہنے لگی آپ کے ساتھ کام کرتے ہوئے آپ کی شخصیت میرے لئے بڑی قابل احترام اور بڑی محترم ہو چکی ہے لہٰذا آپ جو بھی میرے حق میں فیصلہ کریں گی مجھے قبول ہو گا۔ گنگا کہنے لگی۔ کملاوتی اگر یہ بات ہے تو پھر سنو میں تمہارے حق میں یہ فیصلہ کرتی ہوں کہ میں خود تمہیں خواص سے بیاہوں گی اور جس طرح میں خواص خان کی بیوی ہوں اس طرح بہت جلد تم بھی خواص خان کی بیوی بنو گی دیکھ کملاوتی میرے شوہر خواص خان اس وقت لاہور شہر کے شہروں کا احوال جاننے کے لئے گئے ہوئے ہیں جب وہ واپس آئیں گے تو میں ان سے گفتگو کروں گی پھر کل تمہیں آخری فیصلے سے آگاہ کروں گی۔ گنگا کی اس گفتگو پر کملاوتی مصنوعی شرم و حجاب کا مظاہرہ کرتی ہوئی خیمے سے باہر بھاگ گئی تھی۔

کملاوتی تقریباً بھاگتی ہوئی اپنے خیمے میں داخل ہوئی اس وقت خیمے میں نیرل اکیلی بیٹھی ہوئی تھی کملاوتی بھاگتی ہوئی پھولی سانس کے ساتھ نیرل کے پاس آئی تھوڑی دیر تک کھڑی رہ کر وہ عجیب سے انداز میں چہرے پر مسکراہٹ لئے نیرل کی طرف دیکھتی رہی۔ نیرل نے بھی چند لمحوں تک غور سے کملاوتی کی طرف دیکھا پھر پوچھا دیکھ کملاوتی تیری سانس بھی پھولی ہوئی ہے تیرے چہرے پر ان گنت خوشیوں کے آثار بھی ہیں۔ بتاؤ کیا ہوا ہے کملاوتی مسکراہٹ ہی مسکراہٹ میں نیرل کے پاس بیٹھ گئی پھر کہنے لگی۔

دیکھ نیرل تمہارا اندازہ درست ہے۔ آج میں بے حد خوش ہوں سانس اس لئے پھولی ہوئی ہے کہ بھاگتی ہوئی تیرے پاس آئی ہوں تاکہ جو خوشخبری مجھے ملی ہے وہ تمہیں بھی سناؤں نیرل نے غور سے کملاوتی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کیسی خوشخبری۔

کملاوتی تھوڑی دیر مسکراتی رہی پھر اس نے سرگوشی کی۔

دیکھ نیرل جس کام کے لئے میں شیر شاہ سوری کے لشکر میں داخل ہوئی اور تیرا سہارا لیا تھا وہ کام اب بڑی تیزی سے اپنے اختتام کی طرف پہنچ رہا ہے۔ دیکھ نیرل آج باتوں ہی باتوں میں گنگا نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں خواص خان کو پسند کرتی ہوں جب میں نے مثبت جواب دیا تو جانتی ہو گنگا نے کتنا بڑا اور کتنا اہم فیصلہ کیا نیرل نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھا۔

کیسا فیصلہ کملا کی خوشی بھری سرگوشی سنائی دی دیکھ نیرل گنگا نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ مجھے اپنی طرح خواص خان کی پتنی بنائے گی۔ آج وہ اس سلسلے میں خواص خان سے بات کرے گی پھر کل مجھے اپنے آخری فیصلے سے آگاہ کرے گی اس نے کہا تھا کہ وہ گزشتہ کئی ہفتوں سے میری حالت کا جائزہ لیتی رہی ہے اور اس نے اندازہ لگایا ہے کہ میں خواص خان کو پسند کرتی ہوں جب میں نے ہاں کی تب اس نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ دیکھ نیرل میں سمجھتی ہوں اگر میری شادی خواص خان سے ہو جاتی ہے تو پھر جس مشن پر میں نکلی ہوں وہ مشن میرے لئے انتہائی آسان اور سہل ہو جائے گا۔

نیرل نے تعجب کا اظہار کیا۔ دیکھ کملاوتی مجھے تیرے فیصلوں کی کچھ سمجھ نہیں آتی۔ ایک طرف تو خواص خان کو قتل کرنے کے درپے ہے۔ دوسرے تو اس سے شادی کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہے۔ کملاوتی کہنے لگی سن نیرل خواص خان کو میں نے قتل تو کرنا ہے اور یہ کام میں ہر صورت پورا کر کے رہوں گی بلکہ اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ خواص خان کے ساتھ ساتھ میں اس گنگا کو بھی ہر صورت موت کے گھاٹ اتاروں گی دیکھ نیرل اس سے پہلے مجھے گنگا اور خواص خان کو موت کے گھاٹ اتارنے کے کئی مواقع ملے پر جن ساتھیوں کے ساتھ میں انہیں ٹھکانے لگانا چاہتی ہوں وہ ابھی یہاں نہیں ہیں اگر وہ یہاں ہوتے تو اب تک میں یقیناً" گنگا اور خواص خان دونوں کا خاتمہ کر کے یہاں سے بھاگ چکی ہوتی۔ دیکھ نیرل گزشتہ دنوں کئی مواقع ایسے آئے کہ کبھی میں اور گنگا خیمے میں اکیلی ہوتی تھیں اور کبھی میں اور خواص خان اس لئے کہ خواص خان کا خیمہ کئی کمروں پر مشتمل ہے۔ کئی مواقع ایسے بھی آئے کہ میں کمرے کی صفائی ستھرائی میں مصروف تھی اور خواص خان ایک کمرے میں سویا ہوا

تھا اور کبھی گنگا بھی سو رہی تھی ایسے موقع پر میں چاہتی تو ان دونوں کا خاتمہ کر سکتی تھی لیکن میں اکیلے یہ کام نہیں کرنا چاہتی اس طرح میرے لئے مشکلات کھڑی ہو سکتی ہیں اگر سوتے میں خواص خان پر ہاتھ ڈالتی تو ہو سکتا ہے وہ جاگ پڑتا اور میرا کام تمام کر کے رکھ دیتا اس لئے کہ وہ بہرحال جوان مرد ہے' زور آور اور طاقت ور ہے میں اس کا ایک جھٹکا بھی برداشت نہیں کر سکتی ہاں اگر میرے ساتھی ایسے موقع پر یہاں ہوتے تو اب تک میں ان دونوں کا واقعی قلع قمع کر چکی ہوتی۔

دیکھ نیرمل لگتا ہے میرا کام آسان سے آسان تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اگر گنگا خواص خان کو میرے ساتھ شادی پر آمادہ کر لیتی ہے اور خواص خان مجھے اپنی پتنی اور اپنی بیوی بنا لیتا ہے تو اس کا مطلب ہے میں دن رات خواص خاں اور گنگا کے خیمے میں رہوں گی اس کے بعد خواص خان اور گنگا جب یہاں سے دہلی کی طرف کوچ کریں گے تو میں یہاں سے روانگی کے وقت اپنے ساتھیوں کو بھی اطلاع دے دوں گی کہ وہ خواص خان کے لشکر میں آ جائیں اس کے بعد نیرمل دیکھنا میں ان دونوں کا خاتمہ کر دوں گی نیرمل نے پوچھا۔

دیکھ کملاوتی تو خواص خان اور گنگا کا خاتمہ ہی کرنا چاہتی ہے تو پھر خواص خان سے شادی کیوں کرتی ہے اس سے شادی کر کے کیوں اپنے اچھوتے پن کو ختم کرتی ہو اپنی لاج اپنی عصمت کو روگ لگاتی ہو اس پر کملاوتی نے کچھ سوچا جواب دیا۔

دیکھ نیرمل اس میں روگ لگانے والی کوئی بات نہیں نہ اس سے میرا اچھوتا پن ضائع ہو گا خواص خان ایک انتہائی طاقتور اور جوان مرد نوجوان ہے اور میں سمجھتی ہوں اس سے شادی کا بھی ایک انوکھا اور نیا ہی تجربہ رہے گا۔ پھر خواص خاں سے شادی کرنے کے بعد میں اپنے ساتھیوں کی مدد سے ان دونوں کا آسانی سے خاتمہ کر سکتی ہوں لہٰذا اگر خواص خان نے حامی بھر لی تو میں ہر صورت میں خواص خان سے شادی کر کے اس کے خیمے میں منتقل ہو جاؤں گی نیرمل شاید جواب میں کچھ کہتی کہ پہریدار ان دونوں کے لئے کھانا لے آیا تھا لہٰذا دونوں چپ چاپ کھانا کھانے لگی تھیں۔

دوسرے روز جب کملاوتی کام کاج کے لئے خواص خان کے خیمے میں داخل ہوئی

اس نے دیکھا کہ خواص خان اور گنگا اس وقت دونوں میاں بیوی خیمے میں موجود تھے اور باہم گفتگو کر رہے تھے۔ کملاوتی کو دیکھتے ہی گنگا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی گہری مسکراہٹ میں کہنے لگی آؤ کملاوتی میرے پاس آؤ ہم دونوں کو تمہارا ہی بڑی بے چینی سے انتظار تھا اب تم خیمے کی صفائی ستھرائی نہیں کرو گی یہ کام میں اور تم دونوں مل کر کریں گی اس لئے کہ آج کے بعد میری طرح تم بھی اس خیمے کی مالک ہو گی میں نے گزشتہ دن جو تم سے بات کی تھی اس سلسلے میں میں نے کل اور آج خواص خان سے گفتگو کی ہے اور انہیں میں نے تمہارے ساتھ شادی پر آمادہ کر لیا ہے اب تم میں رہو گی شام سے پہلے پہلے تمہاری شادی خواص خان کے ساتھ ہو گی اور میری طرح تم بھی خواص خان کی پتنی کی حیثیت سے اس خیمے میں قیام کرو گی۔

گنگا کے ان الفاظ پر حسین اور خوبصورت کملاوتی کی حالت رفاقتوں کی طلبگار دوشیزہ جاں جیسی ہو کے رہ گئی تھی اس موقع پر گلاب یادوں کے مہکے سالوں' کنول فکر کی رعنائی جیسی آنند' حسن کی راہوں کے راہ نشین اور پیراہن کی بوئے وصال جیسی ' رخ افلاک پر امید کے ستاروں اور صحبت دلدار کی نشانی جیسی فرحاں' نوخیز اچھوتی راجکماری کی خوابگاہ اور نئے چاند کی کرنوں کے حسین جھومر جیسی خرم ہو کے رہ گئی تھی۔ اس موقع پر وہ خواص خان کے خیمے میں اپنے آپ کو محبت کے والہانہ پیام رقم کرتی ہواؤں اور آسمانوں کی بلندیوں پر گھنے ابر کی طرح سبک سار محسوس کر رہی تھی۔ نہ جانے وہ کب تک انہی خیالات میں ڈوبی اور غرق رہتی کہ گنگا آگے بڑھی اس کا ہاتھ پکڑا اور خیمے میں اپنے ساتھ بیٹھایا پھر شام تک گنگا کی کوششیں رنگ لائیں کملاوتی کو خواص خان کی زوجیت میں دے دیا گیا تھا۔

○===○===○

پنجاب چھوڑنے سے پہلے شیر شاہ سوری نے کوہستانی سلسلے کا ایک مقام پسند کیا جہاں اس نے ایک قلعہ کی تعمیر کا کام شروع کرا دیا جو بہار کے قلعہ رہتاس کا ثانی تھا اور اتنا ہی مضبوط اور ناقابل تسخیر تھا اور اس کا نام بھی رہتاس رکھا گیا۔ پنجاب میں قیام کے دوران شیر شاہ سوری نے محکمہ مال کے لئے اچھے لوگوں کا انتخاب کر لیا تھا ان لوگوں میں ایک شخص کھتری ڈوڈر مل بھی تھا۔ شیر شاہ سوری نے اسے اپنی ملازمت میں لیا اور قلعہ رہتاس کی تعمیر کا کام بھی اسی کے سپرد کیا۔

رہتاس نام کا قلعہ آج بھی ضلع جہلم میں دیکھا جا سکتا ہے اور جہلم سے 10 میل شمال مغرب میں ہے یہ قلعہ اس گھاٹی کے مہانہ پر واقع ہے جہاں سے کوہستانی سلسلہ کشمیر کی طرف چلا جاتا ہے اس قلعہ کا محیط تقریباً ڈھائی میل ہے اس کی دیواریں 30 فٹ موٹی اور 30 فٹ سے 38 فٹ بلند ہیں۔ اس کی چار دیواری میں بارہ صدر دروازے ہیں اور اڑسٹھ 68 برج ہیں۔ سب سے شاندار دروازہ شیر شاہ سوری کے دور حکومت کے شاندار فن تعمیر کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔

پنجاب سے کوچ کر کے شیر شاہ سوری اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے بنگال کی طرف بڑھا تھا۔ ہندوستان کی تاریخ کے ابتداء سے ہی بنگال سیاست' تمدن اور لسانیت کو لیکر ایک پیچیدہ مسئلہ رہا ہے۔ اس کی پیچیدگیوں کا جتنا اطلاق ہندو

زمانے کی تاریخ میں ہوتا ہے اتنا ہی قرون وسطی کی تاریخ میں بھی ہوتا ہے۔

آریوں کی آمد کے ساتھ ہی یہ کشمکش شروع ہو گئی تھی پہلے بنگال نے آریہ تہذیب اور تمدن سے ٹکر لی لیکن وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہا راجہ ہرش سے لیکر شہنشاہ اکبر کے زمانے تک بنگال اپنی سیاسی آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے ہمیشہ جدوجہد کرتا رہا خواہ وہ لڑائی ہندو حکمرانوں کے خلاف ہو خواہ مسلمان حکمرانوں کے خلاف پھر بھی حملہ آوروں کو اس نے اپنے خون میں جذب کر کے اپنے جوہر کو مضبوط کیا۔

یہ کوئی سحری کرشمہ نہ تھا جس کے لئے بنگال بدنام ہے بلکہ یہ اس کی تہذیب کی قوت حیات اور ان نعمتوں کی برکت تھی جو کہ کسی دوسرے علاقے کو نصیب نہ ہوئی بلکہ بنگال کی آب و ہوا مضر یہاں کی سرزمین مچھلیوں کا گھوارہ یہاں کا پانی گندہ اور یہاں مچھلی کی بہتات تھی پھر بھی یہاں کی لاتعداد دولت کی کشش شمال اور جنوب سے دراز لوگوں کو قسمت آزمائی کے لئے اپنی طرف ہمیشہ کھینچتی رہی۔

اصل بات یہ تھی کہ جس نے ایک بار یہاں قدم رکھا وہ یہیں کا ہو کے رہ گیا ان کی نظروں میں یہاں کی مٹی میں واقعی جادو کا اثر تھا۔ جو یہاں آتا اسے اس خیال سے ہی نفرت ہو جاتی تھی کہ واپس جا کر کسی دوسرے علاقے میں جہاں کہ قدرت اتنی اچھی نہ ہو سردی گرمی کی پریشانی برداشت کر کے محنت و مشقت کی زندگی بسر کرے۔

ان ساری باتوں کے باوجود خود بنگال میں ہمیشہ سرکشی اور بغاوت سر ابھارتی رہی اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ صوبہ ہندوستان کے مرکز دہلی سے تقریباً ایک ہزار میل کے فاصلے پر تھا اور اتنا بڑا صوبہ جس کے وسائل بھی وسیع ہوں وہاں کا حکمران ہمیشہ بغاوت پر ہی اترتا رہا یہاں کے حکمران کو کبھی بھی دہلی کی اطاعت پسند نہ تھی اور ہمیشہ غلامی کا جوا اتارنے کے لئے کوشاں رہا دوسری طرف ہندوستان کے مسلم سلاطین کے پاس بھی اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ اس قدر دور دراز صوبے کا انتظام کسی ایسے گورنر کو سونپ دیں جو کہ وہاں کے نظم و نسق کا پورا مالک ہو اس زمانے میں مرکزی حکومت کے پاس یا تو ایسے ذرائع نہ تھے اور اگر تھے بھی تو کم تعداد میں کہ دہلی سے اتنے دور دراز علاقے کا انتظام اور دیکھ بھال کر سکیں۔ ان دنوں چونکہ گوڑ بنگال

کا مرکزی شہر تھا لہٰذا بنگال کی رعایا گوڑ کے حکمران کو اپنا سلطان تصور کرتی تھی اسی کے حکم کی تعمیل کرتی تھی۔ انہیں اس بات سے کوئی سروکار نہ تھا کہ گوڑ کا سلطان اپنے دہلی کے آقا کے حکم کی تعمیل کرتا ہے یا نہیں یا وہ قتل کر دیا جاتا ہے یا اپنے عہدہ سے برطرف کیا جاتا ہے جب کبھی بھی کوئی ہر دلعزیز صوبیدار بنگال سے ہٹایا جاتا تو صرف ایسا محسوس ہوتا گویا ایک خاندان کی حکومت ختم ہو کر دوسرے خاندان کی حکومت قائم ہو چکی ہے۔

بنگال کی یہی صورت حال شیر شاہ سوری کے زمانے تک بھی تھی لیکن بنگال میں جو سیاسی نظام تھا وہ شیر شاہ سوری کے نقطہ نظر سے میل نہیں کھاتا تھا چونکہ شیر شاہ سوری ایک مستحکم مرکزی حکومت کا حامی تھا۔ صوبوں کو زیادہ وہ خود مختاری دینے کے حق میں نہ تھا۔

جنوری 1540ء میں جب شیر شاہ سوری مغلوں سے جنگ کرنے کے لئے قنوج کی طرف روانہ ہوا تو اس نے اپنی طرف سے خضر خان کو بنگال کا گورنر مقرر کیا تھا۔ کئی ماہ تک شیر شاہ سوری بنگال سے دور رہا۔ اس اثناء میں اس کا وہ لشکر جو ہمیشہ بہار میں موجود رہتا تھا اس نے ہندوستان میں جنگوں کے لئے اسے بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حاکم بنگال خضر خان نے بنگال میں اپنی خودمختاری کے خواب دیکھنا شروع کر دیئے تھے۔

اس مقصد کی تکمیل کے لئے اس نے بنگال کے سابق فرمانروا سلطان محمود کی لڑکی سے شادی کر لی تھی اس سے ایک فائدہ خضر خان کو یہ ہوا کہ بنگال کی رعایا اور قدیم مسلمان اب اس کو بنگال کے تخت کا جائز وارث سمجھنے لگے تھے۔ خضر خان نے ابھی تک شاہی خطاب اختیار نہیں کیا تھا لیکن بنگال کی مقامی رسم کے مطابق ٹوکی پر بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔ بنگال میں ٹوکی محل کی چھت کو بھی کہتے ہیں۔ خضر خان قدیم بادشاہوں کی طرح محل کی چھت پر بیٹھ کر فیصلے کرنے لگا تھا۔ ابھی اس نے شاہانہ لقب اختیار نہیں کیا تھا جب اسے خبر ملی کہ شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ اس کی سرکوبی کے لئے بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہا ہے تو خضر خان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ اس لئے کہ وہ جانتا تھا اس میں اتنی سکت اور ہمت نہیں کہ وہ شیر

شاہ سوری کا مقابلہ کر سکے۔

شیر شاہ سوری جب اپنے لشکر کے ساتھ گوڑ کے قریب پہنچا تو گوڑ شہر سے باہر ل کر خضر خان نے شیر شاہ سوری کا شاندار استقبال کیا۔ گو خضر خان نے یہ سب کچھ وعا" اور کراہا" کیا تھا لیکن اس نے اپنا باطن ظاہر نہ ہونے دیا کہ بنگال میں وہ بغاوت تھا لیکن شیر شاہ سوری کو اس کے جاسوس پل پل کی خبریں دے رہے تھے۔ ذا گوڑ پہنچتے ہی شیر شاہ سوری نے خضر خان کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور اپنے ام سرداروں اور سالاروں کو جو اس وقت اس کے ساتھ تھے مخاطب کرتے ہوئے کہا م میں سے جو کوئی بھی میرے حکم کی خلاف ورزی کرے گا اس کا یہی حشر ہو گا۔

خضر خان کو گرفتار کرنے اور قید میں ڈالنے کے بعد شیر شاہ سوری نے بنگال میں ام کیا اور ترقیاتی کاموں کی ابتداء کی۔ پہلا کام جو اس نے شروع کیا وہ یہ تھا کہ اس نے بنگال کے اندرونی علاقوں کا بڑی تیزی سے دورہ کیا اور بنگال میں اس نے اپنے نام نسبت سے شیر پور اور شیر گڑھ نام کے شہر آباد کئے۔

دوسرا کام جو شیر شاہ سوری نے بنگال میں قیام کے دوران کیا وہ بنگال کی زمین کی ضابطہ پیمائش تھی۔

بنگال میں شیر شاہ سوری کا تیسرا کام یہ تھا کہ قدیم رواج کے مطابق جس قدر گیریں زمینداروں کے پاس تھیں وہ انہی کے پاس رہنے دیں اور کوئی مداخلت نہ کی۔

چوتھا کام بنگال میں شیر شاہ سوری کا یہ تھا کہ اس نے بنگال میں نئے زمیندار ئے نتیجہ یہ ہوا کہ بنگال پٹھانوں کا دوسرا وطن بن گیا۔ اس کے علاوہ شمالی ہند سے کر اس نے راجپوت زمیندار بھی آباد کئے تاکہ وہاں کے ہندو زمیندار سر نہ اٹھا یں۔

پانچواں کام جس کی تکمیل بنگال میں قیام کے دوران شیر شاہ سوری نے کی وہ یہ ہ اس نے ایک طاقتور بحری بیڑہ بھی اپنے لئے تیار کیا۔

شیر شاہ سوری کا بنگال میں چھٹا کام یہ تھا کہ فوجی حکومت کی جگہ سول حکومت ائم کی۔ ساتواں اور سب سے اہم کام جو شیر شاہ سوری نے کیا وہ بنگال میں سڑکوں کی

تعمیر تھی۔

بنگال میں گو دریاؤں کے راستے سے بھی آمدورفت ہوتی تھی لیکن سڑکوں کا نظام بنگال میں بڑا درہم برہم اور انتہائی ناقص تھا۔ اسی ناقص انتظام کی وجہ سے بنگال میں نہ صرف علاقائی تصور کو تقویت ملتی تھی بلکہ بغاوت کو بھی اشتعال ملتا رہتا تھا جو سڑکیں فوج کشی کے وقت بنائی جاتی تھیں امن کے زمانے میں ان کی نگہداشت نہ ہوتی تھی۔ بارش کے موسم میں تو وہ بالکل بند ہو جاتی تھیں۔

مسافروں کے لئے جو سڑکیں تھیں وہ بھی رہزنوں اور چوروں کے خوف سے کوئی بھی استعمال نہ کرتا تھا۔ شیر شاہ کے لئے بنگال میں ایسی صورت حال ناقابل برداشت تھی۔

شیر شاہ سوری نے پہلے ہی اٹک سے لیکر دہلی تک ایک شاہراہ تعمیر کروا دی تھی۔ اب اس نے حکم دیا کہ دہلی سے لیکر بنگال کے سونار گاؤں تک اس شاہراہ کو ملا دیا جائے۔ سونار گاؤں بنگال میں اندرونی تجارت کے لئے سب سے بڑی بندرگاہ تھی۔

سونار گاؤں اب حالانکہ اپنی عظمت دیرینہ کھو چکا ہے اس وقت اس کی بڑی اہمیت تھی۔ شیر شاہ سوری کے وقت وہ سلطنت کا صدر مقام بھی نہیں تھا اس کے باوجود فنون حرب کے نقطہ نظر سے اس کی بڑی اہمیت تھی۔ گو شیر شاہ سوری کے وقت یہ ایک معمولی دیہات تھا جو اپنے ماضی کی شان کی ایک دھندلی نشانی رہ گیا تھا۔ یہ سونار گاؤں لکھیا اور میگنا دریاؤں کے درمیان موجودہ ڈھاکہ سے براہ راست سولہ میل کے فاصلے پر تھا۔ کبھی یہ سمندری جہاز رانوں کی بہترین بندرگاہ ہوا کرتا تھا۔

ابن بطوطہ اسی بندرگاہ سے جاوا ہوتا ہوا چین کو روانہ ہوا تھا۔ شیر شاہ سوری نے جو اٹک سے لیکر بنگال تک شاہراہ تعمیر کی سونار گاؤں بنگال میں اس شاہراہ کا آخری مقام تھا۔ شاہراہوں کے ساتھ ساتھ شیر شاہ سوری نے سراؤں کے علاوہ کنوؤں کی تعمیر کا حکم بھی دیا تاکہ مسافران سے مستفید ہو سکیں اس کے علاوہ بڑے بڑے شہروں میں زمین کے بڑے بڑے خطے بھی اس نے مختص کئے جنہیں لشکریوں کے لئے پڑاؤ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

بنگال میں قیام کے دوران ترقی کے کاموں کے ساتھ ساتھ شیر شاہ سوری نے

صوبہ بنگال کی حدیں بھی متعین کر دیں تھیں۔ صوبہ بنگال کی مغربی سرحد کا خط ئے کوسی کا کنارہ اسی مقام تک تھا جہاں اس کا سنگم دریائے گنگا سے ہوتا ہے پھر گنگا کے پار ہو کر گڑھی کے مغربی دھانے سے مڑ کر جنوب کی سمت راج محل کی یوں اور بہار کھنڈ کے جنگلوں کے بیچ سے ہو کر بیر بھوم اور شیر گڑھ تک چلا جاتا

شمالی سرحد شیر شاہ سوری کے نئے آباد کردہ شہر شیر گڑھ تک تھی۔ مشرق اور مشرق میں کوسی ندی کا کنارہ جو کہ بہار تک پھیلا ہوا تھا جنوب مشرق تک یہ غالباً" چٹاگاؤں میں واقع ماتاموری دریا تک پھیل چکا تھا۔ اس طرح صوبہ بنگال قیام کے دوران ترقی کے کاموں کے ساتھ ساتھ شیر شاہ سوری نے اس صوبے کی طرف کی حدیں بھی متعین کر دی تھیں۔ یہ سارے کام سرانجام دینے کے بعد طرف سے ایک قابل اعتماد آدمی قاضی فضیلت کو شیر شاہ سوری نے بنگال کا مقرر کیا۔ پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ دہلی آیا۔ دہلی آتے ہوئے تیز رفتار قاصد وائے اور خواص خان کو اس کے حصے کے لشکر کے ساتھ اس نے دہلی طلب تھا تاکہ ہندوستان کے اندر جو ابھی مزاحمتی قوتیں تھیں خواص خان کے ساتھ ان پر حملہ آور ہو کر انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بنایا جا سکے۔

○

اپنے خیمے میں اکیلی بیٹھی تھی کہ کملاوتی دھیرے دھیرے دبے پاؤں چلتی خیمے میں داخل ہوئی۔ اور نیرمل کے قریب آ بیٹھی۔ نیرمل نے دیکھا اس کا انگ وش تھا۔ اس کی آنکھوں میں مسرت اور انبساط کی چنگاریاں تھیں اور لبوں پر والا خوشگوار تبسم تھا۔ کملاوتی کی یہ حالت دیکھتے ہوئے نیرمل پوچھ بیٹھی۔

کملاوتی کیا بات ہے۔ آج تم خلاف معمول کچھ زیادہ ہی خوش اور پر مسرت دکھائی ہی ہو۔ کملاوتی نے ایک قہقہہ لگایا۔

نیرمل میری محسن تمہارا اندازہ درست ہے بس یوں جانو کہ حالات خود بخود میرے پلٹا کھاتے جا رہے ہیں اور یہ سارے الٹے سیدھے کام اپنی انتہا اور منزل کو

پہنچنے والے ہیں۔ دیکھ نیرمل ابھی تھوڑی دیر پہلے دہلی کی طرف سے شیر شاہ سوری ایک قاصد آیا تھا وہ خواص خان کے لئے شیر شاہ سوری کا پیغام لایا ہے کہ خواص خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ فوراً" لاہور سے دہلی پہنچے۔ خود شیر شاہ سوری بھی بنگال کے حالات درست کرنے کے بعد دہلی پہنچ چکا ہے۔ میرے خیال میں اب شیر شاہ سوری خواص خان کو اپنے ساتھ ملا کر کسی اور دشمن کا رخ کریں گے۔

دیکھ نیرمل اب میں بھی یہی آس لگائے ہوئے تھی کہ کب خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ دہلی کا رخ کرے اور وہاں میں اسے اس کے انجام تک پہنچاؤں۔ نیرمل کچھ دیر خاموش رہی پھر کہنے لگی۔ دیکھ کملاوتی تو دہلی جا کر خواص خان کے خلاف کیسے حرکت میں آئے گی۔ کملاوتی کہنے لگی۔ دہلی میں میرے کچھ جاننے والے ہیں۔ ان میں سے ایک جو دہلی کے سرکردہ لوگوں میں سے ہے اس کا نام نرود سنگھ ہے اور وہ دہلی کا سب سے بڑا تاجر خیال کیا جاتا ہے۔ اسی کے ذریعے میں مسلح جوانوں کو منگواؤں گی اور خواص خان کا خاتمہ کراؤں گی۔ نیرمل نے دلچسپی لیتے ہوئے پھر پوچھا۔

پر دیکھ کملاوتی تو اپنے مسلح آدمی کہاں سے منگائے گی۔ کملاوتی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سن نیرمل میرا ایک چچا زاد ہے اس کا نام مہاکوی ہے۔ میرے بھائی کے مرنے کے بعد اس نے دریائے گنگا کے کنارے ایک محفوظ مسکن بنا رکھا ہے اسی میں وہ اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ رہتا ہے۔ پس اسی سے میں خواص خان کا خاتمہ کرانے کے لئے مسلح جوان منگواؤں گی۔ اسی کے اشارے پر میں خواص خان سے انتقام لینے کے لئے آئی تھی۔ وہ مہاکوی جس کا میں نے تم سے ذکر کیا ہے وہ میرا چچا زاد ہونے کے علاوہ میرا منگیتر بھی ہے۔ ہم دونوں نے عہد کیا تھا کہ خواص خان کا خاتمہ کرنے کے بعد ہم شادی کر لیں گے۔ اس پر نیرمل نے اعتراض کیا۔

دیکھ کملاوتی جب تمہارے چچا زاد بھائی مہاکوی کو یہ خبر ہو گی کہ تم خواص خان کی بیوی بن چکی ہو تو کیا وہ تمہارے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کرے گا۔ اس پر کملاوتی مسکرا دی۔

دیکھ نیرمل ایسا نہیں ہو گا۔ جس وقت مہاکوی نے مجھے خواص خان سے انتقام لینے کے لئے روانہ کیا تھا اس نے نصیحت کی تھی کہ تمہیں اگر چند روز کے لئے

اص خان کی بیوی کا بھی کردار ادا کرنا پڑے تو کر لینا۔ پر اسے ٹھکانے ضرور لگانا۔ لہا اسے جب خبر ہو گی کہ میں خواص خان کی بیوی بن گئی تھی تو اسے کوئی اعتراض ں ہو گا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد خیمے میں پھر نیرمل کی سرگوشی ری۔

دیکھ کملاوتی دہلی جا کر تو مجھے اپنے جاننے والے نرود سنگھ کے گھر کا پتہ بتانا۔ تاکہ ر کہیں کبھی میرے اور تیرے لئے حالات یکدم خراب ہو جائیں تو میں لشکر سے ل کر نرود سنگھ کے یہاں چلی جاؤں گی۔ کملاوتی فراخدلانہ مسکرائی اور کہا۔ دیکھ ل دہلی پہنچتے ہی میں تمہیں نرود سنگھ کے ٹھکانے سے آگاہ کروں گی۔ تو بے فکر رہ۔ ساری کارروائی میں تم پر کسی قسم کی حرف گیری نہیں آئے گی۔ اور اگر کوئی ایسا آیا بھی تو ضرور بھاگ کر تم نرود سنگھ کے یہاں چلی جانا۔ دیکھ اب میں جاتی ہوں۔ خوشخبری میں تمہیں سنانے آئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی کملاوتی اٹھی اور خیمے نکل گئی تھی۔ دوسرے روز صبح ہی صبح خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ لاہور سے کوچ کر گیا تھا۔

○===○===○

دہلی پہنچ کر کچھ روز تک شیر شاہ سوری صلاح و مشورے کرتا رہا۔ اس کے ب
اس نتیجے پر پہنچا کہ اب اسے دہلی سے نکل کر باغی قوتوں پر حملوں کی ابتدا کرنی چا
اس مقصد کے لئے سب سے پہلے اس نے اپنا ہدف مالوہ کو بنانا چاہا۔

مالوہ وہ علاقہ ہے جس کے مغرب میں گجرات اور راجپوتانہ مشرق میں بندیل کھ
اور گوڑوانہ' شمال میں دریا نے چنبل اور جنوب میں نربدا ہے۔ مالوہ کے وسطی میدانو
کو شمالاً" جنوباً" چار دریا مساوی حصوں میں تقسیم کرتے ہیں ان دریاؤں کے نام ماہ
چنبل' پاوروتی اور ویدوا ہیں۔ ان چاروں دریاؤں کے اس علاقے کا نام مالوہ ہے۔ قد
دور میں یہ سرزمین دو حصوں میں تقسیم ہوتی تھی۔ مغربی مالوہ کو اونتی اور مشرقی مالوہ
امارہ کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

زمانہ قدیم سے آج کے دور تک مالوہ ہندوستان کی تاریخ و تمدن پر گہرا اثر ڈال
رہا ہے۔ کیونکہ جغرافیائی اعتبار سے اس کا مرکزی جائے وقوع شمال۔ جنوب۔ مشرق
اور مغرب کے درمیان ایک کڑی کا کام کرتا ہے۔ اگر تاریخ کے عام دوروں میں مالو
ہر شمالی ہند کی سلطنت کا ایک حصہ نہ ہوتا تو عہد قدیم اور قرون وسطیٰ کی تاریخی
خصوصیت یعنی تنوع میں یک رنگی محدود ہو جاتی اور یہ تاریخی واقعہ ہے کہ جب کبھی
پاٹلی پتر۔ قنوج یا مالوہ شامل نہیں رہا تو اس حکومت کو ہندوستانی حکومت کہلانے کا حق

ں ہوا۔

مگدھ کی سلطنت کے زوال کے بعد ہندوستان میں علوم و فنون' تہذیب و تمدن
ان میں جو امتیاز حاصل کیا اس میں درجہ اول مالوہ ہی کا تھا۔ یہ وہ خطہ ہے
تاریخ کی مشہور و معروف مایہ ناز ہستیاں پیدا ہوئیں مثلاً بکرماجیت اور اس کے
دھارا نگری کا راجہ بھوج وغیرہ۔ اس خطے میں سنسکرت۔ علم و ادب اپنے
پہنچا۔ یہیں برہمنوں کے کٹر مذہب کا غلبہ رہا۔ یہاں کے راجپوتوں نے دو
تک غیر ملکی حملہ آوروں کا مقابلہ بڑی شجاعت۔ بڑی دلیری سے کیا۔
ترکوں کے حملے کے وقت بھی ہندو کافی عرصے تک اس علاقے میں جمے رہے۔
مجبور ہو کر وہ جنوب کی طرف چلے گئے۔ یہ علاقہ جسے مالوہ کہہ کر پکارہ جاتا ہے
کا مسکن تھا۔ ملو قوم کے دو حصے تھے ایک ملو دوسرا مانجو۔ کہتے ہیں سکندر اعظم
کے وقت مالو اور مانجو دونوں قبیلے دریائے راوی کی نچلی سطح میں آباد تھے۔
کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ لوگ دریائے سندھ کے اس پار سے سہوستان کے خطے
لوگ ویدک قبائل کے ساتھ رہتے تھے۔ بظاہر مالو ایک قوم تھی جو غالباً" بہت
لوں' جماعتوں کی آمیزش تھی۔ یہ لوگ زمانہ قدیم میں اونچے اونچے پٹھار پر
تھے اور اونچے پٹھار کو سنسکرت زبان میں مالو بھومی کہتے تھے لہٰذا ان کا نام ہی مالو
اور مالوہی کی نسبت سے یہ خطہ مالوہ کہلایا۔
شروع میں ان لوگوں کا مسکن اور ٹھکانہ پنجاب ہی میں تھا۔ اب بھی دریائے ستلج
جنوب میں جاٹوں کی دو شاخیں پائی جاتی ہیں۔ مالو اور ماج جو ستلج کی شمالی وادی
ہتے ہیں۔ آج کل مالوہ میں مالو قوم کو تلاش کرنا ایسا ہی ہے جیسے مختلف چیزوں کی
ی دیگ سے مختلف جنس کی چیزوں کو تلاش کرنا۔ اس لیے کہ سرزمین ہند
س قوم نے بھی قدم رکھا وہ ہندوستانی قوم کی کھچڑی میں جذب ہو کر رہ گئی۔ وہ
ہوں یا یونانی۔ ہن ہوں یا ترک۔ منگول ہوں یا تاتار۔ ہندوستان میں آکر اپنی
یت کھو بیٹھے۔ خواہ کسی قوم نے اپنی انفرادیت۔ زبان یا قوم کے نام پر برقرار
کی کتنی ہی جان توڑ کوشش کی ہو لیکن وہ ہندوستانی تہذیب میں مدغم ہو کر رہ
چھٹی صدی کے لگ بھگ مالو اور مانجو دونوں قبائل پنجاب سے اٹھ کر مالوہ اور

میواڑ میں آکر بس گئے مالو تو مالوہ میں آباد ہو گئے جبکہ مانجھ راولی کی پہاڑیوں کی جانب چلے گئے۔ وہاں موجودہ میواڑ میں انہوں نے اپنے لئے ایک نیا شہر آباد کر لیا۔ ان دونوں قبیلوں کے باہمی سیاسی اور سماجی تعلقات اس قسم کے تھے جیسا کہ تاریخ کے عام دور میں مالوہ اور راجپوتانہ کی راجپوت قوموں کے رہے ہیں۔ جلد ہی مالو لوگ اور دوسرے ساتھی اس خطے میں پہلے سے آباد لوگوں کے ساتھ مل جل کر اپنی انفرادیت کھو بیٹھے۔ لہٰذا یہ سارا خطہ ان کے نام سے مشہور ہو کر رہ گیا۔

مالو اور مانجھ کے علاوہ کچھ دیگر اقوام بھی وقتاً" فوقتاً" مالوہ کی ان سرزمینوں میں داخل ہوتی رہیں۔ مثلاً بندیل کھنڈ کے راستے کچھواہا لوگ مالوہ میں داخل ہوئے اور ایک عرصے تک بجوتی میں قیام کئے رہے انہیں آگے چل کر کچھوار کہنے لگے۔ موجودہ کچھور اڈاسی سے بگڑ کر بنا ہے۔ ان کا مورث اعلیٰ راجہ نل نرود تھا۔ جو کبھی اس سے پہلے گوالیار میں حکومت کرتا تھا۔

ان کچھواہوں کے علاوہ چوہان بھی مالوہ میں آباد ہوئے یہ چوہان ایک قسم کا شربت تیار کرتے تھے جسے وہ شربت مرگ کہتے تھے اور اپنے دشمنوں کو وہ یہ شربت پلا کر ان کا خاتمہ کر دیتے تھے۔ راجپوتی زبان میں اس شربت کو کھینچ پلانا کہتے تھے۔ لہٰذا یہ راجپوت کھینچی کے نام سے زیادہ مشہور ہوئے۔ یہ راجپوت مشرقی مالوہ میں داخل ہوئے اور وہاں کے قدیم باشندوں کو مار بھگایا اور اس حصے پر قابض ہو گئے۔ یہ راجپوت اکبر کے زمانے تک متواتر مسلمان حکمرانوں کو پریشان کرتے رہے۔ چنانچہ مسلمان بادشاہوں کی ہمیشہ یہ پالیسی رہی کہ راٹھور راجپوتوں کو ان کی خدمت کے صلے میں مالوہ میں جاگیر دیا کرتے تھے تاکہ مالوہ کے قدیم راجپوتوں کو مرعوب کیا جا سکے۔ لہٰذا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی عرصے میں ان نواردوں نے کھینچی راجپوتوں کا سماجی ' سیاسی درجہ انتہائی نیچے گرا دیا۔

اس کے علاوہ تور قبائل بھی مالوہ میں داخل ہوئے سنسکرت میں ان لوگوں کو تومرکہ کر پکارا گیا ہے۔ پندرھویں صدی میں یہ لوگ گوالیار سے اٹھ کر مالوہ میں آباد ہو گئے اور پھر سلطان ابراہیم لودھی کے زمانے تک انہوں نے مالوہ کے خلجی سلطان اور دہلی کے فرمانرواؤں کے خلاف اپنی آزادی کو برقرار رکھا۔ بعد میں تور لوگ جنوب کی

[illegible] بھی پھیل گئے اور رائے سین کے راجہ پورن مل کے والد سلہاری کی کمان میں [illegible] نے چند ریری اور رائے سین پر قبضہ کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔

مالوہ کی جانی پہچانی تاریخ کچھ مختصر الفاظ میں اس طرح بنتی ہے۔ ۱۴۰۱ء سے ۱۴۰۲ء [illegible] مالوہ کے ایک گورنر دلاور خان غوری نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور [illegible] مالوہ کی بنیاد ڈالی۔ اس کے بعد اس کے بیٹے سلطان ہوشنگ غوری نے اپنی [illegible] سے سلطنت کی سرحد گوالیار۔ کالپی تک بڑھا دی تھی۔

اس کے بعد ۱۴۳۵ء سے ۱۴۷۱ء تک سلطان محمود نام کا ایک شخص حکمران ہو کر [illegible] پر حکومت کرتا رہا وہ ایک منصف مزاج الوالعزم اور قابل انسان تھا۔ اس کی [illegible] تیس سالہ حکومت کا زمانہ مالوہ کی قرون وسطیٰ کی تاریخ میں سنہری زمانہ ہے۔ اس [illegible] بعد محمود کا لڑکا غیاث الدین حکمران ہوا۔ کچھ عرصہ اپنے باپ کی طرح حکومت [illegible] نے کے بعد وہ عیاشی میں پڑ گیا۔ عیاشی میں پڑنے کے بعد اس کا محض ایک ہی [illegible] رہ گیا تھا وہ تھا راجہ اور زمینداروں کی لڑکیوں کو اپنے حرم میں جبراً" داخل کر [illegible] اپنے شاہی عہدے کے فرائض کو نظرانداز کر کے وہ شب و روز حسن پرستی میں [illegible] رہنے لگا۔

اس کے بعد ۱۵۰۰ء سے ۱۵۱۲ء تک ناصر الدین تخت پر بیٹھا۔ حالانکہ وہ ایک [illegible] اور ظالم حکمران تھا۔ لیکن اس نے اپنی سلطنت کا انتظام بہت خوش اسلوبی سے [illegible] دیا۔ اس کے بعد اس کے لڑکوں میں تخت کے لیے خانہ جنگی شروع ہوئی۔ ان [illegible] ایک لڑکا محمود ایک راجپوت سردار کی مدد سے تخت پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو [illegible]

اس نے اس راجپوت سردار کو میدنی رائے کا خطاب دیا۔ میدنی رائے ایک [illegible] سپاہی اور دور اندیش سردار تھا۔ سلطان محمود میں ذاتی حوصلہ اور جسمانی قوت کی [illegible] تو نہ تھی لیکن وہ مصلحت اور سیاسی دور اندیشی سے بے بہرہ تھا۔ جبکہ یہ اوصاف [illegible] فرمانروا کے لیے لازم و ملزوم ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میدنی رائے نے ایک [illegible] کر کے اس کے تمام مسلمان سرداروں کو ٹھکانے لگا دیا۔ اور بہتوں کو دربار سے [illegible] باہر کیا اور مطلق العنان حکمران بن گیا۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے سلطان محمود نے گجرات کے بادشاہ کی مدد طلب کی۔
دوسری جانب میدنی رائے نے میواڑ کے راجہ رانا سانگا کو اپنی مدد کے لیے پکار لیا۔
نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان کو شکست فاش ہوئی اور وہ ہمیشہ کے ییلے قید کر دیا گیا بعد میں رانا سانگا نے سلطان کو آزاد کر دیا اور اس کو سلطنت کے دارالمقام مانڈو کے قرب و جوار میں تھوڑے سے علاقے پر حکومت کرنے کی اجازت دیدی۔ باقی مالوہ کا سارا علاقہ رانا سانگا نے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔

سلطنت مالوہ کے اس طرح کے زوال اور رانا سانگا کی طاقت میں غیر معمولی اضافے سے ہندوستانی سیاست میں توازن اور قوت میں خلل پڑ گیا۔ کچھ عرصہ پہلے تک مالوہ۔ گجرات اور میواڑ تینوں ریاستیں اپنی وسعت اور قوت میں ہم پلہ تھیں۔ اس طرح سے ان میں ایک قسم کا توازن تھا اور سیاسی تقابل بھی ان کی باہمی کشیدگی جنگ و جدل سے دہلی کی کمزور طاقت کو راحت نصیب ہوتی تھی۔

لیکن گجرات اور مالوہ کی مشترکہ افواج پر رانا سانگا کی فتح نے راجپوتوں کی جارحانہ پالیسی کو فروغ دیا۔ راجپوت طاقت کا یہ اتحاد دہلی کی حکومت کے لیے نہایت اندیشہ ناک تھا اس لیے کہ اتنی صاحب اقتیار ریاست کا اس قدر وسیع علاقے پر قابض ہو جانے کے بعد کسی حکومت سے ٹکرانا لازمی امر تھا۔

اس طرح رانا سانگا نے میواڑ کے اقتدار کو عروج دیکر سلطان ابراہیم لودھی کے زمانے میں لودھی حکومت کے لیے مستقل خطرہ بنا دیا اور یہ خطرہ بابر کے لیے بھی اس وقت تک برابر رہا جب تک کہ بابر نے کنواہ کی لڑائی میں رانا سانگا کو بدترین شکست دیکر راجپوتوں کی طاقت کو مکمل طور پر تباہ و برباد نہ کر دیا۔

لیکن میواڑ بھی مالوہ کے زوال سے خطے میں سیاسی توازن قائم نہ ہو سکا۔ اس شکست سے گجرات کے عروج و زوال کا راستہ صاف ہو گیا۔ گجرات کا حکمران بہادر شاہ مالوہ پر حملہ آور ہوا۔ مالوہ پر قبضہ کر لیا۔ اور یوں مالوہ کو گجرات سلطنت میں شامل کر دیا گیا۔ یہ طاقت پکڑنے کے بعد گجرات کے حکمران بہادر شاہ نے مغلوں کے خلاف اسی قسم کا بغض و عناد شروع کر دیا جیسا کہ اس سے پہلے رانا سانگا کا تھا۔ یہ خطرہ اس وقت دور ہوا جب ہمایوں نے گجرات پر حملہ کر کے بہادر شاہ کو نیست و نابو

دیا۔

بہادر شاہ کی وفات کے بعد مالوہ ایک طرح سے لاوارث ہو گیا کیونکہ اس کا کوئی رث پرانے حکمرانوں میں سے نہ رہا تھا۔ یوں مالوہ کا میدان بالکل صاف ہو گیا کوئی ی نئی طاقت یہاں اب اپنا پیر جما سکتی تھی۔ سیاسی طرح سے ایک شخص ملو خان نے اٹھایا یہ پہلے مالوہ کے خلجی سلطان کا غلام تھا۔ ترقی کر کے امیر بن گیا۔ جب ڑے عرصے کے لیے مالوہ پر گجرات کے حکمران بہادر شاہ کی حکومت ہو گئی تو ملو ن بہادر شاہ کا منظور نظر بن گیا۔ گجرات کے حکمران بہادر شاہ کے خاتمے کے بعد یہ ملو خان قادر شاہ کے لقب سے مالوہ کے ایک بڑے حصے پر حکمران ہو گیا۔

مالوہ میں جو دوسری بڑی قوت ظہور میں آئی وہ ایک راجپوت سردار پورن مل ۔ اس پورن مل نے رائے سین اور چند ریزی پر شروع شروع میں قبضہ کیا اس کے د اس نے اپنی طاقت اور قوت میں اس قدر اضافہ کیا اور راجپوتوں نے حسب ول اپنی جارحانہ کارروائیاں اس انداز میں کیں کہ قلیل ہی عرصہ میں پورن مل قدر طاقتور ہو گیا کہ مالوہ کا کوئی بھی حکمران اس کے اقتدار کو نظرانداز نہ کر سکتا

جس وقت شیر شاہ سوری نے دہلی میں قیام کے دوران مالوہ پر حملہ آور ہونے کا ادہ کیا اس وقت مالوہ میں دو بڑی بڑی قوتیں تھیں جو شیر شاہ سوری کے لیے مصائب ڑے کر سکتی تھی ایک ملو خان جس نے قادر شاہ کا لقب اختیار کر لیا تھا اور دوسرا جپوت حکمران پورن مل اب ان دونوں سے نمٹنے کے لیے شیر شاہ سوری دہلی سے ہوا تھا۔

مالوہ پر حملہ آور ہونے کے لیے شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ دہلی سے آگرہ وانہ ہوا۔ آگرہ میں قیام کے دوران شیر شاہ سوری کو اس کے والئی بہار شجاعت ن کا ایک خط ملا جس میں تحریر تھا کہ گوالیار قلعہ کے ہمایوں کے گورنر ابو القاسم نے ں سے صلح کر لی ہے اور ابو القاسم کے مطابق جب شیر شاہ سوری خود گوالیار پہنچے گا ب وہ اس قلعہ کو شیر شاہ سوری کے سپرد کر دے گا۔

دہلی سے آگرہ روانہ ہوتے وقت شیر شاہ سوری نے خواص خاں کی جانب قاصد

روانہ کر دیئے تھے اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ دہلی کے بجائے اب آگرہ پہنچے۔ اب جو شیر شاہ سوری کو شجاعت خان کی طرف سے خط ملا تو وہ خواص خان کا انتظار کئے بغیر آگرہ سے روانہ ہوگیا اور مزید قاصد اس نے لاہور کی طرف روانہ کئے خواص خان کو اطلاع دی کہ وہ اس کا انتظار کئے بغیر روانہ ہو چکا ہے لہٰذا وہ اس کے پیچھے پیچھے مالوہ کا رخ کرے۔

شیر شاہ سوری نے شجاعت خان کا پیغام سننے کے بعد آگرہ سے کوچ کیا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ گوالیار کے راستے مالوہ کے مرکزی شہر مانڈو کا رخ کیا جائے۔ آگرہ سے گوالیار کی طرف جانے کے لیے شیر شاہ سوری اٹاوہ سے بھینڈ کی جانب کوچ کیا۔ کالپی پہنچنے پر سمبل کے فوجدار نے بلگرام سے بھاگے ہوئے آخری مغل سردار بیرم خان کو شیر خان کے حوالے کر دیا۔ شیر خان کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اس نے ہمایوں کے سالار بیرم خان کو گرفتار کر رکھا تھا۔ بیرم خان کو شیر شاہ سوری کے سامنے پیش کیا۔ شیر شاہ نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کیا اور وہ ایک قیدی کی حیثیت سے شیر شاہ سوری کے لشکر میں سفر کرتا رہا۔

بہرحال شیر شاہ سوری آگرہ سے گوالیار پہنچا اور گوالیار کے مغل والی ابوالقاسم نے حسب معاہدہ قلعہ شیر شاہ سوری کے حوالے کر دیا۔ ابو القاسم جو ہمایوں کی طرف سے گوالیار قلعے کا حاکم تھا ایک سال کے محاصرے کے بعد رسد کی کمی کی وجہ سے شیر شاہ کے سپہ سالار اور حاکم بہار شجاعت خان سے صلح کرنے پر مجبور ہوا تھا۔ ابو القاسم کو بھی قیدی بنا کر شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر میں رکھ لیا تھا۔ بیرم خان کی طرح ابوالقاسم کا مستقبل بھی فی الحال تاریک ہی تھا۔

شیر شاہ سوری کا لشکر گوالیار سے کوچ کر کے مالوہ کی شمالی سرحد کے قریب پہنچا تب شیر شاہ سوری نے اچانک اپنا رخ بدل لیا اور شمال کی طرف سے براہ راست مالوہ کو ہدف بنانے کے بجائے وہ جنوب مغرب کی طرف گاگروں کے مقام کی طرف مڑ گیا۔ یہ خبر جب مالوہ کے مختلف حکمرانوں کو پہنچی تو انہوں نے خوشیاں منائیں وہ یہ خیال کرنے لگے تھے کہ شیر شاہ سوری مالوہ سے ٹل گیا ہے اور اب وہ کسی اور سمت نکلے گا۔

شیر شاہ سوری جنگ کا بڑا وسیع تجربہ رکھتا تھا۔ پھر یہ سارے علاقے اس کے بھالے تھے۔ گاگروں کمندرہ نام کے کوہستانی سلسلے کی آخری مشرقی سرحد پر واقع ہے۔ ان پہاڑیوں سے ہو کر مالوہ سے مشرقی راجپوتانہ کو راستہ جاتا ہے۔ مالوہ پر حملہ آور ہونے کے لیے جو طریقہ کار شیر شاہ سوری اختیار کر رہا تھا اس کا پتہ ابھی تک ت خان کو بھی نہیں تھا۔ شجاعت خان یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ لشکر کی منزل کیا ہو نکہ اس کا آقا شیر شاہ سوری اپنے ارادوں کو چھپانے میں بڑا طاق اور ماہر تھا۔

اس طرح گاگروں کے قریب کوہستانی سلسلے میں داخل ہو کر شیر شاہ سوری نے سے پہلے اس درے پر قبضہ کر لیا جو مالوہ سے مشرقی رجپوتانہ کے راستے پر تھا۔ ے قبضہ کرنے سے شیر شاہ سوری کا مقصد یہ تھا کہ مالوہ کے بڑے حصے کے حکمران ر شاہ کو راجپوتانہ یا کسی دوسرے علاقے سے اس درے کے ذریعے رسد اور کمک سامان نہ پہنچ سکے۔ اور اگر کوئی ضرورت کے وقت قادر شاہ کی مدد کو آئے تو اس کو یں روک دیا جائے۔

پھر شیر شاہ سوری دفعتاً جنوب کی جانب سارنگ پور کی طرف مڑ گیا جو گھاگروں ایک سو بیس میل ہے۔ اس وقت قادر شاہ اجین میں تھا جو کہ سارنگ پور سے بیاً سو میل کے فاصلے پر جنوب مغرب میں ہے۔

قادر شاہ اجین سے باہر بھی نہ نکل پایا تھا کہ شیر شاہ نے سارنگ پر بلا کسی لڑائی قبضہ کر لیا۔ قادر شاہ فطرتاً خوف زدہ ہو کر اپنے مرکزی شہر مانڈو کی جانب چلا جو اجین سے سو میل جنوب میں واقع ہے۔ شیر شاہ سوری کے اس دفعتاً اور حملے سے وہ سراسیمہ اور ہواس باختہ ہو کر رہ گیا تھا۔ یوں تو قادر شاہ کے پاس مان جنگ کا کافی سامان تھا۔ مگر اس میں شیر شاہ سوری کی سی الوالعزمی اور دشمن کا ابلہ کرنے کا دم خم نہ تھا کہ وہ اس سے تنہا جنگ کرتا یا موت کی آنکھوں میں کھیں ڈال کر لڑ سکتا۔

اسی موقع پر اگر قادر شاہ ہمت سے کام لیتا اور اپنے مضبوط قلعے میں رہ کر دشمن مقابلہ کرتا تو ممکن تھا کہ اس عرصے میں مالوہ کے چھوٹے بڑے حکمرانوں اور واروں کو آپس میں متحد ہونے کا موقع مل جاتا اور تب وہ ایک پرچم کے سائے میں

شیرشاہ سوری کا مقابلہ کر لیتے۔ اگر ایسا ہوتا تو اگر وہ شیر شاہ سوری کو وہ پسپا نہ کرتے تو کم از کم کچھ عرصہ اپنا دفاع ضرور کر لیتے۔

دوسری طرف شیر شاہ سوری نے کئی ہفتوں تک سارنگ پور میں کچھ اس طرح قیام کئے رکھا گویا کہ وہ یہاں ایک حملہ آور کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک قانونی اور جائز حکمران کی حیثیت رکھتا ہو۔ سارنگ پور تک پہنچنے میں شیر شاہ سوری نے نہ خون کا ایک قطرہ گرایا نہ اس نے اپنے لشکریوں کو لوٹ مار اور غارتگری کرنے کی اجازت دی نہ رعایا میں سے کسی کو غلام بنانے کی کوشش کی نہ کسی قسم کی تباہی اور بربادی کی نوبت آئی اور یہ ساری باتیں شیر شاہ سوری کی انسان دوستی اور انصاف پسندی کی دلالت کرتی ہیں۔

شیر شاہ سوری جس وقت سارنگ پور ہی میں قیام کئے ہوئے تھے اور مالوہ کا حکمران قادر شاہ اجین سے اپنے مرکزی شہر مانڈو کی طرف بھاگ گیا تھا۔ مانڈو میں قیام کے دوران قادر شاہ کے سفیر سیف خان نے قادر شاہ کو مشورہ دیا کہ وہ فوراً سارنگ پور جا کر شیر شاہ سوری کی خدمت میں حاضر ہو اور اس سے مصالحت کر لے۔ اپنے مشیر سیف خان کی یہ تجویز قادر شاہ کو پسند آئی لہٰذا چند محافظ دستے اس نے لئے اور مرکزی شہر مانڈو سے نکل کر دوبارہ وہ اجین پہنچ گیا۔ یہاں سے اس نے اپنا ایک سفیر سارنگ پور اطاعت کا پیغام دیکر بھیجا پھر اس سفیر کے پیچھے پیچھے دن خود بھی اپنے دو سو گھوڑ سواروں کے ساتھ اجین سے سارنگ پور کی طرف روانہ ہوا۔

قادر شاہ اپنے محافظ دستوں کے ساتھ جب سارنگ پور پہنچا تو شیر شاہ سوری نے بڑی گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا۔ قادر شاہ نے بڑے عمدہ الفاظ اور بڑے شستہ لہجے میں شیر شاہ سوری سے گفتگو کی اور بغیر کسی شرط کے مالوہ کی اپنی ریاست شیر شاہ سوری کو پیش کر دی۔ شیر شاہ سوری نے قادر شاہ کے اس عمل کے عوض اس کی شاہانہ شان کے مطابق گلنار خیمہ اور دوسرے بیش بہا لوازمات اس کو عطا کئے۔

قادر شاہ کے سارنگ پور پہنچتے ہی شیر شاہ نے حکم دیا کہ سارنگ پور سے پڑاؤ اٹھا لیا جائے اور اجین کی طرف کوچ کیا جائے۔ شیر شاہ سوری کا یہ حکم سنتے ہی اس کا لشکر سارنگ پور سے اجین روانہ ہوا۔ یہ طویل سفر کم از کم پانچ منزل کا تھا اس سفر

ے دوران شیر شاہ اور قادر شاہ رسمی تعلقات اور عوام کی نظر سے دور ایک دوسرے ے گہرے دوست ہو گئے۔

اس سفر کے دوران دونوں ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو اپنے گھوڑوں پر سوار ہو اجین کی طرف بڑھتے رہے۔ انہوں نے اپنی ابتدائی طوفانی زندگی کے راز ایک سرے پر آشکارہ کئے۔ ملو خان عرف قادر شاہ اس سے بیشتر کئی سلطانوں کی خدمت کرہ چکا تھا اس نے کئی بار ایسی فوجوں کی کمان کی جو شیر شاہ سوری کے اس لشکر ہ زیادہ تھی جو اجین کی طرف کوچ کر رہا تھا۔ لہٰذا اس نے بھی مزے لے لے کر رشاہ سوری کو اپنے تجربات اپنی ماضی کی داستانیں سنائیں۔

بہرحال سارنگ پور سے اجین کے اس سفر کے دوران شیر شاہ سوری اور قادر ہ دونوں ایک دوسرے کے گہرے رفیق اور دوست بن گئے۔ اس سفر کے دوران در شاہ شیر شاہ سوری کے عسکری انتظام سے بڑا متاثر ہوا۔ اس نے اپنی زندگی میں ی لشکر کو بھی اتنی وقت کی پابندی کے ساتھ کچھ کرتے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے یہ دیکھا کہ شیر شاہ سوری کا لشکر ریت گھڑی کے مطابق سفر کرتا تھا۔ شام کو اپنے ؤ کے چاروں طرف لشکر دمدمے کھود لیتا تھا گویا کہ اسے دشمن کے حملے کا ڈر ہو۔ ر سو لوٹ مار کرنے کے بجائے اپنے خیموں میں سادے لشکری رہتے تھے۔

ارنگ پور سے اجین کی طرف جاتے ہوئے جب ایک جگہ شیر شاہ سوری نے اپنے کر کے ساتھ پڑاؤ کیا تو قادر شاہ پڑاؤ میں گھومتا رہا۔ اس نے دیکھا کچھ افغان لشکری ہی بیلداروں کی طرح زمین کھود کر دمدمے بنا رہے تھے۔ اس موقع پر اپنے ایک قی کو مخاطب کر کے قادر شاہ نے کہا ان افغان لشکریوں کا آقا ان سے بہت سخت م لیتا ہے اور ان کی حالت بہت خراب ہے۔ شیر شاہ سوری کے لشکریوں نے قادر اہ کے یہ الفاظ سن لئے اور ایک طرح کی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے قادر شاہ کا اق اڑایا۔ اس موقع پر شیر شاہ کے ایک لشکری نے جواب دیا۔

"ہمیں اس سخت محنت سے مسرت حاصل ہوتی ہے کیونکہ ہمارا آقا بھی ہماری رح سخت محنت کرتا ہے"۔

قادر شاہ کو یہ جواب سن کر انتہائی تعجب ہوا کہ شیر شاہ کے سپاہی اس کو اس

درجہ پیار کیوں کرتے ہیں جبکہ وہ ان سے بے حد جان توڑ کام لیتا ہے۔

لشکر کے ساتھ سفر کرتے ہوئے اور لشکر کے اندر پڑاؤ کرتے ہوئے قادر شاہ نے یہ بھی دیکھا کہ سپاہیوں کی تفریح طبع کا لشکر میں کوئی سامان نہ تھا۔ لشکریوں کے ساتھ بھانڈ یا ظریف نہ رہتے تھے۔ نہ ناچنے والی طوائفوں کا کوئی گروہ تھا جو ان کی خشک زندگی میں وقتاً فوقتاً رنگینی پیدا کر سکتا۔ بہرحال یہ ساری صورت حال دیکھتے ہوئے قادر شاہ شیر شاہ سوری اور اس کے لشکریوں سے بے حد متاثر ہوا تھا۔

مالوہ کے حکمران قادر شاہ نے سیاسی زیرکی سے شیر شاہ سوری کی اطاعت قبول کر لی تھی اس سے شیر شاہ کے سامنے ایک نازک صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ مانڈو کی ریاست پر فوراً تسلط کر لینا اور قادر شاہ کو قید کرنا اس کی نظروں میں ایک نفرت انگیز ذلیل کام تھا۔ اس کے برعکس قادر شاہ کے اعمال نامے کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو اس کی ریاست واپس دیکر با جگذار حاکم بنانا بھی دانائی سے بعید ہوتا اس لیے کہ ماضی میں یہی لوطخان جواب قادر شاہ تا انتہائی خطرناک ثابت ہوتا رہا تھا۔

شیر شاہ سوری کو قادر شاہ کے ساتھ رہتے ہوئے اس بات کا احساس ضرور ہو گیا تھا کہ قادر شاہ بلاشبہ ایک عقلمند حکمران ہے اور شاہی رتبے کا حقدار ہے لہٰذا اسے کم از کم صوبے کا گورنر تو ضرور بنانا چاہیے۔ اجین پہنچنے کے بعد شیر شاہ سوری نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ کہ اس نے قادر شاہ کے نام ایک فرمان جاری کر دیا اس فرمان کے تحت شیر شاہ سوری نے قادر شاہ کو مالوہ کے بجائے لکھنوتی کا حاکم مقرر کر دیا۔

مالوہ کے دیگر حکمرانوں نے جب دیکھا کہ قادر شاہ جو ان سے زیادہ طاقتور ہے اس نے شیر شاہ سوری کی اطاعت قبول کر لی ہے تب وہ بھی شیر شاہ سوری کی طرف متوجہ ہوئے دریائے نربدا کے جنوبی حصے کا حاکم معین خان از خود اجین میں شیر شاہ سوری کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی اطاعت پیش کی اور اس نے شیر شاہ سوری کی ملازمت اختیار کر لی۔ شیر شاہ سوری نے اس کی اطاعت کو قبول کیا اور اس کی جاگیر اسے واپس کر دی۔

گجرات سے بھی عالم خالوری اور دریا خان جو گجرات کے نابالغ بادشاہ کا ولی و

پرست تھا دونوں شیر شاہ سوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیر شاہ نے ان کو سیاسی مہاجرین سمجھ کر اپنے یہاں پناہ دی اور انہیں اجین اور سارنگ پور کا حاکم بنا کر ان کے گذارے کا معقول انتظام کر دیا۔ جن دنوں شیر شاہ سوری نے اجین میں قیام کر رکھا تھا انہیں دنوں خواص خان بھی اپنے لشکر کے ساتھ لاہور سے شیر شاہ سوری کے پاس اجین پہنچ گیا تھا۔

جس وقت اجین میں قیام کے دوران مالوہ کے چھوٹے بڑے حکمران شیر شاہ سوری کی خدمت میں حاضر ہو کر شیر شاہ سے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کی کوشش کر رہے تھے اور شیر شاہ سوری ان کی ریاستیں واپس لوٹا رہا تھا قادر شاہ کو بڑا دکھ اور صدمہ ہوا۔ وہ بھی یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ شیر شاہ سوری مالوہ کو فتح کرنے کے بعد مالوہ کی حکمرانی اس کے سپرد کر دیگا لیکن جب شیر شاہ سوری نے اسے مالوہ کے بجائے لکھنوتی کا حاکم مقرر کر دیا تو قادر شاہ کو شیر شاہ سوری کے اس فرمان سے بڑی مایوسی ہوئی لیکن وہ چاروں طرف سے شیر شاہ سوری کے شکنجے میں پھنسا ہوا تھا۔ اس کے لیے شیر شاہ سوری کے حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ تاہم وہ شیر شاہ سوری سے نجات پانے کے لیے اندر ہی اندر تدبیریں کرنے لگا۔ قادر شاہ نے اجین میں قیام کے دوران اپنے بیوی بچوں اور دیگر متعلقین کو اکٹھا کیا اور ایک ایسی جگہ پر اپنے خیمے لگائے جو شیر شاہ سوری کے لشکر اور اجین شہر کے درمیان تھی۔ اس موقع پر شیر شاہ سوری نے قادر شاہ کو اپنے خیمے میں بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ بیوی بچوں اور متعلقین کو لکھنوتی کی طرف روانہ کر دے اس روانگی کے کچھ عرصے بعد خود بھی چلا جائے۔ قادر شاہ کچھ اور چیز سوچ رہا تھا اس معاملے کو ٹالنے کے لیے اس نے کہا۔

میں آپ کے حکم کے مطابق لکھنوتی تو چلا جاؤں لیکن میرے پاس باربرداری کے جانور نہیں ہیں۔ شیر شاہ سوری نے فوراً حکم دیا کہ قادر شاہ کو سو اونٹ اور سو خچر دیئے جائیں۔ جب باربرداری کے یہ جانور قادر شاہ کو مل گئے تو قادر شاہ نے اپنا سامان ان پر لادا اور اپنے رشتے داروں اور لواحقین کو بھی کوچ کے لیے تیار کر لیا مگر دوسرے ہی روز شیر شاہ سوری کو خبر ملی کہ قادر شاہ لکھنوتی کی طرف جانے

کے بجائے گجرات کی طرف بھاگ گیا ہے اور باغی اور سرکش ہو گیا ہے۔

شیر شاہ سوری نے شجاعت خان کو اس کے تعاقب میں لگایا اور اسے حکم دیا کہ ہر صورت میں قادر شاہ کو پکڑ کر لائے لیکن شجاعت خان ناکام رہا۔ گجرات کی سرحد اجین سے تقریباً سو میل سے کچھ زیادہ دور تھی اور قادر خان شجاعت خان سے کئی ساعتیں پیشتر فرار ہو چکا تھا۔ جب شجاعت خان قادر خان کو پکڑنے میں ناکام لوٹا تو شیر شاہ سوری شجاعت خان کی اس سستی اور لاپرواہی پر بڑا برہم ہوا۔ تاہم اب معاملہ ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ قادر شاہ فرار ہو کر گجرات جا چکا تھا اور وہ مستقبل میں شیر شاہ سوری کے لیے خطرہ بھی بن سکتا تھا۔

اب صورتحال یہ تھی کہ مالوہ میں رائے سین کے راجہ پورن مل کے علاوہ ہر چھوٹے بڑے حاکم نے شیر شاہ سوری کی اطاعت قبول کر لی تھی ۔ اب تک رائے سین کا راجہ پورن مل اپنی جگہ مضبوط بیٹھا ہوا تھا اس کی نگاہ میں راجپوتوں کی خود واری اور تہور تھی۔ اسے اپنی فوج کی طاقت اور قلعے کی مضبوطی پر بڑا یقین تھا اس کے علاوہ اس نے ابھی تک شیر شاہ سوری کی جرات مندی بہادری، شجاعت اور غیض و غضب کا مشاہدہ نہ کیا تھا۔ لہٰذا وہ یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ وہ تن تنہا شیر شاہ سوری کا مقابلہ کر کے اپنے علاقے کو اس کی شکست و ریخت سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

لیکن یکے بعد دیگرے جب مالوہ کے سارے ہی حکمران شیر شاہ سوری کے سامنے اپنے سر کو اطاعت کے طور پر خم کر چکے اور رائے سین کے راجہ پورن مل کو یہ خبریں ملنے لگیں کہ شیر شاہ سوری اب اپنے سارے لشکر کو حرکت میں لاتے ہوئے مالوہ کے مرکزی شہر مانڈو سے نکل کر رائے سین کی طرف روانہ ہونے والا ہے تاکہ پورن مل پر حملہ آور ہو۔ یہ خبریں سن کر پورن مل کے پاؤں تلے سے زمین کھسکنے لگی تھی۔ اس لیے کہ اس کے ہر مشیر نے اسے یہی مشورہ دیا تھا کہ وہ شیر شاہ سوری کا مقابلہ نہ کرے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اسے شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بہتر یہی ہے کہ مالوہ کی سرزمینوں کے دوسرے بڑے حکمرانوں کی طرح وہ بھی شیر شاہ سوری کی خدمت میں حاضر ہو کر سر اطاعت خم کر دے۔

ان حالات میں رائے سین کے راجہ پورن مل کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ

کار نہ رہا کہ وہ اپنے مشیروں کے مشورے کے مطابق شیر شاہ سوری کی خدمت میں حاضر ہو اور دوسرے حکمرانوں کی طرح اس کی اطاعت قبول کر لے۔ اس فیصلے کے ساتھ ہی رائے سین کا راجہ پورن مل چھ ہزار گھوڑ سواروں کے ساتھ شیر شاہ سوری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیر شاہ نے اس کا بہترین استقبال کیا اور اسے بیش قیمت خلعتیں دیں اور انعامات سے بھی نوازا۔ ضمانت کے طور پر پورن مل نے اپنے بھائی [illegible] کو یرغمال کے طور پر شیر شاہ سوری کے پاس رکھا۔ شیر شاہ سوری نے اسے اس کا علاقہ واپس کر دیا اور پورن مل نے یہ عہد کیا کہ وہ ہمیشہ شیر شاہ سوری کا فرمانبردار اور اطاعت گذار بن کر رہے گا۔

اب شیر شاہ سوری کے سامنے ہندوستان میں جو سب سے بڑی اور مضبوط قوت تھی وہ راجپوتانہ کا راجہ ملادیو تھا۔ راجہ مالدیو کی طاقت اور قوت شیر شاہ سوری سے کئی گنا اور کہیں زیادہ تھی۔ اسی بناء پر شیر شاہ مالوہ سے فارغ ہونے کے بعد راجپوتانہ کے راجہ مالدیو پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے وہ اپنی پوری تیاریاں کرنا چاہتا تھا۔ تاہم راجپوتانہ پر اپنا رعب اور دبدبہ قائم کرنے کے لیے شیر شاہ سوری نے مالوہ کے حالات درست کر کے وہاں اپنا ایک لشکر متعین کر کے راجپوتانہ کا رخ کیا۔

ایسا کر کے شاید شیر شاہ سوری راجپوتانہ کے اندر مالدیو کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگانا چاہتا تھا۔ مالوہ سے نکل کر راجپوتانہ کے قلعے رن تھمبور کا شیر شاہ سوری نے رخ کیا۔

رنتھمبور کے قلعے پر کبھی چوہان راجپوت کو بڑا ناز ہوا کرتا تھا۔ یہ قلعہ بوندی کی [illegible] پر جے پور ریاست میں ہے۔ چتوڑ کے ساتھ ساتھ اس قلعے پر بھی ہمایوں کے دور میں گجرات کے حاکم بہادر شاہ کا قبضہ ہو گیا تھا جب سے یہاں ایک گجراتی لشکر متعین تھا۔ جس کا کماندار ایک شخص عثمان خان تھا جسے ہمایوں نے خان خاناں کا خطاب دے رکھا تھا۔

بہادر شاہ کے انتقال کے بعد رنتھمبور کا حاکم عثمان خان مالوہ کے حاکم قادر شاہ سے مل گیا تھا۔ یہ قلعہ اپنی حفاظت کے لیے اب بھی اتنا محکم اور پائیدار تھا جتنا کہ پہلے ہوا کرتا تھا۔ لیکن اس کا حکمران عثمان خان اب بوڑھا ہو چکا تھا اور عالم ضعیفی میں

وہ اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا کہ شیر شاہ سوری کا مقابلہ کر سکے۔ لہٰذا شیر شاہ سوری کا مقابلہ کرنے کے بجائے عثمان خان نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ پر امن طور پر وہ رنتھمبور کا قلعہ شیر شاہ سوری کے حوالے کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لڑے بغیر عثمان خان نے یہ قلعہ شیر شاہ سوری کے حوالے کر دیا۔ شیر شاہ سوری نے اس مضبوط اور مستحکم قلعے کو اپنے بیٹے عادل خان کے حوالے کیا۔ اور خود اپنے لشکر کے ساتھ وہ آگرہ کی طرف چلا گیا۔ رن تھمبور کا قلعہ ایک طرح سے راجپوتانہ کے حکمرانوں پر ایک طمانچہ تھا کہ جس طرح شیر شاہ سوری رن تھمبور پر قبضہ کر سکتا ہے اسی طرح وہ راجپوتانہ کے دیگر قلعوں پر بھی قبضہ کر کے وہاں کے سارے حکمرانوں کو وہ مالوہ کی طرح اطاعت گزار بنا سکتا ہے۔

○

آگرہ میں شیر شاہ سوری نے خواص خان کو اپنی رہائش کے قریب ہی ایک ایسی ہی عمدہ حویلی مہیا کی تھی جیسی اس نے رہتاس میں خواص خان کو دی تھی۔ ایک روز جبکہ خواص خان اور گنگا دونوں آگرہ کے بازار میں خرید و فروخت کے لیے گئے ہوئے تھے اور کملاوتی اپنی خوابگاہ میں اکیلی تھی کہ ایک محافظ اس خوابگاہ کے دروازے پر آیا اور کملاوتی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ خاتون محترم۔ دو جوان آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ دونوں کا کہنا ہے کہ وہ آپ کے بھائی مہاکوی کی طرف سے آئے ہیں۔ اس پہریدار کے ان الفاظ پر کملاوتی چونکی اور اس محافظ کو مخاطب کر کے کہنے لگی اگر ایسا ہے تو ان دونوں کو فوراً" میرے پاس بھیجو تا کہ میں دیکھوں کہ وہ کس غرض سے یہاں آئے ہیں۔ وہ محافظ کملاوتی کے ان الفاظ کے ساتھ ہی وہاں سے پیچھے ہٹ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دو جوان کملاوتی کے کمرے میں داخل ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی کملاوتی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور ان دونوں کو اپنے سامنے خالی نشستوں پر بیٹھنے کو کہا۔ خود بھی وہ بیٹھ گئی تھی پھر کملاوتی نے انہیں مخاطب کر کے پوچھا تم کون ہو اور کیا پیغام لیکر آئے ہو اس پر ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

دیکھ کملاوتی میرا نام ملوک چند اور میرے ساتھی کا نام منوہر داس ہے ہمیں آپ کی طرف آپ کے بھائی مہاکوی نے روانہ کیا ہے اس کا کہنا ہے کہ تم جا کر میری بہن

کملاوتی سے ملو اس کے بعد جو کام وہ کہے اس پر عمل کرو کملاوتی نے تھوڑی دیر تک ارے ان دونوں کی طرف دیکھا پھر پوچھنے لگی کیا میرے بھائی مہاکوں نے تمہیں اس لم سے متعلق کچھ روشنی نہیں ڈالی جس کے لیے تمہیں بھیجا گیا ہے اس موقع پر ک چند کے بجائے منوہر داس بولا۔

دیکھ کملاوتی آپ کے بھائی مہاکوی نے ہمیں یہ کہا تھا کہ یہاں تک کہتے کہتے وہ ہر داس اچانک رک گیا پھر راز داری میں کہنے لگا۔ کملاوتی جو بات میں کہنا چاہتا ک گیا وہ میں یہاں کہہ سکتا ہوں یہاں کوئی خطرے کی بات تو نہیں کملاوتی نے پہلے دارے کی طرف دیکھا پھر بولی جو کہنا چاہتے ہو سرگوشی میں کہو اس پر منوہر داس ی آواز میں کہہ رہا تھا۔

کملاوتی دراصل آپ کے بھائی مہاکوی نے ہمیں اس لیے آپ کی طرف روانہ کیا تاکہ ہم آپ سے ملیں اور آپ کی مدد سے خواص خان کو ٹھکانے لگانے کی شش کریں۔ منوہر داس کے اس انکشاف پر کملاوتی کے چہرے پر گہری مسکراہٹ ہوئی تھی پھر اس نے وہ پر مسرت لہجے میں کہنے لگی۔

دیکھ منوہر داس تمہارا کہنا درست ہے واقعی میرے چچا زاد بھائی نے تمہیں اسی لیے بھیجا ہے سنو فی الحال یہ وقت اس کام کے لیے موزوں اور مناسب نہیں و میرے بھائیوں خواص خان کے ساتھ اب میں خواص خان کی بیوی گنگا اور ایک معتمد خاص نیرل کو بھی ٹھکانے لگانا چاہتی ہوں حالانکہ نیرل کو میں نے پناہ میں لے رکھا ہے۔ لیکن میں اس کو زندہ نہیں رہنے دوں گی اس لیے کہ وہ موقع پر میرے راز سے پردہ اٹھا کر میرے لئے خطرہ کا باعث بن سکتی ہے۔

سنو میرے دونوں بھائیوں فی الحال دونوں آگرہ کی کسی سرائے میں قیام کرو گے کے لیے سارے اخراجات میں تمہیں مہیا کروں گی مجھ سے زیادہ ملنے اور ملاقات ہ کی بھی کوشش مت کرنا اس پر ملوک چند کہنے لگا ہم تو گزشتہ کئی روز سے آگرہ ٹھرے ہوئے ہیں اور جب ہمیں خبر ہوئی کہ خواص خان اور گنگا دونوں آگرہ کے ں گئے ہوئے ہیں تب ہم اس وقت کو مناسب سمجھتے ہوئے آپ سے ملاقات چلے آئے۔

کملاوتی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ تم نے بڑا اچھا کیا اور تم بڑے اچھے وقت پر آئے ہو سنو فی الحال گنگا نیرل اور خواص خان میں سے کسی پر بھی ہاتھ نہیں اٹھایا جا سکتا سنو جو حالات یہاں سامنے آ رہے ہیں ان کے مطابق شیر شاہ سوری عنقریب اپنے لشکر کے ساتھ راجپوتانہ پر حملہ آور ہونے کے لیے یہاں سے کوچ کرے گا اس کے یہاں سے کوچ کرنے کے بعد ہم اپنے اصل کام کی طرف آئیں گے سنو میرے دونوں بھائیوں جس وقت خواص خان یہاں سے کوچ کرے گا اس کی بیوی کی حیثیت سے میں بھی اس کے ساتھ راجپوتانہ چلی جاؤں گی گنگا خواص خان کے ساتھ نہیں ہو گی اس لیے کہ گنگا امید سے ہے اس کے ہاں بیٹے کی پیدائش متوقع ہے اس لیے خواص خان اسے یہیں آگرہ ہی میں چھوڑ جائے گا اور اس کی دیکھ بھال کے لیے یقیناً" نیرل کو یہاں رکھا جائے گا جب میں اور خواص خان راجپوتانہ کی طرف چلے جائیں گے تو ہماری غیر موجودگی میں تم دونوں حرکت میں آؤ گے نیرل اور گنگا دونوں پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کر دو گے پر یہ کام اس وقت کرنا جب گنگا کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہو جائے اس لیے کہ میں بہرحال ان دنوں خواص خان کی بیوی ہوں اور اس کی زوجیت ادا کر رہی ہوں اس ناطے سے میں نہیں چاہتی کہ خواص خان کا شجرہ نسب خراب ہو میں چاہتی ہوں کہ خواص خان اور گنگا کی موت کے بعد کم از کم اس کا بیٹا تو زندہ رہے جو خواص خان کا نام لینے والا ہو سنو جب گنگا کے ہاں بیٹے کی پیدائش"

کملاوتی مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ملوک چند بول پڑا اور کہنے لگا۔

کملاوتی آپ کس بناء پر اس قدر وثوق سے کہہ رہی ہیں کہ گنگا کے ہاں بیٹا ہی ہو گا بیٹی بھی ہو سکتی ہے اس پر کملاوتی نے قہقہہ لگایا اور کہنے لگی۔

بیٹا ہو یا بیٹی میرے کہنے کا مقصد ہے کوئی تو باقی رہے جو خواص خان کا نام لینے والا ہو بہرحال بچے کی پیدائش کے کم از کم تین ماہ بعد تم گنگا اور نیرل دونوں کا خاتمہ کر دینا اگر اس تین ماہ سے پہلے شیر شاہ سوری راجپوتانہ سے لوٹ آئے تو تب تم کام حرکت میں آنا اور ان دونوں کا خاتمہ کر دینا بچے کو کچھ مت کہنا میں چونکہ خواص خان کے ساتھ رجپوتانہ میں ہوں گی لہٰذا مجھ پر کوئی شک نہیں کرے گا گنگا اور نیرل دونوں کا خاتمہ کرنے کے بعد تم دونوں پھر پہلے کی طرح اسی سرائے میں قیام کرنا

جہاں تم نے رہائش رکھی ہوئی ہو گی اس سلسلے میں تم دونوں کو کچھ شک ہو تو

منوہر اس کہنے لگا کملاوتی ہم دونوں کو کوئی شک نہیں اب سارا معاملہ کھل کے سامنے ہے اس پر کملاوتی اپنی جگہ سے اٹھی لوہے کا ایک صندوق اس نے کھولا اس سے نقدی کی ایک تھیلی نکالی اور ملوک چند کی گود میں رکھتے ہوئے کہنے لگی یہ تھیلی ہے اس سے تم کافی عرصہ تک اپنے اخراجات پورے کر سکتے ہو اب اور آگرہ کی کسی سرائے میں قیام کر لو اس کے ساتھ ہی ملوک چند اور منوہر دونوں خواص خان کی حویلی سے چلے گئے تھے۔

○===○===○

شیر شاہ سوری کے ہاتھوں زک اور شکست اٹھانے کے بعد ہمایوں پنجاب سے سندھ میں داخل ہوا اور روہڑی پہنچا۔ روہڑی کا حاکم سندھ کے حکمران شاہ حسین کا ماتحت تھا ہمایوں نے اس سے مدد مانگی کہ وہ روہڑی کا قلعہ اس کے حوالے کر دے شاہ حسین کے اس فوجدار نے ہمایوں پر ترس کھایا اور ہمایوں کے پیغام کے جواب میں ازراہ ہمدردی اور مروت اس فوجدار نے کئی صد کشتیوں پر لدا غلہ لاد کر ہمایوں کے لشکر میں بھیج دیا۔ اس کے بعد ہمایوں نے جب دیکھا کہ قلعہ اسے دینے میں لیت و لعل سے کام لیا جا رہا ہے تو اس نے براہ راست اپنے قاصد سندھ کے حاکم شاہ حسین کی طرف بھجوائے اور اسے کہلا بھیجا کہ فی الفور ٹھٹھہ سے ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہو۔

ہمایوں نے یہ بھی دھمکی دی تھی کہ اگر شاہ حسین نے آنے میں دیر کی تو وہ ٹھٹھہ پر حملہ آور ہو جائے گا سندھ کے فرمانروا نے دور سے ہی ہمایوں کو اپنا سلام بھیج دیا اور چند روز کے بعد روہڑی سے ہمایوں کے لشکر میں جانے والی ساری رسد کو راستے ہی میں ضائع کروا دیا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمایوں اور سندھ کے حکمران شاہ حسین میں جنگ چھڑ گئی۔

ہمایوں کے پاس نہ تو توپ خانہ تھا نہ کشتیاں پھر بھی اس نے بذات خود سندھ کے

ان شاہ حسین سے ٹکرانے کا عہد کر لیا ہمایوں کا بھائی مرزا ہندال اور چچا ناصر مرزا دریا پار کر کے سندھ کے مغربی کنارے پر موجودہ ضلع لاڑکانہ کے ایک مقام پاتر پر گئے ہوئے تھے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آگے بڑھیں اور ان پر حملہ آور ہو جائیں۔

لیکن بدقسمتی کہ ہمایوں کا چچا ناصر مرزا اور بھائی مرزا ہندال باہمی جھگڑے اور شکار ہو گئے اور ہمایوں کا ساتھ چھوڑ کر بھاگنے کی سوچنے لگے ہمایوں کو جب صورت حال کی خبر ہوئی تو وہ بذات خود روہڑی سے پاتر آیا تاکہ مرزا ہندال اور چچا ناصر مرزا کے درمیان صلح کرا دے اور سندھ فتح کر کے اس پر اپنا قبضہ کرے اتفاق ایسا ہوا کہ صورت حال بد سے بدتر ہو گئی مرزا ہندال اور ناصر مرزا کے ان غلط فہمیاں اور شکوک بڑھ گئے۔

یہاں مزید بدقسمتی یہ ہوئی کہ پاتر میں قیام کے دوران ہمایوں اپنے بھائی مرزا ل کے استاد بابا دوست کی ایک ۱۴ سالہ لڑکی حمیدہ بانو پر فریفتہ ہو گیا اس واقعہ سے ں کے تمام گھرانے میں ایک طوفان برپا ہو گیا لیکن ہمایوں نے بڑے صبر اور ن سے کام لیا اور حمیدہ بانو سے نکاح کر کے وہ اسے اپنے ساتھ روہڑی لے گیا ن کی اس حرکت پر اس کا بھائی مرزا ہندال بڑا خفا اور برگشتہ ہوا لہٰذا وہ ہمایوں کو کر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ قندھار کی طرف چلا گیا۔

اس موقع پر ہمایوں کا چچا ناصر مرزا بھی ہمایوں کو چھوڑ کر چلا جانا چاہتا تھا لیکن ں نے بمشکل تمام اسے پھسلایا اور اس شرط پر اس کو اپنے ساتھ روہڑی لایا کہ ان کی سلطنت کو دوبارہ تسخیر کرنے کے بعد ہمایوں ایک تہائی حصہ اپنے چچا ناصر کو دے گا۔ ہمایوں کو قوی امید تھی کہ جلد از جلد وہ اس کام میں کامیاب ہو ئے گا ناصر مرزا کے ساتھ یہ معاہدہ کرنے کے بعد خود ہمایوں اپنے حصے کے لشکر کے ر سیہون چلا گیا جبکہ بھکر کے محاصرے کی کمان اس نے اپنے چچا ناصر مرزا کو سونپ تھی۔

اسی اثناء میں سندھ کا حکمران شاہ حسین حرکت میں آیا اس نے پینترا بدلا اور ں کے چچا ناصر مرزا کو لالچ دیا کہ ناصر مرزا اپنے بھتیجے ہمایوں کا ساتھ چھوڑ دے تو

وہ نہ صرف ناصر مرزا کو بادشاہ تسلیم کر لے گا بلکہ اس کے نام کا خطبہ بھی پڑھائے گا اور اپنی بیٹی بھی اس کے عقد میں دے دے گا اور اس طرح شاہ حسین اسے ٹھٹھہ کی ریاست اور اس کے لا تعداد مال و اموال کا واحد وارث قرار دے دے گا۔

یہ سن کر ہمایوں کا چچا ناصر مرزا خوشی سے جھوم اٹھا اس نے تمام کشتیوں پر قبضہ کر لیا تاکہ ہمایوں دریا پار نہ کر سکے اتنا ہی نہیں بلکہ وہ ہمایوں کو بھی گرفتار کرنے کی راہ دیکھنے لگا۔ اس کے علاوہ شاہ حسین ایک بہت بڑا بحری بیڑہ لے کر دریائے سندھ میں اترا اور اس نے ہمایوں کی ان تمام کشتیوں کو جو سیہون میں لنگر انداز تھیں قبضہ کر لیا۔ ان میں اس کا تمام خزانہ لدا ہوا تھا اور اس کے ساتھیوں کے بیوی بچے بھی سوار تھے اس طرح شیر شاہ سوری کے پنجے سے جو کچھ بچا کھچا تھا وہ اب ہمایوں کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اس حادثے کے بعد ہمایوں دو مقامی زمینداروں کی مدد سے بمشکل تمام خود اور اپنے بچے کچھے ساتھیوں کو لیکر روہڑی کی جانب نکل گیا۔

ادھر ہمایوں کا چچا ناصر مرزا سنگدل کینہ نکلا کہ اپنے ہونے والے خسر اور سندھ کے حاکم شاہ حسین کو خوش کرنے کی غرض سے وہ ہمایوں پر حملہ کرنے اور اسے قتل کرنے پر بھی آمادہ ہو گیا اس کے اس رویے سے مغل اتنے برا فروختہ ہوئے کہ ان میں سے کثیر تعداد نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر حالت میں وہ آئندہ بابر کے بدقسمت لڑکے ہمایوں کا ساتھ دیں گے چنانچہ ہمایوں نے اپنے احسان فراموش چچا کے مخدوش پڑوس سے دور رہنا ہی مناسب خیال کیا اور وہاں سے کوچ کر کے بے سروپا شمال کی جانب اچ کی طرف چلا گیا۔

○

اس دوران راجپوتانہ میں مارواڑ کے راجہ مالدیو نے ہمایوں کی طرف اپنے قاصد بھجوائے اور اس سے التماس کی کہ ہمایوں اپنے بچے کچھے لشکر کے ساتھ مارواڑ میں آئے۔ مالدیو نے یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر ہمایوں مارواڑ میں داخل ہو تو اس کے ساتھ ملکر شیر شاہ سوری نے جو علاقے چھینے ہیں وہ حاصل کرنے میں ہمایوں کی مدد کرے گا لیکن ہمایوں ابھی تذبذب کی حالت میں تھا۔ ان تکلیف دہ حالات میں ہمایوں کبھی تو تن بہ تقدیر رہنے کی سوچتا اور کبھی مدینۃ السلام ہجرت کرنے کی بات کرتا اس طرح دو

انسانی جذبوں سے بالکل بے بہرہ ہو کر عجیب سی بے بسی کی حالت میں دن بسر کرنے لگا تھا۔ لیکن حمیدہ بانو جو اس کی نئی نویلی دلہن تھی اس نے ہمایوں کو سمجھایا۔ ہمایوں چونکہ اس سے محبت کرتا تھا لہٰذا اسی محبت کی بناء پر حمیدہ بانو اس کو راہ راست پر لے آئی اور اس کو اس کے فرائض واضح کئے کہ ایک شوہر اور ایک بادشاہ کی حیثیت سے ہمایوں کو جدوجہد کرنی چاہیے مشکلیں برداشت کرنی چاہئیں اور بالآخر کامیابی اسی کے حصے میں آئے گی۔

اپنی محبت کرنے والی بیوی حمیدہ بانو کے سمجھانے پر ہمایوں سنبھل گیا اس نے اپنے آپ کو کافی حد تک سنبھال لیا اس نے یہ سوچا کہ قندھار پہنچ کر اپنے بھائی مرزا ہندال اور مرزا عسکری سے مصالحت کرے کیونکہ باوجود ان کی گزشتہ ناہنجاری اور احسان فراموشی کے نہ تو اس کو اپنے بھائیوں کے متعلق کوئی شک و شبہ ہی تھا نہ ہی اس کے دماغ میں کوئی ان کے خلاف دشمنی اور حسد تھا مگر جلد ہی ہمایوں نے اپنے اس ارادے کو تبدیل کر دیا اس کے بعد اس نے مشرق کی سمت مارواڑ کے راجا مالدیو کی طرف جانے کا فیصلہ کر لیا۔

روہڑی سے نکل کر صحرا میں سے ہوتا ہوا ہمایوں اپنے ساتھیوں کے ساتھ جیسلمیر کی طرف بڑھا تھا صحرا میں سے گزرتے ہوئے اس کے پاس خوراک کا ذخیرہ بالکل ختم ہو گیا تھا وہ بیچارہ اس بدحالی تک پہنچا کہ وہ خود اور اس کے ساتھی بیر اور بیروں کے گودے کی روٹیاں پکا کر کھانے پر مجبور ہو گئے۔

راجپوتانہ میں ہندو راجاؤں کے اندر راجہ مالدیو سب سے زیادہ طاقتور تھا لیکن جس وقت بمشکل تمام ہمایوں جیسلمیر پہنچا تو مارواڑ کے راجا مالدیو نے بے وفائی کی اور ایک لشکر بھیج کر اس نے ہمایوں کا راستہ روک لیا لیکن ہمایوں اس لشکر پر حملہ آور ہوا اور اسے مار بھگایا۔ اس طرح ہمایوں مالدیو کی سرحد پر پہنچ گیا۔

ہمایوں نے مارواڑ کے راجا مالدیو کے بھیجے ہوئے لشکر کو شکست دی تو مالدیو بڑا فکر مند ہوا اب اس نے پینترا بدلا اس نے یہ خیال کیا کہ شیر شاہ سوری ہندوستان میں بہت بڑی طاقت بن چکا ہے اور ایک وقت ضرور آئے گا کہ شیر شاہ سوری راجپوتانہ میں مالدیو پر ضرب لگائے گا اور اسے اپنے سامنے زیر اور مغلوب کر کے اس کے علاقے

کو اپنی سلطنت میں شامل کرنے کی کوشش کرے گا۔

لہٰذا ہمایوں کے حوالے سے مارواڑ کے راجا مالدیو نے شیر شاہ سوری کی ہمدردیاں اور اس کا اعتماد حاصل کرنے کے متعلق سوچا۔ اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ ہمایوں کو گرفتار کر کے شیر شاہ سوری کے حوالے کر دے گا تاکہ وہ شیر شاہ سوری کا اعتماد حاصل کرے اور اس طرح آنے والے دنوں میں شیر شاہ سوری اس پر حملہ آور نہ ہو۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد مارواڑ کے راجہ مالدیو نے ایک لشکر ترتیب دینا شروع کیا تاکہ ہمایوں پر حملہ آور ہو اور اسے گرفتار کر کے شیر شاہ سوری کے حوالے کر دے۔ لیکن ہمایوں کی خوش قسمتی کی راجہ کے ملازموں میں ایک ایسا بھی تھا جو کبھی ہمایوں کے دربار میں کاتب رہ چکا تھا۔ اسے ہمایوں کی حالت زار پر ترس آیا لہٰذا ایک خفیہ پیغام کے ذریعے اس نے ہمایوں کو مارواڑ کے راجہ مالدیو کی بدنیتی سے آگاہ کر دیا۔ ان حالات سے باخبر ہوتے ہی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہمایوں نے جیسلمیر سے کوچ کیا اور بڑی تیزی سے عمرکوٹ کی طرف بڑھا۔

جیسلمیر سے عمرکوٹ کی طرف جانے کے لیے ہمایوں جن راہوں پر سفر کر رہا تھا وہ صحرا سے گذرتے تھے اس کے لشکری اور وہ خود بھوکے پیاسے سفر جاری رکھے ہوئے تھے۔ مزید یہ کہ پشت کی جانب سے مارواڑ کے راجہ مالدیو کے تعاقب کا بھی خطرہ تھا۔ اس خطرے سے نپٹنے کے لیے ہمایوں نے اپنے چند سرداروں کو چھوٹا سا ایک لشکر دیکر پیچھے پیچھے رہنے کا حکم دیا تاکہ اگر پشت کی جانب سے راجہ مالدیو کے کچھ دستے اگر حملہ آور ہوں تو ان کی راہ روکی جا سکے اور ہمایوں اہل و عیال اور اسباب کو ساتھ لیکر بخیریت اپنی منزل کی طرف بڑھ سکے۔

اتفاق سے رات کے وقت ہمایوں کے یہ سردار اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ صحرا کے اندر راستہ بھول کر دوسری طرف جا پہنچے۔ صبح جب سورج طلوع ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ ایک لشکر ان کا تعاقب کرتے ہوئے آ رہا تھا۔ شاید یہ مالدیو کے لشکر کا کوئی حصہ تھا جو ہمایوں کے تعاقب میں نکلا تھا۔ ہمایوں کے سردار اور لشکری زور زور سے تکبیریں بلند کرتے ہوئے ان پر حملہ آور ہوئے پہلے انہوں نے تیر برسائے پہلا ہی

تیر مالدیو کے تعاقب کرنے والے دستوں کے سالار کو لگا اور وہ زمین پر گر کر دم توڑ گیا اور اس کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ مالدیو کا تعاقب کرنے والا لشکر بھاگ نکلا۔ انہیں یہ اندیشہ تھا کہ ہمایوں کے ساتھ بہت بڑا لشکر ہے اور ان سپاہیوں نے ان پر تیراندازی کی ہے وہ ارد گرد پھیل کر ہمایوں کے اصل لشکر کی حفاظت پر مامور ہوں گے۔ لہٰذا وہ دم دبا کر صحرا میں بھاگ گئے۔

اس کے بعد یہ سردار اپنے لشکر کو لیکر ہمایوں سے جا ملے اور پورے حالات اسے کہہ سنائے۔ ہمایوں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ تعاقب کرنے والا مالدیو کا لشکر واپس بھاگ گیا ہے۔ اس کے بعد ہمایوں نے پھر عمرکوٹ کی طرف سفر شروع کیا۔ ہمایوں اور اس کے سارے ساتھی بھوکے پیاسے تھے یہاں تک کہ ایک کنوئیں کے کنارے خیمے نصب کئے گئے۔ کنویں میں پانی بہت کم تھا تاہم ہمایوں اور اس کے ساتھیوں نے تھوڑا تھوڑا پانی پی کر رات وہاں بسر کی۔

دوسرے روز کوچ پھر شروع ہوا۔ تین منزل تک پانی نہ ملا۔ پیاس کی شدت سے لوگوں کی حالت ناقابل بیان ہو گئی۔ چوتھے دن قافلہ پھر ایک کنویں پر پہنچا۔ یہ کنواں بھی گہرا تھا تاہم ہمایوں کے ساتھی فی الفور حرکت میں آئے کنویں سے پانی نکال کر اپنے لشکر کو خوب سیراب کیا۔ اس طرح ہمایوں بے پناہ مشکلات کا سامنا کرتا ہوا عمرکوٹ پہنچا۔ عمرکوٹ کا راجہ ہمایوں کے ساتھ بڑے اچھے طریقے سے پیش آیا۔ یہاں کچھ عرصہ ہمایوں نے اپنے بچے کھچے ساتھیوں کے ساتھ قیام کیا۔ اسی قیام کے دوران ہمایوں کے یہاں اس کی نئی بیوی حمیدہ بیگم کے بطن سے اکبر پیدا ہوا۔ اکبر کی پیدائش پر ہمایوں نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد عمرکوٹ سے اس نے کوچ کیا اور ہندوستان سے نکل کر سیستان میں داخل ہوا۔ سیستان میں ان دنوں ایران کے شہنشاہ طہماسپ کی طرف سے ایک شخص حکمران تھا اس نے ہمایوں کا بہترین استقبال کیا۔ سیستان سے ہمایوں ہرات گیا اس کے بعد اس نے ایران کے شہنشاہ طہماسپ کی طرف کوچ کیا اور اس کے یہاں ہمایوں نے پناہ لے لی تھی۔

○===○===○

شام کے قریب خواص خان اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا حویلی میں داخل ہوا گھوڑے کو لیکر وہ اصطبل میں داخل ہوا تو ایک محافظ بھاگ کر آگے بڑھا۔ خواص خان سے اس نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اس موقع پر اوما تقریباً" بھاگتی ہوئی اصطبل میں خواص خان کے پاس آئی خواص خان نے دیکھا اس کے چہرے پر خوشیاں ہی خوشیاں اور شادمانیاں ہی شادمانیاں تھیں خواص خاص کے قریب آ کر گلوں اور شکووں سے بھرپور آواز میں اوما نے پوچھا۔

خواص خان میرے بھائی آپ کہاں چلے گئے تھے میں تو صبح کے وقت سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔ آپ منہ اندھیرے ہی یہاں سے نکلے نہ کھانا کھانے حویلی میں آئے نہ ہی اپنا اتہ پتہ دیا۔ میں تو آپ کو ایک انتہا درجے کی خوشخبری دینے والی تھی۔ پہلے میں نے ارادہ کیا کہ میں مستقر کی طرف جاؤں اس لیے کہ آپ وہیں شیر شاہ سوری کے پاس ہوں گے۔ پھر میں نے سوچا آپ گھر آئیں گے تو خوشخبری کہوں گی۔ خواص خان نے غور سے اوما کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کیسی خوشخبری۔ اوما نے گہری مسکراہٹ میں کہا۔ خواص خان میرے بھائی اللہ نے آپ کو بیٹا دیا ہے۔ گنگا ایک بچے کی ماں بن گئی ہے اور وہ بڑی بے چینی سے آپ کی آمد کی منتظر ہے۔ وہ کئی بار آپ کا پوچھ چکی ہے اور انتہائی فکر مند ہے۔ اوما کے یہ خوش خبری سنانے پر خواص

خان تقریباً" بھاگتا ہوا اپنی خواب گاہ کی طرف چل دیا تھا اوما بھی اس کے پیچھے پیچھے بھاگ رہی تھی۔

خواص خان جب اپنی خوابگاہ میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا گنگا اپنے بستر پر لیٹی تھی اس کے سامنے ایک خوبصورت انتہائی صحت مند بچہ تھا۔ گنگا کی مسہری کے نیرمل اور کملاوتی بیٹھی ہوئی تھیں۔ جونہی خواص خان اس کمرے میں داخل ہوا گنگا کی نگاہ اس پر پڑی خواص خان کو دیکھتے ہی گنگا کے چہرے پر رونق اور شادابی آ گئی۔ اس کے خوبصورت ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں پھیل گئے تھے۔ خواص خان تیزی سے آگے بڑھا گنگا کے قریب جا کر اس نے پہلے گنگا کی پیشانی چومی پھر اپنا اس کے کان کے قریب لے گیا اور بڑی دھیمی اور راز دارانہ سی آواز میں کہا۔ میں تمہیں بیٹے کی پیدائش پر مبارکباد دیتا ہوں۔ خواص خان کے ان الفاظ پر گنگا بڑی پھر وہ بھی اونچی آواز میں کہنے لگی۔ میں بھی آپ کو بیٹے کی پیدائش پر مبارکباد دیتی ہوں۔ بیٹھیں نا کھڑے کیوں ہیں۔ گنگا کے کہنے پر خواص خان اس کے ہی بیٹھ گیا۔ پھر وہ وقفے وقفے سے بیٹے کے گال اور پیشانی چومنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی اس کے بعد کملاوتی نے سکوت کو توڑا خواص خان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

آپ کہاں چلے گئے تھے۔ ہم نے کافی انتظار کیا۔ بچہ تو آپ کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد ہوا تھا۔ میں تو یہ خیال کر رہی تھی کہ آپ لشکر گاہ سے ہو کر جلد لوٹ آئیں گے۔ لیکن آپ نے شام کر دی۔ اپنا اتہ پتہ بھی نہ دیا تھا۔ خواص زیر لب میں مسکرا دیا۔

دیکھو کملاوتی تو ٹھیک کہتی ہے پر مجھے شیر شاہ سوری نے مستقر میں بلایا تھا۔ سارے سالار جمع تھے اور راجپوتانہ پر حملہ آور ہونے کے لیے لائحہ عمل تیار کیا جا رہا تھا اس لیے کہ راجپوتانہ میں مارواڑ کا راجہ مالدیو پر پرزے نکالنے لگا ہے اور وہ ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے بے پناہ تیاریوں میں مصروف ہے۔ لہٰذا شیر شاہ سوری چاہتا ہے کہ پہلے ہی اس پر ضرب لگا کر اسے ناکارہ بنا دیا جائے۔ اب فیصلہ یہ ہوا ہے کہ ایک ہفتے تک یہاں سے لشکر راجپوتانہ پر حملہ کرنے کے لیے کوچ کرے گا۔ شیر شاہ

سوری تو پہلے ہی کوچ کر جانا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے گنگا کی وجہ سے مہلت لی کہ میرے یہاں بچے کی پیدائش ہونے والی ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میں بیٹے کی پیدائش کے بعد یہاں سے کوچ کروں۔ میں خدا وند کا انتہا درجے کا شکر گزار ہوں کہ میری یہاں سے روانگی سے کئی دن پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹے کی نعمت سے نوازا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد خواص خان تھوڑی دیر کے لیے رکا اس کے بعد اس نے غور سے گنگا کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

دیکھ گنگا تو کب تک میرے ساتھ سفر کرنے کے لیے تیار ہو جائے گی۔ گنگا نے کچھ سوچا پھر پیار بھری آواز میں کہنے لگی۔

مجھے فی الحال یہیں رہنے دیں۔ آپ کے ساتھ کملا اکیلی ہو گی۔ میں بچے کو لئے کہاں خیموں کی کٹھن زندگی بسر کرتی رہوں گی۔ بچہ چند ماہ کا ہو لے پھر میں آپ سے آن ملوں گی۔ گنگا کا جواب سننے کے بعد خواص خان نے ذو معنی انداز میں گنگا کی طرف دیکھا۔ گنگا کے چہرے پر عجیب سے ذو معنی تاثرات تھے۔ پھر اس کے بعد خواص خانؑ نے کملاوتی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

دیکھ کملا تیرا اس معاملے میں کیا خیال ہے۔ کملا جھٹ بولی اور کہنے لگی گنگا ٹھیک کہتی ہے۔ بچے کی پیدائش کے بعد فی الفور اسے لشکر میں شامل ہو کر خیمے کی کٹھن زندگی بسر نہیں کرنی چاہیے۔ اسے آرام اور سکون کی ضرورت ہے۔ جو صرف اسے آگرہ کی اپنی اس رہائش گاہ میں ہی مل سکتا ہے۔ اور پھر بچہ جب تک چند ماہ کا نہیں ہو جاتا اس وقت تک اسے خیمے کی زندگی اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ میں گنگا کے ان خیالات سے پوری طرح اتفاق کرتی ہوں۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں آپ کے ساتھ ہوں اور آپ اور گنگا دونوں کو یقین دلاتی ہوں کہ آپ کی خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں رہنے دوں گی۔

کملا کا یہ جواب سن کر جہاں گنگا کے چہرے پر پر سکون تبسم پھیلا تھا وہاں خواص خان بھی دھیرے دھیرے مسکرانے لگا تھا۔ پھر وہ کہنے لگا دیکھ کملا یہ تو میں پہلے سے جانتا ہوں کہ تم میری خدمت میں کوئی بھی وقیقہ فردگذاشت نہیں رکھو گی۔ اب :بلہ یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ گنگا بچے کے ساتھ یہیں رہے گی پھر تم ایک ہفتے تک میرے

ھ کوچ کرنے کے لیے تیار رہنا۔ اب اٹھو۔ کھانا لاؤ۔ سارے یہیں اکٹھے بیٹھ کر ھانا کھاتے ہیں۔ ساتھ ہی کملاوتی ۔ اوما اور نیرمل اٹھ گئیں تھیں۔ کھانے کے برتن وں نے وہیں لگا دیئے اور سب مل کر کھانا کھانے لگے تھے ایک ہفتے بعد شیر شاہ ری اور خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ آگرہ سے راجپوتانہ کی طرف کوچ کر گئے

○

راجپوتانہ کا ریگستان اور صحرا جس کی طرف شیر شاہ سوری اور خواص خان نے ع کیا تھا اپنی نوعیت اور ہیت کے لحاظ سے عجیب و غریب صحرا تھا۔ یہ صحرا آراولی ہ کے مغربی دامن اور گجرات و سندھ کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ زمانہ قدیم سے خطے کی وجہ سے وقتاً فوقتاً شمالی ہند کی تاریخ پر سیاہی چھاتی رہی ہے یا تو یہاں خانہ بدوش قبائل ہندوستان کے اندر اور باہر گھومتے پھرتے رہے ہیں اور ستان کی سیاست کو درہم برہم کرتے رہے ہیں۔ یا یہاں کے ریگستان کو باسانی پار کر ر ملکی حملہ آور ملک کے حفظ و امن کو تہہ و بالا کرتے رہے ہیں۔

اس ریگستان کو پار کرنا اتنا ہی آسان تھا جتنا کہ کسی خشک کھائی کو۔ سلطنت ہند کو یہ ضرورت محسوس ہوتی رہی کہ اقتصادی جوکھم کو برداشت کر کے بے حد فوجی سمجھ کر حفظ ملک کو مدنظر رکھتے ہوئے اس خطہ پر اپنی مضبوط گرفت قائم رکھی ۔

اسی ریگستان کے پار سے مختلف وحشی قبائل وسطی ہند کی زرخیز گھاٹیوں میں تے رہے اور مختلف مواقع پر مختلف حملہ آور بھی اس راستے سے وقتاً فوقتاً تان پر نزول کرتے رہے۔

راجپوتانہ کے ریگستان میں نہ صرف ریگ کے ذرے ہی منتشر ہوتے ہیں بلکہ کی غارت گر خانہ بدوش آبادی بھی بلوچستان کے ریگستان اور کوہ سلیمان کی ل سے آتی جاتی رہی ہے چنانچہ اس ریگستان کے گہوارہ میں ہندی اقوام کے نسلی کی ایک متواتر تغیر پذیر شبیہہ کھینچ کر رہ جاتی ہے۔

بالخصوص اس لیے کہ یہاں مختلف جماعتوں اور قبائل کی تہوں کا مجموعہ یکجا ہو چکا

ہے اس میں سیاسی اور سماجی یک رنگی پیدا ہو چکی تھی۔ پھر بھی اس ریگستان کے ہم عصر باشندوں کے نسلی اور صاف اور ان کی بول چال انفرادیت کو نمایاں کرتی رہی۔

قرون وسطیٰ میں یہ خطہ دلکش کم اور تکلیف دہ زیادہ تھا۔ ریگستان کے دائرے کا ہر ذرہ اور عوام برسرپیکار تھے اگرچہ اس کے باشندے مہذب نسل کے تھے مگر شومئی قسمت نے ان کو خانہ بدوش اور نان شبینہ کا محتاج بنا دیا تھا۔

راجپوتانہ میں نہ تو کافی بارش ہی ہوتی ہے اور نہ ہی پیداوار ہی وافر ہوتی ہے اس پر طرہ یہ کہ اکثر قحط اور ٹڈی کی وبا نازل ہو جاتی ہے باس ہمہ آراولی کے کوہستانوں کی نسبت یہ ریگستان راجپوتوں کی آزادی کا بہتر مسکن ثابت ہوا قرون وسطیٰ میں اس ریگستان کے اندر مارواڑ بیکانیر' جیسلمیر' بہاولپور اور تھرپارکر شامل تھے۔ یہ علاقے راہزنوں کے لیے بہشت تھا اور وہ کاروانوں کو لوٹ کر اپنی گزر بسر کرتے رہے تھے۔

تاہم ہندوستان کی تاریخ میں اس ریگستان کی ایک خاص اہمیت ہے یہ ملک کے بہترین جانبازوں کا گہوارہ رہا ہے یہاں کی جیتی جاگتی تہذیب قرون وسطیٰ کے راجپوتی سماج پر تب تک حاوی رہی ہے جب تک کہ راجپوت وہ نہ رہے جو پہلے تھے۔ یا جیسی کہ ان سے امید کی جاتی تھی۔

دسویں صدی کے لگ بھگ منتخب خانہ بدوش اور جنگجو قبائل راجپوتانہ میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے ان میں پرتی ہار بھی تھے چوہان' پرمار اور جنگجو بھائی قبائل بھی تھے۔ اس کے علاوہ راجپوت اور سندھ کی وادی میں رہنے والے کھوکھ قبائل بھی راجپوتانہ کا رخ کر رہے تھے۔

ان سب قبیلوں کے علاوہ ایک انتہائی طاقتور قبیلہ بھی راجپوتانہ کی طرف کوچ کر رہا تھا یہ راٹھور تھے ۔ راٹھور قبیلہ دریائے گنگا کے مغرب میں قنوج کے علاقے میں رہتا تھا یہ لوگ ایک زیادہ محفوظ جگہ کی تلاش میں موجودہ مارواڑ کے خطہ میں آئے تھے اور غالباً" یہ راجپوتانہ کی تاریخ کا آخری انقلاب تھا۔

راٹھوروں کی یہ ہجرت تیرھویں صدی کے تیسرے عشرہ میں یعنی التمش کے عہد حکومت میں ہوئی گنگا کے میدان میں آباد یہ راجپوت قوم اپنی آزادی کھو چکی تھی

التمش سے ٹکرائے تھے لیکن التمش نے ہر موقع پر انہیں بدترین شکست دی
ل نے تمام سندھ اور راجپوتانہ کی خاص خاص ریاستوں کو فتح کر کے اپنی
میں ملا لیا تھا اس سے شکست خوردہ راجپوتوں کو اپنے ٹھکانوں سے ہجرت کر
مقاموں کی طرف جانے کا کوئی چارہ کار دکھائی نہ دیا ۔ لہٰذا یہ دریائے گنگا
راجپوتانہ میں جا کر آباد ہو گئے۔

ستان میں لودھی سلطنت کی ابتدا کے ساتھ ہی راٹھوروں نے بھی راجپوتانہ
لئے ایک مستحکم اور مضبوط سلطنت کی بنیاد رکھی راٹھوروں کے ایک طاقتور
دھا نے راجپوتانہ میں ایک شہر جودھ پور آباد کیا اور یہ جودھپور کے نام سے
ں کی راجپوتانہ میں پہلی طاقتور سلطنت تھی۔

دار جودھا جو راٹھوروں کا ایک طاقتور سردار تھا اس نے جودھپور سلطنت کی
ی اور اس سلطنت کا پہلا راجہ خود راؤ جودھا تھا۔ راؤ جودھا کے ایک بھائی
ام راؤ بیکا تھا وہ اپنے لئے راجپوتانہ میں ایک علیحدہ سلطنت کا قیام چاہتا تھا
پنے حصے کے لشکر کے ساتھ نکلا وسیع علاقوں پر اس نے قبضہ کیا اور ایک نیا
یا جس کا نام اس نے اپنے نام کی نسبت سے بیکانیر رکھا اس طرح راجپوتانہ
وروں کی دو سلطنتیں قائم ہو گئیں ایک جودھپور اور دوسری بیکانیر۔

جودھا کی وفات کے بعد ایک شخص راؤ گاگا جودھپور کی سلطنت کا راجہ بنا شیر
ی کے دور میں مارواڑ کی ریاست کا جو راجہ مالدیو تھا وہ اسی راؤ گاگا کا بیٹا تھا
کا بیٹا اور ولی عہد مالدیو چوہان نسل کی سروہی راجکماری پدما کماری کے بطن
یا اس کے مزاج میں وہی تیزی اور تیکھا پن تا جس کے لیے سروہی کی تلوار
ہے۔ ایران اور عرب کے بازاروں میں اسے ہندی تلوار کہتے تھے دسویں صدی
ق کی تلواروں نے اس تلوار کی شہرت ختم کر دی۔

ہیں کہ ایام طفولیت میں ہی مارواڑ کا راجہ مالدیو اپنے والد راجہ جودھا کے
است اور جنگوں میں حصہ لینے لگا تھا لیکن اس کا باپ اس کی حوصلہ مندی اور
دی پن سے سخت متفکر رہتا تھا۔

ابا کی لڑائی میں جب رانا سانگا کو بابر کے ہاتھوں شکست فاش ہوئی تو راؤ جودھا

کا لڑکا مالدیو رانا سانگا کی خالی جگہ کو پر کرنے کے لیے بے تاب تھا وہ جانتا تھا کہ ا
کے کمزور والد میں رانا سانگا کی جگہ پر کرنے کی صلاحیت نہیں ہے لہٰذا وہ خود اس
کو سرانجام دینا چاہتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک روز جب راؤ گاگا اپنے محل کی ایک کھڑکی میں بیٹھا ا
مختلف مناظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا تو اچانک مالدیو نے اپنے باپ راؤ گاگا کو دھکی
کر کھڑکی سے نیچے پھینک دیا جس سے راؤ گاگا ہلاک ہو گیا یوں اپنے باپ راؤ گاگا
اپنے ہاتھوں ہلاک کرنے کے بعد راجا مالدیو ۱۵۱۳ء کو مار واڑ کے سلطنت کے راجا
حیثیت سے تخت نشین ہوا۔

شہنشاہ بابر کی موت مالدیو کی تخت نشینی سے ۶ ماہ بیشتر ہو چکی تھی اور ہمایوں اس
وقت ہندوستان کا شہنشاہ تھا مالدیو کو اپنے مقتول والد سے محض دو پر گنے یعنی جودھپو
اور سوجات وراثت میں ملے تھے اس کے علاوہ راٹھور قبیلہ کے نو طاقتور سردار اس
کے والد کے باج گزار اور جاگیر دار تھے جو اپنی اپنی جاگیروں میں تقریباً" خود مختار تھے
مالدیو پہلے ان ہی جاگیرداروں کے خلاف حرکت میں آیا اور ان کے علاقوں پر قبضہ کر
کے اس نے اپنی سلطنت کو پہلی وسعت دی۔

ان جاگیروں پر قبضہ کر کے مالدیو نے اپنی سلطنت کے مرکز کو مستحکم کیا حالانکہ
مالدیو کے کردار میں بہت سی کمزوریاں تھیں لیکن سیاسی مصلحت اور دور اندیشی ذہانت
اور مدبرانہ حکمت میں وہ اپنے ہم عصر راجپوتوں سے کہیں آگے تھا۔

مالدیو کی خوش قسمتی کہ جس وقت اس نے اپنی سلطنت کو وسعت دینے کا کام
شروع کیا تو اس وقت شہنشاہ ہمایوں گجرات کے حکمران بہادر شاہ کے ساتھ
مسائل اور مشکلات میں الجھا ہوا تھا اس بناء پر اس کو راجپوتانہ میں مالدیو کی طرف
نظر اٹھا کر دیکھنے کی فرصت نہ ملی یہ مالدیو کے لیے سنہری موقع تھا لہٰذا مالدیو
راجپوتانہ میں رانا سانگا کا کردار ادا کرنے کا تہیہ کر لیا۔

مختار جاگیرداروں پر قبضہ کرنے کے بعد اب اس نے ایک بہت بڑا لائحہ عمل
کیا جس کے تحت اس نے قرب و جوار کی چار بڑی بڑی ریاستوں اور حکومتوں پر
کرنے کا تہیہ کر لیا ان میں جیسلمیر' میواڑ' بیکانیر اور کچھواہا شامل تھیں۔

طنت کو مزید وسعت دینے کے لیے مالدیو نے پہلے جیسلمیر کا رخ کیا۔ جیسلمیر پر
ما بھاٹی قوم حکمران تھی اور بھاٹی قوم کا راجا لون کرن جیسلمیر پر ان دنوں
کر رہا تھا۔ جو مالدیو کا ہم عصر تھا۔

راء میں بھاٹی قوم کی یہ حکومت ریگستان میں موجود بہاولپور سے عمر کوٹ اور
ے لیکر بھکر تک پھیلی ہوئی تھی اور انہیں اس بات کا فخر تھا کہ وہ راجپوتانہ
روازوں کے نگران اور محافظ ہیں لیکن ذرائع کی کمی اور باہمی حسد و نفاق کی
ان کی مشرقی اور شمال مشرقی سرحد پر جودھپور اور بیکانیر کا غلبہ ہو گیا تھا اور ان
ب طرح سے ختم ہو کے رہ گیا تھا۔

لمیر پر قبضہ کرنے کے لیے راجہ مالدیو اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے نکلا
آور ہو کر ریاست جیسلمیر کے کچھ علاقوں پر اس نے قبضہ بھی کر لیا۔ جیسلمیر
لون کرن نے جب دیکھا کہ وہ مالدیو کا مابلہ نہیں کر سکتا اور ایک وقت ایسا
ے گا کہ راجہ مالدیو جیسلمیر پر قبضہ کرے گا تو جیسلمیر کے راجہ لون کرن نے
اور اپنی رعایا کو بچانے کے لیے اپنی راجکماری امادی کی شادی مالدیو سے کر

ن مالدیو ایسا بدکردار اور اور ایسا عیاش شخص کہ شادی کی رات اس عیاش
ن نے بستر عروسی کو ایک خادمہ سے مباشرت کر کے ناپاک کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ
لہن امادی نے یہ کہہ کر اس سے قطع تعلق کر لیا کہ وہ اسی خادمہ کے لائق
کے ساتھ اس نے ہم بستری کی ہے۔

شادی کے بعد امادی اپنے شوہر مالدیو کے ساتھ چلی تو گئی لیکن اس سے ہمیشہ
ی حالانکہ اس نے اپنی تمام زندگی اپنے شوہر کے ساتھ رہتے ہوئے گزار دی
الات کچھ بھی رونما ہوئے مالدیو نے ایک طرح سے جیسلمیر پر قبضہ کر لیا اور
سلطنت میں شامل کر لیا۔

مات کے دوسرے سلسلے میں راجہ مالدیو نے میواڑ کا رخ کیا تھا۔ میواڑ پر حملہ
ے ہوئے سب سے پہلے مالدیو نے میواڑ کے علاقے بھدراجن پر قبضہ کر لیا
بعد اس نے اپنے دو نا قابل تسخیر سالاروں کوپا اور کھیم کرن کو بڑے بڑے

لشکر دیئے اور انہیں میواڑ کی سلطنت میں پھیلا دیا تاکہ وہ جگہ جگہ حملے کر کے م کی سلطنت کو کمزور کر کے رکھ دیں تاکہ اس پر قبضہ کرنے میں مالدیو کو آسانی رہے ساتھ ہی ساتھ میواڑ کے ایک سردار راؤ جیت سنگھ کو بھی توڑ کر مالدیو نے اپنے سا ملا لیا میواڑ کا وہ علاقہ جو ابھی تک اس نے فتح کیا تھا اس کا حاکم اس نے اسی را جیت سنگھ کو مقرر کر دیا او رائے جیت سنگھ کی بیٹی سروپ دیوی سے مالدیو نے شاد بھی کر لی تھی۔

لیکن مالدیو انتہائی بدکردار اور انتہائی عیاش شخص تھا۔ ۱۵۴۰ء میں مالدیو ا سسرال گیا اور اپنی چھوٹی سالی پر فریفتہ ہو گیا اور اپنے سسر راؤ جیت سنگھ کو دھمکی د کہ وہ بخوشی اپنی لڑکی کی شادی اس سے نہیں کرے گا تو وہ جبراً" اسے اٹھا کر ۔ جائے گا۔

بے چارے سر راؤ جیت سنگھ نے شادی کے لیے ایک ماہ کی مہلت مانگی اور ا بیچ میں سردار رائے جیت سنگھ اپنے سارے خاندان کو لیکر کمبھلیر کے راجہ ا سنگھ کے پاس بھاگ گیا اور اپنی لڑکی کی اس سے شادی کر دی۔

رائے جیت سنگھ جب اس طرح مالدیو کے پنجے سے نکل گیا۔ تب عیاش مالد فوراً" آگ بگولہ ہو گیا۔ اس نے چاروں طرف سے میواڑ کی ریاست پر حملہ کر دیا ا ریاست کو روند کر رکھ دیا۔ یہاں تک کہ اس نے کمبھلیر کے راجہ کے علاقے پر حملہ کر دیا۔ اس نے اس کے سب سے مضبوط قلعے رنتھمبور پر بھی قبضہ کر لیا۔ ا طرح مالدیو کا قبضہ میواڑ پر بھی مکمل اور مستحکم ہو گیا تھا۔

میواڑ کے بعد راجہ مالدیو نے کچھوا کی قبائل کی ریاست کی طرف توجہ کچھواہا دو قبیلوں پر مشتمل تھے ایک کا نام ناروکا اور دوسرے کا نام خان گروٹ تھا ان دونوں قبیلوں کی تعداد تقریباً" راٹھوروں سے زیادہ تھی۔ یہ کچھواہا لوگ پہلے ا اور دہلی کے ایک بڑے حصے پر سانبر اور شیخاوتی پر اپنا تسلط جمائے ہوئے تھے۔ کچھواہا راجپوتوں میں شاخ و قبیلے کی وفاداری کا اتنا جذبہ نہیں تھا جتنا کہ راٹھور لوگو میں تھا۔ اس لیے مشترکہ مقاصد کی خاطر آپس میں وہ آسانی سے متحد نہ ہو پاتے تھے اس کے علاوہ کچھواہا سلطنت کی سرحد مسلم سلطنت سے اس قدر نزدیک تھی کہ

کے سر پر ہمیشہ خطرات کی ایک تلوار لٹکی رہتی تھی۔ اس سے انہوں نے سبق لیا تھا کہ بہادری کے مقابلے میں عقل و سمجھداری سے کام لینا بہتر ہے۔

جن دنوں شیر شاہ سوری ہمایوں کو شکست دینے کے بعد پنجاب کے حالات درست نے میں مصروف تھا۔ تو راجہ مالدیو نے شیرشاہ سوری کی اس مصروفیت اور ہمایوں کی شکست سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھواہا پر بھی حملہ آور ہو کر اپنی عملداری میں کر لیا تھا۔

کچھواہا کی ریاست کے الحاق کے بعد راجہ مالدیو نے سروہی کی طرف دھیان دیا کے باپ راؤ گانگا نے سروہی کے فرمانروا راؤ جگ مل کی لڑکی سے شادی کی تھی اسی کے بطن سے راجہ مالدیو پیدا ہوا تھا۔ جبکہ مالدیو کے باپ رائے گانگا نے خود لڑکی چمپا بائی کی شادی اپنے خسر کے پوتے راؤ اودھے سنگھ سے کی تھی۔

چمپابائی کے بطن سے راؤ اور دھے سنگھ پیدا ہوا اس نے بیکانیر خاندان کی ایک سے شادی کی مگر چند روز کی حکومت کے بعد اس کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے کے وقت اس کی رانی حاملہ تھی۔

اودھے سنگھ کی وفات کے بعد سروہی سرداروں نے راؤ جگ مل کے پوتے مان کو اپنے علاقے کا راجہ بنا لیا۔ اودھے سنگھ کی والدہ جو کہ ایک تحکم پسند خود رسیدہ خاتون تھی مان سنگھ کو سروہی کا راجہ ماننے سے انکار کر دیا اور اعلان کیا کا جائز وارث اس کے لڑکے کی رانی کے بطن سے پیدا ہونے والا بچہ ہے۔

اس اعلان سے سروہی کا نیا بننے والا راجہ مان سنگھ بڑا برافروختہ ہوا اور اس نے اعلان اودھے سنگھ کی حاملہ بیوی کو معہ آٹھ مہینے کے بچے کے جو پیدا ہو گیا تھا دیا۔ مان سنگھ نے یہ قتل تو کر دیا لیکن اب اسے خدشہ پیدا ہونے لگا کہ اس انتقام راجہ مالدیو ضرور لے گا لہذا وہ جتن کرنے لگا کہ کسی طرح مالدیو کے صلح ہو جائے اور وہ اس کے ماتحت ہی کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا رہے۔ بہت سوچ کے بعد مان سنگھ کی کوششیں رنگ لائیں اور مان سنگھ نے اپنی لڑکی اوتکا کی شادی راجہ مالدیو کے لڑکے چندر سین سے کر دی۔ اس طرح سروہی بھی ایک سے راجہ مالدیو کی ہی ماتحت آ گیا تھا۔

سروہی کے بعد راجہ مالدیو نے بیکانیر کی طرف توجہ کی اور اسے اپنی سلطنت
شامل کرنے کا تہیہ کیا۔ راؤ مالدیو کے اجداد میں سے راجہ جودہ کے بھائی راؤ بیکا
بیکانیر کی سلطنت کی بنیاد رکھی تھی۔ اس وقت سے بیکانیر کا گھرانہ جودھپور ریاست
لیے ایک قومی بازو ثابت ہوا تھا اور ہر لڑائی کے موقع پر ریاست جودھپور کا ساتھ
تھا۔ ان ساری جانثاریوں اور وفاداریوں کو پس پشت رکھتے ہوئے راجہ مالدیو نے بیکا
پر بھی حملہ کیا اور اسے بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اس طرح شیر شاہ سوری
ہمایوں کی جنگوں سے راجہ مالدیو نے پورا پورا فادہ اٹھایا اور ان کی مصروفیت کے دورا
اس نے نہ صرف اپنی سلطنت کو خوب وسیع کر لیا تھا بلکہ اپنی عسکری طاقت اور قو
میں بھی بے حد اضافہ کر لیا تھا۔ اب وہ علی الاعلان شیر شاہ سوری سے ٹکرانے
ہمت اور جرات کر رہا تھا۔

جن دنوں شیر شاہ سوری اور خواص خان راجپوتانہ کے راجہ مالدیو کے خلاف لشکر
کشی کے لیے نکلے تھے ان دنوں پنجاب کی حالت بھی دگرگوں ہو گئی تھی۔ پنجاب میں
شیر شاہ سوری نے ہیبت خان نیازی کو والی مقرر کیا تھا۔ کچھ عرصہ تو پنجاب میں امن
سکون رہا پھر شورشیں اور بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ان بغاوتوں کا سب سے بڑا
سرغنہ فتح خان جاٹ تھا۔

اس فتح خان جاٹ نے لکھی جنگل کے تمام علاقے کو تباہ و برباد کر دیا اس نے
لاہور سے دہلی تک کے علاقے میں اتنی ابتری پھیلا رکھی تھی کہ اس کے ظلم و تشدد
کی شکائتیں متواتر شیر شاہ سوری کے پاس پہنچنے لگیں۔

شیر شاہ سوری نے فورا" ہیبت خان کو حکم دیا کہ فتح خان جاٹ کی سرکوبی کی
جائے۔ فتح خان جاٹ کا صدر مقام کوٹ کابلہ تھا جو سرحد کے شمال میں تقریباً سات
میل آج کے ساہیوال ضلع میں دیپالپور کے پرانے سرکاری لکھی جنگل میں تھا۔

جنگل کی حد شمال میں قصور سے چند میل دور تھیں اور جنوب مشرق میں یہ جنگل
بیکانیر تک چلا گیا تھا۔ اس لیے لاہور اور دہلی کو جانے والے تمام مسافر غالبا" اس
لکھی جنگل میں فتح خان جاٹ کا شکار ہوتے تھے۔

فتح خان کو سیدو بلوچوں کی حمایت حاصل تھی۔ یہ بلوچ جھنگ ضلع میں چنیوٹ

سے لیکر شور کوٹ اور راوی کے کنارے تک پھیلے ہوئے تھے۔ ملتان کے ڈوڈانی
ں نے ان پر حملہ کیا تو یہ سیدو خانی بلوچ لکھی جنگل میں جا کر فتح خان جاٹ سے
ملے اور قتل و غارت گری کرنے لگے بعد میں رند بلوچوں کا سردار چکران بھی ان
ساتھ مل گیا تھا۔ اس طرح ان تین قوتوں نے مل کر پنجاب میں شورش اور تباہی
و بربادی پھیلانا شروع کر دی تھی۔

رند بلوچوں کا صدر مقام سات گڑھ تھا وہ سات قلعوں کا ایک مرکز تھا اور لاہور
جنوب مغرب میں پینسٹھ میل پر واقع حالیہ چکران کے علاقے کی دوسری سرحد
، مشرق میں دیپالپور تک پھیلی ہوئی تھی جو لاہور اور اس کے تقریبا وسط میں
ے قدیم بیاس کے جنوبی کناروں تک تھا۔ فتح خان نے ڈوڈانی جو ملتان کا فوجدار
شیر شاہ سوری کا باجگذار تھا وہ خود اچ کے بخشولنگاہ کے علاقوں میں دست درازی
نے میں مصروف تھا۔ یوں پنجاب میں ایک طرح سے غارتگری اور شورش کا عالم
ا۔

بلوائیوں سے نپٹنے کے لیے ہیبت خان نیازی نے اپنے لشکر کے ساتھ لاہور سے
کیا اور بڑی تیزی سے باغیوں کی طرف بڑھا۔ ہیبت خان اس تیزی اور دفعتا"
گڑھی پہنچا کہ اس نے بلوچ سردار چکران کو ایک طرح سے حیرت میں ڈال دیا۔
ن کو جب ہیبت خان نیازی کے آنے کی خبر ملی تو وہ اپنے ساتھی بلوچوں کے ساتھ
کھڑا ہوا۔ دریائے سندھ کو اس نے عبور کیا اور سبی کی طرف بھاگ گیا۔ ہیبت
نیازی اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا اور پاکپتن میں جا کر اس نے پڑاؤ کیا۔ اب
خان نیازی کے ایک طرف ملتان کا والی فتح خان ڈوڈانی بلوچ تھا اور دوسری طرف
ن جاٹ تھا جو غارتگری کیے ہوئے تھا۔ پاکپتن میں ہیبت خان نیازی نے اس لیے
لیا کہ فتح خان جاٹ اور فتح خان ڈوڈانی کہیں آپس میں صلح مشورہ کر کے دونوں
اس کے خلاف متحد نہ ہو جائیں۔

فتح خان جاٹ کو جب خبر ہوئی کہ ہیبت خان نیازی اپنے لشکر کے ساتھ پاکپتن پہنچ
ہے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا اور ایک قلعے میں جا کر محصور ہوا' ہیبت خان نیازی نے
بڑھ کر قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ سیدو بلوچ بھی فتح خان جاٹ کے ساتھ تھا۔ بالآخر

دونوں کو ہیبت خان نیازی کی گرفت سے بھاگ جانا چاہا لیکن وہ اپنے ساتھیوں سمیت ہیبت خان نیازی کے ہاتھوں مارا گیا۔

فتح خان جاٹ کا بھی ہیبت خان نیازی نے خاتمہ کر دیا تھا اس طرح رند بلوچوں کے سردار چکران سیدو خان بلوچ اور فتح خان کو ایک ہی جھٹکے میں ہیبت خان نیازی نے ختم کر کے پنجاب میں امن و امان قائم کر دیا تھا اس کے بعد ہیبت خان نیازی محسوس کرنے لگا تھا کہ فتح خان جاٹ۔ سیدو خان بلوچ۔ رند سردار چکران ملتان کے حاکم فتح خان ڈوڈائی کی شہ پر پنجاب کے اندر شورشیں برپا کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا اس نے ملتان پر حملہ آور ہو کر فتح خان ڈوڈائی کو بدترین شکست دی اور ملتان پر قبضہ کر لیا۔

ہیبت خان نیازی نے بڑی دلیری اور جرا تمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہت جلد پورے پنجاب میں امن و امان بحال کر دیا تھا پھر وہ پنجاب سے نکل کر سندھ پر حملہ آور ہوا اور شمالی سندھ کو بھی اس نے فتح کر کے پنجاب کی اپنی عملداری میں شامل کر لیا تھا۔

O===O===O

راجپوتانہ کے راجہ مالدیو کو جب خبر ہوئی کہ شیر شاہ سوری اپنے جرار لشکر کے ھ بڑی تیزی سے اس پر حملہ آور ہونے کے لیے پیش قدمی کر رہا ہے تو وہ کسی قدر ان ضرور ہوا۔ وہ ایک طرح سے ضرور مطمئن تھا کہ راجستان کے صحرا میں اس خیال کے مطابق شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ نہ تیزی سے پیش قدمی کر سکے نہ ہی زیادہ دیر وہاں قیام کر سکے گا اس لیے کہ اسے کہیں سے خوراک کا سامان ں ملے گا اور جب صحرا کے اندر مالدیو نے اس پر شبخوں مارنے شروع کئے تو وہ خود پس جانے پر مجبور ہو جائے گا۔

تاہم پیشبندی کے طور پر راجہ مالدیو نے ایک بہت بڑا قدم اٹھایا۔ اس نے تیز قاصد سب سے پہلے ملو خان کی طرف بھجوائے جو مالوہ کا حکمران تھا اور گجرات اس نے پناہ لے رکھی تھی۔ ملو خان کی طرف راجہ مالدیو نے پیغام بھجوایا کہ شیر ہ سوری اس پر حملہ آور ہونے کے لیے پیش قدمی کر رہا ہے۔ اگر وہ اپنے لشکر کو تیب دیکر گجرات سے نکلے اور مالوہ پر حملہ آور ہو جائے تو س طرح دو کام ہو جائیں ۔ پہلا یہ کہ مالدیو شیر شاہ سوری کے حملے سے بچ جائے گا اور دوسرا یہ کہ مالوہ پر ملو ن یعنی قادر شاہ کا قبضہ ہو جائے گا۔

ایسا ہی پیغام راجپوتانہ کے راجہ مالدیو نے ناصر خان کی طرف بھجوایا یہ شخص شیر

شاہ سوری کا سخت مخالف تھا اس کے پاس خاصا بڑا لشکر بھی تھا اور مالوہ کے نواح میں سیونی کے قریب اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا اور شیر شاہ سوری کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے کے لیے کسی مناسب وقت کی تلاش میں تھا راجہ مالدیو نے ناصر خان کو بھی شیر شاہ کے خلاف سرکشی پر ابھارا۔

تیسرا قاصد راجپوتانہ کے راجا مالدیو نے اریل کے راجہ بیربھان کی طرف بھجوایا اریل کا راجہ بیربھان وہی تھا جو چوسہ میں شیر شاہ نے ہمایوں کو شکست دی تھی تو شکست اٹھانے کے بعد اسی راجہ بیربھان نے ہی ہمایوں کو اپنے ہاں کئی ہفتوں تک پناہ دی تھی اور پھر بڑی عزت سے ہمایوں اور اس کے لشکر کی مہمانداری کرنے کے بعد اسے رخصت کیا تھا۔ مالدیو نے جب تین اطراف میں یہ پیغام بھجوائے تو اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔

ناصر خان نے سیونی کے مقام پر شیر شاہ سوری کے خلاف بغاوت کر دی اور مالوہ کی طرف بڑھا ادھر سے ملو خان نے بھی گجرات سے کوچ کیا اس کے ساتھ بھی ایک بہت بڑا لشکر تھا۔ اور وہ بھی مالوہ پر قبضہ کرنے کے لیے پیش قدمی کر گیا تیسری طرف اریل کا راجہ بیربھان بھی حرکت میں آیا اور مالوہ کے راجہ کے کہنے پر اس نے اپنے اطراف و اکناف میں شیر شاہ سوری کے علاقوں میں لوٹ مار کرتے ہوئے تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔

راجپوتانہ کی سرحد کے قریب شیر شاہ سوری نے جب اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا اور لشکر کے خیمے نصب ہو گئے تو شیر شاہ سوری نے ایک دن اور ایک رات کے لئے لشکر کو وہاں ستانے اور آرام کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ ایسے میں خواص خان مسکراتا ہوا اپنے خیمے میں داخل ہوا۔

خواص خاں کو یوں خوش خوش اور مسکراتے ہوئے خیمے میں دیکھتے ہوئے کملا بڑی تیزی سے اس کی طرف لپکی اور اپنے چہرے پر انتہائی شیریں اور خوش کن مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے اس نے اپنی آواز کی پوری شیرینی اور مٹھاس میں پوچھا کیا بات ہے آج آپ معمول سے زیادہ خوش اور شاداب دکھائی دے رہے ہیں اس پر خواص خان نے ہلکا سا ایک قہقہ لگایا اور کہنے لگا۔

دیکھ کملا اس سے پہلے میں نے کبھی تمہارے یا گنگا کے سامنے اپنی طبعیت میں کوئی خلفشار بھی پیدا ہونے دیا ہے میں تو یونہی مسکراتا رہتا ہوں لیکن آج جو مجھے خوشی ملی ہے اس نے مجھے ایک دائمی مسکراہٹ اور زندگی بھر کی شادابی عطا کر دی ہے۔ اس پر کملا نے بڑے غور اور انہماک سے خواص خان کی طرف دیکھا اور پہلے سے دل موہ لینے والے انداز میں پوچھا۔

کیسی خوشی ملی ہے آپ کو کیا اس خوشی میں میں بھی شریک نہ ہو سکوں گی خواص خان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر غور سے کملا کی طرف دیکھا۔ دیکھ کملا تو جانتی ہے پہلے کچھ قاصد آئے تھے اور انہوں نے بتایا تھا کہ گنگاہ اور بچے کی طبعیت ٹھیک نہیں ابھی ابھی دو قاصد رہتاس شہر کی طرف سے آئے ہیں اور انہوں نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ گنگا اور بچہ دونوں اب تندرست ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ کیا میرے لئے یہ زندگی کی سب سے بڑی خوشی اور مسرت کی خبر نہیں ہے خواص خان کے اس انکشاف پر کملا کے حسین اور پر جمال چہرے پر بھی زہد شکن مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ کہنے لگی آپ کا کہا درست ہے میرے خیال میں اس سے بڑھ کر خوشخبری کیا ہو سکتی ہے کہ گنگا اور بچہ اب تندرست ہیں۔ آپ کو میں اس اچھی خبر پر مبارکباد دیتی ہوں اس پر خواص خان جھٹ کہنے لگا دیکھ کملا گنگا کا بیٹا تمہارا ہی بیٹا ہے میں بھی تمہیں ان کی صحت مندی پر مبارکباد دیتا ہوں کملا نے ایک دفعہ اپنے سر کو جھٹکا پھر اس نے پر اسرار سی چمک اپنی آنکھوں میں لئے خواص خان کی طرف دیکھا اور کہنے لگی آپ کا کہنا درست ہے گنگا میری بہن ہے اور اس کا بیٹا یقیناً" میرا ہی بیٹا ہے اور پھر میں اور گنگا دونوں آپ کی بیویاں ہیں اور جس کسی کے بھی ہاں بچہ ہوتا ہے دوسری کے لیے بھی وہ ایسی ہی اہمیت رکھتا ہے اور پھر میں تو ویسے بھی گنگا کی زندگی بھر کے لیے ممنون ہوں اگر وہ نہ چاہتی تو میں کبھی بھی آپ کی بیوی نہ بنتی اور اس کے چاہنے اور اس کے آمادہ کرنے سے ہی میں آج آپ کی بیوی کی حیثیت سے آپ کے ساتھ ہوں اور آپ کے ساتھ پر وقار باعزت زندگی بسر کر رہی ہوں ورنہ میں نجانے کہاں کہاں دھکے کھا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر چکی ہوتی۔

تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی رہی اس کے بعد خواص خان نے اپنے لباس

میں ہاتھ ڈالا اور دو انتہائی قیمتی اور نایاب موتیوں اور جواہرات کے ہار اس نے نکالے ان جواہرات اور موتیوں کے ہاروں کو دیکھتے ہوئے کملا کی آنکھیں ایک طرح سے چندھیا کے رہ گئی تھیں۔ اس موقع پر وہ خواص خان کو مخاطب کر کے کچھ پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ خواص خان پہلے ہی بول پڑا اور اسے مخاطب کیا۔

دیکھ کملا یہ جو ہار اس وقت میرے ہاتھوں میں ہیں یہ بنگال کے مرکزی شہر گوڑ سے حاصل ہوئے تھے یہ مال غنیمت میں شیرشاہ سوری کے پاس پڑے تھے۔ آج شیر شاہ نے مجھ پر عنایت کرتے ہوئے یہ دونوں ہار مجھے دیئے ہیں تب سے یہ دونوں ہار میں نے تم اور گنگا کے لیے قبول کئے ہیں۔

دیکھ کملا اب جبکہ گنگا بیٹے کی ماں بن چکی ہے تو ایک ہار تو میں اسے بیٹے کی پیدائش کی خوشی میں تحفتاً دوں گا پھر ایک ہار خواص خان نے علیحدہ کیا اور کملا کے گلے میں اپنے ہاتھوں سے ڈالتے ہوئے کہا کملا ایک ہار کی تم مالک اور وارث ہو۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ تمہارے ہاں بیٹا ہوگا تو یہ ہار تمہیں تحفتاً دوں گا اب جبکہ میں گنگا کو ہار دے رہا ہوں اور تمہیں اس سے محروم رکھنا میں نا انصافی خیال کرتا ہوں لہٰذا دیکھ کملا ایک ہار تیرا ہے دوسرا گنگا کا ہے۔

جواب میں کملا تھوڑی دیر تک وہ ہار جو خواص خان نے اپنے ہاتھوں سے اس کے گلے میں ڈالا تھا اسے الٹ پلٹ کر دیکھتی رہی پھر اس نے اپنی نگاہیں خواص خان کے چہرے پر جما دیں اس موقع پر اس کی آنکھوں میں خواص خان کے لیے انتہا درجہ کی ممنونیت اور شکر گزاری تھی۔ اس کے بعد کملا کے خیمے میں شیریں آواز سنائی دی۔

خواص خان میرے حبیب میں آپ کی انتہا درجہ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے یہ ہار اپنے ہاتھوں سے میرے گلے میں ڈالا۔ اس لحاظ سے بھی آپ کی ممنون ہوں کہ آپ میرے اور گنگا کے درمیان انصاف سے کام لیتے ہیں۔ آپ جیسے شوہر پر میں ہمیشہ فخر اور ہمیشہ سعادت مندی محسوس کرتی رہوں گی۔ اس کے بعد کملا آگے بڑھی اپنے گداز ہاتھوں میں اس نے خواص خان کا کھردرا ہاتھ لیا اور تقریباً کھینچتی ہوئی خیمے کے وسط میں لے گئی ایک نشست پر وہ بیٹھی اپنے پہلو میں اس نے خواص خان کو بٹھایا

اور خواص خان سے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ خواص خان نے خیمے کے کھلے دروازے میں سے دیکھا شیرشاہ سوری کا ایک محافظ خواص خان کے خیمے کی طرف آ رہا تھا اسے دیکھتے ہی خواص خان ذرا ہٹ کے بیٹھ گیا اور کملا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ کملا شیرشاہ سوری کا ایک محافظ میرے خیمے کی طرف آ رہا ہے لگتا ہے مجھے شاہ سوری نے بلایا ہے۔ اس پر کملا نے شکووں بھری آواز میں کہا ابھی تو آپ خیمے میں آئے ہیں اور ابھی پھر آپ کا بلاوا آگیا ہے اس پر خواص خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ اگر یہ محافظ مجھے بلانے کے لیے آیا ہے تو ضرور کوئی غیر معمولی خبر آئی ہے جس کی بنا پر شیرشاہ سوری نے مجھے طلب کیا ہو گا۔ دیکھ کملا ایسے موقع پر تو فکر مند مت ہوا کر۔

فکر مند تو مجھے ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ میں دیکھتی ہوں آپ تقریباً سارا دن خیمے سے باہر رہتے ہیں صرف رات کو ہی میرے پاس ہوتے ہیں۔ لہٰذا میں سارا دن اکیلی بیٹھ کر آپ کا انتظار کرتی ہوں۔ کملا نے بڑے پیار میں کہا تھا۔ خواص خان اب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ وہ محافظ دروازے پر نمودار ہوا۔ خواص خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ امیر خواص خان' آقا شیرشاہ سوری نے ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں آپ کو بلایا ہے۔ خواص خان کے چہرے پر مسکراہٹ نموار ہوئی اور کملا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھا کملا میرا اندازہ درست ہوا۔ تم بیٹھو میں شیر شاہ سوری کی طرف جاتا ہوں اور جلد لوٹ آوں گا۔ کملا کے جواب کا انتظار کئے بغیر خواص خان اپنے خیمے سے نکل گیا تھا۔

خواص خان جب شیرشاہ سوری کے خیمے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا اس وقت شیرشاہ سوری اپنے خیمے میں اکیلا اور تنہا سوچوں میں غرق بیٹھا ہوا تھا۔ خواص خان کو دیکھتے ہی شیرشاہ سوری نے اشارے سے اسے اپنے پہلو مین بیٹھنے کو کہا۔ خواص خان شیرشاہ سوری کے پہلو میں جا بیٹھا تھا۔ تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی رہی۔ اس کے بعد شیرشاہ سوری کی آواز سنائی دی۔ اس نے خواص خان کو مخاطب کیا تھا۔

دیکھ خواص خان۔ میرے بیٹے لگتا ہے قدرت کو ابھی یہ منظور نہیں کہ ہم راجپوتانہ کے راجہ مالدیو پر فی الفور حملہ آور ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے مخبر آئے ہیں اور

انہوں نے متحدہ طور پر بڑی پریشان کن خبریں دی ہیں۔ اس پر خواص خان نے پریشانی اور فکر مندی سے شیر شاہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کیسی خبریں ۔ شیر شاہ سوری نے پھر کہنا شروع کیا۔

دیکھ خواص خان۔ راجپوتانہ کے راجہ مالدیو کو ہمارے حملے کی خبر پہلے ہی ہو چکی ہو گی۔ لہٰذا اس نے ہمارے لشکر کو مختلف حصوں میں بانٹنے اور ہماری توجہ مختلف محاذوں پر مبذول کرنے کے لیے ایک انتہائی بری اور ایک انتہائی خطرناک چال چلی ہے۔ دیکھ خواص خان میرے بیٹے۔ اس وقت ہمیں مختلف سمتوں سے خطرات اٹھتے دکھائی دے رہے ہیں۔ وہ اس طرح کہ ملو خان یعنی قادر شاہ جو گجرات کی طرف بھاگ گیا تھا ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ مالوہ پر حملہ کرنے کے لیے پیش قدمی کر رہا ہے۔ ایک شخص ناصر خان ہے جس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے سیونی میں بغاوت کھڑی کر دی ہے۔ اس کے علاوہ اریل کا راجہ بیر بھان جسے کبھی ہمایوں کو ہمارے خلاف اپنے یہاں پناہ دی تھی وہ بھی راجہ مالدیو کے کہنے پر ہمارے علاقوں میں حملہ آور ہو کر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنے لگا ہے۔

شیر شاہ سوری کے اس انکشاف پر خواص خان نے تھوڑی دیر تک اپنی گردن جھکائے رکھی اور سوچتا رہا۔ پھر اس نے شیر شاہ سوری سے سوال کیا۔

ان حالات میں آپ کیا ارادہ رکھتے ہیں۔ شیر شاہ سوری نے غور سے خواص خان کی طرف دیکھا اور پوچھا پہلے تم بتاؤ۔ تم کیا چاہتے ہو۔ خواص خان نے تھوڑی دیر پھر سوچا اس کے بعد اس نے پھر کہنا شروع کیا۔

شیر شاہ ۔ میرے مہربان۔ جہاں تک میری رائے کا تعلق ہے تو میں یہ مشورہ دوں گا کہ فی الحال ہمیں راجپوتانہ پر حملے کو ملتوی کر دینا چاہیے راجپوتانہ کے ریگستان میں راجہ مالدیو کے ساتھ ہماری جنگ طول بھی پکڑ سکتی ہے۔ ریگستان کی جنگ میں ہمیں طرح طرح کے مصائب اور دشواریوں کا بھی سامنا کرنا پڑے گا اور اگر ہمارے اندرونی حالات درست نہ ہوئے تو راجپوتانہ کی جنگ میں ہمیں رسد اور کمک ملنے کی بھی امید کم ہی رہے گی۔ لہٰذا میرا مشورہ میری رائے ہے کہ پہلے باغیوں کی سرکوبی کرنی چاہیے۔ اس کے بعد اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ راجپوتانہ کے راجہ مالدیو کے

ـ حرکت میں آنا چاہیے۔

خواص خان کے اس جواب پر شیر شاہ سوری کے لبوں پر خوشگوار مسکراہٹ ار ہوئی تھی۔

خواص خان میرے بیٹے تیرا کہنا درست ہے۔ قسم خدا وند دو عالم کی تیری تدبیر میرے ارادوں سے منطبق ہوتی ہے۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ پہلے باغیوں کی کی جائے۔ اس کے بعد ہمیں راجپوتانہ کے راجہ مالدیو پر حملہ آور ہونا چاہیے۔ میرے بیٹے ان باغیوں کی سرکوبی کے لیے میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے اور مجھے ہے کہ تم میری اس تجویز سے اتفاق کرو گے۔ خواص خان نے جھٹ کہا کہئے۔ شاہ سوری کچھ کہنے ہی والا تھا کہ خواص خان پھر بول پڑا۔

شیر شاہ میرے مہربان۔ میرے ذہن میں ایک اور بات بھی آتی ہے اور جو تجویز نے سوچ رکھی ہے اس پر عمل کرنے سے پہلے مجھے وہ بات کہنے دیجئے میرے میں جو مخبر آپ کے پاس ان بغاوتوں کی خبر لیکر آئے ہیں وہ بھی ایک دشمن کی کو فراموش کر گئے ہیں جو مستقبل میں ہمارے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا اس پر شیر شاہ سوری نے چونک کر پوچھا۔ خواص خان تمہارا اشارہ کس جانب ۔ خواص خان نے جھٹ جواب دیا۔

شیر شاہ۔ میرے محترم میرا اشارہ چند ریری اور رائے سین کے راجہ پورن مل طرف ہے۔ اگرچہ راجپوتانہ کا راجہ مالدیو ناصر خان۔ کلو خان اور اریل کے راجہ ربھان کو ہمارے خلاف اکسا کر بغاوت اور سرکشی پر آمادہ کر سکتا ہے تو کیا چند ی اور رائے سین کے راجہ پورن مل کی طرف اس نے ایسا پیغام نہ بھیجا ہو گا۔ بھیجا ہو گا لیکن ہمارے جاسوسوں نے شائد اس کے متعلق کوئی خبر حاصل نہیں ۔ شیر شاہ میرے محترم۔ کوئی آخری فیصلہ کرنے سے پہلے ناصر خان۔ ملو خان اور ل کے راجہ بھیربھان کی طرح چندریری اور رائے سین کے راجہ پورن مل کو بھی میں رکھئے گا۔

کچھ دیر خاموش رہ کر شیر شاہ سوری نے کچھ سوچا پھر خواص خان کی طرف اس تو صیفی انداز میں دیکھا۔

خواص خان میرے بیٹے۔ تمہارا اندازہ بالکل درست ہے۔ جو اندیشے تم نے ظا کئے ہیں وہ حقیقت بن کر ہمارے سامنے آ سکتے ہیں۔ چند ریری اور رائے سین راجہ پورن مل ناصر خان۔ ملو خان اور راجہ بھیربھان تینوں سے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جب ہم دوسری سرکش قوتوں کے خلاف عمل پیرا ہوں وہاں ہمیں راجہ پورن مل پر بھی نگاہ رکھنی ہو گی۔ سنو خواص خان۔

جو لائحہ عمل میں اپنانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو لشکر اس وقت میرے اور تمہارے ساتھ ہے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے آدھا تمہارے پاس رہے آدھا میرے پاس۔ میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اسی جگہ قیام کروں جہاں میں نے اس وقت پڑاؤ کر رکھا ہے۔ جبکہ تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اریل کے راجہ بھیربھان کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اس کی سرکوبی کرو۔

اس کے علاوہ تم جانتے ہو کہ حاجی خان نبی اور شجاعت خان نے مالوہ ہی میں قیام کر رکھا ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ حاجی خان نبی ملو خان کی راہ روکے جبکہ شجاعت خان ناصر خان کی بغاوت کو کچلنے کے لیے پیش قدمی کرے۔ اس طرح میں یہیں پڑاؤ کئے رکھوں گا جہاں اس وقت ہم نے قیام کیا ہوا ہے۔ اگر ان بغاوتوں کو فرو کرنے کے دوران راجپوتانہ کا راجہ مالدیو۔ ملو خان یا ناصر خان کی مدد کو جاتا ہے تو میں س کی راہ میں حائل ہو جاؤں گا اور اس سے ٹکرا کر اسے پسپا کرنے کی کوشش کروں گا۔ دیکھو خواص خان میرے بیٹے اگر اب بغاوتوں کے دوران چندریری اور رائے سین کے راجہ پورن مل نے بھی حصہ لینے کی کوشش کی تو بھی میں اپنے لشکر کے ساتھ مالوہ کا رخ کروں گا اور تم بھی بھیربھان کے راجہ سے نپٹنے کے بعد مالوہ ہی کی طرف آنا اسطرح سارے باغیوں کا صفایا کرنے کے بعد اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ ہم راجپوتانہ کے راجہ مالدیو پر حملہ آور ہوں گے۔

شیر شاہ سوری جب خاموش ہوا تو خواص خان نے جواباً کہنا شروع کیا۔ شیر شاہ میرے محترم جو لائحہ عمل آپ نے تیار کیا ہے اس سے میں پوری طرح متفق ہوں۔ مجھے امید ہے کہ ہمیں آج ہی اس لائحہ عمل کو آخری شکل دیدینی چاہیے۔ شیر شاہ سوری نے خواص خان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ اسی روز مالوہ کی طرف قاصد روا

گئے ان قاصدوں کے ذریعے شیر شاہ سوری نے حاجی خان نبی کو ملو خان کی راہ لئے اور شجاعت خان کو ناصر خان سے نپٹنے کا حکم دیا تھا۔ جبکہ خواص خان اپنے حصے لشکر کے ساتھ راجہ بیربھان سے نپٹنے کے لیے اریل کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

شیر شاہ سوری کا حکم ملتے ہی سب سے پہلے شجاعت خان ناصر خان سے ٹکرانے لیے آگے بڑھا۔ ناصر خان کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ شیر شاہ سوری کا حکم پا کر خان اس پر حملہ کرنے کے لیے پیش قدمی کر چکا ہے۔ لہٰذا وہ بھی اپنے ٹھکانے نی سے رخصت ہوا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ نیل گڑھ کے مقام پر آ کر خیمہ زن ا۔ اسی راستے سے شجاعت خان بھی اس کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا جلد ہی ت خان بھی نیل گڑھ پہنچ گیا اور اس کے پہنچتے ہی دونوں لشکر ایک دوسرے سے گئے تھے۔ ناصر خان چونکہ نیل گڑھ کے مقام پر پہلے ہی خیمہ زن ہو چکا تھا لہٰذا کے لشکری اچھا خاصہ ستا چکے تھے اور جب شجاعت خان اپنے لشکر کے ساتھ پہنچا تو اس پر فوقیت حاصل کرنے کے لیے اس کے وہاں پہنچتے ہی ناصر خان اپنے کے ساتھ ابر باد کے مسلسل خرام' جلتی دھوپ کے لمبے سفر۔ لذت شوق اور گناہ کی طرح حرکت میں آیا۔ محرومی کے زخم۔ درد کی تفسیروں کی طرح اپنے لشکر لشکر وہ آگے بڑھا پھر رات کی بڑھتی خاموشی میں شور ماتم۔ چپ کی بے سمت گھپا یادوں کے آوارہ بادلوں اور جلتی رت میں پھیلتے سایوں کی طرح وہ شجاعت خان لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

ناصر خان کے لشکر کے مقابلے میں شجاعت خان کے لشکر کی تعداد چونکہ کم تھی۔ کی اس زیادتی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ناصر خان لحہ بہ لحہ شجاعت خان اور اس لشکریوں پر آگ میں گھلتے دھوئیں۔ خونی ساعتوں کے سندیس اور شب کے دامن منہ چھپاتی شام کی طرح پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے پہلے ہی حملے شجاعت خان اور اس کے ساتھیوں کو پیس کر رکھ دے اور اپنے لئے کامیابیاں اور کامرانیاں حاصل کر لے۔

ناصر خان کے ان تیز حملوں کے سامنے شجاعت خان تھوڑی دیر تک اپنے ٹے سے لشکر کے ساتھ تن تنہا اندھیری راتوں میں بے نام خوف و لرزان اور زینہ

زینہ اترتی شب کی طرح اپنا دفاع کرتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ ناصر خان حملہ ہوتے ہوئے اپنا پورا زور صرف کر چکا ہے اور وہ اسے پسپا کرنے میں کامیاب ہوا تب شجاعت خان نے آہستہ آہستہ دفاع کا لبادہ اتارتے ہوئے جارحیت کی عبا شروع کر دی تھی۔ وہ ہر سو اور ہر سمت سے ناصر خان کے لشکر پر مضطرب سیماب۔ نارسائی پر تلملاتی ور در کی متلاشی بغاوتوں کی طرح نزول کرنے لگا تھا۔ آ آہستہ شجاعت خان کے حملوں کے سامنے ناصر خان اور اس کے لشکری بیقراری کسمساتی ملامتوں کی سرگزشت' تھکن کی کتھاساتی شب۔ مات و مبہوت حیران لمحہ کی طرح پریشاں اور سرگرداں دکھائی دینے لگے تھے۔ دوسری جانب شجاعت خان حوصلے لمحہ بہ لمحہ بڑھتے جا رہے تھے اور وہ صدیوں کے کرب کی طرح اب ناصر خا کے لشکر کی اگلی صفوں کو روندتا ہوا اس کے لشکر کے وسطی حصے پر ضرب لگانے سوچ رہا تھا۔

شجاعت خان کے ان زور دار حملوں کے سامنے جب ناصر خان اور اس کے لشکر کی حالت بد سے بدترین ہونے لگی تب ناصر خان بڑا فکر مند ہوا۔ اسے اپنی شکس صاف طور پر اپنے سامنے دکھائی دینے لگی تھی۔ پھر ناصر خان کے کہنے پر اس کے لشکر کے تین ایسے جانباز تیار ہوئے جو لشکر میں اپنے شجاعت کے باعث بڑے بے مثل اور انہوں نے ناصر خان کے سامنے قسم کھائی کہ وہ ہر صورت میں جنگ کے دورا شجاعت خان کو قتل کر کے رہیں گے۔

ناصر خان نے ان جوانوں کو چند دستے بھی حفاظت کے لیے دیئے۔ پھر وہ تینو جوان لڑتے بھڑتے شجاعت خان کے محافظ دستوں سے ٹکراتے اور پھر وہ اپنا بناتے ہوئے تینوں شجاعت خان کے سر پر پہنچ گئے تھے۔ وہ تینوں سپاہی ایک سا شجاعت خان پر حملہ آور ہوئے۔ ان میں سے ایک سپاہی نے شجاعت خان کی گردن تلوار ماری دوسرے سپاہی نے بھالے سے اس کے نتھنے زخمی کر دیئے جبکہ سامنے دانت توڑ دیئے تیسرے سپاہی نے تلوار کا وار کر کے اس کے لمبے بالوں کو پکڑ لیا او یہ تینوں مل کر چاہتے تھے کہ شجاعت خان کو زندہ اور سلامت ناصر خان کے پاس لے جائیں لیکن شجاعت خان بھی اپنی دلیری۔ بہادری اور جنگی مماثلت میں بے مثل تھا۔

فوراً" حرکت میں آیا اس نے تلوار کی ایک ضرب سے ایک کے ہاتھ کاٹ ور اپنے آپ کو چھڑا لیا۔ اتنی دیر تک اس کے ارد گرد لڑتے اس کے سپاہیوں اس کی طرف دھیان دیا اور باقی دو حملہ آوروں کو بھی موت کے گھاٹ اتار طرح نجات پا کر شجاعت خان نے اپنے لشکر کا وہ پرچم جو اس کے ہاتھ سے گر اٹھا کر بلند کر دیا تھا اور اس کا لشکر پہلے جیسی ولولہ انگیزی اور جوش میں ناصر لشکر پر حملہ آور ہونا شروع ہو گیا تھا۔

وڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد ناصر خان کو شجاعت خان کے سامنے بدترین ہوئی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ دراصل ناصر خان اور ملو خان کا آپس میں اتحاد تھا وں کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ سب سے پہلے ملو خان حاجی خان ٹنی سے گا اور اسے پسپا کرنے کے بعد وہ نربدا کے جنوب میں کہیں ناصر خان سے آ پھر دونوں مل کر شجاعت خان پر حملہ آور ہوں گے اور اس پر فتح حاصل کر کے مالوہ پر قبضہ کریں گے۔ دونوں کے درمیان یہ بھی طے پایا تھا کہ ناصر خان کے میں اگر شجاعت خان ٹکرانے میں جلدی کرے تو ناصر خان اسے اس وقت تک ہاتھ الجھائے رکھے گا جب تک ملو خان یعنی قادر شاہ اس سے آن نہیں ملتا۔ عاملہ اس کے الٹ ثابت ہوا شجاعت خان نے ناصر خان کے سامنے آنے میں یا تاخیر نہیں کی اور پھر لمحوں کے اندر اس پر چھاتے ہوئے اسے بدترین ہوئی۔

ن شجاعت خان کی دلیری اور غیر معمولی سرعت نے ملو خان اور ناصر خان کے ت حال کو بالکل بدل دیا تھا گو اس جنگ میں شجاعت خان کا اوپر کا جبڑا خراب تھا مگر پھر بھی اسے ناصر خان کے خلاف فتح حاصل تھی۔ شجاعت خان کا اوپر کا درست نہ ہو سکا لیکن اس کی اس فتح کا مالوہ کی سرزمین پر گہرا اثر ہوا۔

س فتح کے چند روز بعد جبکہ شجاعت خان ابھی بستر علالت سے اٹھا بھی نہ تھا کہ اجی خان ٹنی کا پیغام ملا کہ ملو خان یعنی قادر شاہ گجرات سے نکل کر اس پر حملہ گیا ہے اور اس کا محاصرہ کر لیا ہے لہٰذا وہ ملو خان کے خلاف فوراً" اس کی مدد

حاجی خان ٹبنی کا یہ پیغام ملتے ہی شجاعت خان فورا" حرکت میں آیا گو اس کے ہاتھ اور چہرے پر گہرے زخم لگے ہوئے تھے اور وہ سفر کرنے کے قابل نہیں تھا پھر بھی شجاعت خان نے بڑی بہادری۔ بڑی دلیری اور جراتمندی کا ثبوت دیا۔ ایک پالکی کا اس نے انتظام کیا اور اس میں سوار ہو کر اور اپنے لشکر کو لیکر فورا" حاجی خان ٹبنی کی مدد کو روانہ ہو گیا تھا۔

ادھر مالوہ کا سابق حکمران ملو خان عرف قادر شاہ گجرات سے نکل کر بن سواڑہ کی طرف آیا۔ بنسواڑہ۔ ڈانگر پور کے جنوب میں تھا۔ یہاں سے ماہی ندی کے کنارے کنارے دھار اور اجین کو راستہ جاتا تھا یہ راستہ اس عام راستے سے گجرات سے دوہدر ہو کر مالوہ جاتا تھا۔ زیادہ لمبا تھا۔ حالانکہ اس راستے میں خطرہ کم تھا۔ ملو خان نے مالوہ پر حملہ کرنے کے لیے سب سے پہلے ہی بنسواڑہ شہر کو اپنے لشکر کا مرکز اور صدر کیمپ بنا لیا۔

یہاں سے اس نے لشکری بھرتی کرنے شروع کئے اور اپنے لشکر میں اس نے بے پناہ اضافہ کر لیا۔ اس کے ساتھ نامہ و پیام کا سلسلہ کر کے اسے بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور یوں ملو خان کی طاقت اور قوت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔

بنسواڑہ میں قیام کے دوران ملو خان سے ایک غلطی ہوئی۔ اگر ملو خان بنسواڑہ سے نکل کر اجین پر قبضہ کر لیتا اور جنوب کے راستے نربدا تک پہنچ جاتا تو وہ مالوہ کے مرکزی شہر مانڈو اور دھار کو مکمل طور پر اپنے احاطے میں لے سکتا تھا اور حاجی خان ٹبنی اور شجاعت خان کے درمیان نامہ و پیام کو روک سکتا تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملو خان نے اس قسم کا کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اس لیے شجاعت خان بڑی سرعت کے ساتھ مالوہ کے جنوب مشرقی گوشے سے حاجی خان ٹبنی کی مدد کو پہنچ سکا۔

بنسواڑہ میں اپنی پسند اور اپنی خواہش کے مطابق لشکر تیار کرنے کے بعد ملو خان نے وہاں سے کوچ کیا اور بھوپال کے علاقے سے گزرتا ہوا ملو خان راستے میں آنے والی ہر قوت کو تہہ و بالا کرتا ہوا وجے گڑھ سے شمال کی سمت آگے بڑھا۔

دوسری جانب شیر شاہ سوری کا سالار حاجی خان ٹبنی بھی وجے گڑھ اور دریائے نربدا کے درمیان اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ ملو خان اپنے لشکر کے ساتھ

و پے میں سنسنی پھیلا دینے والی مرگ مبرم' حرب و ضرب کے اندوہناک اور ہنگامے تجسس کے فریب اور تہذیب کے جنوں کی طرح بڑی تیزی سے شمال کی بڑھتا ہوا دریائے نربدا اور وجے گڑھ کے بیچ حاجی خان ٹبنی کے لشکر کے سامنے رکا تھا۔

لو خان نے جب دیکھا کہ حاجی خان اس کے مقابلے پر اکیلا ہے اور شیر شاہ ی خواص خان وہاں نہیں ہیں اور یہ کہ حاجی خان ٹبنی کے ساتھ جو لشکر ہے وہ ملو کے لشکر سے بہت کم ہے۔ ملو خان کے حوصلے بلند ہو گئے۔ حاجی خان ٹبنی کے آتے ہی اپنے لشکر کو ستانے کا موقع دیئے بغیر ملو خان نے حاجی خان ٹبنی پر کر دیا تھا۔

حملہ آور ہوتے ہوئے ملو خان حاجی خان ٹبنی کے لشکر پر طوفان مہیب بارش کے اولوں کی ہلاکت خیزی اور بادو باران کے طوفان کی طرح نزول کرتے ہوئے حاجی ٹبنی اور اس کے لشکریوں پر کثیف دھوئیں کی طرح چھانے لگا تھا۔

حاجی خان ٹبنی بھی شیر شاہ سوری کے تحت جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا۔ حرب و کے سارے فنون سے بھی واقف تھا۔ ملو خان کے مقابلے میں اس نے بھی حملہ کیا۔ اپنے پورے رشک و حسد۔ جذبات رقابت کینہ و بغض اور کدورت کڑوے پن سے کام لیتے ہوئے اس نے بھی ملو خان اور اس کے لشکریوں پر ضربیں شروع کر دی تھیں۔ لیکن ملو خان کے حملے ایسے خطرناک اور جان لیوا تھے کہ خان ٹبنی کی ہر کوشش اس کا ہر جتن ملو خان کے مقابلے میں سراب و واہمہ۔ گمان دکھائی دینے لگا تھا۔

حاجی خان ٹبنی نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ ملو خان اور اس کے لشکری کی صفوں کو توڑ کر آگے نہ بڑھنے پائیں لیکن ملو خان کے حملے بھی عجیب تھے۔ وہ قاطع طریق' خوابیدہ راتوں کو پکارتی مرگ' گلشن زیست کو پراگندہ کر دینے والے نامراد کی طرح حاجی خان ٹبنی کے لشکر پر تین اطراف سے حملہ آور ہوتے ہوئے اور خرد۔ قلب و نظر۔ شعور اور ہوش کو لخت لخت۔ پاش پاش کرتا جا رہا تھا۔

دریائے نربدا اور وجے گڑھ کے درمیان حاجی خان ٹبنی اور ملو خان کے درمیان

ہولناک جنگ چھڑ گئی تھی۔ وسعت افلاک تلے اور مشت خاک میں ہر مصلحت اندیشی۔ پیام موت میں ڈوبنے لگی تھی۔ دامان آسمان میں دل کی بستیاں زیر تیغ و خنجر صفحہ دہر سے مٹ رہی تھیں۔ کافی دیر تک ملو خان اور حاجی خان بٹنی کے درمیان ہولناک جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ اپنے جان لیوا زور دار اور لگاتار حملوں سے ملو خان نے حاجی خان بٹنی کے لشکر کی حالت ظلمت شب میں آہ و فغان' روح کی تڑپ قلب کی حرارت سے محروم' زیست کے اجڑے گلستان اور تاریخ کے لٹے قافلے جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔ حاجی خان بٹنی نے جب اندازہ لگایا کہ اگر اس نے جنگ مزید جاری رکھی تو نہ صرف اسے شکست ہوگی بلکہ اس کے لشکر کا بھی خوب قتل عام ہوگا۔ لہٰذا ان حالات میں حاجی خان بٹنی نے بڑی دانشمندی کا ثبوت دیا اور اس نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔ میدان جنگ سے وہ بھاگ کھڑا ہوا پیچھے مڑا اور گھر گاؤں میں آ کر وہاں کے مضبوط قلعے میں اس نے اپنے آپ کو محصور کر لیا تھا۔ ملو خان بھی بٹنی کے تعاقب میں آیا اور گھر گاؤں کے قلعے کا اس نے محاصرہ کر لیا تھا اسی گھر گاؤں کے قلعے میں محصور ہو کر حاجی خان بٹنی نے شجاعت کو اپنی مدد کے لیے پکارا تھا۔

تاریک اور ویران رات کنج در کنج سرسراتی خوابوں میں گنگناتی سایوں سپنوں کی شال اوڑھے کسی مندر کی لٹ دھاری جوگن اور اجالوں کی کھوج لگاتی کبھی وارور کی پگلی نیار کی طرح اپنی منزل کی طرف بھاگتی ہوئی اپنی آخری حدود کو چھو رہی تھی۔ رات کی گود میں سمائی اندھیرے سے خوفزدہ راہیں چہرے پر شفق کی سرخی کی طرح نمایاں ہونے لگی تھیں۔ مشرق کی طرف سے صبح کاذب نور افشاں کی طرح اپنا با نکپن چھنکاتی جھلملاتی رنگ برساتی چھب دکھاتی اور کھلتی چھپتی بدن چھپاتی کسی اچھوتی دلہن کی طرح آہستہ آہستہ شرقی افق پر نمایاں ہونا شروع ہو گئی تھی۔ مختلف پرندوں کے گروہ کوہ قاف کی رقصاں پریوں کے طائفوں کی طرح اپنے اپنے گھونسلوں سے نکل کر رزق کی تلاش میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے ہر شے رات کی تاریکی میں وصل کی منتظر تعبیر' خواب و جدان بے مثال میں شعروں کے نزول اور دنیائے فکر و فن میں کیفیت الہام کی طرح بڑی بے چینی سے صبح کی منتظر تھی ایسے میں ایک سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا گھر گاؤں قلعہ کے شمالی دروازے پر نمودار ہوا فضاؤں میں ابھی ہلکی

ی تاریکی تھی اپنے گھوڑے سے اتر کر اس سوار نے شہر پناہ کے دروازے پر دستک ی تھی۔

دستک دینے کے تھوڑی ہی دیر بعد اس دروازے کے محافظوں میں سے ایک نے دروازے کا تھوڑا سا حصہ کھولا اور اس میں سے جلتی ہوئی مشعل کی روشنی میں اس نے سوار کو دیکھا پھر اس نے فوراً" دروازہ کا ایک پٹ کھول دیا وہ سوار اپنے گھوڑے ا باگیں تھامے گھر گاؤں کے اس قلعے میں داخل ہو گیا تھا جہاں ملو خان کے سامنے ہر شاہ سوری کے سالار حاجی بٹنی نے پناہ لے رکھی تھی۔

قبل اس کے قلعے میں داخل ہو کر وہ سوار اپنے تاثرات کا اظہار کرتا دروازے کے محافظوں کے لیے دروازے کے قریب جو عمارت بنی ہوئی تھی اس میں سے خود جی خان بٹنی مسکراتا ہوا نکلا اور اس سوار کو مخاطب کر کے کہنے لگا میرے عزیز میں ری رات بڑی بے چینی سے یہیں تمہارا منتظر رہا ہوں مجھے امید تھی کہ آج کی ت تم کوئی اچھا پیغام لیکر ضرور آؤ گے۔ آنے والا سوار حاجی خان بٹنی کا وہ قاصد تھا اس نے شجاعت خان کی طرف مدد کے لیے بھیجا تھا۔ حاجی خان بٹنی جب خاموش جب وہ قاصد خوشی اور انبساط ملی جلی آواز میں کہنے لگا۔

" حاجی خان بٹنی میرے محترم میں آپ کے لیے ایک انتہائی خوش کن خبر لیکر آیا ں تھوڑی دیر تک شجاعت خان یہاں پہنچے گا اور وہ ملوخان کے لشکر کی پشت پر سے آور ہو جائے گا آپ کے لیے شجاعت خان کا یہ پیغام ہے کہ فوراً" آپ اپنے لشکر ساتھ شمالی دروازے سے نکلیں اور سامنے کی طرف سے ملو خان کے لشکر پر حملہ ہو جائیں۔ جواب میں حاجی خان بٹنی نے پوچھا۔

میرے عزیز کیا تو بتائے گا کہ شجاعت خان اس وقت کتنی دور ہے اس پر قاصد مسکراتے ہوئے کہا حاجی خان بٹنی شجاعت خان دور نہیں ہے وہ رات کی تاریکی میں میرے ساتھ ہی سفر کرتے ہوئے ادھر آیا ہے اور ملو خان کے لشکر کی پشت کی ب وہ گھات بھی لگا چکا ہے۔ لہٰذا آپ وقت ضائع نہ کریں تھوڑی دیر تک سورج ع ہونے والا ہے روشنی ہو جائے گی پھر آپ کا کام دشوار ہو جائے گا ابھی فضاؤں تھوڑی تھوڑی تاریکی ہے اسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ اپنے لشکر کے ساتھ

سامنے کی طرف سے ملو خان پر حملہ آور ہو جائیں شجاعت خان کا کہنا تھا کہ اگر ایسا ہو تو ہم ہر صورت میں صبح ہونے سے پہلے ہی پہلے ملو خان اور اس کے لشکریوں کو پوری طرح کھدیڑ کے رکھ دیں گے حاجی خان ٹبی نے مزید اس قاصد سے کچھ نہ پوچھا پھر وہ بھاگتا ہوا قلعے کے اندرونی حصے کی طرف جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد حاجی خان ٹبی کھرگھاؤں قلعے کے شمالی دروازے سے اپنے لشکر کے ساتھ نکلا چونکہ ملو خان نے شمالی دروازے کا محاصرہ نہیں کر رکھا تھا اس لیے بغیر کسی خطرے کے حاجی ٹبی اس دروازے سے اپنے لشکر کے ساتھ نکل گیا پھر لشکر کے ساتھ اس نے فصیل کے گرد تنہائی کے سمندر میں کسی غیر فانی عمل کی طرح چکر کاٹا اس کے بعد سامنے کی طرف سے اس نے ملو خان کے لشکر پر باطل تہذیب میں گھستے اساطیری وجود اور کھیتوں کی کہر میں گھس کر شب و خون مارتے روحوں کے قاتل کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

جس وقت سامنے کی طرف سے حاجی خان ٹبی نے ملو خان پر حملہ کیا تھا عین اسی وقت پشت کی جانب سے گھات میں بیٹھا ہوا شجاعت خان بھی اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا گو وہ زخمی تھا اور اس نے پالکی میں بیٹھ کر سفر کیا تھا لیکن اب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر کے وسطی حصے میں لشکر کو لڑنے کے احکامات دینے کے قابل تھا اپنی گھات سے شجاعت خان اپنے لشکر کے ساتھ تقدیر کو سرنگوں کرتی آواز حق و ہو کی طرح نمودار ہوا پھر وہ موت کی وادی میں مرگ کا کھیل کھیلتے وہم کے منحوس پرندوں، ان گنت صدیوں کی تاریکی میں آفاق پر چھا جانے والی نور کی کرنوں کی طرح پشت کی جانب سے ملو خان کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا اب اس دو طرفہ حملے سے ان گنت سانسوں کی ڈوریاں کٹنے لگی تھیں۔

کھرگاؤں قلعے سے باہر میدان جنگ میں ایسی کیفیت طاری ہو گئی تھی جیسے نور و ظلمت، بہار و خزاں، روشنی اور تیرگی ایک دوسرے سے ٹکرا گئے ہوں دوستی اور یگانگت وقار اور شجاعت آسودگی اور ولولہ انگیزی خون خون ہونے لگی تھی بڑے بڑے سورماؤں بڑے بڑے جنگجوؤں کے تصورات کے بت ٹوٹنے لگے تھے بصیرتیں اندھی ہونے لگی تھیں۔

حاجی خان ٹبی اور شجاعت خان کا یہ دو طرفہ حملہ ملو خان کے لیے ایسا غیر متوقع اور زور دار تھا کہ جس وقت مشرق کی طرف سے سورج طلوع ہو رہا تھا کھرگاؤں قلعے سے باہر ملو خان کے لشکر کی حالت اجڑے ویران معبد، مقفل دریچوں اور سنسان گلیوں کی سی ہونے لگی تھی۔ پھر تھوڑی ہی دیر کی مزید جنگ کے بعد ملو خان نے شکست قبول کر لی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ شجاعت خان اور حاجی خان ٹبی ملو خان کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔

شجاعت خان اور حاجی خان ٹبی نے دور تک ملو خان کا تعاقب کیا لیکن ملو خان ان سے جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا ملو خان وجے گڑھ کے راستے خاندیش کے علاقے میں چلا گیا اور ہمیشہ کے لیے اس نے مالوہ کو خیر باد کہہ دیا۔ مالوہ کی تاریخ میں پھر اس کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

○

ادھر خواص خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اریل کے راجہ بیربھان کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا اس پیش قدمی کے دوران ایک روز کملاوتی جو خواص خان کے پہلو بہ پہلو اپنے گھوڑے پر سوار جا رہی تھی آگے بڑھتی بڑھتی چونک سی گئی اس نے دیکھا لشکر کے اندر اس کے دائیں بائیں ملوک چند اور منوہر داس بڑی بے چینی سے ادھر ادھر آ جا رہے تھے یہ دونوں وہی تھے جنہیں کملاوتی نے گنگا اور نیرل کو قتل کرنے پر مقرر کیا تھا ان کا دائیں بائیں چکر لگانا کملاوتی کی سمجھ میں آ گیا وہ جان گئی کہ وہ اسے کچھ کہنے کے لیے بے چین ہیں لہٰذا آہستہ آہستہ اپنے گھوڑے کی رفتار کم کرتے ہوئے وہ تھوڑا سا خواص خان سے پیچھے رہ گئی تھی اس موقع سے ملوک چند اور منوہر داس نے فوراً فائدہ اٹھایا اپنے گھوڑوں کو تیزی سے وہ کملاوتی کے قریب لائے ایک کملاوتی کے دائیں جانب دوسرا بائیں جانب ہو گیا پھر ملوک چند بڑی سرگوشی اور رازداری میں کملاوتی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ کملاوتی ہم نے رہتاس شہر میں گنگا اور نیرل دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اب مزید کہو ہمارے لئے کیا حکم ہے اس خبر پر کملاوتی کے چہرے پر بڑی خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اور وہ بڑی رازداری میں ملوک چند کو دھیمی آواز میں کہنے

لگی۔ دیکھ ملوک چند اور منوہر داس تم نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے اور اس کے لیے مناسب وقت پر تمہیں میں بھاری انعام دوں گی میرے ساتھ رابطہ قائم رکھنا اور ادھر ادھر ہو جانا پھر کوئی مناسب موقع جان کر گنگا اور نیرمل کی طرح خواص خان کو بھی ٹھکانے لگانا ہے اب تم ادھر ادھر ہو جاؤ میں پہلے کی طرح خواص خان کے پہلو بہ پہلو پیش قدمی کرتی ہوں۔ کملاوتی کے اس حکم پر ملوک چند اور منوہر داس پیچھے ہٹ گئے تھے جبکہ کملاوتی نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور پہلے کی طرح وہ پھر خواص خان کے پہلو میں آ گئی تھی کملاوتی ابھی خواص خان کے پاس آئی ہی تھی کہ خواص خان نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار بے نیام کر لی اپنی ڈھال بھی اس نے سنبھال لی اور تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے اس نے اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دے دیا تھا اس لیے کہ سامنے ان گنت سوار خواص خان اور اس کے لشکر کی راہ روکے کھڑے تھے۔

O===O===O

راہ روکنے والے سواروں کے خلاف خواص کسی رد عمل کا اظہار کرنے ہی والا تھا کہ راہ روکنے والے سواروں میں سے دو اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آگے بڑھے ابھی انہوں نے آدھا ہی فاصلہ طے کیا ہو گا کہ خواص خان کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی اس نے ڈھال اپنے گھوڑے کی زین سے لٹکا دی اور اپنی تلوار بھی نیام میں کر لی تھی آنے والے دونوں سواروں میں سے ایک فدائی خان تھا اور دوسرا اس کا بیٹا اسماعیل۔ وہی فدائی خان جس کے پاس خواص خان شیر شاہ سوری کے لشکر میں شامل ہونے سے پہلے غلام کی حیثیت سے لومڑیاں پکڑ کر گزر بسر کرتا تھا۔

فدائی خان اور اس کے بیٹے اسماعیل خان دونوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر خواص خان اپنے گھوڑے سے اتر گیا تھا قریب آ کر وہ دونوں باپ بیٹا بھی گھوڑے سے اترے پھر فدائی خان تقریباً" بھاگتا ہوا آگے بڑھا اور خواص خان کو اس نے اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے اس کی پیشانی اس کا چہرہ بار بار چوما تھا اس کے بعد خواص خان اسماعیل سے گلے ملا تھا۔ اسماعیل سے جب علیحدہ ہوا تب خواص خان دونوں کا ہاتھ پکڑے کملا کے پاس لایا اور پھر کملا کو مخاطب کر کے کہا کملا یہ فدائی خان ہے اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا اسماعیل ہے یہ وہی فدائی خان ہے جس کے ہاں میں پہلے ایک غلام کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا تھا بعد میں میں شیر شاہ سوری کے لشکر میں شامل ہوا

اس پر فدائی خان نے فوراً" خواص خان کی بات کاٹ دی۔

خواص خان میرے بیٹے غلط بیانی سے کام مت لو میرے بیٹے میرے بچے جب تک تم اپنے باپ اپنے بھائی کے ساتھ میرے ہاں رہے بتاؤ کبھی میں نے تمہارے ساتھ غلاموں کا سا سلوک کیا خواص خان مسکراتے ہوئے جواب میں کہنے لگا دیکھ فدائی خان تمہارا کہنا درست ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ تم نے میرے اور میرے بھائی کے ساتھ بیٹوں کا سا سلوک کیا اور میرے باپ کے ساتھ تمہارے تعلقات بھائیوں جیسے تھے اس کے باوجود یہ تو ایک حقیقت ہے کہ تم نے ہمیں خریدا تھا بنیادی طور پر تو ہم غلام ہی تھے۔ فدائی خان اس بار بڑی سنجیدگی میں کہنے لگا دیکھ خواص خان میرے بیٹے غلام مت کہو اس طرح میرے دل کو دکھ میری روح کو اذیت ہوتی ہے خواص خان فوراً" بات کا رخ بدلتے ہوئے کہنے لگا بس فدائی خان اور اسماعیل میرے بھائی یہ کملا میری بیوی ہے اس پر فدائی خان بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ کملا خواص خان کی بیوی کی حیثیت سے تو اب میری بیٹی اور میرے بیٹے اسماعیل کے لیے بہن کی مانند ہے اس لیے کہ خواص خان کو میں نے اپنے ہاں بیٹے ہی کی مانند رکھا تھا قسم خداوند کی جب تک یہ میرے پاس رہا میں نے خواص خان اور اسماعیل میں کوئی فرق نہیں جانا کملاوتی نے دھیمی اور خوشگوار آواز میں فدائی خان کا شکریہ ادا کیا اس کے بعد فدائی خان کہنے لگا۔

خواص خان میرے بیٹے اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں دیکھو یہ جو سوار کھڑے ہیں ان کے پیچھے ہی میرا پڑاؤ ہے مجھے خبر ہو چکی ہے کہ تم اریل کے راجہ بیربھان کی سرکوبی کے لیے جا رہے ہو دیکھو بیٹے شام ہونے والی ہے آؤ میرے خانہ بدوش قبیلے میں ہی اپنے لشکر کا پڑاؤ کرو قبیلے کا ہر فرد تیرا خوب جاننے والا ہے آج کی رات بھی یہاں خوب رہے گی ایک عرصے بعد میں اور تم اکٹھے رہیں گے اس کے بعد میرے بیٹے کل میں تمہارے ساتھ ہی اریل کی طرف کوچ کروں گا اب میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے ان سارے خانہ بدوشوں کے ساتھ تمہارے لشکر میں شامل رہوں گا ایک خاص اور مخصوص وقت تک اس کے بعد پھر میں نگر نگر دیس دیس خانہ بدوشی کرنے لگوں گا۔ کیا تم میرے خانہ بدوش قبیلے کے پاس پڑاؤ کرنا پسند کرو گے۔ جواب

خواص خان نے مسکراتے ہوئے کہا کیوں نہیں فدائی خان۔ میرے لشکر کا پڑاؤ تمہارے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ ہی ہو گا اس کے بعد خواص خان نے اپنے لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا فدائی خان کے جو سوار راستے میں کھڑے پشت میں جو فدائی خان کے خانہ بدوش قبیلے کا پڑاؤ تھا اس کے ساتھ ہی خواص خان نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

جس وقت خواص خان کے لشکر کے خیمے نصب ہو رہے تھے اور کملا ایک طرف کھڑی تھی خواص خان کا بازو پکڑ کر فدائی خان اور اسماعیل دونوں ایک طرف لے گئے تھوڑی دیر تک فدائی خان اپنا منہ خواص خان کے قریب لے جا کر اس کے کان میں سرگوشی کرتا رہا جس کے جواب میں خواص خان کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر سرگوشی ہی کے انداز میں خواص خان نے فدائی خان کو مخاطب کر کے کہا۔

فدائی خان میرے محترم میرے عزیز تم اور اسماعیل یہیں رکو میں کملا کو اپنے خیمے میں بٹھا کر آتا ہوں اس کے ساتھ ہی خواص خان وہاں سے ہٹا کملا کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

کملا آؤ میرے ساتھ خیمے میں اس کے بعد میں تھوڑی دیر کے لیے فدائی خان کے پاس جاؤں گا اگر میں رات دیر سے آؤں تو تم فکر مند مت ہونا دیکھ کملا فدائی خانہ بدوش قبیلے کا سردار ہے اور کبھی میں بھی ان کے اندر زندگی بسر کرتا تھا لہذا میرے آنے کی خوشی میں وہ ایک جشن کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ یہ جشن ساری رات جاری رہے اور یہ لوگ مجھے وہاں سے اٹھنے نہ دیں لہذا اگر رات کے کسی حصے میں نہ بھی آ سکوں تو دیکھ کملا تو فکر مند مت ہونا اور برا بھی مت ماننا اس پر کملاوتی نے بڑی بے بسی سے خواص خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو کیا آپ ساری رات باہر رہیں گے۔ خواص خان کہنے لگا اس سے کیا فرق پڑتا ہے کملا تم اپنے خیمے میں ہو گی خیمے سے باہر دو محافظ ہوں گے کبھی اس سے پہلے بھی میں رات باہر رہا ہوں فدائی خان ضد کر رہا ہے اس لیے میں نے اس کے سامنے ہاں کہہ دی ہے کملاوتی نے بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا میں نے تو یونہی از راہ تمسخر کہہ دیا تھا ورنہ

میں جانتی ہوں آپ کبھی بھی مجھے چھوڑ کر رات باہر نہیں رہے ۔ بہرحال اگر آپ ا
سے جان چھڑا سکیں تو رات ہی اپنے خیمے میں لوٹ آئیں میں بڑی بے چینی سے آپ
کا انتظار کروں گی اس کے ساتھ ہی خواص خان کملاوتی کو اپنے خیمے میں لے گیا تھ
خیمے میں اسے چھوڑ کر پھر وہ فدائی خان اور اسماعیل کے پاس لوٹا اور مسکراتے ہوئے
کہنے لگا۔

آؤ اب چلتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی فدائی خان اور اسماعیل دونوں باپ بیٹا
خواص خان کو اپنے ساتھ اپنے خانہ بدوش قبیلے کی طرف لے جا رہے تھے۔

آگے جا کر وہ لوگ چمڑے کے ایک کافی بڑے خیمے کے پاس رک گئے تھے جے
تقسیم کر کے مختلف حصوں اور کمروں میں بانٹا گیا تھا۔ خیمے کے باہر کھڑا ہو کر فدائی
تھوڑی دیر تک خیمے کے دروازے کی طرف دیکھتا رہا پھر خواص خان کو مخاطب کر کے
کہنے لگا خواص خان میرے بیٹے پہلے تم اندر جاؤ اس کے بعد میں اور اسماعیل اس خیمے
میں داخل ہوں گے۔ فدائی خان کے ان الفاظ پر خواص خان کے چہرے پر بڑی گہری
مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ مسکراتا ہوا اس خیمے میں داخل ہوا۔ جونہی خواص
خان اس خیمے میں داخل ہوا اس نے دیکھا خیمے کے اندر پیچھے دبیز قالین کے اوپر سٹی
گدوں پر لگے ہوئے بستر پر حسین و پر جمال گنگا نیم دراز تھی اور اس کے قریب ہی
لکڑی کے پالنے میں ایک بچہ ہمک ہمک کر اعضاء و جوارح ہلا رہا تھا۔ اور گنگا بڑے
غور سے بچے کو دیکھتے ہوئے خوش ہو رہی تھی۔ گنگا نے جونہی خواص خان کے خیمے
میں داخل ہونے کی آہٹ سنی وہ تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھی پھر وہ بے پناہ خوشیوں
اور بے انداز مسرتوں کا اظہار کرتے ہوئے ننگے پاؤں اٹھ کر بھاگی اور پوری قوت او
پورے زور کے ساتھ وہ خواص خان سے لپٹ گئی تھی۔

تھوڑی دیر تک خواص خان اور گنگا پر سکون انداز میں ایک دوسرے سے لپٹے
رہے گنگا نے بڑے پر سکون انداز میں اپنا سر خواص خان کے کندھے پر رکھ دیا تھا بار
بار وہ اس کی گردن چوم رہی تھی۔ پھر وہ علیحدہ ہوئی اور خواص خان کو مخاطب کرتے
ہوئے پوچھا آپ کیسے ہیں۔ خواص خان نے اپنا ہاتھ گنگا کی کمر میں ڈالا اور بے پناہ
محبت میں پوچھا تم کیسی ہو گنگا کہنے لگی میں تو بالکل ٹھیک ہوں بس میں آپ کی سلامتی

متعلق فکر مند تھی۔ جواب میں خواص خان نے گنگا کے کان میں کوئی سرگوشی کی
ن کر گنگا کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔ پھر خواص خان آگے بڑھا لکڑی کے پالنے
قریب وہ دوزانوں بیٹھ گیا پھر کافی دیر تک وہ بچے کو چوم چوم کر پیار کرتا رہا اس
بعد وہ بستر پر گنگا کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ خواص خان چونکا اور گنگا کو مخاطب کر کے
لگا۔ گنگا فدائی خان اور اسماعیل دونوں باپ بیٹا باہر کھڑے ہیں میرے خیال میں
میں اندر بلاتا ہوں گنگا کہنے لگی ہاں ان کا اس طرح باہر کھڑے رہنا معیوب ہے
خان نے مجھے باپ سے بڑھ کر اور اسماعیل نے مجھے بھائیوں سے بڑھ کر پیار اور
دی ہے خواص خان اپنی جگہ سے اٹھ کر فدائی خان اور اسماعیل کو اندر لانے ہی
اکہ عین اسی وقت نیرمل خیمے میں داخل ہوئی اسے دیکھتے ہی خواص خان بے حد
ہوا اور کہنے لگا نیرمل تم کیسی ہو نیرمل آگے بڑھی خواص خان کے سر پر بڑی
ت سے اس نے ہاتھ پھیرا اور کہنے لگی بیٹے بس تمہاری دعاؤں اور تمہاری حمایت
نیرمل بے حد خوش بڑی پر سکون ہے پھر نیرمل گنگا کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ خواص
خیمے کے دروازے پر آیا اور کہنے لگا اب تم دونوں باپ بیٹا اندر آؤ کب تک باہر
رہو گے اس کے ساتھ ہی خواص خان کے ہمراہ فدائی خان اور اس کا بیٹا
ل بھی خیمے میں داخل ہوئے اور تینوں قالین پر بچھے ایک گدے پر بیٹھ گئے تھے۔
تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی رہی اس کے بعد فدائی خان کی آواز سنائی دی
ص خان سے مخاطب ہوا تھا۔

خواص خان میرے بیٹے میں ایک کام سے تو فارغ ہو چکا یعنی تمہیں اور گنگا کو
میری ایک نالش بھی ہے مجھے امید ہے کہ تم میرا یہ کام ضرور کرو گے۔
خان نے چونک کر پوچھا فدائی خان میرے محترم کیسا کام؟ جواب میں فدائی خان

دیکھ خواص خان میرے بیٹے پہلے مہارتھ نے کچھ علاقوں میں تباہی اور بربادی
تھی مہارتھ کے بعد اس کا رشتہ دار اور قریبی عزیز پالا موا تھا اس نے پر
کے ساتھ مل کر بنگال میں اچھی خاصی شورش برپا کی تھی لیکن قبل اس کے کہ
بربادی پھیلتی تم نے اس کا قلع قمع کر دیا اب ایک نوجوان مہاکوی اٹھا ہے اس

نے مہارتھ اور پالامو کے بکھرے ہوئے ساتھیوں کو ایک جگہ جمع کیا ہے یہ خلیج بنگا
کے پاس اپنا مسکن بنائے ہوئے ہے پرتگالی بھی اس کی مدد کر رہے ہیں بلکہ ان گنت
تگالی اس کے لشکر میں بھی شامل ہیں اور یہ خلیج بنگال کے اپنے مسکن سے نکل کر
کراکثر شہروں اور دیہاتوں پر حملہ آور ہوتا ہے اور لوٹ مار کا بازار گرم کرتا ہے۔ دیکھ
خواص خان اس وقت تو میں رہتاس سے آ رہا ہوں لیکن رہتاس سے پہلے میں بنگال
کی طرف گیا تھا وہاں جس وقت میں جنوبی بنگال کے حصوں میں سے اپنے خانہ بدوش
قبیلے کے ساتھ گزر رہا تھا تو مہاکوی نے اپنے لشکر کے ساتھ ہم پر حملہ کر دیا۔ میں نے
بڑی مشکل سے اپنا دفاع کیا اس کے باوجود مہاکوی نے میرے کئی نوجوانوں کو موت
کے گھاٹ اتار دیا اور میرے قبیلے کا بہت سا سامان لوٹ لینے میں کامیاب ہو گیا اس
طرح مجھے اس مہاکوی نے بہت نقصان پہنچایا۔ مجھے بہترین جوانوں سے محروم کیا اور
میرے قبیلے کا سامان بھی لوٹا۔

خواص خان میرے بیٹے میں چاہتا ہوں جب کبھی تمہیں فرصت ملے تو اپنے لشکر
کے ساتھ شیر شاہ سوری سے اجازت لیکر اس مہاکوی کی سرکوبی ضرور کرنا بیٹے ورنہ یہ
آنے والے دنوں میں بنگال کے اندر مسلمانوں کا بدترین دشمن ثابت ہو گا اور ہمیں
ناقابل تلافی نقصان پہنچائے گا۔ اس پر خواص خان چھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا دیکھ
فدائی خان میرے محترم تو فکر مند نہ ہو۔ عنقریب میں بنگال کا رخ کروں گا تو دیکھے گا
کہ میں اس مہاکوی کا خاتمہ کر کے رہوں گا۔ خواص خان کے اس جواب پر فدائی
خان اور اس کا بیٹا اسماعیل دونوں خوش ہو گئے تھے۔ اسماعیل اپنی جگہ سے اٹھا اور
کہنے لگا خواص خان میرے بھائی آپ بیٹھیں۔ میں آپ کے کھانے کا انتظام کرتا
ہوں۔ فدائی خان بھی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا خواص خان میرے بیٹے اب تم گنگا کے
پاس بیٹھ کر باتیں کرو میں تم سب کے کھانے کا اہتمام کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی
فدائی خان اور اسماعیل وہاں سے باہر نکل گئے تھے۔

فدائی خان اور اسماعیل کے جانے کے بعد نیرمل بھی بہانے سے خیمے کے دوسرے
حصے کی طرف چلی گئی تھی۔ نیرمل کے جانے کے بعد گنگا تھوڑی دیر تک پیار بھری
نگاہوں سے خواص خان کی طرف دیکھتی رہی پھر پوچھا۔ رات آپ میرے اور بچے ہی

رہیں گے ناں؟ خواص خان کہنے لگا ضرور آج رات میں تم دونوں ماں بیٹے
رہوں گا۔ گنگا نے خدشات کا اظہار کیا۔ کملا اس سلسلے میں کوئی باز پرس تو
ے گی۔ خواص خان کہنے لگا باز پرس اس نے کیا کرنی ہے میں پہلے ہی بتا کر آیا
شاید میں آج رات کو نہ آسکوں ۔ خواص خان کا یہ جواب سن کر گنگا خوش
۔ کافی دیر تک بیٹھ کر دونوں میاں بیوی باتیں کرتے رہے اور اپنے بچے کو
اور پیار کرتے رہے پھر اس کے بعد فدائی خان کے آدمی کھانا لے آئے تھے
نیرمل کو آواز دیکر بلایا پھر تینوں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے۔ وہ رات
ان نے گنگا کے پاس اس کے خیمے میں بسر کی دوسرے روز خواص خان اور
ن دونوں اپنے لشکر اور قبیلے کے ساتھ اریل کے راجہ بیربھان سے نپٹنے کے
سے کوچ کر گئے تھے۔

یل کے راجہ بیربھان کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ شیر شاہ سوری کا سالار اعلیٰ اس
لی کے لیے بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہا ہے۔ لہٰذا خواص خان کی راہ
لیے وہ اپنی عملداری کی آخری سرحدوں پر پہنچ کر اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ
تھا تاکہ خواص خان کو عملداری کی آخری سرحدوں پر پہنچا کر اپنے لشکر کے
زن ہوا تھا تاکہ خواص خان کو اپنی عملداری سے باہر ہی روک دے۔

ص خان اپنے لشکر اور فدائی خان کے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ جب اس
قریب پہنچا جہاں اریل کے راجہ بھیربھان نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر
اریل کے راجہ بھیربھان نے خواص خان کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا۔ وہ اپنی
جولانی اور موج و منشا میں اپنے لشکر کے ساتھ اپنے پڑاؤ سے نکلا۔ ویرانوں
ی ہواؤں' ابر پوش آسمان پر رات کی گھن گرج کی طرح وہ آگے بڑھا پھر اس
ویران کی تیرگی میں خوفناک شام' ماتمی سایوں اور دھکتی ہوئی آگ کی طرح
ن کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔

ل کے راجہ بھیربھان کا یہ حملہ اچانک تو نہیں تھا۔ تاہم زور دار اور خونخوار
۔ اریل کا راجہ چاہتا تھا کہ اچانک اور دفعتاً" خواص خان پر حملہ آور ہو کر
ھوں کو درہم برہم کر کے خواص خان کو بھاگنے پر مجبور کر دے پر خواص خان

شیر شاہ سوری کا وہ جرنیل تھا جس پر بد سے بدترین حالات میں بھی اعتماد کر سکتا ت
لہٰذا اریل کا راجہ بھیربھان اپنی کوش فہمیوں کی تکمیل نہ کر سکا۔

راجہ بھیربان نے حملہ آور ہونے کے بعد خواص خان نے کوئی جوابی قدم ن اٹھایا۔ بلکہ جوان و توانا نوید بقا جیسے انداز جگر سوختہ اور شور و نوحہ جیسے لہجے ا کھنکھتی زنجیر کی مانند اپنی شوریلی اور غصیلی آوازوں میں وہ اپنے لشکریوں کا حو بڑھاتا رہا۔ تکبیریں بلند کرتا رہا اور راجہ بھیربھان کے حملوں کو روکتا رہا۔

تھوڑی دیر تک ایسا ہی سماں رہا راجہ بھیربھان بڑی تندی بڑی خونخواری ۔ حملہ آور ہوتا رہا۔ خواص خان بڑی جوانمردی بڑے صبر و تحمل کے ساتھ اس ۔ حملوں کو روکتا رہا۔ پھر میدان جنگ میں ایک انقلاب رونما ہوا۔ شائد فدائی خان ا خواص خان نے پہلے ہی اریل کے راجہ سے نپٹنے کے لیے ایک لائحہ عمل طے کر ر تھا۔ خواص خان کے لشکر کے پیچھے فدائی خان کا خانہ بدوش قبیلہ تھا۔ بس فدائی خا اور اس کا بیٹا اسماعیل اپنے خانہ بدوش جنگجوؤں کے ساتھ پشت کی طرف سے نمو ہوئے۔ خواص خان کے لشکر کے پہلو میں پیش قدمی کرتے ہوئے آگے بڑھے ا دونوں باپ بیٹے نے اپنے سرکش اپنے خونخوار خانہ بدوشوں کے ساتھ اریل کے را بھیربھان کے لشکر کے پہلو پر سرخوش و زندہ دل جوانان صف شکن' پاسبان عز آزادی۔ جانباز و یگانہ جری و بیباک اور نڈر وفا پیکر کی طرح حملہ کر دیا تھا۔ ف خان اور اسماعیل کے یوں پہلو کی طرف سے حملہ آور ہونے کے بعد راجہ بھیر کے لشکر میں ایک طرح کی بے چینی اور فکر مندی کے آثار نمودار ہونا شروع ہو تھے پھر عین اسی وقت اس سے بھی بڑا ایک خونی انقلاب رونما ہوا۔ خواص خان وفاع ترک کر دیا۔ جارحیت پر وہ اترا۔ پھر اپنے لشکر کے ساتھ اس نے راجہ بھیر پر سرمدی آوازوں' موت کے ہمرازوں' مرگ کے فرزندوں اور حوادث کے جگر جیسے جان لیوا حملے کرنے شروع کر دیئے تھے۔ اب ان دو طرفہ حملوں سے ر بھیربھان اپنے آپ کو ایک نئی طرز کی اذیت اور مصیبت میں مبتلا محسوس کر ر تھا۔

جنگ جاری رہی۔ خواص خان اور فدائی خان آہستہ آہستہ پیش قدمی کر رہے

آنے والے راجہ بھیربھان کے ہر لشکری کا قتل عام کرتے ہوئے راجہ بھیربھان کر میں گھستے چلے جا رہے تھے۔ اس دو طرفہ حملے کے سامنے اب راجہ بھیربھان ل کے لشکری اپنے آپ کو تہی دامن مسافر کی دریدہ قبا' زخم زخم بدن' گریبان الفاظ اور تجرد کی زندگی جیسا محسوس کر رہے تھے۔ دوسری جانب خواص خان اور اپنی اپنی سمت سے کسی خدائی نگہبان کی طبعی گردش' شام و سحر کی رسم طرح بڑی تیزی بڑی تندی اور سرعت کے ساتھ راجہ بھیربھان کے لشکریوں پر روع ہو چکے تے۔

تھوڑی دیر تک جب مزید جنگ جاری رہی تو راجہ بھیربھان کو بد ترین شکست ر وہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اس موقع پر خواص خان نے فدائی خان زہ دیا کہ وہ اپنے خانہ بدوش قبیلے اور خواص خان کے پڑاؤ کی خواتین اور سامان کے ساتھ آہستہ آہستہ اریل کی طرف بڑھے اور خود وہ راجہ بھیربھان قب میں لگ گیا تھا تاکہ اریل کے راجہ بھیربان اپنے مرکزی شہر اریل میں قلعہ اور لڑائی کو طول دینے کی کوشش نہ کر سکے جبکہ خواص خان ایسا نہیں چاہتا اس نے بڑی تیزی بڑی تندی سے بالکل اپنے آگے آگے بھاگتے راجہ کے لشکریوں سے متصل رہ کر تعاقب شروع کیا تھا پشت کی جانب سے وہ حملہ تے ہوئے لحہ بہ لحہ ان کی تعداد بھی کم کرتا چلا جا رہا تھا اور بھیڑ بکریوں کے طرح انہیں آگے آگے ہانکتا بھی چلا جا رہا تھا۔

ل شہر تک خواص خان نے راجہ بھیربھان کا اس طرح تعاقب کیا جیسے کوئی کن کھیلتا ہے۔ راجہ بھیربھان کا خیال تھا کہ وہ قلعہ بند ہو کر خواص خان ے مزاحمت کرے گا لیکن خواص خان نے اس کے سارے ارادوں کو ناکام بنا لیے کہ بھیربھان کے پیچھے پیچھے لشکر کے ساتھ خواص خان بھی اریل شہر میں ا تھا۔ ایک بار پھر شہر کے اندر راجہ بھیربھان اور خواص خان کے درمیان کا رن پڑا اس جنگ میں خواص خان نے اریل کے راجہ بھیربھان کو بدترین ں اور شہر کے اندر جس قدر حفاظتی لشکر تھا اس کا اس نے خاتمہ کر دیا تھا۔ حال میں راجہ بھیربھان اپنے خاندان اور قبیلے کے لوگوں کے ساتھ مخالف

سمت کے شہر کے دروازے سے نکل کر اپنی جان بچا کر بندیل کھنڈ کے دیہات
طرف بھاگ گیا تھا۔ جبکہ شہر کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لینے کے بعد شہر سے
اپنے لشکر کے ساتھ خواص خان نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

شام تک فدائی خان بھی اپنے خانہ بدوش قبیلے اور خواص خان کے پڑاؤ کی ہر
اور خواتین کے ساتھ اریل کے باہر خواص خان کے لشکر کے پڑاؤ کے پاس پہنچا
اس نے بھی اپنے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ وہاں پڑاؤ کر لیا تھا۔ جب ایسا ہو
خواص خان اپنے خیمے میں داخل ہوا خیمے میں کملاوتی بڑی بے چینی سے ٹہل
تھی۔ وہ خواص خان کا ہی انتظار کر رہی تھی۔ جیسے ہی خواص خان خیمے میں داخل
تو کملاوتی بھاگی اور بری طرح وہ خواص خان سے لپٹ گئی تھی۔ پھر اس نے
چاہت اور محبت میں خواص خان کو مخاطب کر کے کہا میں آپ کو اریل کے را
بھیربھان کے خلاف شاندار فتح پر مبارکباد دیتی ہوں۔ میں اریل شہر پر قبضہ کرنے
لیے بھی آپ کو دوسری بار مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ کملاوتی کے ان الفاظ پر
خان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر کملاوتی کا شانہ تھپتھپا
ہوئے وہ کہنے لگا دیکھ کملا تو تھوڑی دیر خیمے میں بیٹھ سب سے پہلے میں اپنے لشکر
اور فدائی خان کے خانہ بدوش قبیلے کے کھانے اور دوسری ضروریات کا اہتمام کروا
اور اس کے بعد میں اریل شہر میں جاؤں گا میں اس کے انتظامات کو آخری شکل
چاہتا ہوں ہاں اس موقع پر میں تم سے ایک اور بات بھی کہنا پسند کروں گا۔ اس
کملاوتی نے چونک کر پوچھا کیسی بات۔ خواص خان پھر کہنے لگا۔

دیکھ کملا ۔ میں چند روز تک یہاں اریل شہر سے باہر اپنے لشکر کے ساتھ
کروں گا اس دوران میں اریل شہر کے انتظامات درست کرنے اور شہر پر اپنا حاکم
کرنے کے بعد مالوہ کی طرف پیش قدمی کروں گا اور وہاں میری سخت ضرورت محسوس
کی جا رہی ہے۔ لیکن لشکر کی کسی بھی عورت کو میں اپنے ساتھ مالوہ لیکر نہیں جاؤں گا
اس لیے کہ مالوہ میں حالات درست نہیں ہیں۔ جگہ جگہ بغاوتیں رونما ہو رہی
لہٰذا جس روز میں یہاں سے مالوہ کے لیے کوچ کروں گا اسی روز میرا محترم۔ میرا
فدائی خان اپنے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ یہاں سے راجپوتانہ کی سرحدوں کی طرف

چ کرے گا۔ لشکر کی ساری عورتیں اور وہ سارا سامان جو اریل کے راجہ بھیربھان
خلاف فتح حاصل کرنے میں ملا ہے وہ سارا فدائی خان لیکر راجپوتانہ کی طرف
ئے گا یہ سارا سامان فدائی خان شیر شاہ سوری کے حوالے کرے گا اور جو عورتیں
رے سمیت یہاں سے جائیں گی وہ شیر شاہ سوری کے لشکر ہی میں قیام کریں گی۔
کے بعد جو حالات رونما ہوں گے اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ ہو سکتا ہے
مالوہ کے حالات سے نپٹ کر راجپوتانہ کی سرحد پر شیر شاہ سوری سے آن ملوں۔
ں خان جب خاموش ہوا تو کملاوتی تھوڑی دیر کی سوچ و بچار کے بعد کہنے لگی۔

دیکھ خواص خان میرے حبیب ۔ آپ کا ہر فیصلہ میرے لیے حکم کا درجہ رکھتا
اگر آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ مالوہ میں آپ کے ہمراہ کسی عورت کا جانا مناسب
ہے تو میں لشکر کی دیگر عورتوں کے ساتھ فدائی خان کے ہمراہ شیر شاہ سوری کی
چلی جاؤں گی اور وہاں بڑی چینی سے آپ کا انتظار کروں گی آپ وعدہ کریں کہ
مالوہ میں ایک بھی دن فالتو قیام نہیں کریں گے خواص خان مسکراتے ہوئے کہنے
کھ کملا ایسا ہی ہو گا جونہی میں مالوہ کے حالات سے نمٹ کر فارغ ہوں گا اسی وقت
راجپوتانہ کی طرف کوچ کر جاؤں گا اور وہیں تم سے آن ملوں گا تم اپنے خیمے میں
کرو میں اپنے لشکر اور فدائی خان کے قبیلے کی ضروریات کا جائزہ لیتا ہوں اس کے
ہی خواص خان خیمے سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد خواص خان فدائی خان کے خانہ بدوش قبیلے کے خیموں میں داخل
مسکراتا اور خوش خوش وہ اپنی ہر دلعزیز بیوی گنگا کے خیمے میں داخل ہوا گنگا
قت اپنے بچے کو گود میں اٹھائے خیمے میں ادھر ادھر ٹہلتی ہوئی بچے کو بہلانے کی
سے پیار کر رہی تھی اور چہک چہک کر اس سے گفتگو میں مصروف تھی جونہی
خان خیمے میں داخل ہوا گنگا بچے سمیت بھاگتی ہوئی اس کے استقبال کو آگے
اور خواص خان کو اس نے اس کی شاندار فتح پر مبارکباد دی خواص خان آگے
س نے ایک ساتھ بچے اور گنگا دونوں کو اپنے ساتھ لپٹا لیا کافی دیر تک وہ دونوں
تا اور پیار کرتا رہا پھر گنگا اس کا ہاتھ پکڑ کر خیمے کے وسط میں لے گئی بچے کو
نے لکڑی کے پالنے میں ڈال دیا تھا خود وہ خواص خان کے سامنے بیٹھ گئی اس

موقع پر خیمے کے ساتھ والے حصے سے نیرمل نمودار ہوئی اور اس نے بھی فتح پر خواص خان کو مبارکباد دی خواص خان نیرمل کی اس مبارکباد کے جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ خیمے کے دروازے پر فدائی خان اور اس کا بیٹا اسماعیل نمودار ہوئے پھر دروازے پر کھڑے ہی کھڑے فدائی خان نے پوچھا۔ خواص خان میرے بیٹے کیا میں اور اسماعیل اندر آ سکتے ہیں۔

خواص خان فوراً" اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا بڑی تیزی سے وہ خیمے کے دروازے کی طرف بڑھا اور فدائی خان کا ہاتھ پکڑ کر خیمے کے اندر لے جاتے ہوئے کہنے لگا فدائی خان میرے محسن میرے خیمے میں داخل ہونے کے لیے تمہیں یوں عاجزی سے اجازت لینے کی تو ضرورت نہیں ہے میں تمہارے بیٹے کی حیثیت سے ہوں گنگا تمہاری بیٹی کی جگہ ہے پھر تم جب چاہو بلا جھجک میرے خیمے میں آ سکتے ہو۔ خواص خان کے ان الفاظ پر فدائی خان اور اسماعیل دونوں باپ بیٹا خوش ہو گئے تھے۔ پھر سب خیمے کے وسط میں بیٹھ گئے تھے۔

اس موقع پر فدائی خان نے خواص خان کو مخاطب کیا۔

دیکھ خواص خان میرے بیٹے میں سمجھتا ہوں کہ ٹیڑھے حالات کی وجہ سے تم دو کشتیوں میں سوار ہو کے رہ گئے ہو ایک گنگا دوسری کملاوتی۔ جبکہ میں تمہیں صرف گنگا ہی کی کشتی میں سوار دیکھنا پسند کرتا ہوں تمہارے لیے مصیبت یہ بھی ہے کہ تم دونوں کو یکجا بھی نہیں کر سکتے اور اگر تم رات گنگا کے پاس بسر کرتے ہو تو کملاوتی کو اعتراض ہو گا اور اگر تم کملاوتی کے پاس رہتے ہو تو میری بیٹی گنگا کو شکوے شکایتیں ہوں گی اس موقع پر گنگا فوراً" مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ فدائی خان میرے محترم میری روح تو میرے شوہر خواص خان میں حلول کر چکی ہے حالات کیسے بھی ٹیڑھے اور نامساعد ہوں مجھے اپنے شوہر سے کوئی شکوہ کوئی شکایت نہیں ہو گی میں جانتی ہوں یہ سب کچھ مجبوری کے تحت ہو رہا ہے اور عنقریب حالات ہمارے حق میں صاف اور واضح ہو جائیں گے فدائی خان بڑے غور اور انہماک سے گنگا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

گنگا میری بیٹی تم ایک عظیم خاتون اور ایک انتہائی معتبر اور ذی عزت بیوی ہو تم

خداوند پاک کی خواص خان کو یقیناً" تم جیسی بیوی ہی کی ضرورت تھی اس کے بعد فدائی خان نے خواص خان کی طرف دیکھا خواص خان میرے بیٹے اب جبکہ تم اریل کے راجہ بھیرھان کے خلاف شاندار فتح حاصل کر چکے ہو تو اب تمہارا لائحہ عمل کیا ہو گا۔

خواص خان کہنے لگا دیکھ فدائی خان میرے محترم میں اپنا لائحہ عمل طے کر چکا ہوں اور اس کی خبر میں کملاوتی کو بھی کر چکا ہوں اور وہ میرے لائحہ عمل سے اتفاق بھی کر چکی ہے۔ میرا لائحہ عمل کچھ یوں ہے کہ دو یا تین روز ہم یہاں قیام کریں گے اس دوران میں اریل شہر کے انتظامات درست کروں گا یہاں اپنا ایک حاکم مقرر کروں گا اس لیے کہ اب یہ علاقہ ہماری عملداری میں شامل ہو چکا ہے اس کے بعد میں اپنے لشکر کے ساتھ مالوہ کی طرف کوچ کر جاؤں گا گنگا اور میرا بیٹا میرے ساتھ ہوں گے۔ دیکھ فدائی خان فی الوقت میں کملا کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا اور نہ رکھنا چاہتا ہوں اب تمہارے ذمے یہ کام ہو گا کہ تم ان ساری عورتوں کو جو اس وقت میرے لشکر میں موجود ہیں اور جو سارا سامان راجہ اریل کے پڑاؤ اور اریل شہر سے ہمیں ملا ہے اسے لیکر راجپوتانہ کی سرحد پر شیر شاہ سوری کے لشکر کی طرف روانہ ہو جاؤ گے سامان شیرشاہ سوری کے حوالے کرنا اور جو عورتیں کملاوتی سمیت جائیں گی وہ وہیں قیام کریں گی تم بھی اپنے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ شیر شاہ سوری کے پاس ہی قیام کرنا۔ مجھے امید ہے کہ میں مالوہ کے حالات بڑی تیزی سے اپنے حق میں کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ راجپوتانہ کی سرحد پر شیرشاہ سوری کے پاس پہنچ جاؤں گا۔

خواص خان کا یہ لائحہ عمل سن کر جہاں گنگا کے چہرے پر گہری مسکراہٹ پھیلی وہاں فدائی خان بھی خوش ہو گیا تھا وہ فوراً" خواص خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا خواص خان میرے بیٹے یہ ایک بہترین لائحہ عمل ہے اور اس پر عمل کرتے ہوئے کملاوتی کی غیر موجودگی میں تم چند دن سکون اور محبت کے ساتھ گنگا اور اپنے بیٹے کے ساتھ رہ سکتے ہو۔ خواص خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور گنگا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا دیکھ گنگا میں فدائی خان اور اسماعیل کے ساتھ جاتا ہوں اپنے لشکر اور ان کے گھر والوں کے لیے کھانے کا انتظام کرتا ہوں اس کے بعد میں اریل شہر جاؤں گا وہاں

کے انتظامات کو بھی آخری شکل دوں گا اور سنو شام کا کھانا میں تمہارے ساتھ کھاؤں گا خواص خان کے ان الفاظ پر گنگا خوش ہو گئی تھی پھر سب اٹھ کھڑے ہوئے اور خیمے سے نکل گئے۔

رائے سین اور چند ریری کا راجہ پورن مل اپنی راجکماری پاروتی اور اپنے بھائی کے بیٹے پرتاپ کے ساتھ اپنے راج محل کے ایک کمرے میں بیٹھا تھا کہ اس کا ایک محافظ اندر آیا اور راجپوتانہ کے راجہ مالدیو کے سالار اعلیٰ کوپا کے آنے کی اطلاع کی۔ پورن مل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا اور کہنے لگا۔ تم نے اسے باہر روک کر غلطی کی ہے۔ میں اس کے استقبال کو خود دروازے تک جاتا ہوں۔ وہ محافظ باہر نکلا دروازے کے قریب ہی ایک خوب قد کاٹھ اور کڑیل جسم کا راجپوت کھڑا تھا وہ راجپوتانہ کے راجہ مالدیو کا سپہ سالار اعلیٰ کوپا تھا اس محافظ نے کوپا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا مہاراج آپ کو لینے کے لیے خود باہر تشریف لا رہے ہیں یہ الفاظ سنتے ہی راجہ مالدیو کا سپہ سالار اعلیٰ متعد ہو گیا اتنی دیر تک پورن مل باہر گیا۔ آگے بڑھ کر اس نے کوپا کو گلے لگایا اسے مخاطب کیا۔

دیکھ کوپا تم یوں اجنبیوں کی طرح باہر کیوں کھڑے ہو گئے ہو تمہاری میری ملاقات پہلے بھی ہے تم مجھے جانتے ہو میں تمہیں شکل سے پہچانتا ہوں پر تم نے اس طرح اجنبیت کا مظاہرہ کیوں کیا میرے محافظ کو کہہ کر بلا جھجک اندر آ جاتے کوپا جواب میں کچھ کہہ نہ سکا پر وہ پورن مل کی اس شفیقانہ گفتگو پر اسے دیکھتا رہ گیا تھا پھر پورن مل کوپا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے راج محل کے اسی کمرے میں داخل ہوا اور شہ نشین کے اوپر جا بیٹھا اب اس کے دائیں جانب اس کی لڑکی پاروتی اور بائیں جانب بالترتیب کوپا اور پرتاپ بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر تک راج محل کے اس کمرے میں خاموشی طاری رہی اس کے بعد کمرے میں راجہ پورن مل کی آواز گونجی۔

کہو کوپا تم نے میرے ہاں آنے کی کیسے زحمت کی جواب میں کوپا کی آواز سنائی دی۔

چند ریری اور رائے سین کے راجہ پورن مل کو خبر ہو گئی کہ شیر شاہ سوری آہستہ آہستہ اپنے بازو پھیلاتا ہوا اپنے قرب و جوار اور اپنے ہمسایہ کی ساری سلطنتوں

کو اپنے اندر ضم کرتا جا رہا ہے شیر شاہ سوری اس وقت اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ راجپوتانہ کی سرحد پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے اپنے سب سے زیادہ جری اور بہادر اور سپہ سالار اعلیٰ خواص خان کو اس نے اریل کے راجہ بھیربھان پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کرنے کے لیے روانہ کیا ہوا ہے۔ اس کے دیگر سالاروں میں سے حاجی ٹبنی اور شجاعت خان اس وقت مالوہ کے اندر اپنے اپنے لشکر کے ساتھ موجود ہیں شاید آپ تک یہ بھی خبر پہنچ چکی ہو گی کہ شجاعت خان نے مالوہ میں بغاوت کرنے والے ناصر خان کو شکست دی ہے اور اس کے تقریبا سارے لشکر کا خاتمہ کر کے رکھ دیا ہے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ مالوہ کا سابق حکمران ملو خان عرف قادر شاہ جو شیر شاہ کے پہلے حملے کے دوران ہی گجرات کی طرف بھاگ گیا تھا وہ ایک جرار لشکر لیکر شجاعت خان اور حاجی ٹبنی سے برسرپیکار ہونے کے لیے مالوہ کی سرزمینوں میں داخل ہو چکا ہے ایسی صورت میں اگر ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے تو یاد رکھئے بعد میں ہمارے لیے پچھتانے کے سوا کچھ نہیں رہے گا یہاں تک کہنے کے بعد راجپوتانہ کے راجا مالدیو کا سپہ سالار کوپا جب تھوڑی دیر کے لیے رکا تو راجہ پورن مل بول پڑا۔

توپا تم کیا کہنا چاہتے ہو کوپا کی آواز پھر سنائی دی۔

دیکھ راجہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اور آپ کو اپنی قوت کو استعمال کرتے ہوئے مالوہ میں شیر شاہ سوری کے سالار شجاعت خان اور حاجی ٹبنی پر حملہ آور ہونے والے ملو خان کی ہر صورت میں مدد کرنی چاہیے۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو حاجی ٹبنی اور شجاعت خان کو شکست ہو گی ملو خان کامیاب رہے گا حاجی ٹبنی اور شجاعت خان مالوہ سے بھاگ جائیں گے ملو خان کے ماضی میں بھی ہمارے ساتھ تعلقات بڑے اچھے اور دوستانہ رہے ہیں اس طرح وہ مالوہ میں ایک نئی قوت بن کر نمودار ہو گا اور مجھے امید ہے کہ وہ آنے والے دنوں میں شیر شاہ سوری کی راہ روک کر ہمارے لئے ایک حفاظتی بند باندھ دے گا۔

دیکھ راجہ میں اپنے ساتھ ایک لشکر بھی لیکر آیا ہوں میرا وہ لشکر آپ کی شمالی سرحدوں پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے اور میں اپنے ایک نائب کو اس لشکر کا کماندار اعلیٰ بنا

کے آپ کی طرف آیا ہوں یہ ساری کارروائی جو میں کر رہا ہوں اپنے راجہ راؤ مالدیو کے کہنے اور اس کی رضا مندی کے مطابق کر رہا ہوں ہماری خواہش یہ ہے کہ آپ بھی اپنا ایک لشکر ترتیب دیں اور اپنی شمالی سرحدوں کی طرف بھجوائیں میرے ہمراہ جو لشکر ہے وہ بھی آپ کے لشکر کے ساتھ کام کرے گا ہمارے دونوں لشکر ملو خان کو تلاش کر کے اس کے ساتھ مل جائیں گے پھر تینوں قوتوں کا یہ متحدہ لشکر مالوہ میں حاجی خان ٹبی اور شجاعت خان پر ضرب لگائے گا اور ان کے ساتھ جو لشکر ہے ان کا مکمل طور پر خاتمہ کرنے کی کوشش کرے گا اگر ہم ایسا کر گزریں تو راجہ پورن مل میں آپ کو یقین دلاتا ہوں آپ کا حال ہی نہیں مستقبل بھی شیر شاہ سوری کے ہاتھوں محفوظ ہو کے رہ جائے گا اور اگر اس موقع پر آپ نے چشم پوشی سے کام لیا تو میں آپ کو بتا دوں کہ شیر شاہ سوری اور اس کے لشکریوں کے حوصلے اس قدر بلند ہو چکے ہوں گے کہ وہ ہمارے اور آپ کے لشکر کو چکی میں اناج کی طرح پیس کر رکھ دیں گے۔

کوپا کے خاموش ہونے پر راج محل کے اس کمرے میں پھر تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی اس دوران راجہ پورن مل کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ کھیلتی رہی اس کے بعد اس نے کوپا کی طرف غور سے دیکھا تھا پھر اس کی آواز سنائی دی۔

دیکھ کوپا میرے عزیز جیسا تم چاہو گے ویسا ہی ہو گا اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے جوان سے ملو یہ میرے بھائی کا بیٹا پرتاپ ہے اور میرے لشکروں کا سالار اعلیٰ بھی ہے میرے دائیں جانب میری بیٹی پاروتی بیٹھی ہے یہ میری بیٹی ہی نہیں میرا بیٹا بھی ہے یہ جنگ کا بہترین تجربہ رکھنے کے ساتھ ساتھ فن سپاہ گری میں بھی اپنی مثال اپنا جواب نہیں رکھتی کوپا جس قدر لشکر اس وقت میرے پاس ہے اس میں دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں ایک حصہ رائے سین کی حفاظت کے لیے یہیں میرے پاس رہے گا اور اس لشکر کی کمانداری میری بیٹی پاروتی کرے گی دوسرے آدھے حصے کے ساتھ میرا بھتیجا پرتاپ تمہارے ساتھ ہو لے گا اور پرتاپ ایسا ہی کرے گا جیسا تم چاہو راجہ پورن مل کا جواب سن کر کوپا خوش ہو گیا تھا پھر اس نے عاجزی سے پورن مل کی طرف دیکھا۔

دیکھ راجہ پورن مل کیا ایسا ممکن نہیں کہ پرتاپ آج ہی آپ کے لشکر کے

آدھے حصے کے ساتھ میرے ساتھ روانہ ہو لے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے یہ نہ ہو کہ ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی حاجی خان ٹبی اور شجاعت خان دونوں مل کر ملو خان کے خلاف حرکت میں آئیں اور اسے بدترین شکست دیکر مالوہ سے بھگا ماریں راجہ پورن مل کہنے لگا تم ابھی اٹھو میرے ساتھ چلو اور میں پرتاپ کو تمہارے ساتھ کوچ کرنے کی تیاریاں کرتا ہوں راجہ پورن مل کا جواب سن کر راجپوتانہ کے راجہ مالدیو کا سپہ سالار اعلیٰ کوپا خوش ہو گیا تھا پھر سب اٹھ کر راج محل کے اس کمرے سے نکل گئے تھے تھوڑی دیر بعد راجہ پورن مل کے آدھے لشکر اور اس کے کماندار پرتاپ کے ساتھ کوپا راجہ پورن مل کی عمل داری کے شمالی حصوں کی طرف بڑی تیزی سے پیش ںذی کر رہا تھا۔

کوپا اور پرتاپ رائے سین کے راجہ پورن مل کے لشکر کو لیکر جب پورن مل کی ٹالی سرحدوں کے قریب اس جگہ پہنچے جہاں کوپا اپنے نائب کی سرکردگی میں اپنا لشکر ہوڑ کر گیا تھا کوپا کے اس نائب نے کوپا اور پرتاپ کا بہترین انداز میں استقبال کیا پھر وپا کے کہنے پر پرتاپ سنگھ نے اپنے لشکر کو کوپا کے لشکر کے پہلو میں خیمہ زن ہونے ا حکم دے دیا تھا۔ جس وقت یہ لشکر خیمہ زن ہو رہا تھا کوپا کا نائب تھوڑی دیر تک ر مندی سے کوپا کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

کوپا میرے محترم میں تمہارے لیے ایسی خبر رکھتا ہوں جسے سن کر تمہیں یقیناً سوس ہو گا کوپا نے پریشانی میں اپنے اس نائب کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ تم کس خبر ی طرف اشارہ کر رہے ہو۔

کوپا گزشتہ دن ہمارے کچھ مخبر لشکر میں واپس آئے ہیں اور انہوں نے خبر دی ہے ہ شیر شاہ سوری کے سالار حاجی خان ٹبی اور شجاعت خان دونوں نے مل کر ملو خان . بدترین شکست دی ہے اور ملو خان شکست اٹھاتے اور اپنے لشکر کا خاتمہ کروانے ے بعد خاندیش کی طرف بھاگ گیا ہے۔ وہ نائب پریشانی میں بولا تھا۔

اپنے اس نائب کی اس خبر پر کوپا تھوڑی دیر تک سر جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ اس ران پورن مل کا بھتیجا اور اس کے لشکروں کا سالار پرتاپ سنگھ بڑی بے چینی سے پا کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر کوپا نے پرتاپ کی طرف دیکھا۔ کہنے لگا۔

دیکھ پرتاپ ۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو کام ہم کرنا چاہتے تھے اس کو شروع کرنے یں ہم نے دیر کر دی لہٰذا ملو خان کو حاجی خان بُنی اور شجاعت خان کے ہاتھوں شکست ہوئی۔ اس جنگ سے پہلے ہم ملو خان کی مدد کو پہنچ جاتے تو آج حالات ہمارے حق میں ہوتے۔ اور ہم حاجی خان بُنی اور شجاعت خان دونوں کو شکست دیتے۔ دیکھ پرتاپ یرے بھراتا میں مایوس نہیں ہوں۔ اگر تم مجھ سے اتفاق کرو تو اب بھی ہم کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس پر پرتاپ نے کوپا کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ کوپا اس میں شک نہیں کہ میرے بہ نسبت تم جنگ کا بہت زیادہ وسیع تجربہ رکھتے ہو۔ مالوہ کے اندر ملو خان کے حق میں اور حاجی خان بُنی اور شجاعت خان کے خلاف جو تم قدم اٹھاؤ گے تمہیں یری پوری حمایت حاصل ہو گی۔ کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔اس بار کوپا نے پرتاپ کو خاطب کرنے کے بجائے اپنے نائب سے پوچھا۔

جو مخبر لشکر میں حاجی خان بُنی اور شجاعت خان کے ہاتھوں ملو خان کی شکست کی خبر لیکر آئے ہیں انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ حاجی خان بُنی اور شجاعت خان ملو کو شکست دینے کے بعد کدھر گئے۔ کوپا کا نائب جواب دیتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ کوپا انہوں نے مجھے سب کچھ تفصیل سے بتایا ہے۔ جب میدان جنگ میں ملو خان کو شکست ہوئی تو حاجی خان بُنی اور شجاعت خان دونوں نے اس کے لشکر کا خوب تل عام کیا اس کا تعاقب کیا اب سنا ہے انہوں نے مالوہ کی جنوبی حدود کے قریب ملو خان کا تعاقب ترک کر کے پڑاؤ کر لیا ہے اور ابھی تک وہ وہیں پڑاؤ کئے ہوئے ہیں۔ یہ جواب سن کر کوپا کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ بکھری تھی پھر اس نے پرتاپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

دیکھ پرتاپ۔ گو جس مقصد کے لیے میں اور تم متحد ہوئے تھے وہ مقصد تو پورا نہ ہو سکے گا۔ یعنی ہم چاہتے تھے کہ حاجی خان بُنی اور شجاعت خان کے مقابلے میں ملو خان کی مدد کریں اور ان دونوں کو شکست دیکر مالوہ میں ملو خان کی حکومت قائم کر دیں تاکہ آنے والے دور میں وہ ہمارے سامنے شیر شاہ کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک دیوار ثابت ہو یہ موقع تو ہم گنوا چکے ۔ اب میں چاہتا ہوں کہ حاجی خان بُنی اور شجاعت خان دونوں پر شبخون ماریں۔ انہوں نے جہاں پڑاؤ کیا ہوا ہے وہاں تک میرے لشکر

کے جاسوس ہماری رہنمائی کریں گے۔ پھر آدھی رات کے قریب ہم ان پر شب خون ریں گے۔ ان کے پاس اس وقت یقیناً ملو خان کے پڑاؤ اور اس کے لشکر سے اصل کیا ہوا بہت سامان ہو گا۔ اس سامان پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ حاجی خان نی اور شجاعت خان کو شکست دیکر ہم مالوہ سے انہیں بھاگ جانے پر مجبور کر سکتے یں۔

کوپا کی اس تجویز پر پرتاپ سنگھ مسکرانے لگا تھا۔ پھر کہنے لگا دیکھ کوپا اس سلسلے ں میں پوری طرح تم سے اتفاق کرتا ہوں۔ جو تجویز تم نے پیش کی ہے اس پر عمل رتے ہوئے ہم نہ صرف یہ کہ حاجی خان بُنی اور شجاعت خان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتے ہیں بلکہ جو خوراک کے ذخائر اور سامان حرب انہیں ملو خان کے پڑاؤ یا اس کے لشکر سے حاصل ہوا ہو گا اس پر بھی ہم قبضہ کر کے اپنی قوت میں اضافہ کر سکتے ں۔ کوپا جھٹ سے بولا۔

دیکھ پرتاب اب جبکہ تم میرے ساتھ اتفاق رائے رکھتے ہو تو کہو ہمیں کب اور س وقت کوچ کرنا چاہیے۔ اگر ہم نے شب خون مارنا ہی ہے تو میرے خیال میں اور اسی وقت یہاں سے کوچ کر جانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری پہنچ سے پہلے ہی لے وہ دونوں اپنا پڑاؤ اٹھا کر اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو جائیں۔ پرتاپ نے ں سے اتفاق کیا اس کے بعد کوپا اور پرتاپ دونوں نے اپنے لشکریوں کو پڑاؤ اٹھا لینے حکم دیا اور سی وقت وہ کوپا کے مخبروں کی رہبری میں اس سمت روانہ ہو گئے تھے ں حاجی خان بُنی اور شجاعت خان نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔

سراپا فسوں فسانہ رات بے کفن بے گوربا ولوں اور زار افلاک کی طرح بھاگی جا ہی تھی۔ حاجی بُنی اور شجاعت خان ملو خان کا تعاقب ترک کرنے کے بعد ایک جگہ لشکروں کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ جبکہ لشکر کے کچھ مخبروں نے انہیں خبر دی کہ راجپوتانہ کے راجہ مالدیو کا سپہ سالار کوپا اور پورن مل کا سالار اعلیٰ پرتاپ نے اپنے لشکر کے ساتھ ان دونوں پر شب خون مارنا چاہتے ہیں یہ خبر سنتے ہی حاجی بُنی اور شجاعت خان بڑی تیزی سے حرکت میں آئے اور اس شب خون کا مقابلہ نے کے لیے تیاریوں میں لگ گئے تھے۔

حاجی خان ٹبی اور شجاعت خان نے یہ تیاریاں شروع کی ہی تھیں کہ کوپا او
پر تاپ ان کے پڑاؤ کے بالکل قریب پہنچ گئے پھر رات کی تاریکی میں کوپا پڑاؤ کے
دائیں جانب گیا اس سمت حاجی خان ٹبی اپنے لشکر کے ساتھ تھا۔ جبکہ پر تاپ نے
بائیں جانب کا رخ کیا اس جانب شجاعت خان اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔
شب خون کی ابتدا راجپوتانہ کے راجہ مالدیو کے سپہ سالار اعلیٰ کوپا نے کی تھی
رات کی بلا خیزی میں پر اثر ہالے کی طرح آگے بڑھا پھر اس نے حسرت آگیں لہ
سمندر کے شور قیامت کی طرح حاجی خان ٹبی اور اس کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔
اتنی دیر تک پر تاپ سنگھ بھی بے قرار بحر اور ریگ پریشاں کی طرح شجاعت خا
کے لشکر کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ اس نے اندھیرے کے نقاب میں جوش مارتی آتش بج
اور چڑھتی جوانی میں ابلتے حدت خیز لہو کی طرح شجاعت خان کے لشکر پر شب خون ما
تھا۔

کوپا اور پر تاپ سنگھ نے اس وقت حملے کئے تھے جس وقت شجاعت خان اور حا
خان ٹبی ان کے شب خون کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی تیاریوں میں مصروف تھے لہٰذ
اس شب خون سے شجاعت خان اور حاجی خان ٹبی کو کافی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ جلد ہ
ان دونوں نے اپنے اپنے لشکر کو سنبھال لیا۔ اس کے بعد پہلے حاجی خان ٹبی نے جوا
حملے کی ابتدا کی تھی۔ کوپا کے لشکر کے حملوں کو کسی قدر روکتے ہوئے اس نے کف
آلود دریا' قضا کے ساربان اور اجل کے کاروان کی طرح کوپا کے لشکر پر جوابی حملہ ک
تھا۔ عین اسی وقت شجاعت خان بھی رازوں کے طلسم' قسمت برگشتہ' حیات و مرگ
کے خونی کھیل کی طرح پر تاپ سنگھ کے لشکر پر جوابی حملہ کر چکا تھا۔
ویرانوں میں لڑی جانے والی یہ جنگ حاجی خان ٹبی اور شجاعت خان کے بالک
خلاف رہی۔ ایک تو ان دونوں کو شب خون سے نپٹنے کے لیے کوئی موقع نہ ملا ت
دوسرے کوپا اور پر تاپ سنگھ کے لشکریوں کی تعداد ان کے متحدہ لشکری سے کئی گنا زیا
تھی لہٰذا زیادہ دیر تک حاجی خان ٹبی اور شجاعت خان کوپا اور پر تاپ سنگھ کے سات
ٹھہر نہ سکے اور آہستہ آہستہ ان دونوں کے لشکر کی حالت پیاس کے صحرا' آشیانہ
گردہ طیور اور زخم پر آشوب جیسی ہونے لگی تھی۔ تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بع

جی خان ٹبی اور شجاعت خان دونوں کو کوپا اور پر تاپ سنگھ کے ہاتھوں بدترین شکست
ی اور پھر وہ دونوں اپنے بچے کھچے لشکر کو لیکر اپنی جانیں بچانے کے لیے بھاگ گئے
ے۔ کوپا اور پر تاپ دونوں نے تھوڑی دیر تک ان کا تعاقب کیا اس کے بعد انہوں
نے حاجی خان ٹبی اور شجاعت خان کے لشکروں کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس طرح
خون مار کر کوپا اور پر تاپ نے ایک طرح سے بہتر انداز میں حالات اپنے حق میں
ر لئے تھے۔

کوپا اور پر تاپ دونوں نے حاجی خان ٹبی اور شجاعت خان کے پڑاؤ کی ہر شے پر
بضہ کر لیا تب کچھ دیر تک وہ پڑاؤ سے ملنے والے سامان کا جائزہ لیتے رہے پھر کوپا
شی کا اظہار کرتے ہوئے پر تاپ سنگھ سے کہنے لگا۔
" پر تاپ میرے بھراتر حاجی خان ٹبی اور شجاعت خان کے پڑاؤ سے جو کچھ ملنے کی
مید میں نے لگا رکھی تھی اس سے کہیں زیادہ ہمارے ہاتھ خوراک اور حرب و ضرب
سامان لگا ہے۔ پھر مزید یہ کہ دونوں کو ایک طرح سے نہتا کر کے رکھ دیا ہے اور ان
لشکریوں کا قتل عام کرتے ہوئے ان کے لشکر کی تعداد بھی پہلے سے خوب کم کر دی
ہے۔ اب میرے خیال میں وہ مالوہ میں قیام کرنے کی جرات اور جسارت نہیں کریں
گے۔ میں' پر تاپ پوچھا۔
کوپا۔ اب تمہارا کیا خیال ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔
کوپا نے کہنا شروع کیا۔ دیکھ پر تاپ ہمارے سامنے کوئی اور قوت نہیں ہے۔ جس
سے ہم ٹکرائیں۔ حاجی خان ٹبی اور شجاعت خان کے بعد تین بڑی قوتیں ہیں جو ہم
دونوں کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں ایک شیر شاہ دوسرا شیر شاہ سوری کا
بھائی شجاع دلیر۔ جانباز اور ناممکن کو ممکن کر دینے والا سپہ سالار اعلیٰ خواص خان
ہے۔ تیسرا ہیبت خان نیازی ہے۔ جہاں تک شیر شاہ سوری کا تعلق ہے وہ اس وقت
راجپوتانہ کی سرحدوں پر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے ہے اور اس کا نامور سپہ
سالار اعلیٰ خواص خان اریل کے راجہ بھیر بھان سے ٹکرانے کے لیے گیا ہوا ہے۔
ب تک خواص خان شیر شاہ سوری سے نہیں آ ملتا اس وقت تک شیر شاہ سوری
راجپوتانہ پر حملے کی ابتدا نہیں کرے گا۔ جہاں تک ہیبت خان نیازی کا تعلق ہے وہ

اس وقت پنجاب میں ہے اس نے پنجاب پر اپنا تسلط مستحکم کرنے کے بعد سندھ اکثر علاقوں پر بھی قبضہ کر کے ایک طرح سے شیر شاہ سوری کی سلطنت کے مغ حصوں کو تقویت اور استحکام بخشا ہے۔

دیکھ پرتاپ اس وقت ہمیں صرف شیر شاہ سوری پر نگاہ رکھنا ہو گی میرے خیا میں ہم دونوں کو یہ سارا سامان سمیٹ کر تمہارے مرکزی شہر رائے سین کی طرف چاہیے جو کچھ خوراک یا سامان حرب و ضرب کے ذخائر ملے ہیں یہ سب تم لوگوں حوالے کر دوں گا اپنے ساتھ راجپوتانہ کچھ لیکر نہیں جاؤں گا۔ اس لیے کہ ہمار پاس خوراک کے ذخائر کے علاوہ اتنا سامان حرب و ضرب ہے جس کے ذریعے ہم ک سال تک حملہ آوروں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ وہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی با کاٹتے ہوئے پرتاپ بول پڑا۔

کوپا میرے ہیر یہ تمہاری مہربانی ہے کہ تم ہمارے متعلق ایسی مہربانہ سوچیں رکھ ہو کوپا نے فوراً" جواب میں کہا۔

دیکھ پرتاپ یہ تم پر احسان نہیں ہے۔ ہم راجپوت ہیں۔ تم بھی راجپوت ہو اس ناطے اور رشتے سے تمہاری مدد اور تم سے تعاون کرنا ہم پر فرض کی طرح عائد ہوتا ہے۔ دیکھ رائے سین تک دونوں اکٹھے جائیں گے پھر تم سارے سامان کے ساتھ رائے سین میں داخل ہو جانا میں کچھ عرصے تک رائے سین میں قیام کروں گا اور تمہارے چچا رائے سین کے راجہ پورن مل کا شکریہ ادا کرنے کے بعد میں راجپوتانہ کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔

جو حالات ہمارے سامنے آئیں گے وہ یوں ہوں گے کہ جب اریل کے راجہ بھیربھان سے نپٹنے کے بعد خواص خان واپس شیر شاہ سوری سے آن ملے گا تب شیر شاہ سوری راجپوتانہ پر حملہ آور ہو گا۔ پرتاپ نے فوراً" کوپا کی بات کاٹ دی۔ دیکھ کوپا اگر شیر شاہ سوری نے راجپوتانہ پر حملہ کرنے سے پہلے ہم پر حملہ آور ہونے کی ٹھان لی تب۔ کوپا تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ پرتاپ تمہارا اندازہ درست ہے۔ چونکہ تمہاری عسکری طاقت ہماری نسبت کم ہے' ہو سکتا ہے شیر شاہ سوری پہلے چھوٹی طاقت سے ٹکرا کر اس کا قلع قمع کرے

بعد بڑی طاقت پر حملہ آور ہو کر اسے نیست و نابود کرنے کی کوشش کرے۔ لوگ فکر مند مت ہونا اگر شیر شاہ سوری نے راجپوتانہ پر حملہ کیا پھر تم اپنی م اور مضبوط رہنا۔ ہماری مدد کو مت آنا۔ ہم اس قابل ہیں کہ خود ہی شیر شاہ مقابلہ کر کے اسے راجپوتانہ سے مار بھگائیں اور اگر شیر شاہ سوری ہمیں نظر ئے ہوئے تم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو میں ایک لشکر کے ساتھ و پہنچوں گا اور کسی بھی صورت رائے سین اور چند ریری پر شیر شاہ قبضہ کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ کوپا جب خاموش ہوا تو پرتاپ تھوڑی خاموش رہا پھر اس کی آواز سنائی دی۔

واقعی تم ایک مہربان اور عظیم انسان ہو۔ کوپا کہنے لگا اب آؤ ہر چیز سمیٹیں۔ ئے سین کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

○===○===○

کوپا اور پرتاپ دونوں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ اپنی فتح مندی اپنی کامیابی پر فر
و شاداں کوہستان بندھیا چل سے گذر کر رائے سین کی طرف جانے والی شاہراہ پر
کر رہے تھے۔ مٹی رنگا روپ رکھنے والا وقت اکیلے سوچوں میں ڈوبے کسی پرند
طبعیت کے میلان کی طرح چلا جا رہا تھا۔ رات ختم ہو رہی تھی۔ مشرق سے طلوع
کے آثار نمایاں ہو چکے تھے۔ آفاق کے ماتھے پر خوں دھک اٹھا تھا۔ گوشہ جزو
اٹھ کر کل میں سمانے کے لیے مال صبح کی نشاط انگیزیاں شکست شب کا منہ چڑا
ہوئیں چاروں طرف پھیلنے لگی تھیں گھنے اندھیروں کا زور ٹوٹتے ہی ہستی کی رہگذر
ہر شئے کے چہرے پر خواب جیسی آرزوئیں پھیل گئیں تھیں مست الست اجالا مینالی
کی طرح چاروں طرف پھیل کر ہر چیز ہر شئے کو واضح اور نمایاں کر گیا تھا۔

کوپا اور پرتاپ دونوں اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ بڑی بے فکری اور خوشی
بندھیا چل سے گذرنے والی شاہراہ پر سفر کر رہے تھے۔ جب شاہراہ کوہستانی سلسلوں
سے گھری ہوئی ایک وادی میں داخل ہوئی تب کوپا نے فوراً" بدحواس ہوتے ہو
اپنے لشکر کو رک جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔ کوپا کی طرف دیکھتے ہوئے پرتاپ نے
اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دیا۔ انہوں نے دیکھا کوہستان بندھیا چل کی اس
وادی کے اندر ایک لشکر ان کی راہ روکے کھڑا تھا۔

لو روکنے کے بعد کوپا نے فوراً" اپنے چند مسلح جوانوں کو روانہ کیا تاکہ وہ یہ
آئیں کہ ان کی راہ روکنے والا لشکر کس کا ہے۔ کوپا کا یہ حکم سنتے ہی اس
ار فوراً" اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے۔ تھوڑی
بعد وہ سوار لوٹ آئے اور ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ
ان اور فکر مند لگ رہے تھے کوپا نے ان سے پوچھا کہ تم نے معلوم کیا کہ
الا لشکر کس کا ہے۔ اس پر ایک مسلح جوان کوپا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
روکنے والا لشکر شیر شاہ سوری کے نامور ناقابل تسخیر۔ جری اور خونخوار سپہ
خواص خان کا ہے۔

جوان کے اس انکشاف پر کوپا کی حالت کچھ ایسی ہو گئی تھی گویا شام کے
بے نور آسمان تلے رستے رستے منزل منزل کی آنکھوں میں بھاری بھاری
لے ہوں' اس کی آنکھوں میں قفل در قفل حصار اندر حصار بجھنے کی تیاریاں
جیسی کیفیت لہرا گئی تھی۔ اس کے چہرے پر گہری گھنی اداسیاں اپنے عکس
تھیں۔ اس کی اکڑی گردن کی ممٹی کچھ اس طرح جھکی تھی۔ جیسے کوئی جنازہ
تا ہے۔

ی دیر تک کوپا کی ایسی حالت رہی پھر اس نے گردن سیدھی کی اور اپنے
ڑے پر سوار پرتاپ کی طرف دیکھا۔

نے اندازہ لگایا کہ پرتاپ اپنی جگہ پر مثل نقش بر دیوار' سرخ پردوں سے
جیسا پریشان کن' بن باس لکھے لفظوں کے جھونپڑے جگر کے خون اور
اری جیسا ویران ویران تھا۔ اس کی حالت منزل عدم کی خونی سمتوں کے
ضاع جیسی لگ رہی تھی جس سے اس کا سارا ہنر چھین کر اس کی جھولی
من میں بے بضاعتی ڈال دی گئی ہو۔ پرتاپ کی آنکھوں کی کتھا میں بے کل
جیسی کیفیت چھائی ہوئی تھی۔ لگتا تھا صدیوں کی دبی خونی کیفیتیں اسے بے
کے چلی گئی ہوں۔

ی دیر تک کوپا بڑے غور بڑی توجہ سے پرتاپ کی طرف دیکھتا رہا پھر اس کی
مارنے کے لیے وہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ پرتاپ۔ میرے ویر۔ یہ قانون فطرت ہے کہ خباثت سے خباثت۔ نا
سے نا انصافی اور جبر سے جبر جنم لیتا ہے۔ اگر کوہستان بندھیا چل کی ان وادیو
اندر شیر شاہ سوری کے سپہ سالار آعلیٰ خواص خان نے ہم پر حملہ کرنے کی کوش
تو تو دیکھے گا کہ اس کے حملے سے بڑھ کر ہم اس پر ایسا حملہ کریں گے کہ ا
وادیوں میں جان بچانا مشکل ہو جائے گا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد کوپا نے اپنے مسلح جوانوں سے پ
تم لوگوں نے کیسے اندازہ لگایا کہ راہ روکنے والا لشکر خواص خان کا ہے۔ ایک
جواب دینے لگا۔

دیکھ کوپا ہمارے محترم۔ ہم اس لشکر کے قریب گئے تو کچھ اس کے مسلح
حرکت میں آئے اور انہوں نے ہمیں گرفتار کر لیا اور پکڑ کر اپنے سالار آعلیٰ خو
خان کے سامنے لے گئے تب ہم نے جانا کہ وہ لشکر خواص خان کا ہے ہم نے ا
انکشاف کیا کہ ہمارے سالار کوپا اور پرتاپ نے ہمیں اس لیے بھیجا ہے کہ ہ
جانیں کہ راہ روکنے والا لشکر کس کا ہے۔ وہ شخص ہماری سچائی سے بے حد خوش
اور ہمیں واپس آنے کی اجازت دیدی۔ لیکن واپسی کے وقت جو الفاظ اس نے ادا
وہ اس کی خون خواری کا اظہار کرتے ہیں۔ کوپا نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا اس
تمہیں کیا کہا تھا۔ مسلح جوان پھر کہنے لگا۔

شیر شاہ سوری کے اس سالار اعلیٰ نے ہمیں کہا تھا کہ کوپا اور پرتاپ سے
کہنا کہ میرا نام خواص خان ہے۔ میں اپنوں کے لیے ابر بن کر جھلتی دھوپ
بننے اور دشمن کے لیے یخ سیالوں کو دھوپ بن کر پگھلانے کا عمل خوب جانتا ہو
اس نے کہا تھا کہ کوپا اور پرتاپ پر یہ بھی واضح کرنا کہ کوہستانی سلسلوں میں گھ
ہوئی ان وادیوں کے اندر ان دونوں کی شخصیتوں کے سارے گوشے یوں لخت لخ
کروں گا جس طرح زینہ شام اور آنگن شب میں بکھری لہروں کا بدن چٹانوں سے
کر ریزہ ریزہ اور پاش پاش ہوتا ہے۔

یہ خوفناک الفاظ سن کر پرتاپ پر تو کپکپاہٹ طاری ہو گئی تھی۔ لیکن کوپا ا
ضبط بڑے تحمل کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ خواص خان بکواس کرتا ہے۔

میں میں یقیناً" اس کے سنگ انا کی حرمتوں کو پاش پاش اور اس کی عبارتوں کی جا
بے حرمت کر کے رکھوں گا۔ اس نے ابھی تک مجھ سے ٹکرانے کا اندازہ نہیں
میرا نام کوپا ہے شمال سے لیکر جنوب اور مشرق سے لیکر مغرب تک کے سارے
بت جانتے ہیں کہ کوپا آج تک ناقابل تسخیر رہا ہے اور کسی نے اسے شکست سے
نہیں کیا۔ دیکھو میرے ساتیو۔ میرے ہمنواؤ کوہستان بندھیا چل کی وادی کے
یقیناً" موت اور مرگ شیر شاہ سوری کے سپہ سالار اعلیٰ خواص خان کی گھات میں

کوپا تھوڑی دیر تک خاموش رہا اس کے بعد اس نے شیر شاہ کے لشکر کی نشاندہی
لے والے مسلح جوانوں سے پوچھا۔

کیا تم بتا سکتے ہو کہ خواص خان کے پاس کتنا لشکر ہے اس کا ہمارے متحدہ لشکر
ساتھ کیا تناسب ہے۔ اس پر مسلح جوانوں نے آپس میں کچھ صلاح و مشورہ کیا اس
بعد ایک کوپا سے مخاطب ہوا۔

تعداد کے لحاظ سے ہمیں خواص خان کے لشکر پر یقیناً" فوقیت ہے اگر ہمارا لشکر
ں خان کے لشکر سے تین نہیں تو کم از کم دو گنا ضرور ہے۔ اس مسلح جوان کے
لفاظ سے پرتاپ کو کسی قدر حوصلہ ہوا اور اس کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ
نمودار ہوئی تھی۔ کوپا اس کی حالت دیکھتے ہوئے بڑا مطمئن ہوا اس کے بعد وہ
پ سے مخاطب ہوا۔

دیکھ پرتاپ اب ہمیں اس خواص خان پر حملہ آور ہونے کے لیے اپنا لائحہ عمل
کرنا چاہیے۔ حملہ آور ہونے کے لیے جو طریقہ کار میرے ذہن میں آتا ہے وہ
تم سے بیان کرتا ہوں۔ اگر اس میں تم کوئی اعتراض یا خامی محسوس کرو تو بلا
ک کہنا اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ پرتاپ غور سے کوپا کی طرف دیکھنے لگا۔
پھر بولا۔

دیکھ پرتاپ۔ ہمیں سے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کے بعد ہم آگے
ں گے جس جگہ ہم کھڑے ہیں اس کی پشت پر لشکر کا پڑاؤ کر دیا جائے گا۔ اس
کہ پشت کی جانب کوہستانی سلسلہ ہے۔ لہٰذا پڑاؤ۔ پر پشت کی جانب سے کسی کے

حملہ آور ہونے کا کوئی خطرہ یا خدشہ نہیں رہے گا۔ جو مال پہلے سے ہمارے ساتھ تھا جو ہم نے حاجی خان نئی اور شجاعت خان سے حاصل کیا ہے وہ بھی اسی پڑاؤ میں ر۔ گا۔ ہم دونوں اپنے لشکروں کی صفیں درست کرتے ہوئے بالکل یکجا اور متحد ہو ک آگے بڑھیں گے۔

پھر خواص خان کے لشکر کے قریب جا کر ہم اپنی آخری صورت اختیار کریں گے دیکھ پرتاپ جہاں خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کے بائیں جانب کوہستانی ندی بھی ہے جو آگے جنوب مشرق کی طرف بہتی ہوئی رائے سین کی طرف چلی گئی ہے۔ خواص خان کے لشکر کے قریب جا کر تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ فوراً" بائیں جانب مڑنا اور خواص خان کے لشکر کے بائیں پہلو پر حملہ آور ہو کر ناقابل تلافی ضرب لگانا۔

جبکہ میں اپنے لشکر کے ساتھ دائیں جانب مڑوں گا اور خواص خان کے لشکر پر ضرب لگاؤں گا۔ خواص خان کے لشکر کے وسطی حصے کو ہم بالکل نظرانداز کر دیں گے اس طرح جب تم بائیں جانب سے اور میں دائیں جانب سے حملہ آور ہوں گا تو خواص خان کو اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا۔ ایک حصہ وہ میرے مقابل لائے گا۔ دوسرے حصے کو تمہارے سامنے کھڑا کرے گا اس طرح لشکر کے دو حصوں میں بٹنے کے ساتھ ساتھ خواص خان کی توجہ بھی جب دو حصوں میں بٹ جائے تو مجھے امید ہے کہ ہم لمحوں کے اندر اس کے پاؤں اکھاڑ کر رکھ دیں گے اور جب ایک بار وہ ہمارے سامنے میدان جنگ سے بھاگے گا تو ہم اس وقت تک اس کا تعاقب کریں گے جب تک ہم اسے اور اس کے ایک ایک لشکری کو موت کے گھاٹ نہیں اتار دیتے۔

کوپا بیشک راجپوتوں میں بڑا خرانٹ۔ گھاگ۔ اور چالاک خیال کیا جاتا تھا اور راجپوتانہ کے راجہ مالدیو کا اس پر بڑا اعتماد بڑا بھروسہ تھا اور وہ دشمن کے مقابلے میں اسے اپنی آخری چٹان کی طرح خیال کرتا تھا لیکن خواص خان اس کوپا سے کہیں زیادہ جہاندیدہ پختہ کار۔ گرگ باران دیدہ اور آزمودہ کار جرنیل تھا۔ بد سے بدترین حالات میں بھی وہ چھاتی تان کر دشمن کی طرف ضرب لگانے کی ہمت اور جرات رکھتا تھا۔ وہ

تا تھا کہ دشمن کا لشکر دو حصے میں بٹا ہوا ہے ایک کا سالار کوپا۔ دوسرے کا پرتاپ ہے۔ لہٰذا اس نے بھی اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ آدھا حصہ اس نے پنے ماتحت رکھا تھا جبکہ دوسرے آدھے حصے کو اس نے اپنے نائب جلال خان جالو کی رکردگی میں دیدیا تھا اور اب وہ بڑی بے چینی سے کوپا اور پرتاپ کے حملہ آور ہونے منتظر تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے کوپا اور پرتاپ دونوں نے حملہ آور ہونے کے لیے اپنے لشکر کو گے بڑھانا شروع کیا تھا۔ اس موقع پر گھوڑے پر سوار اپنے لشکر کے سامنے کھڑے اص خان کا سر اپنے گھوڑے کی زین پر جھک گیا تھا اس کے بعد وہ انتہائی عاجزی۔ کساری کے ساتھ اپنے خداوند کے حضور دعا مانگ رہا تھا۔

اے قادر و قدوس۔ اے خطا بخش و خطا پوش۔ تاریخ کی عدالت میں میرے د۔ میرے دشمن۔ درندگی کا مظاہرہ کرنے کے لیے میری طرف پیش قدمی کر چکے ں۔ اے خداوند مہربان۔ مجھے اس دشمن کے سامنے دست اجل بنا کہ میں تاریخ کو ا خون دیکر اپنے دشمن ایمان اور فتنہ گر دوراں جیسے عدو بیر ہواؤں کا نوحہ زندگی کی ہ بن کر نزول کر سکوں۔

اے خدائے انس و جن اے رب سماوات و زمین۔ تو ہی میرا حامی و ناصر مددگار و عین ہے۔ اے خداوند ہم غلامان رسول عربی تیری ہی تائید و حمایت کے محتاج ہیں۔ مجھے دشمن کے سامنے بحر شور ناوک ظل الہٰی بنا دے کہ میں دشت عدم کا سیل بلاخیز ن کر اپنے دشمنوں کے عذاب و غضب ان کی لعنت و نفرین۔ ان کی نخوت و بدی کو کست و ذلت۔ کرب و رنج اور تہمت و بہتان میں تبدیل کر کے رکھ دوں۔

اے خلیل و جبار۔ اے رافع و رزاق۔ اے مالک الرقاب۔ اے قادر و قدوس رسول خاتم کی آن' ابوبکر کی راست گوئی' عمر کی معدلت' عثمان کی غمگساری اور علی ی سادگی کے طفیل میری مدد فرما۔ میرے اللہ تو مجھے ہمت دے کہ میں کن کا جگردار۔ مت ارجمند اور نجت بلند بن کر اپنے اس حملہ آور ہونے والے دشمن پر نزول کروں ور خاک پر یرموک و حنین کے قافلہ رفتگاں کی یادیں تازہ کر دوں۔

یہاں تک کہنے کے بعد خواص خان نے اپنے دعائیہ الفاظ ختم کر دیئے تھے پھر

زین کے ہتے پر جھکا ہوا سر اس نے اٹھایا۔ دشمن اب قریب آگیا تھا اسے دیکھ ہوئے خواص خان کی چھاتی تن گئی تھی۔ اپنے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی تلوار اور ڈھال پر اس کی گرفت مضبوط ہوگئی تھی۔ پھر اس نے بلند آواز میں تکبیر پڑھی اس کے جواب میں اس کے دائیں جانب اپنے لشکر کے سامنے گھوڑے پر سوار کھڑے جلال خان جالو نے بھی خواص خان جیسے انداز میں تکبیر بلند کی تھی شاید یہ جلال خان جالو خواص خان کو جواب تھا کہ وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار اور مستعد ہے۔

کوپا اور پرتاپ دونوں بے پناہ نفرت۔ غضبناکی کا اظہار کرتے ہوئے قریب آئے حملے کی ابتدا خود کوپا نے کی تھی۔ وہ جاڑے کے اجاڑ پن میں برف آلود ہواؤں کے جھکڑوں، خزاں کی خنک رات میں احساس گوناگوں پر طاری ہو جانے والے رنج و کرب کی طرح جلال خان جالو اور اس کے لشکر پر حملہ آور ہوگیا تھا۔

جلال خان جالو نے بھی جواب میں بڑی غضب کی قوت برداشت اور کسی پاسبان شہرپناہ کی سی بیباکی اور صبر کا مظاہرہ کیا تھا پہلے اس نے کوپا کے ہولناک حملے کو روکا۔ اس کے بعد اس نے مرد بیباک کی طغیان زور اور تاروں بھری رات میں ستاروں کے عزم جوان کی طرح کوپا کے لشکر پر جوابی حملے شروع کردیئے تھے۔

کوپا کے ساتھ ہی ساتھ پرتاپ بھی خواص خان اور اس کے لشکر پر دام بلا، حلقہ فتراک اور ناساز گاری ماحول میں مرگ مبرم بن کر سامنے آنے والی تقدیر نامہربان کی طرح نزول کرگیا تھا۔ خواص خان پرتاپ کے اس حملے کے مقابلے میں نیلگوں بحر میں کن کی پر اسرار صداؤں کی طرح پر سکون رہا۔ تاہم اس حملے کے جواب میں اس کے باطن میں روحوں کے سرنہاں میں رعد شرفشاں جیسی کیفیت طاری تھی۔ جبکہ وہ پرتاپ کے حملوں کے سامنے بالکل پتھر کی نگارین پیکر کی طرح پر سکون اس کے حملوں کو روک رہا تھا۔

پھر خواص خان وحشت پر اتر آیا۔ لذت پیدائی میں تنازع للبقاطے کرنے والے کسی فرزانہ ترین فرد کی طرح اس نے اپنا رخ بدلا۔ وفاع سے نکل کر وہ جارحیت پر اترا۔ پھر اس نے مرگ و زیست کی آہ و بکا، چیختے چنگھاڑتے پر شور بحر اور احتلال قوا اور نقاہت ذہنی طاری کردینے والی جان کنی کی ساعتوں کی طرح پرتاپ اور اس کے لشکریوں پر جان لیوا اور خون خون کردینے والے حملے شروع کردیئے تھے۔

خواص خان اور اس کے ماتحت لڑنے والے اس کے لشکری بندگان خاکسار و کمترین سے پریشان لمحوں کے فروغ کی صورت اختیار کرگئے تھے وہ انتہائی برق رفتاری سے پہلی صفوں کو پار کرکے اگلی صفوں میں موت کا کھیل کھیلنے کے لیے بے چینی اور بے قراری کا اظہار کررہے تھے۔ خواص خان کے یوں برق خاطف کی طرح حملہ کرنے سے میدان جنگ نے برے ایام کی ویرانی، ظلمت حرماں کی صورت اختیار کرلی تھی۔ انسانی خون سے زمین سرخ مونگا بننے لگی تھی ہر طرف شور و غوغا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ جیسے کسی نے اسرافیل کا صور پھونک دیا ہو۔ ارض و سماں کانپ اٹھے ہوں۔

خواص خان اپنے لشکر کی رہبری اور رہنمائی کرتا ہوا آہن شکن اور پنجہ سرکش کی طرح وفا کے نئے مضمون رقم کرتا شمشیر خوباں کے انوکھے انداز دکھاتا ہوا پرتاپ کے لشکر میں اب دور تک گھستا چلا جا رہا تھا۔ اس کے جان لیوا حملوں کے باعث پرتاپ کے لشکر کی حالت نقص ساعت، اندیشہ و تامل اور کدورت بشریت جیسی ہونا شروع ہوئی تھی۔ پرتاپ کے لشکر میں خواص خان نے اپنے حملوں کی تیزی اور برتری کے باعث ایک محشر کا سا سماں برپا کردیا تھا۔ جس کی وجہ سے پرتاپ زیادہ دیر تک خواص خان کے حملوں کو روک نہ سکا۔ شکست کا سامنا کرتا ہوا کوپا کی طرف بھاگ گیا۔ خواص خان نے اسے اپنے لئے بہترین موقع جانا اور وہ پرتاپ اور اس کے لشکر کا تعاقب کرتا اور پشت کی طرف سے انہیں کاٹتا ہوا کوپا کی طرف پیش قدمی کرنے لگا تھا۔

پرتاپ جب بھاگتا ہوا کوپا کے لشکر کی پشت کی طرف سے اس سے جا ملا تو اس اس طرح آ ملنے سے کوپا کے لشکر کی پچھلی صفیں بھی خان جالو کے لشکر پر خوب دباؤ ڈالا ہوا تھا جلال خان جالو بڑی مشکل سے کوپا کے حملوں کو صرف روکنے تک محدود ہوا تھا لیکن جس وقت پرتاپ بھاگتا ہوا کوپا کی پشت کی طرف سے آیا اور پھر اسی پشت کی طرف سے خواص خان نے بھی قیامت برپا کردینے والے لمحوں کی طرح حملہ کردیا تب کوپا کے لشکر کی حالت بھی بدتر ہونا شروع ہوگئی تھی۔

دوسری جانب جب جلال خان جالو نے دیکھا کہ اس کے سالار اعلیٰ خواص خان

نے پرتاپ اور اس کے لشکریوں کو بدترین شکست دی ہے اور پرتاپ کو پاسے آن ہے اور یہ کہ اب کوپا کی پشت کی طرف سے خواص خان نے حملہ کر دیا ہے تب جا خان جالو بھی دفاع کے خول سے نکلا اور کوپا کے لشکر پر اس نے جان لیوا حملے شر کر دیئے تھے پشت کی جانب سے خواص خان بھی صفوں کی صفیں الٹتا ہوا اپنے د کا قتل عام شروع کر چکا تھا۔

اس دو طرفہ حملے سے کوپا اور پرتاپ زیادہ دیر تک خواص خان اور جلال خ جالو کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور شکست اٹھا کر رائے سین کی طرف جانے والی شاہرا بھاگ کھڑے ہوئے عین اسی وقت جس وقت کہ کوپا اور پرتاپ بھاگنے کی تیاریاں رہے تھے ان وادیوں میں شجاعت خان اور حاجی خان ٹبی اپنے لشکروں کے ساتھ وا ہوئے اور بھاگتے ہوئے کوپا اور پرتاپ پر انہوں نے بھی حملہ کر دیا تھا۔

حاجی خان ٹبی اور شجاعت کے یوں اچانک آ ملنے سے خواص خان کو بڑی تقو ہوئی اس نے حاجی خان ٹبی اور شجاعت خان کو حکم دیا کہ وہ دشمن کے پڑاؤ کے علا اپنے پڑاؤ کی ساری اشیاء اور پڑاؤ میں مقیم اپنی خواتین کو لیکر رائے سین کی طرف پیش قدمی کریں جبکہ جلال خان جالو کے ساتھ خواص خان نے کوپا اور پرتاپ کا تعاق شروع کر دیا تھا۔

حاجی خان ٹبی اور شجاعت خان نے سب سے پہلے کوپا اور اس کے ساتھی پرتا کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹا اس کے بعد خواص خان کے پڑاؤ کو بھی اٹھایا اور پھر دونو یعنی شجاعت خان اور حاجی خان ٹبی رائے سین کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

ادھر خواص خان اور جلال الدین جالو بڑی برق رفتاری اور بڑی خونخواری ۔ کوپا اور پرتاپ کے تعاقب میں لگے ہوئے تھے وہ برابر ان کی پشت پر حملے کرتے ہو لگاتار ان کے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرتے جا رہے تھے۔

پہاڑی سلسلے سے نکل کر کوپا اور پرتاپ نے آپس میں صلاح مشورہ کیا اس ۔ بعد انہوں نے اپنے اپنے لشکر علیحدہ کر لیے پرتاپ اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی ۔ رائے سین کی طرف بڑھا جبکہ کوپا نے واپس راجپوتانہ جانے کے لیے دوسرا راس اختیار کر لیا تھا اس موقع پر خواص خان نے جلال الدین جالو کو پرتاپ کے پیچھے لگا

اور وہ خود کوپا کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

خواص خان نے دور تک کوپا کا تعاقب کیا ہندو مورخین جو کوپا کی دلیری اس کی شجاعت اس کی بہادری اس کی اولوالعزمی اور جنگی تجربے کی تعریف و توصیف کرتے تھکتے نہیں ہیں اس سے خواص خان کے آگے اس طرح بھاگ رہا تھا جس طرح گورخر خونخوار چیتے کے آگے آگے اپنی جان بچانے کی خاطر اندھا دھند بھاگتے ہیں۔

خواص خان نے رائے سین سے کافی دور تک کوپا کا تعاقب کیا جب اس نے اندازہ لگایا کہ کوپا بے ضرر ہو گیا ہے اور واپس رائے سین کی طرف آ کر ان کے لیے خطرے کا باعث نہیں بن سکتا تب خواص خان نے اس کا تعاقب ترک کر دیا اور واپس رائے سین کی طرف آیا اتنی دیر تک جلال خان جالو کے آگے بھاگتا ہوا پرتاپ اپنے لشکر کے ساتھ رائے سین شہر میں داخل ہو کر محصور ہو گیا تھا جبکہ جلال خان جالو نے رائے سین شہر سے ذرا ہٹ کر پڑاؤ کر لیا تھا۔ خواص خان بھی جلال خان کے پڑاؤ میں آیا اور اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اس نے بھی وہاں قیام کر لیا تھا۔

جب تک حاجی خان ٹبی اور شجاعت خان بھی اپنے حصے کے لشکروں کے علاوہ کوپا اور پرتاپ کے پڑاؤ کی ہر شے اور خواص خان کے پڑاؤ اور خواتین کے ساتھ وہاں پہنچ گئے تھے۔ اس طرح رائے سین شہر سے ذرا ہٹ کر کوہستانی سلسلے کے قریب اپنے لشکر کے لیے خواص خان نے خیموں کا ایک شہر آباد کر لیا تھا شاید وہ رائے سین پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کرنے کا عزم رکھتا تھا۔

جس وقت حاجی خان ٹبی اور شجاعت خان دونوں وہاں پہنچے تب وہ دونوں ایک ساتھ خواص خان کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت جلال خان جالو بھی وہاں موجود تھا تھوڑی دیر تک حاجی خان ٹبی اور شجاعت خان بڑے توصیفی سے انداز میں خواص خان کی طرف دیکھتے رہے پھر شجاعت خان نے خواص خان کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

امیر خواص خان قسم خداوند قدوس کی جو کچھ میں کہوں گا وہ آپ کی تعریف اور توصیف نہیں بلکہ حقیقت اور سچائی ہے۔ امیر یقیناً" آپ ان جوانوں میں سے ہیں جو

بے خانماں خیالات کو آہنگی اور توازن اور حواس پراگندہ کو خوش معاملگی عطا کرنے ک فن خوب جانتے ہیں۔ خواص خان میرے محترم ہمیں آپ کی ذات پر فخر ہے قسم خدائے قدوس کی میں اس کوپا اور پرتاپ دونوں کو اپنے لئے انتہائی خطرناک اور ناقابل تسخیر خیال کرنے لگا تھا لیکن آپ نے ان دونوں کو بدترین شکست دیکر ان کے لشکر کا بری طرح قتل عام کرتے ہوئے ثابت کر دیا ہے کہ شیر شاہ سوری کا سالار اعلیٰ خواص خان ناممکن کو ممکن اور ناقابل تسخیر کو تسخیر کر دینے کی ہمت اور جرات رکھتا ہے۔

شجاعت خان مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ خواص خان نے اس کی بات کاٹ دی اور کہنے لگا۔

دیکھ شجاعت خان میرے عزیز میرے بھائی میرے رفیق تمہیں یوں میری تعریف کرنے کی ضرورت نہیں ہے نہ ہی میں ایسی تعریف سننے کا قائل ور طلبگار ہوں میرے بھائی تو جانتا ہے جو کچھ میں نے کیا ہے یہ میرے فرائض میں شامل ہے۔ میں دشمن کے مقابلے میں سردھڑ کی بازی لگانے کا فن جانتا ہوں قسم خدائے وحدہ' لا شریک کی یہ تو ایک کوپا تھا ایسے ہزاروں کوپا میرے سامنے آتے تب بھی میں ان کے حلقوم کاٹ کے رکھ دیتا۔

جواب میں شجاعت خان یا حاجی خان بٹنی میں سے کسی نے کچھ نہ کہا بس خاموشی سے توصیفی انداز میں وہ خواص خان کی طرف دیکھتے رہے پھر خواص خان نے جلال خان جالو شجاعت خان اور حاجی خان بٹنی تینوں کی طرف باری باری دیکھا پھر کہنے لگا اب تم تینوں لشکر میں داخل ہو لشکریوں کے کھانے اور آرام کا بندوبست کرو لشکر کے ایک حصے کو چوکس رکھنا تاکہ وہ جاگ کے پہرہ دے یوں نہ ہو کہ آنے والی شب کو پرتاپ یا اس کا باپ پورن مل رائے سین شہر سے نکل کر ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کرے میں اپنے خیمے کی طرف جاتا ہوں اور خیمے میں جانے سے پہلے میں یہ ساری صورتحال شیر شاہ سوری کو آگاہ کرنے کے لیے قاصد اس کی طرف روانہ کرتا ہوں اور ہاں میرے خیمے میں کھانا بھی جلدی بھجوا دینا میں آج بھوک محسوس کر رہا ہوں اس کے ساتھ ہی حاجی خان بٹنی جلال الدین جالو اور شجاعت خان لشکر کے کھانے

کا انتظام کرنے کے لیے پڑاؤ کے اندر جا رہے تھے جبکہ خواص خان نے سب سے پہلے ساری صورتحال سے شیر شاہ سوری کو آگاہ کرنے کے لیے اس کی طرف قاصد روانہ کیا اس کے بعد وہ اپنے خیمے کی طرف جا رہا تھا۔

خواص خان جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا خیمے کے وسط میں ں پر بچھے ہوئے گدوں پر گنگا نیم دراز اپنے بچے کے ساتھ کھیل اور دل بہلا رہی ی جونہی اس نے دیکھا کہ خواص خان خیمے میں داخل ہوا ہے اس نے بچے کو پالنے ں ڈال دیا پھر وہ بھاگتی ہوئی خواص خان کی طرف بڑھی پوری قوت پوری طاقت سے خواص خان کے ساتھ لپٹ گئی پھر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے اپنی واز کی پوری شیرینی میں کہنا شروع کیا۔

میرے حبیب میں آپ کو راجپوتانہ کے راجہ مالدیو کے سپہ سالار اعلیٰ کوپا اور ائے سین کے راجہ پورنمل کے بھتیجے پرتاپ کے خلاف شاندار فتح حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں اس پر خواص خان نے مسکراتے ہوئے کہا دیکھ گنگا تمہیں انداز میں مجھے مبارکباد دینے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ میری فتح تمہاری ہے میری فتح میں تمہاری بھی کارکردگی یقیناً" شامل ہے اس لیے کہ تم نے جو میرا ریلو ماحول میرے لیے خوشگوار اور چاہت آمیز بنا رکھا ہے اس کی بناء پر بھی میری رکردگی میں بے پناہ اضافہ اور جانثاری پیدا ہوتی ہے۔

پھر خواص خان گنگا سے علیحدہ ہوا آگے بڑھا پالنے کے قریب آ کر وہ دوزانوں بیٹھ اور مسکراتے ہوئے اپنے بچے کو پیار کرنے لگا تھا گنگا تھوڑی دیر تک بڑی خوش ی لیں خواص خان کو بچے سے پیار کرتے ہوئے دیکھتی رہی جب خواص خان بچے پاس سے اٹھ کر دوبارہ اس کے پاس آیا تو گنگا پھر اس سے مخاطب ہوئی۔

یہ جو راجپوتانہ کے راجہ مالدیو کا سپہ سالار اعلیٰ کوپا آپ کے سامنے گورخر اور نے کی طرح بھاگا ہے تو اس سے راجپوتانہ ہی نہیں ہندوستان کے دوسرے راجپوتوں ی واضح ہو جائے گا کہ کوپا جسے ہندوستان کے سارے راجپوت ناقابل تسخیر اور انتہا جہ کا شجاع خیال کرتے ہیں وہ خواص خان کے مقابلے پہ کچھ بھی نہیں اور ان پر یہ بھی واضح ہو جائے گی کہ شیر شاہ سوری کے سپہ سالار اعلیٰ خواص خان کا مقابلہ

کرنا کوپا جیسے سالاروں کے بس کا روگ نہیں ہے۔

گنگا کی اس گفتگو کے جواب میں خواص خان کے چہرے پر مسکراہٹ آئی پھر خیمے میں اس کی آواز گونجی۔

دیکھ گنگا راجپوت صرف یہ ہی نہیں کہیں گے کہ کوپا شیر شاہ سوری کے سالار اعلیٰ خواص خان کے آگے نہیں ٹھہر سکا بلکہ لوگ یہ بھی کہیں گے کہ کوپا رہتاس کے راجہ ہرکش کی راجکماری گنگا کے شوہر خواص خان کے سامنے جم نہیں سکا گنگا خواص خان کے ان الفاظ پر مسکرا دی تھی پھر اس نے خواص خان کے دونوں ہاتھ پکڑے اور قالین پر بچھے گدوں پر اپنے قریب بٹھا لیا تھا تھوڑی دیر تک دونوں میاں بیوی آپس میں گفتگو کرتے رہے پھر ان کا کھانا آگیا اور وہ خاموشی سے کھانا کھانے لگے تھے۔

○===○===○

راجپوتانہ کی سرحد پر ایک روز شام سے تھوڑی دیر پہلے اپنے پڑاؤ میں شیر ساہ ؤری اپنے بیٹوں اور اپنے سالار برہم جیت کے ساتھ اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا تھا کہ یمہ کے دروازے پر خانہ بدوش قبیلے کا سردار فدائی خان اور اس کا بیٹا نمودار ہوئے تے پھر فدائی خان نے تعظیماً اپنی گردن کو کسی قدر خم کرتے ہوئے شیر شاہ سوری کو اطب کرتے ہوئے پوچھا۔

آپ نے مجھے طلب کیا ہے اور کیا میں اندر آ سکتا ہوں فدائی خان اور اس کے یٹے اسماعیل کو اپنے خیمے کے دروازے پر دیکھتے ہوئے شیر شاہ سوری اپنی جگہ پر اٹھ ڑا ہوا تھا اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے بیٹے اور سالار برہم جیت بھی کھڑے ہو لئے تھے پھر شیر شاہ سوری نے بڑی شفقت میں فدائی خان کو مخاطب کیا۔

فدائی خان یقیناً میں نے تمہیں بلایا ہے تمہیں یوں اجنبیوں کی طرح میرے خیمے کے دروازے پر کھڑا نہیں ہونا چاہیے بلا جھجک آگے آؤ اب تم ایک طرح سے رے لشکر کے حصہ دار ہی ہو اور یہ کہ اس کے علاوہ تمہارے مجھ پر اتنے احسانات جنہیں چکایا نہیں جا سکتا۔

فدائی خان اور اس کا بیٹا دونوں خوشی کا احساس لئے خیمے میں داخل ہوئے شیر

شاہ سوری نے انہیں اپنے قریب بٹھایا پھر خیمے میں فدائی خان کی آواز سنائی دی۔

شیر شاہ میرے محترم میرے مہربان آپ میرے کن احسانوں کا ذکر کر رہے ؟ میں نے تو آپ پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ آپ کے مجھ پر بہت احسانات ہیں آپ ۔ سالار اعلیٰ خواص خان نے کئی مواقع پر میری مدد کی مجھ سے تعاون کیا اب یہ اور احسان ہے کہ میں آپ کے لشکر میں قیام کئے ہوں میرے اور میرے سارے بدوش قبیلے کے اخراجات آپ برداشت کر رہے ہیں اس پر شیر شاہ سوری مسکرا دیا۔

دیکھ فدائی خان میرا تم پر کوئی احسان نہیں بلکہ تمہارے مجھ پر بے شمار احسا ہیں تمہارا سب سے بڑا اور ناقابل تلافی احسان جو مجھ پر ہے وہ یہ کہ تم نے مج خواص خان دیا سن رکھو فدائی خان اگر مجھے خواص خان نہ ملتا میں تمہیں یقین ـ ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ فتوحات میں نے اب تک حاصل کی ہیں وہ میں اس قد مختصر عرصے میں اتنی کامیابیاں اتنی جلدی حاصل نہ کر سکتا ۔ اس لحاظ سے تمہار خواص خان کا مجھ کو دینا مجھ پر ایسا احسان ہے جس کا صلہ نہیں دیا جا سکتا۔ فدائی خا خوشی کے اظہار میں کہنے لگا۔ آقا شیر شاہ یقیناً" آپ کا کہا درست ہے خواص خا نایاب گوہر ہے جس کی قدر و قیمت میرے ہاں پتھر کی سی تھی آقا شیر شاہ گو میں ـ اسے اپنے ہاں اپنے بیٹوں کی طرح رکھا تھا پر لو مڑیاں پکڑنے کے دوران اس کے اند جو جوہر تھے وہ کھل کر سامنے نہیں آ سکتے تھے آپ کے لشکر میں شامل ہونے کے بع اس نے ثابت کیا کہ وہ کس قدر قیمتی اور کسی قدر انمول ہیرا ہے شیر شاہ سوری ـ چہرے پر پھر مسراہٹ ہوئی ساتھ ہی اس کی آواز بھی سنائی دی۔

فدائی خان تمہارا کہنا درست ہے خواص خان یقیناً" اپنوں کے لیے زخموں اندمال التفات کا آغاز' دنیا کے فکرو فن میں محبتوں کا موسم' وصل کی منتظر تعبیر خوا اور نظام عدل گی زنجیر ہے جبکہ اپنے دشمنوں اور اپنے عدو کے لیے وہ زمین بوس او پاش پاش کر دینے والا درد کا رشتہ' قہر کے لمحوں کاتا پھندا' ہلاکت کا پیشترو اور موت کی اترائی ہے۔

سن فدائی خان جنگ کے دوران فتح و کامیابی ایسے ہی خواص خان کو تلاش کرتی پھرتی ہے جیسے کہ قیس کو لیلیٰ ' پنوں کو سسی رام کو سیتا' کرشن کو رادھا' ہیر کو رانجھ

، مہنوال کو سوہنی۔

سن فدائی خان خواص خان میرا وہ جرنیل ہے جو غم دہر کی کدورت میں قرار ' بے خواب اور بے چاند راتوں میں دمکتی شفق بن کر نمودار ہونے کا فن جانتا ہے اپنے لشکر میں رحمت یزداں اور توفیق عاقبت بینی کی طرح نمودار ہوتا ہے وہ اپنے وں کے لیے ناشاد اور سوگوار حادثوں اور زبان کے زخموں کا اندمال بن کر ان کی لت کرتا ہے یقیناً" خواص خان کی شجاعت کو اندیشہ زوال نہیں اپنی ذات میں وہ بھی ہے اور راکھ میں چھپی ہوئی چنگاری بھی آتش سیال بھی ہے اور نغمہ شیریں خواص خان میرا وہ سالار ہے جس پر میں بد سے بد ترین حالات میں بھی مکمل سہ اور اعتماد کر سکتا ہوں۔

خیمے میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد شیر شاہ سوری کی آواز پھر ئی دی۔

دیکھ فدائی خان اس وقت خیمے میں میرے بیٹوں کے علاوہ میرا سالار برہم جیت بیٹھا ہوا ہے میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ تمہاری اور تمہارے خانہ بدوش کی ضروریات کا خیال رکھوں ۔ دیکھ فدائی خان خواص خان نے اریل کے راجہ ان کے خلاف فتح حاصل کرنے کے بعد جس قدر سامان وہاں سے حاصل کیا تھا اس آدھا میں نے تمہیں دینے کا ارادہ کیا ہے اس سے تم اپنی اپنے خانہ بدوش قبیلے کی ت بہتر انداز میں سنوار سکتے ہو اور فدائی خان سنتا یہ تم پر احسان نہیں ہے اور نہ اس احسان کا صلہ ہے جو خواص خان دیکر تم نے مجھ پر کیا ہے اب میں تمہیں اپنے کا ایک حصہ خیال کرنے لگا ہوں لہٰذا تمہاری اعانت میرا فرض ہے۔

جواب میں فدائی خان عجیب سی ممنونیت سے تھوڑی دیر تک شیر شاہ سوری کو تا رہا پھر کہنے لگا آقا یہ تو آپ کی خوش معاملگی اور آپ کی نرم روی ہے کہ آپ ا اس قدر خیال رکھتے ہیں۔ شیر شاہ سوری پھر بول پڑا۔ اس بار اپنے بیٹے عادل کی ف اس نے دیکھا۔

عادل میرے بیٹے میرے بچے ابھی تو اپنے سارے بھائیوں اور برہم جیت کے ھ فدائی خان اور اسماعیل کو لیکر جا جس قدر سامان اریل سے آیا تھا اس کا فدائی

خان کو اندازہ ہے اس میں سے آدھا سامان تم سب مل کر فدائی خان کے قبیلے میں منتقل کروا دو۔

شیر شاہ سوری کا یہ حکم پا کر اس کے بیٹے اور سالار برہم جیت فدائی خان اور اسماعیل اپنی جگہ سے اٹھنے ہی والے تھے کہ خیمے میں شیر شاہ سوری کا ایک محافظ داخل ہوا چند قدم آگے آیا سر کو تھوڑا سا اس نے خم کیا پھر شیر شاہ سوری کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا آقا! راجہ پورنمل کے مرکزی شہر رائے سین سے امیر خواص خان ایک قاصد آیا ہے وہ آپ کے نام ایک انتہائی پیغام رکھتا ہے اگر آپ حکم دیں تو میں اسے اندر بھیجوں۔

اس قاصد کے ان الفاظ پر شیر شاہ سوری تڑپ کر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا باقی سب لوگ بھی کھڑے ہو گئے تھے پھر اس محافظ کو شیر شاہ سوری نے کہا اگر خواص خان کی طرف سے کوئی قاصد آیا ہے تو اسے خیمے سے باہر کیوں روکا گیا ہے اسے فوراً" اندر لایا جائے تاکہ میں سنوں وہ کیا کہنا چاہتا ہے وہ محافظ باہر نکلا تھوڑی دیر بعد خواص خان کا قاصد خیمے میں داخل ہوا۔ ہاتھ کے اشارے سے اس قاصد کو شیر شاہ سوری نے اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا جب وہ وہاں بیٹھ گیا تب شیر شاہ سوری نے پوچھا اب کہو تم میرے بیٹے خواص خان کی طرف سے کیا پیغام لے کے آئے ہو اور یہ بھی بتاؤ کہ خواص خان اس وقت کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے جواب میں خواص خان کے اس قاصد نے کچھ سوچا اس کے بعد شیر شاہ سوری کے خیمے میں اس کی آواز سنائی دی۔

آقا شاید یہ خبر آپ کے پاس پہنچ چکی ہو گی کہ مالوہ میں حاجی خان بٹنی اور شجاعت خان دونوں نے مل کر ناصر خان کی بغاوت اور ملو خان کی سرکشی کو کچل دیا تھا۔ ملو خان شکست اٹھا کر خاندیش کی طرف بھاگ گیا تھا آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ ارچھا کے راجہ بیربھان کو شکست دینے کے بعد امیر خواص خان نے بھی مالوہ کا رخ کیا تھا۔

آقا خواص خان کے مالوہ پہنچنے سے پہلے ہی وہاں ایک انقلاب رونما ہوا جس وقت شجاعت خان اور حاجی خان بٹنی دونوں ملو خان اور ناصر خان کو شکست دینے کے بعد مالوہ میں ایک جگہ اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھے کہ ان پر خونی

ان مارا گیا۔

شیر شاہ سوری نے چونک کر پوچھا۔

حاجی خان بٹنی اور شجاعت خان پر یہ شب خون کس نے مارا تھا جبکہ وہ دونوں صر خان اور ملو خان کو شکست دینے کے بعد ان کی طاقت کو کچل چکے تھے قاصد نے اب دینا شروع کیا۔

قا راجپوتانہ کے راجہ مالدیو کا سپہ سالار اعلیٰ کوپا ایک لشکر لیکر مالوہ کی طرف گیا پنے لشکر کو اس نے مالوہ کی سرحدوں پر ایک نائب کے حوالے کیا اور خود اپنے چند یوں کے ساتھ وہ راجہ پورن مل کے مرکزی شہر رائے سین گیا راجہ پورن مل کے اس نے ساز باز کی کہ مالوہ پر قبضہ کیا جائے اور آپ کی طاقت اور قوت کو وہاں دیا جائے پورنمل نے کوپا سے اتفاق کیا اور اپنے سارے لشکر کا آدھا حصہ اس پنے بھتیجے پرتاپ کی کمانداری میں کوپا کے ساتھ کر دیا کوپا پرتاپ کے ساتھ اپنے یں آیا اور متحدہ لشکر نے جس کی راہنمائی کوپا اور پرتاپ کر رہے تھے شجاعت اور حاجی خان بٹنی پر شب خون مارا۔

قا ان کا یہ شب خون بڑا ہولناک تھا اس میں حاجی خان بٹنی اور شجاعت خان کو صان ہوا اور وہ شکست اٹھا کر بھاگ گئے جس وقت کوپا اور پرتاپ دونوں فاتح کی سے رائے سین کی طرف جا رہے تھے راستے میں بندھیل کھنڈ کے کوہستانی یں امیر خواص خان ان کی راہ روک کھڑا ہوا دونوں لشکروں میں ہولناک جنگ جس میں خواص خان نے کوپا اور پرتاپ دونوں کو بدترین شکست دی جس وقت ور پرتاپ بھاگ رہے تھے حاجی خان بٹنی اور شجاعت خان بھی وہاں پہنچ گئے ٹھانے کے بعد کوپا تو راجپوتانہ کی طرف بھاگ گیا جبکہ پرتاپ اپنے بچے کھچے ساتھ رائے سین میں محصور ہو گیا اب امیر خواص خان حاجی خان بٹنی اور خان کے ساتھ راجہ پورن مل کے مرکزی شہر رائے سین کے باہر لشکر کے قیام کئے ہوئے ہے اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ رائے سین کا محاصرہ کر کے اس پر کیا جائے اور مالوہ پر حملہ آور ہونے سے پہلے راجہ پورن مل کو سبق سکھا کر اس لاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد پھر راجپوتانہ پر ضرب لگائی جائے۔

قاصد کے اس پیغام پر شیر شاہ سوری کے چہرے پر خوشی کے آثار اور آنکھوں میں عجیب سی چمک ابھری تھی تھوڑی دیر خاموش رہ کر وہ کچھ سوچتا رہا پھر بڑی ممنونیت سے جذبے میں اس کی آواز بلند ہوئی خواص خان میرے بیٹے جیسا تو چاہے گا ویسا ہی ہو گا پہلے ہم پورن مل کو اپنے سامنے زیر کریں گے اس کے بعد راجپوتانہ کے مالدیو پر اپنی طاقت اور قوت کا اظہار کریں گے۔

ایک بار پھر شیر شاہ سوری تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گیا تھا لگتا تھا وہ کچھ کہنے کے لیے مناسب الفاظ تلاش کر رہا ہو اس کے بعد خیمے میں اس کی آواز پھر سنائی دی وہ خواص خان کو داد دینے کے انداز میں کہہ رہا تھا۔

خواص خان میرے بیٹے تو ایں و آں سے بلند اور اندیشہ و عواقب سے ماوراء میرا وہ جانباز اور عربدہ جو ہے جو جب چاہے اپنے دشمن کے اوپر در فیض بند کر دے جب چاہے اس کی گھڑی گھڑی کو غضب اس کے لمحے لمحے کو ماندگی و کسل میں مبتلا کر کے رکھ دے۔

خواص خان تو میرا وہ فرزند ہے جو زمین کو ہلا دینے کہساروں کو ریزہ ریزہ کرنے آسمان کی مشکلوں کو کھول دینے کا فن خوب جانتا ہے تو یقیناً لہروں کا وہ پیچ و تاب ہے جو اپنے اندر عجیب سحر و جذب رکھتا ہے تو میرے ہاتھ میں ماہی گیروں کا وہ ترسول ہے جس سے میں طلسم زندگی کو وا کر سکتا ہوں۔

خواص خان تو میرا وہ سالار ہے جو اپنی شرافت نسبی اور وقار آزادی کے سامنے دشمن کی سفاکی اور درندگی اس کی وحشت نیم شبی اور اس کے دکھ کے آسیب کو زنگ کھائے لوہے اور دیمک کھائی لکڑی کی طرح بے ضرر بنا کے رکھ دیتا ہے خواص خان میرے بیٹے تو شیر شاہ کے لیے زندگی کی محرومیوں میں تجدید عہد اور حسرتوں کے انبار میں باران رحمت کے سحاب کی مانند ہے۔

خواص خان میری قوم کے عظیم سپوت راجپوتانہ کے راجہ مالدیو کا سپہ سالار اعلیٰ کوپا ایسا جنگجو ایسا سورما خیال کیا جاتا ہے کہ ہندوستان کے راجپوت اسے ناقابل تسخیر خیال کرتے تھے خواص خان تو نے اسے اپنے سامنے پیاسی بھیڑوں کی طرح بھگا کر ثابت کر دیا ہے کہ ایسے سورما ایسے جنگجو تیرے سامنے زمانے کی دھول میں دفن ہو

ہو رہ جاتے ہیں خواص خان میرے بیٹے تو یقیناً" عقوبت کا سمندر، وشت و صحرا کی وسعت ہے تیرے سامنے کوئی تلوار کو بے نیام کر کے ہمارے خلاف تباہی کے فیصلے نہیں کر سکتا۔

یہاں تک کہنے کے بعد شیر شاہ سوری تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہا تھا اس کے بعد اس نے اپنے بیٹے عادل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا عادل میرے بیٹے خواص خان کے اس قاصد کی رہائش اور کھانے کا عمدہ انتظام کرو پھر اس قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے شیر شاہ سوری نے مزید کہنا شروع کیا۔

آج کی رات تم پڑاؤ میں آرام کرو کل ہم یہاں سے راجہ پورن مل کے مرکزی شہر رائے سین کی طرف کوچ کریں گے اور خواص خان کی خواہش کے مطابق راجپوتانہ کے بجائے پہلے پورن مل پر ضرب لگائیں گے اس کے بعد شیر شاہ سوری پھر اپنے بیٹے عادل سے مخاطب ہوا۔

عادل میرے بیٹے اب تم سب لوگ جاؤ ابھی اور اسی وقت اپنا فالتو سامان سمیٹنا شروع کر دو کل صبح ہی صبح لشکر یہاں سے رائے سین کی طرف کوچ کرے گا شیر شاہ کا یہ حکم سنتے ہی اس کے بیٹے، سالار برہم جیت اور خواص خان کی طرف سے آنے والا قاصد باہر نکل گئے تھے۔

دوسرے روز صبح ہی صبح شیر سوری اپنے لشکر کے ساتھ راجپوتانہ کی سرحد سے پورن مل کے مرکزی شہر رائے سین کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

عشاء کی نماز کے تھوڑی دیر بعد ایک روز شیر شاہ سوری رائے سین شہر سے باہر خواص خان کے پڑاؤ کے قریب نمودار ہوا خواص خان کو جب خبر ہوئی کہ شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ پہنچ گیا ہے تو اس نے حاجی خان بٹنی شجاعت خان اور جلال خان جالو کے ساتھ شیر شاہ سوری کا بہترین انداز میں استقبال کیا رات کی تاریکی میں چونکہ خواص خان کے لشکر میں آگ کے الاؤ اور مشعلیں روشن تھیں شیر شاہ اپنے گھوڑے سے اترا آگے بڑھا خواص خان سے لپٹ گیا تھا اس کی پیشانی پر ایک لمبا بوسہ دیا پھر کہنے لگا۔ خواص خان میرے بیٹے تم نے وہ معرکہ سر کیا ہے تم نے وہ کام

دکھایا ہے جو عام آدمی یا انسان کے بس کا روگ نہیں کوپا کو شکست دے کر میرے بیٹے میرے بچے تم نے ایک طرح سے ناممکن کو ممکن کر کے رکھ دیا ہے۔ خواص خان نے جواب میں کچھ نہ کہا بس وہ ممنونیت سے شیر شاہ سوری کو دیکھتا رہ گیا تھا پھر خواص خان شیر شاہ سوری کا ہاتھ پکڑ کر پڑاؤ کی طرف جانے لگا تو شیر شاہ سوری خواص خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

خواص خان میرے بیٹے تم اپنے خیمے میں کملاوتی کو لے جاؤ جبکہ گنگا اور نیرل دونوں کو فدائی خان کے خیمے میں منتقل کر دو اتنی دیر تک فدائی خان بھی قریب آگیا اور شیر شاہ سوری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا آقا اس سلسلے میں میں خواص خان کی مدد کرتا ہوں شیر شاہ سوری پھر کہنے لگا تم دونوں جاؤ میں خود لشکر کے پڑاؤ اور اس کے کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔

اس پر خواص خان اور فدائی خان دونوں وہاں سے ہٹ گئے فدائی خان گنگا اور نیرل کو اپنے قبیلے میں لے گیا تھا جبکہ خواص خان نے بڑے والہانہ انداز میں کملا کا استقبال کیا بہترین انداز میں اسے ملا پھر اپنے ساتھ اسے خیمے میں لے گیا تھا اپنے پاس بٹھا کر اس کے ساتھ کھانا کھایا پھر وہ شیر شاہ سوری کے آنے والے لشکر کے لیے انتظام و انصرام میں لگ گیا تھا۔

دوسرے روز شیر شاہ سوری نے خواص خان اپنے دیگر سالاروں اور بیٹوں کے ہمراہ رائے سین شہر کی طرف گیا اور اس کے ساتھ اس موقع پر محافظ دستے بھی تھے۔ شہر سے دور ہٹ کر اس نے شہر کے اطراف کا جائزہ لیا رائے سین کا قلعہ اور شہر موجودہ بھیلسہ سے چودہ میل جنوب اور موجودہ بھوپال شہر سے تقریباً ۲۷ میل میں واقع تھا اس قلعے کے آثار آج بھی وندھیا چل کوہستانی سلسلے کی ایک بلند ترین چوٹی پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

یہ قلعہ اور شہر بیتوا ندی کے بہاؤ کی جانب تقریباً" ساڑھے سات میل رقبے میں پھیلا ہوا تھا۔ کوہستان وندھیا چل کی جس چوٹی کے اوپر یہ قلعہ اور شہر تھا اس چوٹی کے شمال اور جنوب سے دو کوہستانی ندیاں پہاڑوں کے دوسرے سلسلے سے علیحدہ کرتی تھیں جس کی وجہ سے قلعہ کی مضبوطی اور بڑھ گئی تھی قلعہ کے مشرقی جانب ایک [illegible]

طویل چٹان دیوار کی مانند کھڑی تھی جس نے شہر کی فصیل میں ایک طرح سے خاطر خواہ مضبوطی پیدا کر دی تھی جس کوہستانی سلسلے کے اوپر یہ قلعہ اور شہر تھا۔ وہ تقریباً" ۱۵۷۲ فٹ سے لیکر ۱۷۶۰ فٹ تک بلندی پر تھا اپنی اپنی اوصاف کی بناء پر رائے سین کا شہر اور قلعہ ان دنوں ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا۔

رائے سین کی شہر پناہ اور اس کے محل وقوع کا جائزہ لینے کے بعد شیر شاہ سوری اپنے خیمے میں آیا اس کے بیٹوں کے علاوہ خواص خان اور دوسرے سالار بھی اس کے ہمراہ تھے یہ ایک طرح سے رائے سین پر حملہ آور ہونے کے لیے شیر شاہ سوری کی جنگی کونسل کا اجلاس تھا۔

اپنے خیمے میں بیٹھنے کے بعد شیر شاہ سوری تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر اس نے وہاں موجود اپنے بیٹوں اور سارے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ تم سب نے میرے ساتھ رائے سین شہر کی فصیل کا جائزہ لیا اب بتاؤ شہر پر حملہ آور ہونے کے لیے ہمیں کیا لائحہ عمل مرتب کرنا چاہیے اور سنو جہاں تک میری ذاتی رائے کا تعلق ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ رائے سین شہر کے بالمقابل جو قریب ترین کوہستانی سلسلے کی چوٹی ہے سب سے پہلے اس پر توپیں نصب کر دی جائیں۔ چونکہ رائے سین شہر کی فصیل کا اکثر حصہ کوہستانی سلسلوں کی چٹانوں سے محفوظ کیا گیا ہے لہٰذا اس شہر میں داخل ہونے کے لیے یا اسے فتح کرنے کے لیے ہمیں بلندی پر سے شہر کی فصیل پر توپوں کے گولے داغنے پڑیں گے اسی صورت میں ہم اپنے لئے فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔

شیر شاہ سوری جب خاموش ہوا تو خواص خان نے اپنی رائے کا اظہار کرنا شروع کیا۔

شیر شاہ میرے محترم آپ کی تجویز اپنی جگہ درست اور انتہائی مناسب ہے ہمیں اپنے توپ خانے کو شہر کے قریب ترین کسی کوہستانی سلسلے کی چوٹی پر نصب کرنا چاہیے اس طرح ہم اپنے لئے فوائد حاصل کر سکتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ میں ایک اور بھی تجویز پیش کروں گا اس پر شیر شاہ سوری نے چونک کر پوچھا۔

خواص خان میرے بیٹے کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو میں جانتا ہوں جو تجویز بھی تم پیش

کرو گے اس پر عمل کرتے ہوئے یقیناً" ہم بہتر فوائد حاصل کر سکیں گے خواص خان نے کہنا شروع کیا۔

شیر شاہ میرے مہربان آپ جانتے ہیں راجہ پورن مل کی عملداری میں دو بڑے شہر ہیں ایک رائے سین دوسرا چندریری باقی چھوٹے چھوٹے قصبے اور شہر ہیں جہاں سے راجہ پورن مل کو نہ رسد مل سکتی ہے اور نہ مناسب کمک ہی مہیا ہو سکتی ہے اگر ہم رائے سین کا محاصرہ کرلیں تو ہم شہر کا چاروں طرف سے تو محاصرہ کرنے سے رہے ایسی صورت میں راجہ پورن مل کو اس کے دوسرے بڑے شہر چندریری سے رسد اور کمک برابر ملتی رہے گی۔ جس کی بناء پر محاصرہ طول پکڑ جائے گا اور رائے سین پر قابو پانا اگر ہمارے لئے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جائے گا۔

میری تجویز یہ ہے کہ لشکر کا ایک حصہ چندریری کی طرف روانہ کر دیا جائے اور وہ شہر کا محاصرہ کرے اس طرح جب دونوں شہروں کا محاصرہ کر لیا جائے گا تو دونوں شہروں میں سے کوئی بھی دوسرے کے لیے رسد اور کمک فراہم نہیں کر سکے گا ایسی صورت میں راجہ پورن مل کو اپنے سامنے زیر کرنا ہمارے لئے کافی حد تک آسان اور سہل ہوجائے گا۔

تھوڑی دیر خاموش رہ کر خواص خان نے پھر سلسلہ کلام شروع کیا۔

لشکر کا ایک حصہ چند ریری کی طرف روانہ کرنے کے بعد ہمیں اپنے توپخانے کو کسی بلند چوٹی پر نصب کر دینا چاہیے پھر رائے سین شہر کی بیرونی فصیل پر وہاں سے گولہ باری کرنی چاہیے پر ایسا کرنے سے پہلے ہمیں اپنے لشکر کو مزید تین حصوں میں تقسیم کرنا چاہیے لشکر کا ایک حصہ اس کوہستانی سلسلے کی چوٹی پر رہے جہاں توپ خانہ نصب ہو گا اور توپ خانے کی حفاظت وہ لشکر کرے گا لشکر کے باقی دو حصے شہر کی فصیل کے اس حصے کے دائیں اور بائیں جانب گھات میں بیٹھے رہیں جس حصے کو ہمارا توپخانہ اپنا نشانہ بنائے گا۔

شہر کی فصیل پر لگاتار توپ کے گولے داغے جائیں اور جب ان گولوں سے شہر کی فصیل گرے یا اس میں کوئی سوراخ پیدا ہو اور شہر کے لشکری اس مسمار شدہ فصیل کی مرمت کرنا چاہیں تو گھات میں بیٹھے ہوئے دونوں لشکر ان پر حملہ آور ہو کر انہیں

ر بھگائیں اس طرح پہلی فصیل کو عبور کرنے کے بعد یہی طریقہ ہمیں شہر کی دوسری یل کے خلاف استعمال کرنا چاہیے اس لیے کہ میں نے دیکھا تو نہیں پر سن رکھا ہے ہ رائے سین شہر کی فصیل دوہری ہے۔

خواص خان جب خاموش ہوا تب شیر شاہ سوری مسکراتے ہوئے بول پڑا۔

خواص خان میرے بیٹے میرے فرزند جو تجویز تم نے پیش کی ہے قسم خداوند دوس کی میرا دل کہتا ہے اس سے بہتر کوئی اور تجویز نہیں ہو سکتی۔ اب میں تمہاری ں تجویز کو آخری صورت دیتا ہوں سنو آج ہی تھوڑی دیر بعد تک لشکر کو چار حصوں ں تقسیم کیا جائے گا ایک حصہ میرا بیٹا جلال خان لے کر چندریری کا محاصرہ کرنے کے لیے روانہ ہو جائے گا جلال خان جالو نائب کی حیثیت سے میرے بیٹے کے ہمراہ ہو گا لشکر چندریری کا محاصرہ کر لے گا اور اسے فتح کرنے کی کوشش کرے گا۔ لشکر کے جو اقی تین حصے ہوں گے ان میں سے ایک حصہ خواص خان کی کمانداری میں ہو گا اور اجی خان بنی خواص خان کے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا لشکر کا تیسرا حصہ ہرے بیٹے عادل کی کمانداری میں ہو گا شجاعت خان عادل خان کی نیابت کرے گا لشکر ا چوتھا حصہ میرے پاس ہو گا اور میرے ساتھ برہم جیت ہو گا خواص خان اور عادل ان دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ فصیل کے اس حصے کے دائیں اور بائیں جانب گھات میں بیٹھ جائیں گے جہاں ہم نے گولہ باری کرنی ہو گی جبکہ میں اپنے حصے ے لشکر کے ساتھ توپخانے کی نگرانی کروں گا اور شہر کی فصیل کے اس حصے پر توپوں ے گولوں سے ضرب لگاؤں گا جو خواص خان اور عادل کی گھات کے درمیان میں ہو گی۔

اس کے ساتھ ہی شیر شاہ سوری نے اپنی جنگی کونسل کا اجلاس ختم کر دیا تھا اور ر تھوڑی دیر بعد شیر شاہ سوری کا بیٹا جلال خان اپنے حصے کے لشکر کو لیکر چندریری کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ جلال الدین جالو نائب کی حیثیت سے اس کے ہمراہ تھا۔

پھر سب سے پہلے توپخانے کو رائے سین شہر کی ایک قریب ترین چوٹی پر منتقل کر یا گیا اور وہاں شیر شاہ سوری نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا جبکہ واص خان اور عادل خان اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لیکر فصیل کے اس حصے کے

دائیں بائیں گھاٹ میں چلے گئے تھے جس حصے کو گولہ باری کے لیے مختص کر دیا گیا تھا۔

○

رائے سین کا راجہ پورن مل اپنی بیٹی پاروتی اور بھتیجے اور سپہ سالار پرتاپ کے ساتھ رائے سین کی اندرونی فصیل کے ایک برج میں کھڑا سامنے کوہستانی سلسلے کی بلند چوٹی پر شیر شاہ سوری کے لشکر اور وہاں نصب توپوں کا جائزہ لے رہا تھا کہ اس کا ایک جاسوس بڑی تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا فصیل کے اس برج میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہی راجہ پورن مل اس کی طرف متوجہ ہوا وہ اسے مخاطب کر کے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ وہ مخبر پہلے ہی بول پڑا۔

مہاراج میں آپ کے لیے شیر شاہ سوری کے لشکر سے متعلق انتہائی اہم خبریں لیکر آیا ہوں وہ سامنے جو کوہستانی سلسلے کی چوٹی دکھائی دے رہی ہے وہاں شیر شاہ سوری نے اپنا توپخانہ نصب کر دیا ہے اور خود بھی اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ وہاں توپخانے کے پاس موجود ہے اب شیر شاہ سوری کا جنگ کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہاں سے وہ توپوں کے ذریعے شہر کی بیرونی فصیل پر گولے برسائے گا اور فصیل کو مسمار کرنے کی کوشش کرے گا۔ فصیل کے جس حصے پر گولے برسائے جائیں گے اس کا تعین کر دیا گیا ہے اور اس حصے کے دائیں بائیں لشکر کے دو حصوں کے ساتھ شیر شاہ سوری نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ خواص خان اور اپنے بیٹے عادل خان کو مقرر کر دیا ہے ان کا ارادہ یہ ہے کہ جب رائے سین کی بیرونی فصیل پر شیر شاہ سوری گولے برسائے گا اور ان گولوں سے فصیل کا حصہ گرے گا تب شیر شاہ سوری کا سالار اعلیٰ خواص خان اور اس کا بیٹا عادل دو مختلف سمتوں سے فصیل کے اس گرنے والے حصے میں سے داخل ہوں گے اور دو کام کریں گے ایک یہ کہ وہ فصیل کے اس حصے کی مرمت کی اجازت نہیں دیں گے مرمت کرنے والوں پر حملہ آور ہوں گے دوسرے یہ کہ وہ شہر کی اندرونی فصیل کا کمزور ترین حصہ بھی دیکھیں گے جہاں سے شہر میں داخل ہوا جا سکے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ جاسوس لمحہ بھر کے لیے رکا پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری

رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ مہاراج اس کے علاوہ ایک اور اہم خبر یہ ہے کہ شیر شاہ سوری نے اپنے ایک بیٹے جس کا نام جلال خان ہے چندریری کی طرف روانہ کر دیا ہے۔

شیر شاہ سوری کا مدعا یہ ہے کہ چندریری کو فتح کر لیا جائے اور اگر چندریری فتح نہ ہو سکے تو کم از کم اس کا محاصرہ کر لیا جائے تاکہ چندریری سے ہمیں کوئی رسد اور کمک نہ مل سکے۔

وہ جاسوس جب خاموش ہوا تو راجہ پورن مل تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اس جاسوس سے پوچھا تم اور بھی کچھ کہنا چاہتے ہو۔ اس نے جواب میں جب نفی میں گردن ہلائی تو پورن مل نے دھیمی سی آواز میں کہا اب تم جا سکتے ہو۔ اس پر وہ جاسوس چلا گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد راجہ پورن مل نے اپنی بیٹی پاروتی اور اپنے بھتیجے پرتاپ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اب تم دونوں کہو اس سلسلے میں کیا کہتے ہو۔ اس کے بعد میں تم دونوں پر میں اپنا جنگ کا طریقہ کار ظاہر کروں گا۔ جواب میں پرتاپ اور پاروتی دونوں تھوڑی دیر تک خاموش رہے اور کچھ سوچ بچار کرتے رہے اس کے بعد انہوں نے باہم گفتگو کرتے ہوئے صلاح و مشورہ کیا پھر پرتاپ اپنے چچا پورن مل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آپ کے سوال کے جواب میں جو میں اور پاروتی نے آپس میں صلاح و مشورہ کیا ہے اس کے مطابق ہم دونوں کا ارادہ ہے کہ ہم اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کریں۔ لشکر کا ایک حصہ آپ اپنی کمانداری میں رکھیں اور اس حصے کے ساتھ فصیل کے جس حصے میں اس وقت ہم کھڑے ہیں اس حصے کی نگہداشت آپ کریں۔ جبکہ لشکر کے باقی دو حصے ایک تو میرے پاس اور دوسرا پاروتی کی کمانداری میں ہو گا۔ اگر شیر شاہ سوری کی گولہ باری سے ہمارے شہر کی بیرونی فصیل کو نقصان پہنچتا ہے اور اس کا کوئی حصہ مسلمان گرانے میں کامیاب ہوتے ہیں اور اس حصے میں سے خواص خان یا ان کے ساتھی داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں تو میں اور پاروتی اپنے دونوں حصوں کے ساتھ حملہ آور ہو کر انہیں روکنے کی کوشش کریں گے۔ میں نے پاروتی سے کہا تھا کہ میں خواص خان کو روکوں گا وہ شیر شاہ سوری کے بیٹے عادل خان کا مقابلہ

کرے۔ لیکن پاروتی کا کہنا ہے کہ وہ خود خواص خان کی راہ روکے گی۔ اس کے لیے پاروتی نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ خواص خان پہلے مجھے اور کوپا کو شکست دے چکا ہے۔ لہٰذا اب میں خود اس کے ساتھ قسمت آزمائی کروں گی۔ لہٰذا ہمارا لائحہ عمل یہ ہے کہ دشمن اگر فصیل گرانے میں کامیاب ہو جائے تو ہم دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ خواص خان اور عادل خان کی راہ روکیں گے اور انہیں فصیل کے ٹوٹے حصے سے داخل نہیں ہونے دیں گے اور اگر وہ داخل ہو جائیں اور ہم دونوں کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تب آپ فصیل کے اوپر سے ان پر ناقابل برداشت تیر اندازی کریں گے تاکہ نہ وہ اندرونی فصیل پر حملہ آور ہو سکیں نہ میرا اور پاروتی کا تعاقب کر سکیں۔

راجہ پورن مل ۔ پرتاب اور اپنی بیٹی پاروتی کے اس مشترکہ فیصلے سے خوش ہو تھا پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ پرتاپ میرے بیٹے۔ میں تمہارے اور پاروتی کے اس فیصلے سے اتفاق کرتا ہوں۔ تم لوگوں کی تجویز کے مطابق لشکر تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ تم دونوں اپنے حصے کے لشکروں کے ساتھ خواص خان اور عادل خان پر مناسب وقت پر ضرب لگانا جبکہ میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ انہی برجوں کے اندر قیام کروں گا اور تیر اندازی کر کے خواص خان اور عادل خان کو آگے بڑھنے نہیں دوں گا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد راجہ پورن مل۔ اس کی بیٹی پاروتی اور پرتاپ تینوں فصیل کے اس برج سے نیچے اتر گئے تھے۔

○

تھوڑی دیر بعد شیر شاہ سوری کے حکم سے توپ خانے نے رائے سین شہر کی بیرونی فصیل پر گولے برسانے شروع کیے تھے۔ پہلے چند گولے فصیل سے ذرا فاصلے پر گر کر پھٹ گئے پھر آہستہ آہستہ توپچی اپنا نشانہ درست کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے رائے سین شہر کی بیرونی فصیل کو اپنا ہدف بنانا شروع کر دیا تھا۔ مگر فصیل کا وہ حصہ جہاں توپ کے گولے داغے جا رہے تھے چٹان کی طرح مضبوط تھا لیکن کافی دیر کی لگاتار کوشش سے جب برابر کئی توپوں کے گولے ایک ہی جگہ گرتے رہے تو ان گولوں نے فصیل کے اس حصے کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ یہاں تک کہ شام سے

تھوڑی دیر پہلے شیر شاہ سوری رائے سین کی فصیل کے ایک حصے کو گرانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

جب شہر کی فصیل کا ایک حصہ گر گیا تو پہلے سے طے شدہ تجویز کے مطابق شیر شاہ سوری نے گولے برسانے بند کروا دیئے تھے اب خواص خان اور عادل خان کا کام شروع ہوا تھا وہ ابھی تک گھات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں باری باری گھات سے نکل کر فصیل کے ٹوٹے ہوئے حصے کی طرف بڑھے۔ پہلے خواص خان ٹوٹے ہوئے حصے میں سے اندر داخل ہوا تھا۔ خواص خان کا ایسا کرنا تھا کہ ایک قیامت برپا ہو گئی تھی۔

سامنے کی طرف سے راجہ پورن مل کی بیٹی پاروتی اپنے لشکر کے ساتھ ایک شوخ و سحر فن عصائے جادو اور خون کی قوس قزح کی طرح سامنے آئی اور خواص خان پر اس نے برہا کی آگ' شام غریباں اور شعلے کی بیتابی کی طرح حملہ کر دیا تھا۔ پاروتی کے اس اچانک حملے میں ایک طرح کی شکم گرسنگی کی سی طلب مبارزت آرائی اور رگوں میں مچلتے خون کی سحرانگیزی تھی۔

عین اسی وقت عادل خان بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ٹوٹے ہوئے حصے سے اندر داخل ہوا تھا اور پاروتی کی طرح پرتاپ عادل خان پر خناس کے وسوسوں' غول و بدروح' آسیب چھلاوے اور داہم و وحشت کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

پاروتی مردانہ جنگی لباس میں تھی لہٰذا کوئی اسے پہچان نہیں سکتا تھا کہ وہ راجہ پورن مل کی بیٹی پاروتی ہے تاہم خواص خان اس کے حملوں کو روکنے لگا تھا ساتھ ہی ساتھ وہ اپنے لشکریوں کے ساتھ کن فیکون کے نغموں کی تکبیریں بلند کرتا ہوا اپنے حریفوں کو راکھ کی تہہ سے اچانک نکلنے والے شعلوں اور پانی کے بلبلوں سے دفعتاً ابال کھڑے ہونے والے کونی بگولوں کی صورت اختیار کرنے کے لیے ابھار رہا تھا لگاتار کافی دیر تک پاروتی کے حملوں کو روکنے اور تکبیریں بلند کرنے کے بعد خواص خان آفاق کے راز دار' فطرت کو زبوں کر دینے والے ناظر کائنات کی طرح جارحیت پر اترا اور اس نے اندھیروں کے سفر میں موجوں کے تلاطم' مضطرو خونبار لمحوں میں بپھرے ہوئے دریا کی طرح پاروتی کے لشکر پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا۔ لمحوں کے اس

عمل میں ہی خواص خان نے پاروتی کے لشکر کی حالت ادھورے خوابوں کی تعبیروں‘ بے چہرہ تصویروں‘ ریت پر لکھی تحریروں اور ان چاہے اندھیروں کی سی بنا کے رکھ دی تھی دوسری طرف خواص خان کی طرف دیکھتے ہوئے شیر شاہ سوری کا بیٹا عادل خان بھی فتنہ دہر شکستوں کے غبار اور بدلتے موسم کے تیز دھاروں کی طرح پرتاپ اور اس کے لشکریوں پر کرب میں مبتلا کر دینے والی ضربیں لگا رہا تھا۔

پرتاپ اور پاروتی زیادہ دیر تک خواص خان اور عادل کے تیز جان لیوا اور آگ کی طرح بھڑکتے حملوں کو روک نہ سکے اپنی اور اپنے لشکریوں کی جانیں بچانے کی خاطر دونوں ایک دوسرے کو مخصوص اشارہ کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے خواص خان نے جب پاروتی اور عادل نے پرتاپ کا تعاقب کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہا تو اندرونی فصیل کے اوپر برجوں میں سے ان پر تیز تیر اندازی کی گئی وہاں سے راجہ پورن مل اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ حرکت میں آیا تھا اس تیز تیر اندازی سے خواص خان اور عادل خان کے کچھ لشکریوں کا نقصان بھی ہوا تھا جس کی بناء پر خواص خان نے فوراً اپنے لشکر کو بیرونی فصیل کے ٹوٹے ہوئے حصے سے باہر کی طرف چلے جانے کا حکم دے دیا تھا۔ اس صورتحال میں عادل خان بھی خواص خان کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے لشکر کو پسپا کر چکا تھا۔

پرتاپ اور راجکماری پاروتی اپنے اپنے لشکر کے ساتھ خواص خان اور عادل خان کے سامنے سے فرار ہوتے ہوئے جب مخالف سمت کے شہر پناہ کے دروازے سے اندر داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا دروازے کے قریب ہی راجہ پورن مل کھڑا تھا پرتاپ اور پاروتی نے ایک دوسرے سے صلاح و مشورہ کرتے ہوئے اپنے لشکروں کو فصیل کے قریب ہی ایک کھلے میدان میں جا کر قیام کرنے کا حکم دیا جبکہ وہ دونوں اپنے گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے پورن مل کے قریب آئے دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئے پھر پاروتی آگے بڑھ کر اپنے پتا پورن مل سے کچھ کہنے ہی والی تھی کہ پورن مل پہلے ہی بول پڑا۔

پاروتی اور پرتاپ میرے دونوں بچوں مجھے تمہاری شکست کا سن کر بے حد صدمہ اور دکھ ہوا ہے میں تو یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ شیر شاہ سوری کا جو لشکر گھات میں ہے

ے تم لوگ مار بھگاؤ گے اور یہ کہ فصیل کے گرے ہوئے حصے کو ہم پھر تعمیر کر کے ے جیسا استوار کر دیں گے لیکن تم دونوں کا شکست کھانا مجھے خدشات سے دو چار کر یا ہے۔

پتا جی شکست اور کامیابی بہرحال کسی نہ کسی کے دامن میں گرنی تو ہے ہی اگر ہیں آج شکست ہوئی ہے تو کل کامیابیاں بھی ہمارا دامن چوم سکتی ہیں یہ بات پاروتی بڑی شیریں آواز میں اپنے باپ پورنمل کو مخاطب کر کے کہی تھی پھر ذرا رک کر وہ ہتی چلی گئی۔

پتا جی پرتاپ نے شیر شاہ سوری کے بیٹے عادل خان کا مقابلہ کیا جبکہ میں نے شیر ہ سوری کے سالار اعلیٰ خواص خان کا سامنا کیا تھا اس میں شک نہیں کہ ان دونوں جنگ کرنے کا انداز ہمارے لیے انوکھا نیا اور انتہائی غضبناک ہے پر اس کے باوجود ں آپ سے یہ کہہ سکتی ہوں کہ خود شیر شاہ اور اس کے یہ دونوں سالار ناقابل ست نہیں ہیں ہمیں اپنی کوششوں کو جاری رکھنا چاہیے اور مجھے امید ہے کہ اگر ی طرح کوشش کرتے ہوئے ہم محاصرے کو طول دیتے چلے جائیں تو شیر شاہ سوری صرے سے تنگ آ کر یہاں سے چلے جانے پر مجبور ہو جائے گا۔

دیکھ بٹی تیری زبان مبارک ہو پر مجھے ایسا دکھائی نہیں دیتا شیر شاہ سوری اب اس ہر کا محاصرہ کر چکا ہے اور اس شہر کی تسخیر کے بغیر واپس نہیں لوٹے گا اور پھر تھوڑی ر پہلے ایک قاصد کے ذریعے یہ خبر بھی آئی ہے کہ شیر شاہ سوری کے بیٹے جلال خان نے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ ہمارے دوسرے بڑے شہر چندریری کا محاصرہ کر رکھا ہ چندریری کی باہر سے اس نے رسد کمک پوری طرح بند کر رکھی ہے اور اگر سلسلہ ی طرح جاری رہا تو عنقریب شیر شاہ سوری کے بیٹے جلال خان کے سامنے چندریری رنگوں ہو جائے گا اس وقت جبکہ شیر شاہ سوری نے اپنے بڑے بڑے سپہ سالاروں ے ساتھ ہمارا محاصرہ کر رکھا ہے تو ہمیں بھی کہیں سے رسد اور کمک ملنے کی امید ہیں رسد کے لیے ہمارے پاس صرف دوسرا بڑا شہر چندریری تھا وہاں سے ہمیں رسد ر خوراک دونوں بروقت مل سکتی تھیں۔ لیکن اس شہر کا محاصرہ ہونے کے بعد میرے ہوں ہم بالکل بے بس اور بے یار و مددگار ہو کر رہ گئے ہیں یہاں تک پورن مل نے

بڑی بے بسی اور بڑی لاچارگی میں کہا تھا پھر وہ خاموش ہو گیا۔

اس موقع پر پرتاپ اور پاروتی دونوں عجیب سے انداز میں راجہ پورن مل طرف دیکھتے رہے پرتاپ پورنمل کے خدشات دور کرنے کے لیے کچھ کہنے ہی والا کہ پورن مل پھر بول پڑا۔

سنو میرے بچوں شیر شاہ سوری نے رائے سین کے قریب بلند چوٹی پر جو توپ نصب کر رکھی ہیں ان کی مدد سے اس نے رائے سین کی بیرونی فصیل کو توگرا ہی ہے اب میری ایک بات تم لکھ رکھو اس فصیل کو گرانے کے بعد شیر شاہ سوری یو نہیں بیٹھا رہے گا فصیل کے ایک حصے کو گرانے کے بعد اس کا اور اس کے لشکریوں حوصلہ یقیناً بلند ہو چکا ہے اب وہ دوسری فصیل پر ضرب لگائیں گے اور جب اس فصیل پر بھی توپوں کے ذریعے مسلسل گولے پھینکے جائیں گے تو یہ فصیل بھی توپوں کے گولوں کی برداشت نہ کر سکے گی اور گر پڑے گی اس کے بعد جو اس شہر کا حشر ہو گا و بیان سے باہر ہے۔

پتا جی اگر آپ کے ذہن میں یہ خدشات ہیں تو کیا آپ کے پاس اس کا کوئی حل بھی ہے پاروتی نے یہ سوال راجہ پورن مل سے اپنی نرم اور شیریں آواز میں کیا تھا پورن مل جواب میں کچھ سوچتا رہا اس کے بعد جواب میں اس کی آواز گونجی۔

سنو میرے بچوں دشمن پر فیصلہ کن ضرب لگانے کے لیے میرے پاس ایک تجویز ہے وہ یہ کہ ہمیں اس بات کا انتظار نہیں کرنا چاہیے کہ شیر شاہ سوری کب ہمارے شہر کی دوسری فصیل پر گولہ باری کرتا ہے میرے خیال میں ہمیں ابھی سے اپنی آخری تدبیر پر عمل کر لینا چاہیے اور وہ اس طرح کہ پورے لشکر کے ساتھ ہمیں خواص خان اور عادل خان پر حملہ آور ہو جانا چاہیے اگر ہم ان دونوں کے مقابلے میں کامیاب رہے اور ان دونوں کو ہم نے مار بھگایا تو اس میں ہماری فلاح ہماری بہتری ہے اس طرح انہیں بھگانے کے بعد ہم بیرونی فصیل کے گرے ہوئے حصے کی مرمت کر کے پھر اپنی طاقت اور قوت کو مستحکم کر سکتے ہیں۔

اور اگر خواص خان اور عادل خان کے مقابلے میں ہمیں ناکامی اور شکست کا منہ دیکھنا پڑتا ہے تو پھر ہم اپنے سارے لشکر اور اہل و عیال کو لیکر بیتواندی کے اس پار

نڈوانہ کے جنگلوں میں روپوش ہو جائیں گے یہ جنگل چونکہ کوہستانی سلسلے کے اندر ں اور گھنے ہیں لہٰذا شیر شاہ سوری بیتواندی کے اس پار گونڈوانہ کے جنگلوں میں ہم ے ٹکرانے کی کوشش نہیں کرے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد راجہ پورن مل خاموش ہو گیا تھا اس کی اس تجویز پر اپنے کا اظہار کرنے سے پہلے پرتاپ اور پاروتی تھوڑی دیر تک باہم گفتگو کرتے شاید وہ کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے پھر پاروتی چند قدم اپنے پتا پورن کے قریب ہوئی اس کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

پتا جی میں اور پرتاپ آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں آپ کی تجویز پر عمل کرنا چاہیے ہمارے لیے آخری اور سب سے اچھی تجویز یہی ہے خواص خان اور عادل خان دونوں اس وقت شہر کی فصیل کے ٹوٹے ہوئے کے پیچھے اپنے اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں میرے خیال میں بیرونی فصیل کے باہر ہی باہر جاتے ہوئے پشت کی طرف سے حملہ کر دینا چاہیے امید ہے کہ اس طرح ہم اپنے لیے فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔

بھگوان کا شکر ہے کہ تم دونوں نے مجھ سے اتفاق کیا ہے پورن مل خوشی کا اظہار ہوئے بولا تھا۔ سنو میرے بچوں اب ہمارا لائحہ عمل یہ ہو گا کہ جس قدر پاس لشکر ہے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا ایک حصہ میری کمانداری رہے گا اور میرے سارے لواحقین اور اہل خانہ میرے لشکر کے حصے میں ہوں لشکر کا دوسرا حصہ تم دونوں کی کمانداری میں ہو گا تم دونوں مل کر خواص خان پر ر ہونا جبکہ میں شیر شاہ سوری کے بیٹے عادل خان پر ضرب لگاؤں گا اگر ہمیں بی حاصل ہو گئی تو میں سمجھوں گا مقدر ہمارے ساتھ ہیں اور اگر ناکامی ہوئی تو پھر شدہ لائحہ عمل کے مطابق بیتواندی کو عبور کر کے گونڈوانہ کے جنگلوں کی طرف جائیں گے یہ فیصلہ ہونے کے بعد راجہ پورن مل نے کچھ چھوٹے سالاروں کو پاس بلایا اور اس کے بعد اس نے شہر کے اندر جس قدر لشکر تھا اسے اس ے کے قریب جمع ہونے کے لئے حکم دیا جس دروازے کے قریب وہ کھڑا تھا ی اس نے پرتاپ اور پاروتی کو روانہ کیا کہ وہ اپنے سارے لواحقین اور رشتہ

داروں کو لے کر اسی دروازے کی طرف آ جائیں پورن مل کے اس حکم پر پرتاب ا پاروتی وہاں سے چلے گئے تھے تھوڑی در بعد اپنی پوری تیاری کرنے کے بعد را پورن مل نے سارے لشکریوں کو اس دروازے کے سامنے جمع کیا پھر لشکر کو دو حصوا میں تقسیم کیا گیا تھا۔

ایک حصہ راجہ پورن مل نے اپنی کمانداری میں رکھا دوسرا حصہ مشترکہ طور اس نے پاروتی اور پرتاپ کی سرکردگی میں دے دیا تھا۔ اس کے بعد لشکر کے یہ دونوا حصے شہرپناہ کے دروازے سے بے صدا سمندر میں گرتے خاموش دریا کی طرح نکلے وہ بڑی تیزی سے اپنی اپنی منزل کی طرف بڑھے تھے پرتاب اور پاروتی دونوں عذاب کرب کے منجدھار اور تلاش و دریافت کے ریاض اور ہنر کے ثمر کی طرح خواص خا کے لشکر پر اس کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہوئے تھے جبکہ عین اسی وقت پورا مل عادل خان پر حملہ آور ہو چکا تھا۔

یہ حملہ بظاہر اچانک لگتا تھا لیکن جس طرح خواص خان اور عادل خان نے ا اچانک حملوں کو بروقت روکا تھا۔ اس سے یہ بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ دونوا اس حملے کے لئے بالکل تیار اور مستعد تھے۔ خواص خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پاروتی اور پرتاپ کے لشکروں کے سامنے اجل کے سیاہ خانوں میں زندگی کی تڑپ اندھیری رات کے بھیانک کھنڈروں میں آتش غم کے وحشی جذبے کی طرح جما۔ ا اس نے سیاہ بختی کے سایوں‘ سنسناتے تیروں‘ کوندتی شمشیروں کی طرح ان پر حملہ آو ہونا شروع کر دیا تھا۔ خواص خان اپنے ان تیز حملوں سے بڑی تیزی کے ساتھ وقت کے فاصلوں‘ شوق کے سلسلوں کو منزل کی گرد اور درد کے رابطوں میں سمیٹنے لگا تھا

دوسری جانب خواص خان ہی کی طرح عادل خان بھی موجوں کے پیچ و تاب طوفانوں کے شباب اور برق و شعلہ کی لپک کی طرح راجہ پورن مل کے لشکر پر ٹوٹ پ تھا۔ تھوڑی دیر کی جنگ ہی میں راجہ پورن مل اور پرتاپ اور پاروتی کے لشکر ک حالت وحشتوں کے غبار‘ صحرا صحرا بھٹکتی پیاس اور پرانی صداؤں کے کھنڈروں ہونا شروع ہو گئی تھی۔ پھر جب انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ ان کی شکست یقینی ہو ہے تو وہ ایک دوسرے کو اشارہ دیتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ خواص خان اوا

ل خان دونوں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ اپنی اپنی سمت ان کے تعاقب میں نکل ڑے ہوئے تھے۔ پاروتی اور پرتاپ راجہ پورن مل کی طرف بھاگے تھے۔

بھاگتے ہی بھاگتے راجہ پورن مل‘ پرتاپ اور پاروتی نے اپنے دونوں لشکروں کو ہ کر لیا اور وہ پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق بتیواندی کو عبور کر کے ندڈ کے جنگلوں کی طرف بھاگنا چاہتے تھے پر رائے سین شہر سے نکل کر جو راہ بتیواندی کی طرف جاتی تھی جب پورن مل‘ پاروتی اور پرتاپ بھاگتے ہوئے اس ہ پر آئے تو انہوں نے دیکھا شاہراہ پر شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ کسی ہ بردار عظمتوں کے لالہ زار اور جراتوں کے شاہکار کی طرح ان کی راہ روکے تھا۔ شاید شیر شاہ سوری‘ خواص خان اور عادل خان کو راجہ پورن مل کے ں کی ہی ان کے جاسوس اطلاع کر چکے تھے۔

پھر جب راجہ پورن مل اپنے لشکر کو بھگاتا ہوا شیر شاہ سوری کے قریب آیا شیر سوری وقت کے صحیفوں میں شام الم کے زور‘ دھاروں دار برستے مینہ کی طرح پورن مل کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ اتنی دیر تک خواص خان اور عادل خان پشت کی طرف سے حملہ آور ہو چکے تھے۔ اس طرح تینوں نے مل کر جب پورن کے پورے لشکر کا صفایا کر دیا خود پورن مل اور پرتاپ بھی اس جنگ میں مارے تاہم پورن مل کی بیٹی پاروتی کو زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔

جس وقت پاروتی کو شیر شاہ سوری کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت شیر شاہ سوری پاس اس کے بیٹوں کے علاوہ خواص خان اور دیگر سالار بیٹھے ہوئے تھے اس موقع اص خان نے بڑے غور سے راجکماری پاروتی کی طرف دیکھا۔ پاروتی خوبصورت جیسے سر قرطاس حروف غزل‘ وہ حسین تھی جیسے چشم گلنار میں لمحہ خود سپردگی کا ‘ وہ پرجمال تھی جیسے بادلوں کے شہاب رنگ‘ آنچلوں میں رکھا ہوا جھیل کے ے پانی کا کنول‘ اس کی خوبصورتی اس کے حسن سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کو قدرت نے شفق آلود گلابی گالوں کا غازہ‘ آنکھوں کا کاجل‘ ساحر آنکھوں کا اے کدہ‘ جلترنگ چال اور آتش حسن بڑی فراخدلی سے عطا کئے ہوں۔ تھوڑی ک راجکماری پاروتی کو بڑے غور سے دیکھنے کے بعد خواص خان نے سرگوشی کے

انداز میں شیر شاہ سوری کو مخاطب کیا۔

میرے محترم اگر آپ اجازت دیں تو میں راجہ پورن مل کی بیٹی پاروتی کے متعلق کچھ کہنا چاہوں گا۔ شیر شاہ سوری اس موقع پر ذو معنی انداز میں خواص خان کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا پھر وہ کہنے لگا۔

خواص خان میرے بیٹے کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے اجازت کی کیا ضرورت ہے۔ تم بلا جھجک اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہو۔

شیر شاہ میرے مہربان۔ میں اس پاروتی سے متعلق ایک فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرے اس فیصلے سے اتفاق کریں گے۔ یہ بات خواص خان نے بڑے غور سے شیر شاہ سوری کی طرف دیکھتے ہوئے کہی تھی۔ شیر شاہ سوری کو چپ ا کر وہ کہتا چلا گیا تھا۔

میں چاہتا ہوں کہ اس پاروتی کو اپنے مہربان اور خانہ بدوش قبیلے کے سردار فدائی خان کے حوالے کر دوں اور وہ اسے اپنے بیٹے اسمٰعیل کے ساتھ بیاہ دے۔ کیا آپ کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض ہے۔

جواب میں شیر شاہ سوری مسکرا دیا۔

خواص خان میرے بیٹے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اب یہ لڑکی ہمارے سامنے کھڑی ہے اس کی قسمت کا فیصلہ کرنا میں تمہارے سپرد کرتا ہوں اور تم خود ہی اٹھ کر اس سے بات کر لو کیا یہ ایسا پسند کرے گی۔ میں چاہتا ہوں جو بھی قدم اٹھایا جائے اس میں اس پاروتی لی رضامندی کم از کم شامل ضرور ہونی چاہئے۔ تاکہ یہ اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن اپنی خوشی اور رضامندی سے گزار سکے۔ اس جواب پر خواص اپنی جگہ سے اٹھا اور پاروتی کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

دیکھ پاروتی میں شیر شاہ سوری کا سالار اعلیٰ خواص خان ہوں۔ دیکھ میری بہن شیر شاہ سوری سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد میں نے تیرے متعلق ایک فیصلہ کیا ہے۔ اب اس فیصلے سے متعلق میں تم سے بھی صلاح و مشورہ کرتا ہوں اگر تو اس فیصلے کی توثیق کر دے گی تو پھر میں اس فیصلے پر عمل در آمد کرنا پسند کروں گا اور یہ یاد رکھو کہ کوئی بھی فیصلہ تمہاری مرضی اور تمہاری رضامندی کے خلاف نہیں کیا جائے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد خواص خان خاموش ہو گیا۔ پاروتی منہ سے کچھ نہ بولی ں تک وہ بڑے تعجب اور بڑی پریشانی کے سے انداز میں خواص خان کی طرف دیکھے رہی تھی خواص خان نے پھر پوچھ لیا۔ دیکھ پاروتی میری بہن۔ کیا میں نے کوئی ایسی ت کہہ دی ہے جو تیرے مزاج کے خلاف ہو۔ اس بار جواب میں پاروتی کو بولنا پڑا۔

دیکھ خواص خان میں اس بات پر حیران پریشان اور ششدر ہوں کہ شیر شاہ ری کا ایک ایسا سالار جو ہندوستان کی سرزمینوں میں ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا ہے وہ ے نرم لہجے اور بڑے شفیقانہ انداز میں مجھے بہن کہہ کر مخاطب کر رہا ہے۔ سوچ ی ہوں کیا میں اسے اپنے خلاف ایک طرح کا جال خیال کروں یا حقیقت سمجھ کر سے قبول کر لوں۔

دیکھ پاروتی۔ جب میں نے تمہیں بہن کہا ہے تو بھائی کا حق بھی ادا کروں گا۔ تو سے فریب نہ سمجھ۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں حقیقت پر مبنی ہے۔ تیرے متعلق جو صلہ میں نے کیا ہے اس میں تجھ سے تیری رضامندی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ فیصلہ یہ پاروتی کہ میں تجھے اپنے ایک جاننے والے یا یوں کہو کہ اپنے ایک عزیز کے بیٹے ے بیاہ دینا چاہتا ہوں۔ اس طرح تو اپنی زندگی بہتر ماحول میں گزار سکے گی۔ کہو کیا تم س کے لئے تیار ہو۔

خواص خان کے ان الفاظ پر پاروتی گہری سوچوں میں کھو گئی تھی۔ وہ تو اپنے لئے ی بد ترین سزا اور قتل کا حکم صادر کئے جانے کی منتظر تھی جو خواص خان سے اس یہ گفتگو سنی تو وہ بہاروں کی پہلی سرگوشی' ستاروں کی لو جیسی شاداں اور تمناؤں کی ال جیسی خوش ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی شکل سے لگتا تھا جیسے اس کے خیالوں کی ں میں خوش گلوئی کے نشیلے نغمے گونج اٹھے ہوں اور سرور و کیف کے عالم میں اس ذہن اور فکر کے سارے پرندے رفعتوں کی پرواز کر گئے ہوں۔ تھوڑی دیر تک وہ وش رہی پھر اس کی آواز گونجی۔

خواص خان جو کچھ آپ نے کہا ہے اگر یہ میرے ساتھ بدترین مذاق نہیں ہے تو یہ کہنا پسند کروں گی کہ میری خوشی کی انتہا نہیں کہ ایک ایسے شخص نے جس کی ی دلیری اور شجاعت کی داستانیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں اس نے مجھے بہن

کہہ کر پکارا ہے۔ دیکھ خواص خان جو کچھ آپ نے کہا ہے یہ سچ ہے تو میں جانوں گی کہ آپ نے اپنے رویے سے میری دعاؤں کو تاثیر' میری آتما کی مانگ کو تاروں سے بھر دیا ہے۔ آپ نے میرے غموں سے آنسو چھین کر میرے ذہن میں اجالے بھر کر رکھ دیئے ہیں۔

خواص جو کچھ آپ نے کہا ہے اگر یہ میرے لئے قتل کا حکم صادر کرنے سے پہلے میرے ساتھ مذاق نہیں کیا جا رہا تو زندگی بسر کرنے کا جو لائحہ عمل میرے سامنے آپ نے پیش کیا ہے میں اسے بخوشی قبول کرتی ہوں۔ پاروتی کا یہ جواب سن کر خواص خان خوش ہو گیا تھا۔ اشارے سے ایک لشکری کو اس نے اپنے قریب بلایا۔ جب لشکری بھاگتا ہوا آیا تب خواص خان نے کہا بھاگے بھاگے جاؤ اور فدائی خان اور اس کے بیٹے اسمٰعیل کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ وہ لشکری مڑا اور بھاگتا ہوا چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فدائی خان اور اسمٰعیل دونوں باپ بیٹا خواص خان کے پہلو میں آن کھڑے ہوئے۔ ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے خواص خان نے کہنا شروع کیا۔ فدائی خان میرے محترم اور اسمٰعیل میرے بھائی۔ اس لڑکی کی طرف دیکھو یہ رائے سین کے راجہ پورن مل کی بیٹی اور راجکماری پاروتی ہے۔ میں اسے بہن کہہ کر مخاطب کر چکا ہوں۔ سنو۔ اسمٰعیل میرے بھائی میں اسے تمہارے لئے پسند کر چکا ہوں۔ کیا تم میرے اس فیصلے سے اتفاق کرتے ہو۔ اسمٰعیل نے عجیب سی ممنونیت میں خواص خان کی طرف دیکھا۔

خواص خان میرے بھائی۔ میں آپ کے کسی بھی فیصلے کو رد کرنے کی ہمت اور جرات نہیں کرتا۔ اگر آپ راجکماری پاروتی کو میری زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کر چکے ہیں تو میں سمجھوں گا آپ نے میرے دامن میں میری جھولی میں دنیا بھر کی خوشیاں ڈال دی ہیں۔ اسمٰعیل کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد خواص خان نے پاروتی کی طرف دیکھا۔

پاروتی یہ فدائی خان میرا محترم میرا عزیز ہے اور یہ اس کا بیٹا ہے اس کا نام اسمٰعیل ہے میں اسی سے تمہیں بیاہنا چاہتا ہوں کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے۔ پاروتی کی گردن جھک گئی اور کہنے لگی نہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

پاروتی کا یہ جواب سن کر خواص خان خوش ہو گیا تھا پھر اسی روز شیر شاہ ...

ے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد پاروتی(1) کو اسمٰعیل سے بیاہ دیا گیا تھا۔

راجہ پورن مل کو شکست دینے اور رائے سین پر قبضہ کرنے کے بعد شیر شاہ ری نے رائے سین ہی میں قیام کر لیا تھا اس قیام کے دوران چندیری کی طرف ے قاصد آئے اور انہوں نے شیر شاہ سوری کو یہ اطلاع دی کہ اس کے بیٹے جلال ان نے چندیری پر قبضہ کر لیا ہے اس سے شیر شاہ سوری کی خوشیاں دو چند ہو گئیں

○===○===○

(1) اکثر مورخین کہتے ہیں کہ رائے سین کے راجہ پورن مل کی راجکماری کو خانہ بدوش قبیلے کے حوالے کر دیا گیا تھا۔

خواص خان تیز تیز چلتا ہوا اپنے خیمے میں داخل ہوا تھا۔ خیمے میں بیٹھی کملاوتی اپنے چہرے پر گہری اور سندر مسکراہٹ بکھیرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور بھاگ کر خواص خان سے لپٹ گئی تھی۔ خواص خان کا ہاتھ پکڑ کر وہ نشستی حصے میں لائی پھر کسی قدر تعجب سے اس نے خواص خان کو مخاطب کر کے پوچھا۔

آپ کی آمد سے پہلے میں اپنی بہن گنگا کے متعلق سوچ رہی تھی۔ رہتاس سے اس کی خیر خیریت سے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی۔ میں اسے اور بچے کو دیکھنے کے لئے انتہا درجہ کی پریشان اور بے چین ہوں۔ اس پر خواص خان نے عجیب سے انداز میں کملاوتی کی طرف دیکھا پھر بجھی بجھی سی اس کی آواز سنائی دی۔ دیکھ کملا میں خود گنگا اور بچے سے متعلق پریشان ہوں۔ دونوں کی خیریت سے متعلق مجھے خود کوئی خبر نہیں ملی۔ پھر اچانک خواص خان نے موضوع سخن بدل ڈالا۔

دیکھ کملاوتی۔ میں بہار کی طرف کوچ کر رہا ہوں میں ابھی ابھی شیر شاہ سوری کی طرف سے اٹھ کر آ رہا ہوں۔ بہار میں کچھ باغی قوتوں نے ہمارے خلاف سرکشی کر دی ہے اور انہیں دبانے اور ان کی سرکشی کو فرو کرنے کے لئے شیر شاہ سوری نے میرا چناؤ کیا ہے۔ لہٰذا میں اپنے لشکر کے ساتھ کل صبح ہی صبح یہاں سے بہار کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔ لہٰذا مجھے افسوس ہے کہ میری روانگی کے بعد کچھ دن تک تمہیں لشکر میں

تنہا رہنا ہو گا۔ تم فکرمند مت ہونا میں خود تمہارے بغیر پریشان حال رہوں گا اور بہت جلد لوٹنے کی کوش کروں گا۔

یہ جو آپ بار بار باغیوں اور سرکشوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں اور مجھے اپنے ساتھ نہیں لے جاتے یہ میرے لئے انتہا درجہ کا تکلیف دہ معاملہ ہے۔ پہلے جب آپ مجھے راجپوتانہ کی سرحد پر چھوڑ کر بنگال کی طرف چلے گئے تھے تو وہ دن بھی میں نے انتہا درجے کے کرب اور انتظار کی حالت میں گزارے تھے۔ اب آپ پھر بہار کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ میں نہیں جانتی آپ کی واپسی کب تک ہو گی۔ کملاوتی نے یہ الفاظ اضطراب و پریشانی اور پیار و محبت ملی جلی آواز میں ادا کئے تھے۔

دیکھ کملاوتی تو جانتی ہے شیر شاہ سوری مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے اور جب بھی کوئی قوت اس کے خلاف سرکشی اور بغاوت کرتی ہے تو عموماً یہ کام وہ مجھے ہی سونپتا ہے۔ لہٰذا میں اس کے اعتماد اور بھروسے کو کیسے دھوکا دے سکتا ہوں اور پھر شیر شاہ سوری کے مجھ پر اس قدر احسان ہیں کہ وہ اگر میرا حلقوم کاٹ کر بھی اپنی فلاح اور بہبود کے لئے استعمال کر لینا چاہے تو خواص خان کبھی انکار نہیں کرے گا۔ دیکھ کملا میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ بہت جلد لوٹنے کی کوشش کروں گا۔ شیر شاہ سوری مجھے امید ہے کہ بہار سے میرے لوٹنے تک رائے سین شہر ہی میں قیام رکھے گا۔ بشرطیکہ راجپوتانہ میں حالات یکسر ہمارے خلاف نہ ہو جائیں۔ بہار سے جب میں لوٹوں گا تو پھر متحدہ لشکر راجپوتانہ میں راجہ مالدیو کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے نکلے گا۔ دیکھ کملا تو پریشان مت ہونا۔ زندگی میں ایسے مواقع آتے ہی رہتے ہیں۔ بلکہ اس طرح بار بار بچھڑنے سے میاں بیوی کے پیار و محبت میں میں سمجھتا ہوں کسی قدر اضافہ ہوتا ہے۔ خواص خان نے بڑی چاہت اور محبت میں کملاوتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

خواص خان نے جب اندازہ لگایا کہ کملاوتی اس کی گفتگو سے کسی قدر مطمئن ہو گئی ہے۔ تب وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔

دیکھ کملاوتی میں جا رہا ہوں۔ اپنے لشکریوں کو تیاری کا حکم دوں گا اس لئے کل صبح ہی صبح کوچ کرنے کے لئے جن چیزوں کی مجھے ضرورت ہو گی وہ میں اپنے لشکریوں

کو فراہم کروں گا اور اپنے کوچ سے متعلق میں ایک بار پھر شیر شاہ سوری سے مشورہ کروں گا۔ ہو سکتا ہے مجھے دیر ہو جائے تم شام کا کھانا کھا لینا۔ آج عشاء کے بعد شیر شاہ سوری نے سارے سپہ سالاروں اور کمانداروں کو اپنے یہاں دعوت دے رکھی ہے۔ لہٰذا میں کھانا شیر شاہ سوری ہی کے ساتھ کھاؤں گا۔ پھر کملاوتی کی طرف سے کسی طرح کے جواب کا انتظار کئے بغیر خواص خان خیمے سے نکل گیا تھا۔ کملاوتی اپنی جگہ مطمئن اور پرسکون تھی۔

خواص خان اپنے لشکر کے پڑاؤ کے وسطی حصے میں فدائی خان کے خانہ بدوش قبیلے کے خیموں میں داخل ہوا۔ پھر وہ اس خیمے کے سامنے جا رکا جو گنگا کے لئے مختص کیا گیا تھا۔ خواص خان کھنکارتا ہوا خیمے میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا گنگا اور نیرل دونوں اس وقت بچے کے ساتھ کھیل رہی تھیں۔ نیرل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور خواص خان کی طرف دیکھتے ہوئے بول پڑی۔

خواص خان میرے عزیز۔ گنگا بڑی بے چینی سے تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔ میں اس کے پاس بیٹھ کر اس کا دل بہلا رہی تھی۔ آپ اس کے پاس آنے میں کچھ دیر لگانے لگے ہیں۔ جواب میں خواص خان مسکرا دیا۔

بیٹھو نیرل۔ میں جو گنگا سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں میں سمجھتا ہوں اس میں تمہاری موجودگی بھی ضروری ہے۔ خواص خان کے کہنے پر نیرل پھر گنگا کے پاس بیٹھ گئی۔ خواص خان نے پہلے بچے کو پیار کیا۔ پھر وہ گنگا کے پہلو میں جا بیٹھا۔ گنگا تھوڑی دیر تک بڑے پیار بڑی محبت' بڑی چاہت اور بڑے لگن میں خواص خان کی طرف دیکھتی رہی پھر اس کی آواز سنائی دی۔

آپ کا لباس میلا ہو رہا ہے میں نے آپ کے لئے اپنے ہاتھوں سے کئی لباس تیار کر کے رکھے ہوئے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں پہلے آپ غسل کریں نیا لباس پہنیں پھر میرے ساتھ گفتگو کریں۔

اگر میں تمہارے پاس سے نیا لباس پہن کر کملا کے پاس گیا تو وہ ضرور پوچھے گی کہ یہ لباس میں نے کہاں سے لیا ہے تو پھر میرے پاس کوئی جواب نہ ہو گا اور اگر میں نے کوئی معقول جواب نہ دیا تو وہ خواہ مخواہ میں شک کرنے لگے گی۔ گنگا نے فوراً

خواص خان کی بات کاٹ دی۔

اگر وہ پوچھے تو آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ رائے سین کی فتح کی خوشی میں شیر شاہ سوری نے آپ کو یہ لباس لے کر دیئے ہیں۔ اس پر کملاوتی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ خواص خان نے سوچنے کے انداز میں سر جھکا لیا۔

دیکھ گنگا تمہارا کہنا درست ہے۔ میں غسل کر کے لباس تبدیل کرتا ہوں پر پہلے وہ سنو جو میں کہنا چاہتا ہوں۔ گنگا اور نیرل دونوں ہمہ تن گوش ہو گئیں تھیں۔ پھر گنگا کہنے لگی اچھا کہئے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

دیکھ گنگا تھوڑی دیر پہلے میں شیر شاہ سوری سے پوری تفصیل کے ساتھ گفتگو کر چکا ہوں۔ صبح میں یہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ بنگال کی طرف روانہ ہوں گا۔ تاکہ مہاکوی کی سرکوبی کی جا سکے۔ میں اسے زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس نے فدائی خان کو نقصان پہنچایا۔ میں اس کے سارے ساتھیوں اور مسلح جوانوں کا قلع قمع کرنا چاہتا ہوں۔ تم میرے ساتھ کل صبح ہی صبح کوچ کرنے کے لئے تیار رہنا۔ فدائی خان اپنے سارے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ میرے ہمراہ ہو گا۔ گنگا نے تیز نگاہوں سے خواص خان کی طرف دیکھا۔

اس سلسلے میں کیا آپ نے کملاوتی سے بات کر لی ہے۔ اسے بہرحال یہ تو بتانا ہو گا کہ آپ اسے تنہا لشکر میں چھوڑ کر کدھر جا رہے ہیں۔

دیکھ گنگا شیر شاہ سوری سے تفصیل کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد تمہاری طرف آنے سے پہلے میں کملاوتی کی طرف گیا تھا۔ میں اسے یہ بتا کر آیا ہوں کہ بہار کے علاقے میں کچھ باغی اور سرکشوں نے شیر شاہ سوری کے خلاف سر اٹھایا ہے اور شیر شاہ سوری نے مجھے ان کی سرکوبی پر مامور کیا ہے لہٰذا میں کل اپنے لشکر کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو جاؤں گا۔ میں نے اس سے معذرت کر لی ہے کہ میری غیر موجودگی میں اسے چند دن تک لشکر میں تنہا رہنا پڑے گا۔ اب کہو تم مزید کیا کہنا چاہتی ہو۔

خواص خان کا یہ جواب سن کر گنگا کسی حد تک مطمئن ہو گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی اس کی آواز پھر خیمے میں ابھری۔

بچہ آپ سے کافی مانوس ہوتا جا رہا ہے۔ جب آپ خیمے میں نہیں ہوتے تو اکثر آپ کی تلاش میں دروازے کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔ اگر کچھ عرصہ مزید یہ حالت رہی تو اس پر کیا اثر ہو گا۔ خواص خان نے غور سے اپنے بچے کی طرف دیکھا وہ واقعی آنکھیں پھاڑے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ خواص خان نے آگے بڑھ کر بچے کو جی بھر کے پیار کیا۔ پھر کہنے لگا۔

سن گنگا یہ کیفیت بہت جلد ختم ہونے والی ہے۔ تم دیکھو گی کہ میری اور تمہاری زندگی میں ایک سبز انقلاب آنے والا ہے اور یہ انقلاب میرے بنگال سے لوٹنے کے بعد نمودار ہو گا۔ سن گنگا میں شام کا کھانا بھی تمہارے ساتھ کھاؤں گا اور کافی رات تک یہیں رہوں گا۔ میں کملاوتی سے یہ کہہ کر آیا ہوں کہ شیر شاہ سوری نے ہمیں رات کے کھانے کی دعوت دی ہے لہٰذا میں رات کا کھانا وہیں کھاؤں گا اور کافی دیر وہاں بیٹھوں گا۔ خواص خان کے ان الفاظ سے گنگا خوش ہو گئی تھی۔ اپنی جگہ سے وہ اٹھی اور خواص خان کا ایک نیا سلا ہوا لباس اس نے نکالا واپس آئی خواص خان کو اٹھانے کے لئے اس کا ہاتھ پکڑا ا پھر اس کی سریلی آواز خواص خان کے کانوں میں رس گھول گئی تھی۔

آپ پہلے اٹھیں۔ طہارت خانے میں میں نے پانی رکھ دیا ہے۔ آپ غسل کریں یہ نیا لباس پہنیں پھر میرے پاس آ کر بیٹھیں۔ خواص خان چپ چاپ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ گنگا اسے اپنے ساتھ طہارت خانے کی طرف لے گئی تھی۔ خواص خان نے نیا لباس لیا اور چپ چاپ طہارت خانے میں گھس گیا تھا۔ نہا دھو کر اس نے نیا لباس پہنا۔ پرانا لباس اس نے باہر نکل کر گنگا کو تھما دیا تھا۔ تینوں خیمے کی وسطی نشستوں پر ا بیٹھ کر باہم گفتگو کرنے لگے تھے۔ دوسرے روز خواص خان اپنے لشکر اور فدائی خان اپنے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ بنگال کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ گنگا اپنے بچے اور نیرمل کے ساتھ خواص خان کے ہمراہ تھی۔

فدائی خان اور خواص خان مہاکوی کے مسکن سے ابھی دور ہی تھی کہ فدائی خان گھوڑے کو بھگاتا خواص خان کے قریب آیا۔ اس وقت جلال خان جالو بھی خواص خان کے پہلو میں اپنے گھوڑے کو ہانک رہا تھا۔ جلال خان جالو خواص خان کے لشکر

اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ اپنے گھوڑے کو خواص خان کے ۔لا کر فدائی خان نے اسے مخاطب کرنا شروع کیا۔

خواص خان میرے بیٹے۔ اب ہم ایک طرح سے مہاکوی کے مسکن کے قریب ؛ جا رہے ہیں۔ اب ہمیں یہ طے کر لینا چاہئے کہ مہاکوی پر ہم کس طرح حملہ ہوں گے۔ فدائی خان کے ان الفاظ پر خواص خان مسکرا دیا۔

دیکھ فدائی خان میرے محترم۔ یہ بات میں تم سے بھی پوچھنا چاہتا تھا اچھا ہوا تم خود ہی گفتگو کا آغاز کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی خواص خان نے اپنی تلوار بے نیام ور فضا میں بلند کرتے ہوئے اپنے پیچھے اس نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا۔ جوں نکر رکا۔ فدائی خان کا خانہ بدوش قبیلہ بھی رک گیا تھا۔

دیکھ فدائی خان پہلے تو مجھے یہ بتا کہ ہم کب تک مہاکوی کے مسکن کے قریب جائیں گے۔ خواص خان نے بڑے غور سے فدائی خان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

خواص خان میرے بیٹے جس رفتار سے ہم سفر کر رہے ہیں اگر اسی طرح ہم ، بڑھتے رہے تو میرا اندازہ ہے کہ کل دوپہر تک ہم مہاکوی کے مسکن میں داخل ائیں گے۔ فدائی خان نے خواص خان کو بڑے دھیمے لہجے میں جواب دیا تھا۔

فدائی خان کے جواب دینے کے بعد خواص خان تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر سوچتا رہا اس دوران فدائی خان اور جلال الدین جالو بڑے غور سے خواص خان طرف دیکھتے رہے۔ خواص خان نے کوئی آخری فیصلہ کیا پھر اس نے فدائی خان کی ف دیکھا۔

فدائی خان میرے محترم۔ مہاکوی پر حملہ آور ہونے کے لئے میں نے جو لائحہ تیار کیا ہے اسے غور سے سننا۔ ہمارے بائیں جانب جو گھنا جنگل ہے تم اس جنگل ساتھ ساتھ آگے بڑھتے جانا یہ علاقے میرے خوب دیکھے بھالے ہیں اور مجھے امید کہ یہ جنگل کا راستہ سیدھا مہاکوی کے مسکن کی طرف جائے گا۔ جواب میں فدائی فوراً" بول پڑا۔

خواص خان میرے بیٹے تمہارا اندازہ درست ہے۔ خواص خان مسکرا دیا۔

اگر میرا اندازہ درست ہے تو پھر فدائی خان سنو۔ جس قدر لشکر میرے ساتھ ہے اسے میں دو حصوں میں تقسیم کروں گا۔ ایک حصہ میرے پاس رہے گا دوسرا جلال خاں جالو کے ساتھ کام کرے گا۔ جلال خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تمہارے خانہ بدوش قبیلے ہی میں رہے گا پر اس خصوصیت کے ساتھ کہ تمہارے خانہ بدوش قبیلے کے دائیں طرف رہ کر پیش قدمی کرے گا۔

سن فدائی خان۔ تم یقیناً میری اس بات سے اتفاق کرو گے کہ جب ہم آگے بڑھیں گے تو مہاکوی یقیناً دائیں ہاتھ کے گھنے جنگلوں میں سے نکل کر ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا کیونکہ میرے اندازے اور خیال کے مطابق اس کا مسکن جس راہ پر ہم آگے بڑھ رہے ہیں اس راہ پر ہی گھنے جنگل میں ہو گا۔ فدائی خان بول پڑا۔ خواص خان میرے بیٹے تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔

اگر میں ٹھیک کہہ رہا ہوں تو مجھے غور سے سنتے جاؤ۔ میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بائیں جانب کے جنگل میں گھس جاؤں گا اور جنگل میں ہی اوجھل رہ کر تمہارے خانہ بدوش قبیلے کے پہلو بہ پہلو آگے بڑھتا رہوں گا۔ اس طرح میرے اور میرے لشکر کے متعلق کوئی اندازہ نہیں لگا سکے گا کہ میں بھی گھات لگائے تمہارے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ ساتھ ہوں۔

جہاں تک میرے لشکر کے دوسرے حصے کا تعلق ہے وہ جلال خان جالو کی سرکردگی میں تمہارے خانہ بدوش قبیلے کے دائیں طرف رہے گا کیونکہ مہاکوی دائیں جانب کے جنگلوں سے ہی نکل کر حملہ آور ہو گا۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو جلال خان یقیناً اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اس کے حملے کو روک دے گا۔ تمہارے قبیلے کو کوئی نقصان نہیں ہونے پائے گا۔ اتنی دیر تک میں بائیں جانب کے جنگل سے نکل حملہ آور ہو جاؤں گا اور پھر مہاکوی کو ہم بچ کر بھاگنے نہیں دیں گے۔ میں کوشش کروں گا کہ اسے زندہ گرفتار کیا جائے۔

یہاں تک کہنے کے بعد خواص خان تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر اس نے اپنی بائیں جانب گھوڑے پر سوار جلال خان جالو کو مخاطب کر کے پوچھا۔

جلال خان میرے بھائی۔ کیا تم میرے اس لائحہ عمل سے اتفاق کرتے ہو۔ جلال

خان نے فوراً اپنی گردن کو تھوڑا خم کر کے کہا امیر خواص خان میں پوری طرح آپ کے اس لائحہ عمل سے متفق ہوں مجھے امید ہے کہ اگر ہم اس پر عمل کر کے دکھا دیں تو مہاکوی تو کیا ایسے کئی مہاکوی بھی آ جائیں تب بھی ہم انہیں ان دو جنگلوں کے بیچ و بیچ روند کر رکھ دیں گے۔ جلال خان جالو کا یہ جواب سن کر خواص خان خوش ہو گیا تھا۔ اس کے بعد خواص خان نے فوراً اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے کے ساتھ وہ بائیں جانب کے جنگل میں گھس گیا تھا۔ جبکہ دوسرا حصہ جلال خان اپنی کمانداری میں لے کر فدائی خان کے خانہ بدوش قبیلے کے دائیں پہلو میں پھیل گیا تھا اس طرح اس شاہراہ پر جو آگے بڑھتی تھی فدائی خان اور جلال خان جالو پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے تھے جبکہ بائیں جنگل کے بیچ و بیچ گھات میں رہتے ہوئے خواص خان بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔

اگلے روز دوپہر کے قریب جس وقت خواص خان' جلال خان جالو اور فدائی خان اپنے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق جنوب مشرق کی سمت پیش قدمی کر رہے تھے کہ دائیں ہاتھ کے گھنے جنگل سے مہاکوی اپنے بہت بڑے لشکر کے ساتھ عذاب رتوں کے گرم لمحوں' نفرتوں کی اداس رتوں' شب کے غرور میں اذیتوں کی انگڑائی کی طرح نمودار ہوا۔ پھر وہ سات سمندروں کے طوفانوں' جنگل کی کالی رات میں بھڑکتے آگ کے دریا اور ظلم کی اندھی موجوں کی طرح جلال خان جالو اور فدائی خان دونوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

جلال خان جالو نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اور فدائی خان نے اپنے مسلح لڑاکوں کے ساتھ مہاکوی کے اس حملے کو روکا۔ کچھ دیر تک وہ مہاکوی کے لشکر کے سامنے صبر کی چٹان' صدیوں کے سربستہ راز اور طاق میں جلتی شمع کے بے سکون کے ساتھ جمے رہے پھر وقت کے دائرے توڑ دینے والے موت کے رقص' ریاضت نیم شبی دردکھوں کے عمق میں دہکتی آتش کی طرح انہوں نے مہاکوی پر جوابی حملے کرنا شروع کر دیئے تھے۔

جس وقت جلال خان جالو اور فدائی خان مہاکوی کے ساتھ افق کی لالی میں تاریکی اور اجالے کی ستیزہ کاری اور اداس راہوں میں مسافر اور مسافت کی جنگ کی طرح

الجھے ہوئے تھے عین اسی وقت بائیں جانب کے گھنے جنگل کے اندر سے مکاں کو ا
مکاں' ستاروں کو کہکشاں' ذرے کو صحرا اور قطرے کو سمندر میں تبدیل کرنے والے
کسی فطرت کے معلم کی طرح خواص خان نمودار ہوا۔ عقوبت کے بحر کی طرح وہ جنگل
سے نکل کر مہاکوی کے لشکر کے پہلو کی طرف بڑھا پھر واقف دیر و حرم اور شناسائے
سیف و قلم کی طرح خواص خان نے مہاکوی کے لشکر کی پشت اور پہلو پر زلزلہ انگیزی
آندھیوں کی شدت' کڑکڑاتے بادلوں اور شام ہجراں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔ خواص
خان اپنے پورے تجربے اپنی پوری خونخواری کے ساتھ طوفانی زقند کی طرح مہاکوی کے
لشکر پر نزول کر گیا تھا۔

خواص خان کو حملہ آور ہوتے دیکھ کر جلال خان جالو اور فدائی خان نے بھی
اپنے حملوں میں تیزی اور تندی پیدا کر لی تھی۔ مہاکوی پر ایک طرح سے تین سمتوں
سے حملہ شروع ہو گیا تھا۔ سامنے کی طرف سے جلال خان جالو اور فدائی خان اس پر
ضربیں لگا رہے تھے جبکہ مشرق اور جنوب کی طرف سے خواص خان نے اس کے
لشکریوں کو بری طرح ادھیڑنا شروع کر دیا تھا تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد ہی مہاکوی نے
اندازہ لگا لیا تھا کہ خواص خان کے حملہ آور ہونے کے باعث اس کے لشکر کی حالت
بھنور بھنور کراہتی موجوں' ویران گزرگاہ' نطق سے محروم پتھر کی زبان اور بکھری پتیوں
کے لاشوں جیسی ہونا شروع ہو گئی ہے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے مہاکوی نے میدان جنگ سے بھاگ جانا چاہا۔ پر اس
میں بھی اسے کامیابی نہ ہوئی۔ خواص خان نے اپنے لشکر کو خوب پھیلا دیا تھا۔ مشرق
اور جنوب کی ساری راہیں اس نے مسدود کر دی تھیں۔ پھر خواص خان نے جلال
خان جالو کی طرف ایک تیز رفتار گھڑسوار بھجوایا اور اسے حکم دیا کہ مغرب کی طرف
سے مہاکوی کے بھاگنے کی ساری راہیں مسدود کر دی جائیں اور مہاکوی کو زندہ گرفتار
کرنے کی کوشش کی جائے۔

خواص خان کا یہ حکم ملتے ہی شمال کی طرف سے فدائی خان برابر مہاکوی پر ضربیں
لگاتا رہا جبکہ جلال خان جالو اپنے لشکر کے ساتھ مغرب کی طرف چلا گیا تھا اور مہاکوی
کی اس نے راہ روک دی تھی۔ اب چاروں طرف سے مہاکوی کے لشکر کا قتل عام

کر دیا گیا تھا۔ پھر وہ لمحہ بھی آیا کہ مہاکوی کا پورا لشکر تہہ تیغ کر دیا گیا۔ مہاکوی
س خان نے زندہ گرفتار کر لیا تھا۔

س جنگ کے بعد میدان جنگ کے قریب ہی آنے والی رات خواص خان نے
لشکریوں اور فدائی خان کے خانہ بدوش لوگوں کو ستانے کا موقع دیا۔ اگلی صبح
ے منہ ہی وہ رائے سین کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

س وقت خواص خان اپنے لشکر اور فدائی خان کے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ
سین کے نزدیک پہنچا تب اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا گنگا کے قریب آیا۔ گنگا
انا گھوڑے پر سوار تھی اور اپنے بچے کو اس نے اپنی پشت پر باندھ رکھا تھا۔
خان کو اپنی طرف آتے دیکھ کر گنگا کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ پھیل گئی
بچہ بھی بڑے غور سے خواص خان کی طرف دیکھنے لگا تھا اور ہمک ہمک کر اپنی
ی کا اظہار کرنے لگا تھا۔ خواص خان جب قریب آیا تو گنگا نے اپنے گھوڑے کو
دیا۔ خواص خان نے آگے بڑھ کر پشت پر بندھے ہوئے بچے کو پیار کیا پھر وہ گنگا
طب ہوا۔

دیکھ گنگا اب تو پریشان اور فکرمند مت ہونا۔ تیرے میرے جدا اور علیحدہ رہنے
ختم ہو چکے ہیں۔

جواب میں گنگا نے بڑے غور' بڑی پیار بھری محبت اور میٹھی نگاہوں کے زاویوں
اص خان کی طرف دیکھا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر بڑی پرکشش مسکراہٹ نمودار

خواص خان میرے حبیب۔ میں حالات کو پوری طرح سمجھتی ہوں۔ میں جانتی
م دونوں کے درمیان جو مصنوعی اور وقتی فرقت اور جدائی ہے یہ عارضی ہے اور
ب ختم ہو جائے گی پھر ہمیشہ کے لئے ہم یکجان دو قالب ہو کر رہیں گے۔ گنگا نے
اپنی پوری مٹھاس اور شیرینی میں ہی تھی۔

دیکھ گنگا تو فی الحال فدائی خان کے خانہ بدوش قبیلے میں ہی اپنے خیمے میں قیام
رائے سین پہنچ کر میں پہلے کملا کے پاس جاؤں گا اس کے بعد جو لائحہ عمل ہم
نے پہلے ہی مرتب کر رکھا ہے اس کے مطابق میں حرکت میں آؤں گا۔ گنگا نے

مسکراتے ہوئے اپنی گردن اثبات میں ہلائی جس پر خواص خان خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا اپنے لشکر کی طرف چلا گیا تھا۔ جبکہ خواص خان کی ہدایت کے مطابق گنگا فدائی خان کے قبیلے کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔

خواص خان اپنے لشکر اور فدائی خان کے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ رائے سین پہنچا تو شیر شاہ سوری اور اس کے سارے سالاروں نے بہترین اور عمدہ انداز میں خواص خان' فدائی خان اور جلال خان جالو کا استقبال کیا تھا۔

پھر شیر شاہ سوری کے حکم پر فدائی خان نے شیر شاہ سوری کے لشکر کے وسطی حصے میں اپنے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا جبکہ خواص خان بھی گنگا اور بچے کو اپنے ساتھ فدائی خان کے خانہ بدوش قبیلے کی طرف لے گیا تھا جبکہ اس نے اپنے لشکر کے حصے کو شیر شاہ سوری کے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

O===O===O

ملاوتی اپنے خیمے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی کہ خیمے کے دروازے کے قریب ملوک
سنوہر داس دونوں نموار ہوئے خیمے سے باہر جو محافظ تھے انہوں نے ان دونوں
ں روکا اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ دونوں کملاوتی کے رشتے دار ہیں اور اس
لا میں ان دونوں کا آنا جانا ہے۔ جب وہ دونوں خیمے میں داخل ہوئے تو کملاوتی
ی جگہ سے اٹھ کر دونوں کا استقبال کیا پھر جب وہ دونوں کملاوتی کے قریب جا کر
تب ایک بار احتیاطاً" کملاوتی نے خیمے کے دروازے کی طرف دیکھا پھر سرگوشی
پھا۔

ا تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو۔

ہے مالکن میں اور منوہر داس اس لئے تمہاری خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ
تائیں کہ بہار میں اٹھنے والی بغاوت کو فرو کرنے کے بعد تمہارا پتی خواص خان
سین پہنچ چکا ہے اس وقت وہ اپنے لشکر کے پڑاؤ کی نگرانی کر رہا ہے میرے
ں تھوڑی دیر تک وہ یہاں تمہارے پاس آئے گا۔ میں اور منوہر داس اس لئے
ے پاس آئے ہیں تاکہ اب اس کے خاتمے سے متعلق کوئی آخری فیصلہ کریں
د نے یہ الفاظ بڑی دھیمی اور رازدارانہ سی آواز میں کہے تھے۔

ہ ملوک چند تمہارا کہنا درست ہے میرے خیال میں اب وقت آ چکا ہے کہ

خواص خان کا خاتمہ کر دیا جائے کہو تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔ کملاوتی نے
ویسی ہی رازداری میں پوچھا تھا۔

اس بار منوہر داس نے اپنے خیالات کا اظہار کرنا شروع کیا۔

دیکھ مالکن میں تو چاہتا ہوں کہ آج رات خواص خان کا قصہ پاک ہی کر دیا جا
ورنہ یہ معاملہ طول پکڑتا جا رہا ہے اور جتنا یہ طول پکڑے گا اتنا ہی ہمارے
خطرات پیدا کرتا چلا جائے گا۔ کملاوتی نے اس پر بڑے غور سے منوہر داس کی طر
دیکھا پھر اس نے اپنا فیصلہ دیا۔

سنو ملوک چند اور منوہر داس ایسا ہے کہ آج آدھی رات کے قریب تم خیمے
پچھلے دروازے کی طرف سے آنا اس وقت تک خواص خان گہری نیند سو چکا ہو گا
سمت میں جو محافظ پہرہ دیتا ہے میں اسے پیٹ میں درد کا بہانہ کر کے لشکر کے طبیب
طرف بھجوا دوں گی تاکہ وہ میرے لئے دوا لے کے آئے اور جب تک وہ طبیب
پاس سے لوٹے اس وقت تک ہم خواص خان کا خاتمہ کرنے کے بعد اسی دروا
سے نکل بھاگیں گے اور ان دنوں سب سے اچھی بات یہ ہے کہ جس خیمے میں
نے قیام کر رکھا ہے اور جس میں اب خواص خان آ کر قیام کرے گا وہ لشکر کے
میں نہیں بلکہ ایک طرف ہے اور یہاں سے خواص خان کا خاتمہ کرنے کے بعد ہمار
لئے بھاگنا بھی انتہائی آسان اور سہل ہو گا میرے خیال میں آج کے بعد یہ خیمہ شا
خواص خان اپنے لشکر کے وسط میں منتقل کر دے اور ہاں ایک اور بات یاد رکھنا کہ
آج ہی یہ خیمہ منتقل کر دیا گیا تو پھر تم مت آنا اور اگر یہ خیمہ یہیں نصب رہا تو پھر
لائحہ عمل میرے اور تمہارے درمیان طے ہوا ہے وہ آخری ہے سنو میرے
میں خواص خان میرے پاس آنے والا ہو گا اس لئے کہ اس کے حصے کا لشکر پڑاؤ کر
ہو گا لہٰذا تم پشت کے دروازے سے نکل جاؤ کملاوتی کا یہ حکم سنتے ہی ملوک چند ا
منوہر داس دونوں اٹھے اور خیمے کے پشتی دروازے کی طرف سے وہ چلے گئے تھے۔

رات قرب و بعد کے وسوسوں سے ہوتی چراغوں کا نور پیتی، حلقہ حواس خمسہ
خمار آلود کرتی ہوئی بے طاق دیوں کو بجھاتی اور سونے والوں کو صاحبان مرقد کی طر
خاک کی سرشاریاں دیتی ہوئی زرد ہوتی گلاب کی پتیوں کی طرح آہستہ آہستہ گزر

جا رہی تھی۔ شبنموں کے نگر فضاؤں کی نادیدہ گہرائیوں میں کھو چکے تھے۔ ستارے
ران میں سجے حروف اور کشت تمنا کی کلیوں کی طرح زمین کی طرف دیکھتے ہوئے
لرا رہے تھے۔ ہواؤں میں راوی کی موجوں جیسی بے قراری جمنا کی لہروں کا سا
تعاش گنگا کا سا سربستہ راز اور چناب کی سی خونی پکار تھی۔ کہکشاں کی یادوں کی
ندنی جیسی لو عمر رائیگاں کی طرح زائل ہوتی جا رہی تھی۔ شب کا مسافر چاند خواب
ود جھروکوں اندھیری رات کے دل اور خواب گوں عرفوں میں جھانکتا ہوا مغرب کی
رف رواں دواں تھا۔ خاموشیوں سے چھیڑ خانی کرنے کے لئے کبھی کبھی کوئی خوف کا
ا پرندہ گھنی شاخوں میں پر پھڑپھڑاتا پھر بے حس ہو کر رہ جاتا۔

ایسے میں خواص خان اپنے خیمے کے کمرہ خاص میں گہری نیند سویا ہوا تھا رات
دھی کے قریب جا چکی تھی۔ تاہم کملاوتی بڑی بے چینی بڑی بے تابی سے جاگ رہی
ی پھر جب اس نے خیمے کے پشتی دروازے کی طرف کھٹکا محسوس کیا تو وہ تڑپ کر
ٹھی اور خیمہ کے دروازے کی طرف آئی۔ اس نے دیکھا دروازے کے قریب ہی
ک چند اور منوہر داس کھڑے تھے۔ کملاوتی نے ان سے سرگوشی کی۔

دیکھو اس طرف کے محافظ کو میں نے طبیب کی طرف بھیج دیا ہے وہ کچھ دیر بعد
ئے گا۔ خواص خان اس وقت گہری نیند سویا ہوا ہے آؤ اس کے خاتمے کے لئے اس
سے بہتر موقع ہمیں کبھی نہیں ملے گا۔ میں یہاں سے بھاگنے کے لئے اپنا سامان
میٹ چکی ہوں۔ اب تم اندر آؤ خواص خان پر حملہ آور ہو کر بڑے رازدارانہ انداز
ں اس کا خاتمہ کرو۔ اس کے بعد اسی پشتی راستے بھاگ چلیں گے۔

کملاوتی کے کہنے پر ملوک چند اور منوہر داس دونوں دبے دبے پاؤں خیمے میں
اخل ہوئے۔ کملاوتی ان دونوں کی رہنمائی کر رہی تھی۔ دونوں کو وہ خیمے کے اس
کمرے میں لے گئی جس کے اندر خواص خان سویا ہوا تھا۔ پھر کملاوتی منہ سے تو کچھ
بولی ہاتھ کے اشارے سے اس نے خواص خان کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ جبکہ وہ
ود بڑی تیزی سے دوسرے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ملوک چند اور منوہر داس اسی کمرے میں آئے جس کمرے میں
کملاوتی تھی۔ کملاوتی نے دیکھا ان دونوں کے ہاتھوں میں خون آلود خنجر تھے۔ جس

سے کملاوتی نے اندازہ لگا لیا کہ ملوک چند اور منوہر داس نے مل کر خواص خان کا خاتمہ کر دیا ہے۔ پھر ملوک چند نے کملاوتی کو مخاطب کیا۔

دیکھ دیوی تیرے کہنے پر ہم نے خواص خان کا خاتمہ کر دیا ہے اس وقت ساتھ والے کمرے میں خواص خان کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ کملاوتی نے خدشہ کا اظہار کیا۔

تم دونوں اپنے خون آلود خنجروں کو یہیں خیمے میں گاڑ دو اور آؤ یہاں سے بھاگ چلیں۔ کملاوتی کے کہنے پر ملوک چند اور منوہر داس دونوں نے اپنے خنجروں کو وہیں خیمے کی زمین میں دفن کر دیا۔ پھر کملاوتی، ملوک چند اور منوہر داس تینوں خیمے کے پشتی دروازے سے بھاگ نکلے تھے۔

کملاوتی خیمے سے ابھی چند قدم دور ہی گئی تھی کہ کسی نے پشت کی جانب سے اس زور کا خنجر اس پر مارا کہ خنجر کملاوتی کی پیٹھ کو چیرتا ہوا نکل گیا تھا۔ فضاؤں میں کملاوتی کی کربناک چیخ بلند ہوئی تھی۔

○===○===○

کملاوتی نیند سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی۔ جلدی جلدی اس نے اپنی پیٹھ پر ہاتھ برا پھر وہ عجیب طرح کی سوچوں میں کھو گئی۔ پھر وہ اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے ہنے لگی۔ کیا میری پیٹھ میں خنجر نہیں لگا۔ کیا ملوک چند اور منوہر داس نے خواص ں کو قتل نہیں کیا۔ کیا حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور میں سوتے میں خواب یکھ رہی تھی۔ پھر کملاوتی نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سر کو تھام لیا اور انتہائی تاسف ے انداز میں وہ پھر خود خطابی کے انداز میں کہہ رہی تھی۔

آہ یہ کیسا ظلم و جبر ہوا۔ میں تو یہ سمجھ رہی تھی کہ ملوک چند اور منوہر داس نے ص خان کا خاتمہ کر دیا ہو گا۔ پر یہاں تو حقیقت کا کوئی تعلق نہیں۔ نہ میری پیٹھ خنجر نہ لگا نہ ملوک چند اور منوہر داس خواص خان کو قتل کرنے کے لئے میرے ے میں داخل ہوئے۔ یہ تو محض میرا خواب تھا پھر کملاوتی اور پریشان ہو کر رہ گئی اس ئے کہ رات کے وقت خواص خان اس کے پہلو میں سویا تھا لیکن اب خواص خان ں موجود نہیں تھا۔ خواص خان کی غیر موجودگی نے کملاوتی کو ایک طرح سے فکرمند دیا تھا۔

کملاوتی خیمے سے باہر پہرہ دینے والے محافظوں سے کچھ پوچھنے کے لئے اٹھنا ہی ی تھی کہ چند عورتیں خیمے میں داخل ہوئیں وہ پوری طرح مسلح تھیں۔ انہوں نے

کملاوتی کو پکڑ لیا تھا۔ وہ زبردستی اسے رسیوں میں جکڑنے لگیں۔ کملاوتی انہیں مخاطب کرتے ہوئے بار بار پوچھ رہی تھی تم کون ہو اور کیوں مجھے جکڑ رہی ہو۔ میں شیر شاہ سوری کے سالار اعلیٰ خواص خان کی بیوی کملاوتی ہوں۔ تم لوگ کیوں میرے ساتھ ایسا بدترین اور پست سلوک کر رہی ہو۔ پر لگتا تھا وہ عورتیں حرکت میں آنے والے کوئی مجسمے ہوں اور اپنے منہ میں کوئی زبان نہ رکھتی ہوں۔ بس بڑی تیزی سے کملاوتی کو انہوں نے رسیوں میں جکڑ دیا تھا پھر وہ ایک طرح سے کملاوتی کو کھینچتی ہوئی خیمے سے باہر لے گئیں تھیں۔

وہ عورتیں تھوڑی دیر تک کملاوتی کو کھینچنے کے انداز میں خیموں کے اندر چلاتی رہیں پھر وہ اسے لے کر ایک خیمے میں داخل ہوئیں اس خیمے میں دو چھوٹی چھوٹی مشعلیں روشن تھیں جنہوں نے خیمے کو خاصا روشن کر دیا تھا۔ خیمے میں ایک خالی بستر تھا جس پر انہوں نے کملاوتی کو گرا دیا تھا۔

پھر تحکمانہ سے انداز میں ایک عورت نے کہا یہ تمہارا اصل مقام ہے۔ دیکھ کملاوتی اب یہاں سے تو بھاگنے یا مزید شرارت کرنے کی کوشش کی تو تیری گردن کاٹ دی جائے گی۔ اپنے دائیں جانب مشعلوں کی روشنی میں دیکھ کون ہے۔ کملاوتی نے چونک کر اپنی دائیں طرف دیکھا۔ اس کا منگیتر اور چچازاد بھائی مہاکوی پڑا ہوا تھا وہ بھی رسیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ یہ ساری صورت حال دیکھتے ہوئے کملاوتی پریشان ہو کر رہ گئی تھی اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ اچانک رات کے وقت کیا انقلاب رونما ہو گیا ہے۔ وہ عورتوں کو مخاطب کر کے کچھ پوچھنا ہی چاہتی تھی پر وہ خیمے سے باہر چلی گئی تھیں۔

○

شیر شاہ سوری نے چند یوم مزید وہاں قیام کر کے رائے سین اور چندریزی کے انتظامی امور کو درست کیا وہاں اپنا حاکم مقرر کیا پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ فدائی خان بھی اپنے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ اس کے ہمراہ تھا۔

آگرہ میں قیام کے دوران شیر شاہ سوری نے بڑے زور و شور سے مارواڑ کے راجہ مالدیو پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کیں پھر جلد ہی ان تیاریوں کی تکمیل کے

بعد وہ اسی ہزار کا ایک لشکر لے کر آگرہ سے راجپوتانہ کی طرف روانہ ہوا۔

راجپوتانہ کی سرحد پر شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا جب لشکر نے پڑاؤ کر لیا تب شیر شاہ سوری نے اپنے سارے سالاروں کو اپنے خیمے میں طلب کیا۔ یہ ایک طرح کا جنگی اجلاس تھا جس میں خانہ بدوش قبیلے کے سردار فدائی خان اور اس کے بیٹے اسمٰعیل نے بھی شرکت کی۔ جب سارے سالار شیر شاہ سوری کے خیمے میں جمع ہو گئے تب شیر شاہ سوری نے اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سنو میرے عزیزو۔ میرے رفیقو! میرے فرزندو! اب جبکہ مارواڑ کے راجہ مالدیو پر حملہ آور ہونے کے لئے ہم راجپوتانہ کی سرحدوں پر پڑاؤ کر چکے ہیں تو میں تم پر یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ راجہ مالدیو کی عملداری میں داخل ہونے کے لئے دو بڑے بڑے راستے ہمارے سامنے ہیں۔ ایک رنتھمبور سے ہو کر اجمیر کی طرف جاتا ہے جبکہ دوسرا شیخاواٹی اور نارونول سے ہوتا ہوا ناگور کی طرف نکل جاتا ہے۔ اب ہم سب کو مل کر یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ان دونوں راستوں میں سے کس پر چل کر ہم راجہ مالدیو پر ضرب لگانے کی کوشش کریں۔ اس کے علاوہ میں مزید تم سے یہ بھی کہوں کہ اس وقت مارواڑ کا راجہ مالدیو اسی ہزار کے ایک لشکر کے ساتھ جودھپور سے باہر پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ جبکہ اس کے بہترین جرنیل کوپا اور جیتا دونوں بیس ہزار کے ایک لشکر کے ساتھ دیدوانہ کے مقام پر پڑاؤ کئے ہوئے ہیں۔ تیسرا لشکر جو مالدیو کی حمایت میں ہے وہ ان راٹھوروں کی جماعت پر مشتمل ہے اس کی کمانداری ایک جرنیل کھیم کرن کر رہا ہے اور اس نے جے تارن اور پیپار کے درمیان قیام کر رکھا ہے۔ اب اگر ہم مالدیو کی سلطنت پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھتے ہیں تو خدشہ ہے کہ یہ سارے لشکر یکجا ہو کر بھی ہمارے مقابلے پر آ سکتے ہیں۔

جہاں تک میں نے اندازہ لگایا ہے اس کے مطابق سب سے پہلے راجہ مالدیو اپنے سپہ سالار کوپا اور جیتا کو حکم دے گا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ ہمیں الجھائے رکھیں ساتھ ہی وہ اپنے تیسرے جرنیل کھیم کرن کو حکم دے سکتا ہے کہ وہ راٹھوروں کے لشکر کے ساتھ یا تو ہماری پشت کی طرف سے نمودار ہو کر ہمیں نقصان پہنچانے کی

کوشش کرے یا اس وقت جب کوپا اور جیتا دونوں ہمارے ساتھ ٹکرا رہے ہوں کھیم کرن خوانخواری راٹھوروں کے ساتھ ہم پر شبخون مارنے کی کشش کرے۔

ان حالات میں میرے ساتھیو۔ میرے رفیقوں۔ راجہ مالدیو پر حملہ آور ہونے کے لئے تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو۔ یہ سوال کرنے کے بعد شیر شاہ سوری خاموش ہو گیا تھا۔ اب وہ اپنے سپہ سالاروں سے کسی معقول جواب کا منتظر تھا۔

تھوڑی دیر تک سارے سالار اور جرنیل آپس میں صلاح و مشورہ کرتے رہے پھر سب کی نمائندگی کرتے ہوئے خواص خان بول پڑا۔

شیر شاہ میرے محترم۔ میرے مربی میرے محسن۔ سیاسی اور فن حرب کے نگاہ سے جن دو راستوں کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ دونوں ہی بڑے اہم ہیں اس پر مستزاد یہ کہ ہم میں سے کوئی بھی راجپوتانہ کے علاقے سے کلیتہ" اور اچھی طرح واقف نہیں ہے اور پھر مزید یہ کہ مارواڑ کے راجہ مالدیو کی عسکری طاقت اور قوت بھی ہم سے کہیں زیادہ ہے۔ ان حالات میں صحرائے راجپوتانہ میں داخل ہو کر ہمیں راجہ مالدیو کے خلاف بڑی احتیاط اور بڑی چابکدستی سے حرکت میں آنا ہو گا۔

شیر شاہ سوری میرے مہربان۔ جیسا کہ آپ ذکر کر چکے ہیں اس وقت خود مالدیو اس کے جرنیل کوپا' جیتا اور کھیم کرن مختلف جگہوں پر اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ اس بات کے منتظر ہیں کہ آپ صحرا میں داخل ہو کر کس سمت کا رخ کرتے ہیں۔ جب انہیں اس رخ کا پتہ چلے گا تو پھر وہ اسی رخ آپ کے سامنے متحد و منظم ہو جائیں گے۔ لہٰذا راجپوتانہ کے راجپوتوں کے خلاف اگر ہم کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں دشمن کو خبر نہیں ہونے دینی چاہئے کہ صحرائے راجپوتانہ میں کون سا شہر ہمارا سب سے پہلا ہدف ہو گا۔

اس کے علاوہ راجہ مالدیو پر حملہ آور ہوتے وقت ہمیں کچھ احتیاط بھی کرنا ہو گی وہ یوں کہ راجہ مالدیو کے اردگرد چھوٹے چھوٹے راجے ہیں ان کا علاقہ کہیں ہمارے لشکریوں سے پامال نہ ہو۔ اس طرح وہ برہمی کا اظہار کرتے ہوئے مالدیو کے ساتھ شامل ہو سکتے ہیں یوں ہمارے خلاف مالدیو کی طاقت میں کئی گناہ اضافہ ہو جائے گا۔

شیر شاہ میرے محترم جہاں تک میں نے اندازہ لگایا ہے اس کے مطابق راجہ مالدیو اور

اس کے سارے جرنیل اس وقت ہم سے یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ ہم اجمیر کا رخ کریں گے اور سب سے پہلے اجمیر کو اپنا ہدف بنائیں گے۔ اس لئے کہ کوپا اور جیتا نے جس مقام پر قیام کیا ہوا ہے اس کو دیکھتے ہوئے میں اندازہ لگاتا ہوں کہ وہ یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہم اجمیر کی طرف بڑھیں گے اور جوں ہی ہم نے ایسا کیا کوپا اور جیتا ہمارے پہلو پر حملہ آور ہو جائیں گے جبکہ مالدیو کا تیسرا جرنیل کھیم کرن راٹھوروں کو لے کر ہماری پشت پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔ لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ ہمیں سب سے پہلے اجمیر کو اپنا ہدف نہیں بنانا چاہئے۔ اس کے علاوہ اجمیر کا قلعہ انتہا درجے کا مضبوط اور مستحکم ہے اور اس مضبوط قلعے کو فتح کرنے میں ہمارا کافی وقت ضائع ہو جائے گا۔ اس طرح راجہ مالدیو کو موقع مل جائے گا کہ وہ ہمارے خلاف کوئی اور چال چل کے ہمارے حملے کو ناکام بنا دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر ہم اجمیر میں زیادہ عرصے کے لئے الجھ جائیں تو راجہ مالدیو اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر کے ہریانہ کے راستہ دہلی کی طرف روانہ ہو جائے اور دہلی پر قبضہ کرنے کی کشش کرے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ ہمارے لئے سخت نقصان دہ ہو گا۔ لہٰذا صحرا میں داخل ہونے کے بعد کچھ اس انداز سے پیشقدمی کرنی چاہئے کہ راجہ مالدیو اور اس کے سارے جرنیلوں کو خبر تک نہ ہو اور نہ ہی وہ یہ اندازہ لگا سکیں کہ ہم سب سے پہلے ان کے کس شہر کو اپنا ہدف بنائیں گے۔

شیر شاہ سوری کو خواص خان کی یہ ترکیب اور تجویز اس قدر پسند آئی تھی کہ وہ جھوم کر رہ گیا۔ لہٰذا اس نے اس موضوع پر مزید کوئی گفتگو نہ کی اور جنگی کونسل کا اجلاس برخاست کر کے اس نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا تھا لہٰذا شیر شاہ سوری راجہ مالدیو پر حملہ آور ہونے کے لئے راجپوتانہ کے ریگستان میں داخل ہوا تھا۔

جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی دور و نزدیک ریت ہی ریت پھیلی ہوئی تھی اور اس پر سفر کرتے ہوئے گھوڑوں کے سم زمین میں دھنس دھنس جاتے تھے اس کے علاوہ شیر شاہ سوری کے ساتھ جو سامان خوراک اور رسد سے بھرے ہوئے چھکڑے تھے وہ بھی ریت میں سفر نہ کر سکتے تھے۔ اپنی اس مشکل کو حل کرنے کے لئے شیر شاہ سوری نے راجپوتانہ کے صحرا میں بہترین طریقہ استعمال کیا۔

اس نے بوروں میں ریت بھر بھر کے ان بوروں سے سڑک بنانی شروع کی اور اس سڑک پر وہ اپنے لشکر سامان رسد اور خوراک سے بھرے ہوئے چھکڑوں کو لے کر صحرائے راجپوتانہ میں بڑی تیزی سے آگے بڑھنے لگا تھا۔ صحرا میں داخل ہونے سے پہلے شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کے کچھ دستے علیحدہ کر دیئے تھے جو جنگ کے دوران صحرا میں دہلی' آگرہ اور دوسرے شہروں سے اس کے لشکر کو خوراک اور دیگر ضروریات کا دوسرا سامان پہنچاتے رہے۔

صحرا میں بوروں میں ریت بھر کر سڑک بناتا ہوا شیر شاہ سوری بڑی تیزی سے راجپوتانہ میں آگے بڑھا تھا دشمن کو اپنی پیش قدمی سے متعلق گنجلک اور فریب میں مبتلا رکھنے کے لئے شیر شاہ سوری نے سب سے پہلے بیکانیر کا رخ کیا اس صورتحال میں راجہ مالدیو بھی حرکت میں آیا اس کے پاس جو اپنا پچاس ہزار کا لشکر تھا وہ جے تارن کے مقام پر لے آیا ساتھ ہی اس نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ کوپا جیتا اور اکھیراج کو بھی حکم دیا کہ وہ تینوں اپنے لشکر کو لے کر دیدوانہ سے تارن پہنچ جائیں اس کے علاوہ راٹھوروں کا ایک بڑا لشکر جو راجہ مالدیو کے جرنیل کھیم کرن کی سرکردگی میں تھا اسے بھی مالدیو نے تارن میں بلا لیا تھا۔

جے تارن نام کا قصبہ جہاں راجہ مالدیو نے اپنے لشکریوں کو اکٹھا کر لیا تھا جودھپور سے پچاس میل مشرق میں اور اجمیر سے چالیس میل مغرب میں تھا۔ مالدیو نے اپنے سارے لشکر کو یہاں اس لئے جمع کیا تھا کہ بروقت وہ شیر شاہ سوری پر ضرب لگا سکے اگر وہ جودھپور کی طرف بڑھے تب بھی وہ وہاں پہنچ سکے اور اجمیر پر اگر شیر شاہ سوری ضرب لگانے کی کوشش کرے تو وہاں بھی عین وقت پر پہنچ کر وہ شیر شاہ سوری کی راہ روکے تاہم بیکانیر کو اس نے حالات کے حوالے کر دیا تھا۔

شیر شاہ سوری نے جب دیکھا کہ بیکانیر کی طرف مالدیو کا کوئی دفاعی لشکر نہیں تو بیکانیر کو نظرانداز کرتا ہوا وہ اچانک مڑا اور جے تارن کی طرف بڑھا جہاں راجہ مالدیو پڑاؤ کئے ہوئے تھا اس طرح دونوں لشکر صحرا میں ایک دوسرے سے جنگ کرنے کے لئے آمنے سامنے پڑاؤ کر گئے تھے۔

شیر شاہ سوری اور مالدیو دونوں کے لشکر جس مقام پر صحرائے راجپوتانہ میں خیمہ

زن تھے اس کے تین طرف مشرق کو چھوڑ کر دریائے لونی اور اس کے معاون دریا تھے حالانکہ موسم سرما میں عموماً" وہ دریا خشک ہو جاتے تھے لیکن اس علاقے میں لمبی لمبی گھاس اور خشک نالے تھے جن کی آڑ میں لشکروں کا ایک دوسرے کے ساتھ چھوٹی موٹی جھڑپیں کرنا انتہائی آسان اور سہل تھا۔

شیر شاہ سوری جب جے تارن اور پپار کے درمیان راجہ مالدیو کے سامنے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر گیا تو کوپا جیتا اور اکھیراج جو ایک لشکر کے ساتھ دیدوانہ میں پڑے ہوئے تھے وہ بھی جے تارن اور پپار کے درمیان راجہ مالدیو سے آن ملے تھے اس کے علاوہ راجہ مالدیو کا جرنیل کھیم کرن بھی راٹھوروں کے ایک لشکر کو لے کر راجہ مالدیو سے آن ملا تھا۔

اب صورتحال یہ تھی کہ جے تارن اور پپار کے درمیان جلتے دہکتے صحرا کے اندر شیر شاہ سوری اور راجہ مالدیو اپنے لشکروں کے ساتھ ایک دوسرے کے سامنے خیمہ زن تھے۔ راجہ مالدیو چاہتا تھا کہ جنگ کی ابتداء شیر شاہ سوری کی طرف سے ہو شاید وہ شیر شاہ سوری پر حملہ آور ہونے میں پہل کرتے ہوئے خوفزدہ تھا یا ہچکچا رہا تھا دوسری جانب شیر شاہ سوری ابھی جنگ کی ابتدا نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے کہ اپنے لشکر کے جن دستوں کو اس نے صحرا میں رسد اور کمک فراہم کرنے پر مقرر کیا تھا ان کے ساتھ ابھی تک اس کا رابطہ نہ ہو سکا تھا لہٰذا وہ حملہ آور ہونے میں انتظار سے کام لے رہا تھا۔

ایک ماہ تک لگاتار دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رہے یہاں تک کہ شیر شاہ سوری کا اپنے ان دستوں سے رابطہ قائم ہو گیا جنہیں اس نے خوراک اور دیگر سامان جنگ مہیا کرنے پر مقرر کیا تھا اب شیر شاہ سوری نے راجہ مالدیو پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

ایسا کرنے سے پہلے شیر شاہ سوری نے اپنی جنگی کونسل کا اجلاس طلب کیا۔ یہ اجلاس شیر شاہ سوری نے اپنے خیمے میں بلایا تھا اس میں خواص خان' جلال خان جالو اور برہم جیت کے علاوہ شیر شاہ سوری کے بیٹوں نے بھی شرکت کی تھی جب سب لوگ خیمے میں جمع ہو گئے تب شیر شاہ کی آواز گونجی میرے بیٹوں میرے بچوں اس صحرا

میں خیمہ زن ہونے کے بعد مجھے رسد اور کمک کے دستوں سے رابطہ کا انتظار تھا اب وہ رابطہ بحال ہو چکا ہے اب میں اس صحرا میں مزید انتظار نہیں کروں گا اس لئے صحرا میں جنگ میں جتنی تاخیر ہو گی اتنا ہی ہمارے لئے نقصان ہے ہمارے لئے رسد اور کمک کا سلسلہ منقطع بھی ہو سکتا ہے جبکہ مالدیو کو اس کی پشت کی طرف سے اس کے کئی شہروں سے ضرورت کی ہر شے میسر ہو سکتی ہے لہٰذا میں کل صبح ہی صبح جنگ بگل بجانا چاہتا ہوں راجہ مالدیو کے خلاف فیصلہ کن جنگ کرنا چاہتا ہوں اس سلسلے میں تم کوئی اچھی سودمند تجویز پیش کرنا چاہو تو کہو۔

تھوڑی دیر تک سب سوچ و بچار کرتے رہے اس کے بعد خواص خان نے بڑے غور سے شیر شاہ سوری کی طرف دیکھا۔

شیر شاہ سوری میرے محترم میں خواص خان اس موقع پر ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں شیر شاہ سوری نے بڑی شفقت بڑی نرمی میں کہا کہو میرے بچے تم کیا کہنا چاہتے ہو خواص خان پھر بولا میرے محترم میرے مہربان جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں راجہ مالدیو کے لشکر کی تعداد ہم سے بہت زیادہ ہے جنگ سے پہلے میرا خیال ہے وہ لشکر کو مختلف حصوں میں بانٹے گا ایک حصہ اپنے پاس رکھے گا دوسرا کوپا تیسرا جیتا چوتھا اکھیراج اور میرے خیال میں اپنے لشکر کا پانچواں حصہ اپنے جرنیل کھیم کرن کی سرکردگی میں دے گا کچھ حصے سامنے سے ہم پر حملہ آور ہوں گے جبکہ باقی حصوں کو میرے خیال میں راجہ مالدیو ہمارے پہلوؤں پر حملہ آور ہونے کا حکم دے گا اس سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ ہم راجہ مالدیو کے خلاف ایک ایسی تدبیر کریں کہ راجہ مالدیو کم از کم خود لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ اپنے ساتھ لے کر یہاں سے جانے پر مجبور ہو جائے۔

خواص خان کی اس تدبیر پر شیر شاہ سوری کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔

خواص خان میرے بیٹے یہ کیسے اور کیونکر ممکن ہے کہ اب جبکہ ہم جنگ کی ابتدا کرنے والے ہیں تو اس ابتداء سے پہلے راجہ مالدیو اپنے ایک حصے کے لشکر کو لے کر یہاں سے چلا جائے۔ جواب میں خواص خان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر اس کی آواز سنائی دی۔

میرے مہربان یہ ممکن ہے آپ ایسا کریں آج ہی عادل خان کو ایک لشکر دیں اور

وہ اس لشکر کے ساتھ رنتھمبور کی طرف جائے اور یہ ظاہر کرے کہ وہ رنتھمبور کے راستے اجمیر پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے شیر شاہ سوری نے فوراً" خواص خان کی بات کاٹ دی۔

خواص خان میرے بیٹے ایسا کرنے سے کیا ہو گا اور ایسا کرنے کے بعد راجہ مالدیو اپنے لشکر کے ایک حصے کو لے کر یہاں سے ہٹ جائے گا۔

میرے مہربان میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی میں کچھ کہہ ہی رہا تھا کہ آپ بیچ میں بول پڑے ہیں میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ عادل خان رنتھمبور کی طرف جاتے ہوئے یہ مشہور کر دے کہ وہ اجمیر پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے شیر شاہ میرے مہربان اجمیر میں اس وقت راجہ مالدیو کی رانی اوما دیوی نے قیام کر رکھا ہے جب راجہ مالدیو کو یہ خبر ہو گی کہ عادل خان رنتھمبور کے راستے اجمیر پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو وہ فوراً" اجمیر سے اپنی رانی اوما دیوی کو نکالنے اور اجمیر شہر کا دفاع کرنے کے لئے میدان جنگ سے فوراً" اجمیر کی طرف بھاگ کھڑا ہو گا ایسی صورت میں راجہ مالدیو کے باقی لشکر سے نمٹنا ہمارے لئے انتہائی آسان ہو جائے گا جبکہ دوسری طرف عادل خان جو چھوٹا سا لشکر لے کر اپنے ساتھ جائے گا اس کے ساتھ وہ رنتھمبور سے پہلے ہی کسی محفوظ جگہ قیام کر لے گا اور گھات میں بیٹھا رہے گا تاکہ اس پر کوئی حملہ آور نہ ہو اور جب وہ یہ خبر سنے کہ راجہ مالدیو میدان جنگ سے نکل کر اجمیر کی طرف چلا گیا ہے تو وہ بھی واپس اپنے لشکر میں آ جائے۔

یہاں تک کہنے کے بعد خواص خان جب خاموش ہو گیا تو شیر شاہ سوری کی گردن جھک گئی تھی وہ کچھ سوچنے لگا تھا تاہم اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ بھی تھی پھر کھل کر وہ مسکرایا تھوڑی دیر تک بڑے غور بڑی شفقت بڑی محبت سے خواص خان کی طرف دیکھتا رہا پھر بول اٹھا۔

خواص خان میرے بیٹے تو ہر موقع ہر مشکل ہر مصیبت ہر اذیت میں میرے کام آیا اب تو نے جو تجویز پیش کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بہتر تجویز پیش کی ہی نہیں جا سکتی اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً" راجہ مالدیو یہاں سے اجمیر کی طرف بھاگ نکلنے پر مجبور ہو جائے گا دیکھ میرے بیٹے میں ابھی اور اسی وقت عادل کو ایک لشکر کے ساتھ

میں خیمہ زن ہونے کے بعد مجھے رسد اور کمک کے دستوں سے رابطہ کا انتظار تھا اب وہ رابطہ بحال ہو چکا ہے اب میں اس صحرا میں مزید انتظار نہیں کروں گا اس لئے کہ صحرا میں جنگ میں جتنی تاخیر ہو گی اتنا ہی ہمارے لئے نقصان ہے ہمارے لئے رسد اور کمک کا سلسلہ منقطع بھی ہو سکتا ہے جبکہ مالدیو کو اس کی پشت کی طرف سے اس کے کئی شہروں سے ضرورت کی ہر شے میسر ہو سکتی ہے لہٰذا میں کل صبح ہی صبح جنگ بگل بجانا چاہتا ہوں راجہ مالدیو کے خلاف فیصلہ کن جنگ کرنا چاہتا ہوں اس سلسلے میں تم کوئی اچھی سودمند تجویز پیش کرنا چاہو تو کہو۔

تھوڑی دیر تک سب سوچ و بچار کرتے رہے اس کے بعد خواص خان نے بڑے غور سے شیر شاہ سوری کی طرف دیکھا۔

شیر شاہ سوری میرے محترم میں خواص خان اس موقع پر ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں شیر شاہ سوری نے بڑی شفقت بڑی نرمی میں کہا کہو میرے بچے تم کیا کہنا چاہتے ہو خواص خان پھر بولا میرے محترم میرے مہربان جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں راجہ مالدیو کے لشکر کی تعداد ہم سے بہت زیادہ ہے جنگ سے پہلے میرا خیال ہے وہ لشکر کو مختلف حصوں میں بانٹے گا ایک حصہ اپنے پاس رکھے گا دوسرا کوپا تیسرا جیتا چوتھا اکھیراج اور میرے خیال میں اپنے لشکر کا پانچواں حصہ اپنے جرنیل کھیم کرن کی سرکردگی میں دے گا کچھ حصے سامنے سے ہم پر حملہ آور ہوں گے جبکہ باقی حصوں کو میرے خیال میں راجہ مالدیو ہمارے پہلوؤں پر حملہ آور ہونے کا حکم دے گا اس سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ ہم راجہ مالدیو کے خلاف ایک ایسی تدبیر کریں کہ راجہ مالدیو کم از کم خود لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ اپنے ساتھ لے کر یہاں سے جانے پر مجبور ہو جائے۔

خواص خان کی اس تدبیر پر شیر شاہ سوری کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔

خواص خان میرے بیٹے یہ کیسے اور کیونکر ممکن ہے کہ اب جبکہ ہم جنگ کی ابتدا کرنے والے ہیں تو اس ابتداء سے پہلے راجہ مالدیو اپنے ایک حصے کے لشکر کو لے کر یہاں سے چلا جائے۔ جواب میں خواص خان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر اس کی آواز سنائی دی۔

میرے مہربان یہ ممکن ہے آپ ایسا کریں آج ہی عادل خان کو ایک لشکر دیں اور

یہ اس لشکر کے ساتھ رنتھمبور کی طرف جائے اور یہ ظاہر کرے کہ وہ رنتھمبور کے راستے اجمیر پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے شیر شاہ سوری نے فوراً" خواص خان کی بات کاٹ دی۔

خواص خان میرے بیٹے ایسا کرنے سے کیا ہو گا اور ایسا کرنے کے بعد راجہ مالدیو اپنے لشکر کے ایک حصے کو لے کر یہاں سے ہٹ جائے گا۔

میرے مہربان میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی میں کچھ کہہ ہی رہا تھا کہ آپ بیچ میں بول پڑے ہیں میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ عادل خان رنتھمبور کی طرف جاتے ہوئے یہ مشہور کر دے کہ وہ اجمیر پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے شیر شاہ میرے مہربان اجمیر میں اس وقت راجہ مالدیو کی رانی اوما دیوی نے قیام کر رکھا ہے جب راجہ مالدیو کو یہ خبر ہو گی کہ عادل خان رنتھمبور کے راستے اجمیر پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو وہ فوراً" اجمیر سے اپنی رانی اوما دیوی کو نکالنے اور اجمیر شہر کا دفاع کرنے کے لئے میدان جنگ سے فوراً" اجمیر کی طرف بھاگ کھڑا ہو گا ایسی صورت میں راجہ مالدیو کے باقی لشکر سے نمٹنا ہمارے لئے انتہائی آسان ہو جائے گا جبکہ دوسری طرف عادل خان جو چھوٹا سا لشکر لے کر اپنے ساتھ جائے گا اس کے ساتھ وہ رنتھمبور سے پہلے ہی کسی محفوظ جگہ قیام کر لے گا اور گھات میں بیٹھا رہے گا تاکہ اس پر کوئی حملہ آور نہ ہو اور جب وہ یہ خبر سنے کہ راجہ مالدیو میدان جنگ سے نکل کر اجمیر کی طرف چلا گیا ہے تو وہ بھی واپس اپنے لشکر میں آ جائے۔

یہاں تک کہنے کے بعد خواص خان جب خاموش ہو گیا تو شیر شاہ سوری کی گردن جھک گئی تھی وہ کچھ سوچنے لگا تھا تاہم اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ بھی تھی پھر کھل کر وہ مسکرایا تھوڑی دیر تک بڑے غور بڑی شفقت بڑی محبت سے خواص خان کی طرف دیکھتا رہا پھر بول اٹھا۔

خواص خان میرے بیٹے تو ہر موقع ہر مشکل ہر مصیبت ہر اذیت میں میرے کام آیا اب تو نے جو تجویز پیش کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بہتر تجویز پیش کی ہی نہیں جا سکتی اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً" راجہ مالدیو یہاں سے اجمیر کی طرف بھاگ نکلنے پر مجبور ہو جائے گا دیکھ میرے بیٹے میں ابھی اور اسی وقت عادل کو ایک لشکر کے ساتھ

حکم دیتا ہوں کہ وہ رنتھمبور کی طرف جائے اور یہ ظاہر کرے کہ وہ رنتھمبور کے راستے اجمیر کی طرف جا کر اجمیر پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے یہ خبر سننے کے بعد راجہ مالدیو اگر لشکر کا ایک حصہ لے کر اجمیر کی طرف چلا جاتا ہے تو اس کے باقی ماندہ لشکر کو اس صحرا کے اندر ہم پیس کر رکھ دیں گے گو راجہ مالدیو اگر لشکر کا ایک حصہ لے کر اجمیر کی طرف چلا جائے ب بھی جو لشکر یہاں بچے گا اس کی تعداد ہمارے لشکر سے بہت زیادہ ہو گی لیکن فکرمندی کی کوئی ضرورت نہیں اس لشکر کو ہم وہ سزا وہ سبق دیں گے جو مدتوں یاد رہے گا ایسا ہی سبق جو بابر نے رانا سانگا کو انہی صحراؤں میں دیا تھا۔

شیر شاہ سوری کا جواب سن کر خواص خان خوش ہو گیا تھا پھر وہ دوبارہ بول پڑا۔

شیر شاہ میرے محترم میں کچھ اور بھی کہنا چاہوں گا شیر شاہ نے اس کی بات کاٹی اور کہنے لگا کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو اس سلسلے میں تم رکتے کیوں ہو تمہیں کسی کی اجازت لینے کی تو ضرورت نہیں ہے خواص خان مسکرا دیا۔

شیر شاہ میرے محترم کل آپ جب جنگ کا طبل بجائیں گے اور اس سے پہلے اگر راجہ مالدیو اجمیر کی طرف روانہ ہو گیا تو پھر اس کی غیر موجودگی میں جو لشکر ہم سے ٹکرائے گا وہ یقیناً" اپنے آپ کو چار حصوں میں تقسیم کرے گا ایک حصہ راجہ مالدیو کے سپہ سالار اعلیٰ کوپا اپنے پاس رکھے گا دوسرا حصہ نائب سپہ سالار جیتا کی سرکردگی میں دیا جائے گا تیسرا حصہ مالدیو کے جرنیل اکھیراج اور چوتھا کھیم کرن کی کمانداری میں دیا جائے گا۔

ان چاروں کے مقابلے میں آپ اپنے لشکر کو پانچ حصوں میں تقسیم کیجئے گا ایک حصہ میرے پاس رہے اور میں آج رات ہی کے وقت صحرا کے اندر ٹیلوں کی اوٹ میں گھات میں بیٹھ جاؤں گا دوسرا حصہ آپ اپنے پاس رکھیں تیسرا حصہ جلال خان جالو چوتھا برہم جیت اور پانچواں اپنے بیٹے جلال خان کی سرکردگی میں دیجئے آپ اپنے چاروں حصوں کے ساتھ دشمن کے چاروں حصوں کے سامنے جم جائیں گے۔ جب جنگ زور پکڑے گی تب میں اپنے کردار کی ابتداء کروں گا گھات سے نکلوں گا اور دشمن کے جس حصے کی طرف آپ پر زیادہ زور ہو گا وہیں سے میں اپنی ضرب کی ابتداء کروں گا اور مجھے امید ہے کہ میں گھات سے نکلنے کے بعد دشمن کے لشکروں کی صفوں

ں صفیں ادھیڑنے کا عمل شروع کر دوں گا۔

شیر شاہ سوری نے تحسین آمیز انداز میں خواص خان کی طرف دیکھا۔

خواص خان میرے بیٹے میں تمہاری اس تجویز کی بھی انتہا درجہ کی تعریف و صیف کرتا ہوں دیکھ بیٹے تیرے کہنے کے مطابق لشکر کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ئے گا اور تو آج ہی رات اپنے حصے کے ساتھ گھات میں بیٹھ جانا جبکہ عادل خان ی ایک لشکر کو لے کر ابھی تھوڑی دیر تک یہاں سے روانہ ہو جائے گا اب تم سب ب اٹھو اور جا کر آرام کرو اس کے ساتھ ہی جنگی کونسل کے سارے ارکان نکل گئے تھے تھوڑی دیر بعد عادل خان لشکر کے ایک حصے کے ساتھ رنتھمبور کی طرف روانہ ہو یا جبکہ لشکر کا اپنا حصہ لے کر خواص خان گھات میں نکل گیا تھا۔

پھر چاروں طرف یہ خبر پھیلا دی گئی کہ شیر شاہ سوری کا بیٹا عادل خان رنتھمبور ے راستے اجمیر پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے یہ خبر دشمن کے کیمپ میں بھی پہنچ گئی یہ خبر تے ہی راجہ مالدیو کانپ اٹھا لہٰذا وہ آدھی رات کے وقت اپنے لشکر کا ایک حصہ لے میدان جنگ سے اجمیر کی طرف چلا گیا تھا اس طرح جو تجویز خواص خان نے شیر ہ سوری کے سامنے پیش کی تھی اس پر پوری طرح سے عمل شروع ہو گیا تھا۔

دوسرے روز جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے صبح ہی صبح شیر شاہ سوری نے اپنے ر میں طبل دفیں ڈھول اور بگل بجا دیئے تھے اور اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا روع کر دیں تھیں راجپوتوں نے جب دیکھا کہ شیر شاہ سوری جنگ پر آمادہ ہے تب وں نے بھی اپنے متحدہ لشکر میں نرسنگھے، ترم اور کرنائے بجوا دیئے تھے اور پھر وہ ی تیزی سے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے میں لگ گئے تھے۔

خواص خان کا اندازہ درست ہوا راجپوتوں نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم ا ایک حصہ کوپا کی ماتحتی میں، دوسرا جیتا، تیسرا اکھیراج اور چوتھا کھیم کرن کی انداری میں رکھا گیا تھا اکھیراج اور کھیم کرن دونوں کو لشکر کے وسطی حصے میں رکھا یا تھا جبکہ کوپا اور جیتا اپنے اپنے لشکر کے حصوں کے ساتھ بالترتیب اپنے لشکر کے یں اور بائیں جانب رہے تھے شاید اس طرح راجہ مالدیو کے یہ دونوں جرنیل لشکر ، دائیں بائیں رہ کر کھل کر شیر شاہ سوری پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے۔

ادھر شیر شاہ سوری نے بھی اسی طرح اپنے لشکر کو ترتیب دیا تھا لشکر کے وسطی حصے میں وہ خود رہا تھا اور اپنے بیٹے جلال خان کو اس کے لشکر کے اس نے اپنے ہمراہ رکھا تھا جبکہ اپنے لشکر کے دائیں جانب شیر شاہ سوری نے جلال خان جالو اور بائیں جانب برہم جیت کو رکھا تھا اب جنگ میں اکھیراج اور کھیم کرن کا مقابلہ شیر شاہ سوری اور اس کے بیٹے جلال خان سے ہونا تھا راجہ مالدیو کے سپہ سالار اعلیٰ کوپا کا سامنا جلال خان جالو نے کرنا تھا جبکہ راجہ مالدیو کا جو دوسرے نمبر کا نڈر بہادر سپہ سالار جیتا تھا اس کا مقابلہ شیر شاہ سوری کے چھوٹے سالار برہم جیت سے تھا۔

جنگ کی ابتداء خود شیر شاہ سوری نے اپنے بیٹے جلال خان کے ساتھ کی تھی شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ بستیوں کو ویران اور دھواں دھواں کر دینے والے ایسے کارواں کی طرح آگے بڑھا جس کے آغاز میں تحیر جس کے انجام میں بھی تحیر ہو پھر شیر شاہ سوری صحرا کے سرگرداں بگولوں' سمندر کو لرزا دینے والے بھونچال کے جھٹکوں' عقبیٰ کی عقوبت اور جابر و قاہر دل آشوب مناظر کی طرح راجپوتوں کے اس لشکر پر حملہ آور ہوا تھا جب قلب کی حیثیت سے راجہ مالدیو کے جرنیل اکھیراج اور کھیم کرن کی سرکردگی میں تھا۔

اکھیراج اور کھیم کرنے دونوں نے پہلے شیر شاہ سوری اور اس کے بیٹے جلال خان کے حملوں کو روکا اس کے بعد وہ بھی جوابی کاروائی کرتے ہوئے اندھیری راتوں کی تلخی' اندھی گمنام وادیوں میں برستے سنگریزوں اور ظلم و کرب کی طرح شیر شاہ سوری اور اس کے بیٹے جلال خان کے لشکر پر ضربیں لگانے لگے تھے۔

عین اس وقت جبکہ شیر شاہ سوری راجپوتوں کے قلب پر حملہ آور ہوا تھا دائیں بائیں راجپوتوں کے ہندوستان میں مانے ہوئے سپہ سالار کوپا اور جیتا دونوں ایک ساتھ حرکت میں آئے اور وہ حکایت خونچکاں' ظلم و ستم کی یورش' کرب و الم کی یلغار اور گھمبیر رات کے ہیبتناک سناٹے میں اچانک بیدار ہو جانے والی فتنہ پردازی کی طرح جلال خان جالو اور برہم جیت کے لشکریوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

کوپا جو پورے ہندوستان میں راجپوتوں کا انتہائی دلیر نڈر اور مانا ہوا سپہ سالار تسلیم کیا جاتا تھا اس نے اپنے پہلے ہی حملے میں ایک طرح سے جلال خان جالو کے لشکر

اگلی صفوں کو روندہ کے رکھ دیا تھا اور پھر وہ بڑی تیزی سے جلال خان جالو کے لشکر
ں ہوس کے شیاطین' وحشی خونخوار قرنوں کے کالے سے اور تربتوں کے اجل
اب کی طرح گھسنے لگا تھا۔

گو جلال خان جالو کی حالت اس موقع پر بڑی ابتر اور بڑی نازک تھی پھر بھی اس
بڑی ہمت بڑی جرات مندی کا ثبوت دیا اور وہ اپنی طرف سے پوری کوشش کرتے
ئے ادبار کی لامتناہی پرچھائیوں میں زندگی کے مکتب اور زیست کے قفس میں بند
ت کے منظر کے سامنے دھول میں بکھری درشتی و تلخی کی طرح کوپا کے سامنے جمتے
ئے اس کے حملوں کو روکنے کی کوشش کرتا رہا جبکہ کوپا لمحہ بہ لمحہ تیز نوکیلا خنجر بن
کربناک بیداری' پت جھڑ کی رت اور اتھاہ خاموشی کی طرح جلال خان جالو کے لشکر
ں گھستا چلا گیا تھا ادھر برہم جیت بھی راجہ مالدیو کے دوسرے نمبر کے سالار جیتا کے
منے اپنی پوری مہارت اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے روکے ہوئے تھا۔

عین اسی موقع پر ایک خونی انقلاب اور نا آشنا حادثہ نمودار ہوا خواص خان
رت کے کسی معلم کہر کے آنچل اور شب و روز میں اسیر بے آواز لمحوں کی طرح اپنی
لت سے نکل کر غیر مرئی لہروں کی سرسراہٹ' کہر آلود سمندر اور عمیق رازوں کے
جہان کی طرح وہ آگے بڑھا اس نے سب سے پہلے کوپا کو ہی اپنا ہدفت بنانے کا ارادہ
ا تھا کوپا کے لشکر کے پہلو میں آکر خواص خان نے رعد سے مشابہ آتش فشاں کے
نے اور نغمہ عبودیت کے انداز میں تکبیریں بلند کیں پھر خواص خان کوپا کے لشکر پر
موں کو ریزہ ریزہ' روحوں کو لخت لخت کر دینے والی سحر آفریں قوت' ارادوں کو
ب کر لینے والی انوکھی پراسرار فطرت اور زوال و فنا طاری کر دینے والے سکرو خود
موشی کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

اپنے پہلے ہی حملے میں خواص خان نے عجیب و غریب ہیولوں کا سا مظاہرہ کرتے
ئے اپنے سامنے آنے والے کوپا کے ان گنت لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا
اص خان کے اس طرح حملہ آور ہونے سے کوپا کے لشکر کی کئی صفیں درہم برہم ہو
ں تھیں۔ اس کے وہ لشکری جو تھوڑی دیر پہلے تک جلال خان جالو کے لشکر میں گھس
مزید آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے ان کے پاؤں رک گئے تھے اور ان پر سکتہ

اور لرزہ طاری ہو کے رہ گیا تھا۔ پھر جب کوپا کے لشکر میں یہ خبر پھیلی کہ شیر شاہ سوری کا سالار اعلیٰ خواص خان ان کے لشکر کے پہلو پر حملہ آور ہوا ہے تو خود کوپا اور اس کے لشکریوں کی حالت ایسی محسوس ہونے لگی جیسے قدرت کا پر قوت عناصر نے کسی کے پاؤں تلے سے زمین کو معمولی اور ہلکی پھلکی بساط کی طرح لپیٹنا شروع کر دیا ہو۔

اب خواص خان کے سامنے کوپا اور اس کے لشکریوں کی حالت ایسی تھی جیسے تھوڑی دیر پہلے کوپا اور اس کے لشکریوں کے سامنے جلال خان جالو کی تھی کوپا نے اپنی طرف سے پوری کوش کی کہ اپنے لشکر کے آدھے حصے کے ساتھ جلال خان جالو کو اپنے ساتھ مصروف رکھے اور باقی آدھے کے ساتھ خواص خان پر بھی ضرب لگائے لیکن اس میں اسے کامیابی نہ ہو سکی تھی کوپا ویسے بھی بدحواس تھا اس لئے کہ ایک بار وہ مالوہ میں خواص خان کا سامنا کر چکا تھا اور جنگ میں خواص خان اسے بدترین اور ذلت آمیز شکست دے چکا تھا اب جو اپنے آدھے لشکر کے ساتھ کوپا نے خواص خان کو روکنے کی کوش کی تو اس میں اسے مکمل طور پر ناکامی ہوئی اس لئے کہ خواص خان اپنے تند و تیز اور ہنگامہ خیز طوفانی حملوں میں بے کراں و بے پایاں سمندر کی صورت اختیار کر چکا تھا جاوداں و شعلہ فشاں آگ کی طرح جو بھی اس کے سامنے آتا وہ اسے موت کی نیند سلاتا جا رہا تھا اس کے حملے حیات سے عجیب تر اور موت سے عمیق تر تھے بڑی تیزی سے وہ کوپا اور اس کے لشکریوں پر یوں چھانے لگا تھا جیسے کہکشاں کی پرچھائیوں کی طرح فضا اپنا آنچل پھیلاتی چلی جاتی ہے۔

کوپا اور اس کے لشکری زیادہ دیر تک جنگ میں ٹھہر نہ سکے اس لئے کہ سامنے کی طرف سے اب جلال خان جالو نے بھی پر پرزے نکالتے ہوئے وحشت انگیز انداز میں حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا جبکہ پہلو کی طرف سے خواص خان پہلے ہی ان کے اندر گھسکر موت کا رقص شروع کر چکا تھا اس صورتحال میں کوپا نے دو بار خواص خان اور جلال خان جالو سے بچنے کی کوشش کی ایک موقع پر اس نے اپنی پشت کی جانب پسپا ہونا چاہا لیکن خواص خان نے اس کی اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔ خواص خان نے ایک طرح سے اس کے لشکر کو گھیر لیا تھا اس موقع پر کوپا نے دوسری کوشش کی اور اس نے اکھیراج اور کھیم کرن کے لشکروں کی طرف جا کر اپنی حالت کو بہتر بنانا چاہا

لیکن اس میں بھی کامیاب نہ ہوا اس لئے کہ جوں ہی اس نے ایسا کرنا چاہا خواص خان نے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کرتے ہوئے اس کے لشکر کو کاٹنا شروع کر دیا تھا اب کوپا اپنے آپ کو خواص خان کے سامنے انتہا درجہ کا بے بس محسوس کر رہا تھا پھر وہ مقام بھی آیا جب خواص خان اور جلال خان جالو نے مل کر کوپا کے پورے لشکر کا خاتمہ کر دیا اس جنگ میں خود کوپا بھی خواص خان کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔

کوپا اور اس کے سارے لشکر کا کام تمام کرنے کے بعد خواص خان ابدی آرزو، غیرفانی جذبے، سرکش آندھی اور عناد کی آگ کی طرح اپنے دشمن کے لشکر کے اس دائیں پہلو کی طرف بڑھا تھا جس کی کمانداری راجہ مالدیو کے دوسرے نمبر کا سالار جیتا کر رہا تھا پھر خواص خان جیتا کے لشکر کی پشت پر جا کر پشت کی طرف سے نفرت کے طوفان، مہیب طاغوتی قوتوں کے لئے افسوسناک باب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

خواص خان کے اس حملے میں بھی فرزندان توحید کی سی بے غرضی اور جفاکشی، مجاہدان جلیل کی سی بلند ہمتی اور سپہ گرانہ قابلیت تھی۔ درویش صفت مجاہد خواص خان جیتا کے لشکر کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر بڑی تیزی سے آگے بڑھنے لگا تھا اور جو دشمن اس کے سامنے آتا اس کے نجث باطن، ذلت و مسکنت، حسد اور نسلی عصبیت کو اپنے ذوق میلان اور اپنی دینی اور نسلی یکجہتی میں ڈبوتا چلا گیا تھا۔

اب بڑی تیزی کے ساتھ خواص خان نے جیتا کے لشکر کی حالت کوپا کے لشکر جیسی کرنی شروع کر دی تھی۔ اس کے بعد جب جیتا اور اس کے لشکریوں کو یہ خبر ہوئی کہ شیر شاہ سوری کا سالار اعلیٰ خواص خان کوپا اور اس کے لشکریوں کا مکمل طور پر خاتمہ کرنے کے بعد ان کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو چکا ہے تو ان کی سانسیں اکھڑنا شروع ہو گئیں تھیں۔ اس لئے کہ پشت کی جانب سے خواص خان نے بڑی تیزی کے ساتھ انہیں اپنی شجاعت کا اسیر اپنی جراتمندی کا غلام بنانا شروع کر دیا تھا۔

راجہ مالدیو کے سالار جیتا نے اپنی طرف سے پوری کوش کی کہ وہ اپنے لشکر کو خواص خان سے بچا کر ایک طرف ہٹے لیکن خواص خان نے اس کی ہر کوشش اس کے ہر جتن کو ناکام بنا دیا تھا اپنے تیز حملوں سے بڑی تیزی کے ساتھ خواص خان نے جیتا کے لشکر کو بے وقعت بے نصیب اور مجروح حرماں نصیب کرنا شروع کر دیا تھا

سامنے کی طرف سے پہلے ہی جیتا کے لشکر پر برہم جیت جان لیوا حملے کر رہا تھا اور پشت کی جانب سے خواص خان نے جیتا کے لشکر کو درماند و فرماندہ کرتے ہوئے اس قدیم رسومات کے دیوتا' کینہ روایات کے غیرفانی عناصر' تصورات کی صبح کاذب' خوف بھری کہر آلود شام کی طرح چھانا شروع کر دیا تھا جیتا اور اس کے لشکریوں کے جنگ کرنے کے ولولے اب پوری طرح ماند پڑ چکے تھے اس لئے کہ انہیں خبر ہو چکی تھی خواص خان نے ان کے سپہ سالار اعلیٰ کوپا کو نہ صرف یہ کہ میدان جنگ میں قتل کر دیا ہے بلکہ اس کے پورے لشکر کا خاتمہ بھی کر دیا ہے لہٰذا جیتا کے لشکر کا وہ حصہ جس کا سامنا براہ راست خواص خان سے تھا وہ جنگ سے بچنے کے لئے پیچھے ہٹنے لگا تھا اس کا پیچھا ہٹنا جیتا کے سارے لشکریوں کے لئے موت کے پیغام دے گیا تھا۔

اس لئے کہ خواص خان کے حملہ آور ہو جانے کی وجہ سے برہم جیت اور اس کے لشکریوں کے حوصلے پہلے کی نسبت بلند ہو چکے تھے اور اپنی سمت سے انہوں نے دشمن کا قتل عام شروع کر دیا تھا جب جیتا کے اگلے سپاہی پیچھے ہٹے تب خواص خان کو موقعہ مل گیا اس نے جیتا کے لشکر کے اندر گھس کر موت کا رقص شروع کر دیا تھا۔

پھر جنگ کے دوران خواص خان اپنے محافظ دستوں کے ساتھ بڑی تیزی سے یلغار کرتا ہوا اس جگہ پہنچا جہاں جیتا چلا چلا کر اپنے لشکریوں کے حوصلے بلند کر رہا تھا خواص خان جیتا پر حملہ آور ہوا جیتا اپنا دفاع نہ کر سکا اور پہلے ہی حملے میں خواص خان نے جیتا کی گردن کاٹ دی تھی جیتا کے مرتے ہی اس کے لشکری حوصلہ چھوڑ بیٹھے تھے بھیڑ بکریوں کی طرح انہوں نے ادھر ادھر بھاگنا شروع کر دیا جب کہ برہم جیت اور خواص خان دونوں سمتوں سے اس کے پیچھے لگ گئے تھے اور ان کا قتل عام کر دیا تھا۔

دوسری جانب خود شیر شاہ سوری اکھیراج اور کھیم کرن کے لشکر پر جلتے چڑھتے دکھ کے قہری سورج' اجل کے دست دراز کی طرح ضربیں لگا رہا تھا سیل وقت میں شیر شاہ سوری بے پناہ قوت اور جوان مردی کا مظاہرہ کرتا ہوا دشمن کے ساتھ آگ و خون کا وحشتناک کھیل شروع کئے ہوئے تھا۔

لمحہ بہ لمحہ خواص خان کی طرح وہ بھی اکھیراج اور کھیم کرن کے لشکریوں پر ہجوم بلا کھولتی مستور و ماوراء محرک آتش کی طرح چھانا شروع ہو گیا تھا آخرکار اس جنگ

میں راجہ مالدیو کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی اس کے بڑے جرنیل کوپا اور اکھیراج میدان جنگ میں مارے گئے اور کھیم کرن بچے کھچے لشکر کو لے کر بھاگ گیا تھا۔

○===○===○

راجہ مالدیو کے پڑاؤ پر قبضہ کرنے کے بعد شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کے ساتھ جے تارن اور پپار کے درمیان سامیل کے مقام جہاں جنگ ہوئی تھی چند دن اپنے لشکر کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ سامیل کی اس جنگ نے ایک طرح سے راجہ مالدیو کی قسمت کا فیصلہ کر دیا تھا۔ مالدیو کو اپنے گذشتہ گناہوں کی سزا شیر شاہ سوری اور اس کے سالار خواص خان کے ہاتھوں خوب ملی تھی۔ اس کے نامور سالار کوپا' جیتا اور اکھیراج اس جنگ میں مارے گئے تھے۔ اب ان سپہ سالاروں کی غیر موجودگی میں مالدیو عظمت و شوکت کی محض ایک نشانی دکھائی دینے لگا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ مارواڑ کے راٹھور راجپوت سر کٹنے کے بعد بھی لڑتے ہیں لیکن سولہویں صدی میں شیر شاہ سوری نے راجپوتانہ کے صحرا میں راٹھور راجپوتوں کا قتل عام کر کے ثا کر دیا کہ راجپوت جو اپنے آپ کو ناقابل تسخیر خیال کرتے تھے تو یہ ان کا ایک وہم اور جھوٹ خیال تھا۔ ورنہ سامیل کی جنگ میں شیر شاہ سوری نے پوری طرح راٹھور راجپوتوں پر ان کی بد دلی مسلط کر کے رکھ دی تھی۔

سامیل میں چند روز قیام کرنے کے بعد شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اس نے خواص خان کی کمان میں دیا اور جلال خان جالو کو اس کا نائب مقرر کیا اور اسے جودھپور کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ راجہ مالدیو کے اس

مرکزی شہر پر قبضہ کرے جبکہ لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ شیر شاہ سوری نے برہم جیت اور اپنے بیٹے جلال خان کے ساتھ اجمیر کا رخ کیا تھا راستے میں شیر شاہ سوری کا دوسرا بیٹا عادل خان بھی اس سے آن ملا تھا۔

راجہ مالدیو سامیل کے میدان جنگ سے بھاگ کر اجمیر کی طرف گیا جہاں اس کی بیوی اوما دیوی نے قیام کر رکھا تھا۔

اوما دیوی کے ساتھ شادی کے پہلے ہی روز راجہ مالدیو نے چونکہ ایک لونڈی کے ساتھ ہم بستری کر کے اوما دیوی کا دل توڑا تھا لہٰذا اوما دیوی نے اپنے حجلہ عروسی میں ہی یعنی شادی کی پہلی رات ہی قسم کھا لی تھی کہ وہ اپنی ساری زندگی ایک برہمچارنی کی حیثیت سے گزار دے گی لہٰذا راجہ مالدیو کے مرکزی شہر جودھپور سے دور اس نے زندگی کے دن اجمیر میں گزارنے شروع کئے تھے۔

سامیل کے میدان جنگ سے بھاگ کر راجہ مالدیو اجمیر پہنچا اور اپنی رانی اوما دیوی کو وہاں سے نکال کر وہ جودھپور لے گیا۔ اسی دوران راجہ مالدیو کو یہ خبر پہنچی کہ سامیل کے میدان میں اس کے تین جرنیل مارے گئے ہیں اور اس کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی ہے اور یہ کہ شیر شاہ سوری کا سالار اعلیٰ خواص خان جودھپور کا رخ کر رہا ہے جبکہ آدھے لشکر کے ساتھ شیر شاہ سوری اجمیر کی طرف پیش قدمی کر چکا ہے۔

یہ خبر سنتے ہی مالدیو نے جودھپور کے قلعہ سے جتنا بھی ممکن ہوا سب سامان نکال کر سیوان کے قلعہ میں منتقل کرنا شروع کر دیا۔ اسی قلعہ میں اس نے راجپوت گھرانوں کی ساری مستورات اور بچوں کو منتقل کر دیا تھا۔

سیوان کا قلعہ جودھپور سے جنوب مغرب میں 60 میل کے فاصلے پر تھا یہ قلعہ پہاڑ کی ایک اونچی چوٹی پر واقع تھا اس پہاڑ کو گھنگروٹ کی پہاڑی کہتے تھے اس پر رسائی مشکل تھی لہٰذا اس قلعہ کا محاصرہ کرنے سے قبل خواص خان نے اپنے لشکر کے ساتھ راجہ مالدیو کے مرکزی شہر جودھ پور کا محاصرہ کر لیا تھا۔

جودھ پور کا قلعہ حالانکہ اپنے استحکام اور اپنی پائیداری کے لحاظ سے انتہائی مضبوط اور مستحکم خیال کیا جاتا تھا۔ مالدیو نے یہ چال چلی کہ جو لشکر اس کے ساتھ تھا اس کا آدھا حصہ جودھپور کی حفاظت کے لئے چھوڑا اور دوسرے آدھے حصے کے

ساتھ وہ قلعہ سیوان میں منتقل ہو گیا تھا جو پہاڑ کی ایک بلند چوٹی پر تھا اور اس زمانے میں ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا بہرحال خواص خان نے جودھپور کا محاصرہ کر لیا تھا۔

جودھپور میں جو راجہ مالدیو کا لشکر تھا اس کے سالار نے پہلے یہ فیصلہ کیا کہ وہ قلعہ میں محصور رہ کر خواص خان کے سامنے جودھپور کا دفاع کرے گا اور جب جودھپور پر خواص خان حملے کرنا شروع کرے گا تو قلعے کے اندر سے وہ اس پر کاروائی کریں گے جبکہ باہر سے خود راجہ مالدیو سیوان قلعے سے نکل کر وقتاً فوقتاً خواص خان پر شب خون مارتا رہے گا اس طرح تنگ آ کر خواص خان محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو جائے گا لیکن خواص خان نے ان کی ساری تدبیروں کو بیکار اور ناکارہ بنا کے رکھ دیا تھا اس لئے کہ جس روز خواص خان جودھپور پہنچا اسی روز اس نے شہر کی فصیل کے قریب اپنا توپ خانہ نصب کر دیا تھا تاکہ شہر کی فصیل پر گولے برسا کر فصیل کو گرایا جائے اور شہر پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کر لیا جائے۔

شہر میں جو راجپوتوں کا لشکر تھا انہوں نے جب دیکھا کہ خواص خان شہر پر قبضہ کرنے اور فصیل کو توڑنے کے لئے اپنا توپ خانہ درست کر رہا ہے تو سب نے مل کر اور سر جوڑ کر یہ فیصلہ کیا کہ قبل اس کے کہ خواص خان توپوں کے گولے برسا کر قلعہ کی فصیل کو توڑے اور پھر شہر میں داخل ہو کر لشکریوں اور لوگوں کا قتل عام کرے بہتری یہ ہے کہ لشکر کے ساتھ جودھپور شہر سے باہر نکل کر خواص خان کا مقابلہ کیا جائے یہ فیصلہ ہونے کے بعد دوسرے روز صبح ہی صبح جودھپور میں راجہ مالدیو کا جو لشکر تھا وہ نکلا اور خواص خان کے سامنے جنگ کرنے کے لئے صف آراء ہو گیا تھا۔

جودھ پور میں راجہ مالدیو کے تین بڑے جرنیل تھے ایک کا نام تلوکسی دوسرے کا نام بیمل بھائی اور تیسرے کا نام برجنگ تھا۔ خواص خان کے خلاف جنگ کرنے کے لئے ان تینوں جرنیلوں نے اپنے لشکر کی صفوں کو درست کیا لشکر کو انہوں نے تین حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ تلوکسی کی کمانداری میں رکھا گیا اور اسے لشکر کے دائیں حصے کے طور پر استعمال کیا گیا لشکر کے باقی دو حصے بالترتیب بیمل بھائی اور برجنگ کی کمانداری میں تھے بیمل بھائی وسطی لشکر کی کمانداری کر رہا تھا جبکہ لشکر کے بائیں پہلو کا سالار برجنگ کو بنایا گیا تھا۔

جس وقت جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے تلوکسی بیمل بھائی اور برجنگ نے اپنے اپنے لشکروں کی صفیں درست کرنا شروع کر دیں تھیں اپنے لشکر کے سامنے خواص خان اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا اپنے نائب جلال خان جالو کے پاس آیا خواص خان کو اپنی طرف آتے دیکھ کر جلال خان جالو نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھایا پھر خواص خان اس کے نزدیک آیا اور بڑی رازداری میں اس نے کہنا شروع کیا۔

دیکھ جلال خان میرے بھائی تو اپنے سامنے دشمن کے لشکر کو دیکھ رہا ہے دشمن نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے دایاں پہلو تلوکسی کی کمانداری میں دیا گیا ہے جبکہ لشکر کے دو حصے بیمل بھائی اور برجنگ کی سالاری میں ہیں۔ بیمل بھائی بڑا جرنیل سمجھا جاتا ہے لہٰذا اسے وسطی حصے میں رکھا گیا ہے۔

سن جلال خان میرے بھائی فکرمند مت ہونا میں دیکھ رہا ہوں دشمن کے لشکر کی تعداد بھی ہم سے زیادہ ہے اور ہم دو کے مقابلے میں اس کے جرنیل بھی تین ہیں۔ جلال خان جالو میرے بھائی تو جانتا ہے ماضی میں ہم ان سے بھی بدترین حالات کو اپنے حق میں رکھنے میں ہمیشہ کامیاب رہے ہیں اور خداوند نے چاہا تو آج کا دن بھی ہمارے لئے کامیابیوں اور خوشیوں کی خبر لانے والا ہو گا۔

دیکھ جلال خان جب دشمن جنگ کی ابتداء کرے تم اپنے لشکر کی طرف سے جنگ کی ابتداء کرنا تم صرف تلوکسی کو اپنا ہدف بنانا جہاں تک بیمل بھائی اور برجنگ کا تعلق ہے ان دونوں کا میں خود مقابلہ کروں گا دیکھ جب بھی جنگ کی ابتداء ہو تو لشکر کو خوب اپنے بائیں پہلو پر زور دے کے رکھنا تاکہ تیرا آمنا سامنا صرف تلوکسی اور اس کے لشکر کے ساتھ ہو اور وسطی حصے کا کمانداری بیمل بھائی تم پر ضرب نہ لگا سکے۔

جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں پہلے بیمل بھائی اور برجنگ کے حملہ آور ہونے کا انتظار کروں گا اور ان کو موقع دوں گا کہ وہ مجھ پر حملہ آور ہونے میں پہل کریں۔ ان کے حملہ آور ہونے کے بعد تھوڑی دیر تک میں اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھوں گا تاکہ بیمل بھائی اور برجنگ جس قدر زور لگانا چاہتے ہیں لگا لیں ان کی قوت کا بھی اندازہ لگا لوں گا اس کے بعد میں جارحیت اختیار کرتے ہوئے ان پر فیصلہ کن ضرب

لگاؤں گا جلال خان جالو میرے بھائی مجھے امید ہے کہ آج کا دن ہمارا دن ہو گا۔

خواص خان کے خاموش ہونے پر جلال خان جالو نے بڑی ارادتمندی بڑی عقیدت کا اظہار کرنا شروع کیا۔

امیر خواص خان مجھے کسی فکرمندی اور پریشانی کی ضرورت نہیں ہے میں تو یہ جانتا ہوں جس لشکر کا کماندار اعلیٰ امیر خواص خان ہو اسے شکست دینا اگر ناممکن نہیں تو انتہا ورجہ کا مشکل ہے امیر خواص خان جیسا کہ آپ نے کہا ہے انشاء اللہ آج کا دن ہماری ہی کامیابی اور ہماری ہی ظفرمندی کا دن ہو گا۔

جلال خان جالو کی اس گفتگو کے جواب میں خواص خان نے کچھ بھی نہ کہا اس لئے کہ دشمن کے تینوں جرنیل تکوکسی ہیمل بھائی اور برجنگ تینوں اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کے بعد اب جنگ کی ابتداء کرنا چاہتے تھے لہذا خواص خان نے فوراً اپنے گھوڑے کو موڑا اسے سخت ایڑ لگائی اور اپنے حصے کے لشکر کی طرف چلا گیا تھا۔

سب سے پہلے جنگ کی ابتداء تکوکسی نے کی تھی وہ سفلی خواہشات اور تپش اور حیوانی جبلتوں کے کھولتے تقاضوں کی طرح جلال خان جالو پر ٹوٹ پڑا تھا اس کے بعد ہیمل بھائی اور برجنگ بھی حرکت میں آئے ہیمل بھائی سامنے کی طرف سے ظلم و جور کے ہجوم بے پناہ کی طرح خواص خان پر حملہ آور ہوا تھا جبکہ برجنگ اپنے لشکر کو تھوڑا سا حرکت دیتا ہوا خواص خان کے لشکر پر تپش ایز و شرر بیز مغموم ظلمت عصیاں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

خواص خان کے کہنے کے مطابق اس کی طرف سے سب سے پہلے جلال خان جالو نے ہی جوابی کاروائی کی۔ تکوکسی کے حملہ آور ہونے کے بعد جلال خان جالو نے اپنا رنگ دکھانے کا عزم کیا زوردار آوازوں میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے جلال خان جالو نے رات کے اترتے اندھیرے میں پیڑوں پر بسیرا کرنے والے پنچھیوں کے نزول اور درد انگیز کشش کی طرح اپنے لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور پھر یہ حکم دینے کے بعد اس نے لو کے تند گرم جھونکوں جاڑے کی رات میں دھرتی پر چھاتی کالی رات کی طرح تکوکسی اور اس کے لشکر پر جان لیوا حملے شروع کر دیئے تھے۔

ادھر خواص خان نے بھی بڑی مہارت' بڑی جراتمندی' بڑی دلیری' بڑی شجاعت

اور بہترین جنگی تجربے کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہیمل بھائی اور برجنگ کے حملوں کو روک دیا تھا۔ خود وہ ہیمل بھائی کے مقابلے پر رہا جبکہ اپنے لشکر کا ایک حصہ اس نے برجنگ کی راہ روکنے کے لئے مختص کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک دونوں کے حملوں کو روک کر خواص خان اچانک دھواں دھار اور غیض و غضب میں ڈوبی آوازوں میں تکبیریں بلند کرنے لگا تھا۔ اس کے ایسا کرنے سے اس کے لشکری بھی اللہ و اکبر کے نعرے لگانے لگے تھے اس موقع پر خواص خان کا چہرہ غصے میں خون سے درخشاں ہو گیا تھا۔ خواص خان کے یوں تکبیریں بلند کرنے پر ہیمل بھائی کا زور کم ہو گیا تھا۔ پھر عجیب سی کید و تدبیر حند و احتیاط سے کام لیتے ہوئے اپنے مخصوص اشاروں کے ذریعے خواص خان نے اپنے لشکر کو سمیٹا پھر ستم و عتاب کی آمد کے مژدے اور تصورات کے گرداب کی طرح وہ فوراً اپنے دائیں ہاتھ مڑا پھر اس نے خواہشوں کی مسافتوں کو سمیٹتے دریا کے خروش و اضطراب' رات کے سرو تابوت میں زائچوں کی بجھارتوں پر موت کی رات بکھیرتی اور جسموں کی دلہیز پر موت کی دستک دیتی مشیت کی سزا و جزا کی طرح برجنگ کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔

خواص خان کا یہ حملہ ایسا ہولناک ایسا اچانک اور ایسا طوفانی تھا کہ برجنگ اس حملے کو برداشت نہ کر سکا اور فوراً پسپا ہوتا ہوا وہ ہیمل بھائی سے جا ملا تھا۔ اس طرح خواص خان نے برجنگ اور ہیمل بھائی دونوں جرنیلوں کو سامنے اکٹھا کر لیا تھا۔ اب وہ دونوں کو یکجا کر کے ان پر موت کی ضرب لگانے کا تہیہ کر چکا تھا۔

ہیمل بھائی اور برجنگ دونوں اپنے لشکر کو یکجا کرنے کے بعد ابھی سنبھل بھی نہ پائے تھے کہ خواص خان نے اپنی پوری طاقت اپنی پوری قوت سے ان دونوں پر حملہ کر دیا تھا۔ خواص خان کے اس نئے حملے میں رتھوں کی گڑگڑاہٹ جیسی خوفزدگی' ہاتھیوں کے قدموں کی دھمک' الفاظ کے طلسم جیسی تازگی' نغموں کی جلترنگ سی شادابی' راتوں کے رازدار چاند جیسا اسرار اور زمان و مکان سے ماورا جذبوں جیسی رفعت تھی۔

خواص خان کے یوں حملہ آور ہونے پر میدان ہونکتے جنگل' گونگی منطق کی سی صورت اختیار کر گیا تھا۔ مقدر کی نحوست' بدشگونی مہریں ثبت کرنے لگی تھی۔ خواص

خان اور اس کے لشکری بڑی تیزی کے ساتھ دیمک کی طرح دشمن کے لشکر کو چاٹتے اور چنگھاڑتی برہنہ بجلیوں کی طرح نزول کرتے ہوئے ان کی تعداد کم کر رہے تھے۔

جودھپور سے باہر کھلے میدانوں میں کافی دیر تک ہولناک جنگ ہوئی۔ راجہ مالدیو کے جرنیل تلوکسی' بیمل بھائی اور برجنگ نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ خواص خان اور اس کے لشکریوں کو پسپا کر کے جودھپور شہر کو بچالیں لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔ جلال خان جالو اب پوری طرح تلوکسی پر چھاتا جا رہا تھا اور کسی بھی لمحے اسے پسپا کرنے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ جبکہ خواص خان نے بیمل بھائی اور برجنگ کو مار مار کر ان کی بری حالت کر دی تھی اور اب بیمل بھائی اور برجنگ میدان جنگ سے فرار ہونے کے مواقع تلاش کر رہے تھے۔

پھر جب آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد تلوکسی' بیمل بھائی اور برجنگ نے اپنے لشکریوں کو سمیٹتے ہوئے شکست تسلیم کرنے کے بعد شہر میں محصور ہونا چاہا تو خواص خان اور جلال خان جالو نے پوری طرح ان کا تعاقب کیا اس تعاقب میں تلوکسی جلال خان جالو کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ جبکہ بیمل بھائی اور برجنگ دونوں خواص خان کی تلوار کا شکار ہو گئے تھے۔ خواص خان اور جلال خان جالو نے مل کر ان تینوں جرنیلوں کے سارے لشکر کا صفایا کر دیا تھا۔

جودھپور کے اندر جس قدر حفاظتی لشکر تھا وہ چونکہ میدان جنگ میں مارا جا چکا تھا اور اس کے لشکر کے تینوں جرنیل تلوکسی' بیمل بھائی اور برجنگ بھی موت کے گھاٹ اتارے جا چکے تھے لہٰذا جودھپور میں اب کوئی ایسا لشکر نہ تھا جو خواص خان اور جلال خان جالو کے سامنے شہر کا دفاع کر سکتا۔ لہٰذا شہر کے لوگوں نے اس بے بسی اور لاچارگی کی حالت میں آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد شہر کے دروازے کھول دیئے یوں خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ جودھپور شہر میں داخل ہوا اور شہر پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔

○===○===○

خواص خان نے چند روز تک جودھپور شہر میں قیام کر کے وہاں کے نظم و نسق کو پنے مزاج کے مطابق درست کیا۔ وہاں اپنی طرف سے ایک حاکم مقرر کیا۔ پھر وہ ھپور سے سیوان کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں راجہ مالدیو نے پناہ لے رکھی تھی۔ دھپور کے لشکریوں کا خیال تھا کہ جب جودھپور شہر سے باہر نکل کر وہ خواص خان ساتھ ٹکرائیں گے تو سیوان سے نکل کر راجہ مالدیو خواص خان کی پشت کی طرف حملہ آور ہو گا اس طرح اس دو طرفہ حملے سے خواص خان کو مار بھگانے میں یاب ہو جائیں گے۔ لیکن انہیں مایوسی رہی۔ راجہ مالدیو خود سیوان ہی میں مقیم ۔ جبکہ جودھپور کے لشکر کو بدترین شکست دے کر خواص خان نے جودھپور پر قبضہ لیا تھا۔

راجہ مالدیو خواص خان کی شجاعت اس کی سرفروشی کو خوب جانتا تھا لہٰذا اس نے چپور سے باہر خواص خان سے ٹکرانے کا خطرہ مول نہیں لیا اور اپنے لشکر کے وہ سیوان ہی میں مقیم رہا۔ ادھر خواص خان چند روز تک جودھپور میں قیام نے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ نکلا اور سیوان کی طرف روانہ ہوا۔ سیوان کی اپنی روانگی سے پہلے اس نے جاسوس بھی آگے پھیلا دیئے تھے تاکہ وہ دور دور پھیل کر دشمن سے متعلق بروقت اسے اطلاعات فراہم کریں۔

سیوان میں راجہ مالدیو کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ شیر شاہ سوری کا سپہ سالار اعلیٰ خواص خان جودھپور سے نکل کر اب اس کی سرکوبی کے لئے سیوان کی طرف روانہ ہو چکا ہے۔ یہ خبر سننے کے بعد خواص خان کو روکنے اور اسے پسپا کرنے کے لئے راجہ مالدیو نے ایک قدم اٹھایا۔

وہ اس طرح کہ ایک لشکر اس نے سیوان سے روانہ کیا۔ اس لشکر کے سالار رام داس دلپت اور گوکل تھے۔ پھر اس نے گوکھند کی طرف قاصد بھجوائے اور گوکھنڈ میں جو اس کا سالار اعلیٰ تھا اور جس کا نام روپسی بانٹی تھا اسے حکم دیا کہ وہ بھی گوکھند سے ایک لشکر تیار کرے اور خواص خان کی راہ روکے۔ پوکھرن میں راجہ مالدیو کے جرنیل روپسی بھائی نے اپنے ساتھ جرنیل بنی داس کے ساتھ مل کر ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا تاکہ خواص خان کی راہ روکی جائے۔

اسی طرح راجہ مالدیو نے پھلودی شہر کی طرف بھی اپنے قاصد بھجوائے۔ پھلودی شہر میں جو راجہ مالدیو کا سالار اعلیٰ دھنا بھائی تھا' اسے بھی راجہ مالدیو نے لشکر تیار کر کے خواص خان کی راہ روکنے کا حکم دیا۔ اس طرح پھلودی شہر سے دھنا بھائی نے بہت بڑا لشکر تیار کر لیا تھا۔

اب پھلودی کے حاکم دھنا بھائی نے پوکھرن میں جمع ہونے والے پانچوں جرنیلوں سے صلاح و مشورہ کیا۔ یہ پانچ جرنیل روپسی بھائی' بنی داس' رام داس' دلپت اور گوکل تھے۔ سب میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد یہ طے پایا کہ دھنا بھائی اپنے لشکر کے ساتھ پھلودی شہر سے باہر قیام کرے۔ جبکہ روپسی بھائی' بنی داس' رام داس' دلپت اور گوکل پوکھرن شہر کے باہر اپنے لشکر کے ساتھ قیام کریں اور جب خواص خان وہاں سے گزرے تو رات کی تاریکی میں دونوں طرف سے اس پر حملہ کر دیں۔ یہ ایک بہترین طریقہ جنگ تھا جو ان سارے جرنیلوں نے ترتیب دیا تھا۔ اس لئے کہ جودھپور کی طرف سے سیوان کی طرف جاتے ہوئے جس شاہراہ کو خواص خان نے استعمال کرنا تھا وہ پھلودی اور گوکھنڈ شہر کے بیچ میں سے ہو کر گزرتی تھی۔ لہٰذا اب یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ پھلودی کی جانب سے دھنا بھائی اور گوکھنڈ کی طرف سے باقی پانچ جو جرنیل خواص خان پر حملہ آور ہو کر اسے شکست دیتے ہوئے اس کا خاتمہ کرنے کی

...شش کریں گے۔

ادھر راجہ مالدیو کے سارے جرنیل آپس میں مل کر خواص خان کے خلاف ایک
...مات اور جال تیار کر چکے تھے ادھر خواص خان کو بھی یہ ساری خبریں اس کے
...سوس پہنچا چکے تھے لہٰذا خواص خان کچھ اس طریقے سے پھلودی اور گوکھنڈ کی طرف
...کر رہا تھا کہ وہ رات کے وقت ان دونوں علاقوں کے نزدیک پہنچے پھر ایک رات
...شہر کے باہر خون کا ایک انقلاب اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ اس طرح کہ ایک روز آدھی رات کے قریب جبکہ راجہ مالدیو کے جرنیل دھنا
...نے پھلودی شہر کے باہر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ خواص خان اپنے
...کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ دھنا بھائی امید بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یوں راستہ بدلتے
...خواص خان اچانک اس پر شب خون مارنے کی کوشش کرے گا۔ لہٰذا وہ اور اس
...لشکری غفلت کی گہری نیند سوئے ہوئے تھے اسی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے
...خان آزادی کے تڑپتے ہوئے جذبے' صدیوں پرانی درد بھری میٹھی یادوں' نفس
...لت و پستی طاری کر دینے والے زندگی کے مصائب بھرے طوفان کی طرح دھنا
...حملہ آور ہو گیا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے خواص خان رات کی تاریکی میں دھنا بھائی اور اس کے لشکریوں پر
...سی کے سایوں' اندھیری رات کی پرچھائیوں' شب و روز کی گردشوں' سرمائی
...وں کی المناک سسکیوں کی طرح چھانا شروع ہو گیا تھا۔ پھر لمحوں کے اندر اپنے
...ون کو کامیاب کرتے ہوئے دھنا بھائی اور اس کے لشکریوں کی حالت خواص خان
...لت و پستی کے کفن اور خوابوں کی حقیقت جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔ رات کی
...میں دھنا بھائی کو خواص خان کے ہاتھوں بدترین شکست ہوئی اور شکست اٹھانے
...دھنا اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ پلودی شہر کی طرف بھاگا تھا۔ لیکن خواص
...نے دھنا بھائی کی اس کوشش کو بھی ناکام بنا دیا کہ شہر کی طرف جانے والا راستہ
...نے روک دیا۔ مجبوراً" دھنا بھائی اپنے بچے کھچے لشکریوں کے ساتھ پوکھرن کی
...عاگا جہاں اس کے باقی پانچ جرنیل ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ قیام کئے
...تھے۔

پر شاید اس معاملے میں بھی کامیابی دھنا بھائی کی قسمت میں نہ لکھی تھی اس لئے کہ خواص خان نے غلام بنانے کی خواہش' سورج کی سرخ آگ اور خوفناک اندھی قوت کی طرح دھنا بھائی کا تعاقب کیا اس تعاقب کے دوران خواص خان نے نہ صرف یہ کہ دھنا بھائی کے سارے لشکر کا خاتمہ کر دیا بلکہ دھنا بھائی کو بھی اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس طرح شب خون مارتے ہوئے خواص خان نے پھلودی شہر کے باہر دھنا بھائی کے لشکر کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا تھا اور کسی کو کان و کان خبر تک نہ ہونے دی تھی۔

پھلودی سے باہر دھنا بھائی اور اس کے لشکریوں کا مکمل طور پر خاتمہ کرنے کے بعد خواص خان جلال خان جالو کے ساتھ اپنے لشکریوں کو لے کر پوکھرن کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اس کے جاسوس اس کی رہنمائی کر رہے تھے۔ پوکھرن کے باہر راجہ مالدیو کے پانچ بڑے بڑے جرنیل ایک لشکر کو لئے گھات میں بیٹھے تھے تاکہ جب پھلودی اور پوکھرن کے درمیان خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ گزرے تو اچانک اس پر حملہ کر دیں لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ خواص خان نے اچانک راستہ بدل کر دھنا بھائی پر حملہ کر کے اس کا خاتمہ کر دیا ہے۔

رات کی تاریکی میں خواص خان گھٹا ٹوپ اندھیرے میں روشنی کی ایک انمول کرن' عمودی چڑھائی سے گرتی شور مچاتی آبشار اور درے سے نکل کر بل کھاتے راستوں کے کھوج اور تجسس کی طرح پوکھرن کی طرف بڑھا تھا۔ خیمہ و خرگاہ کو بھسم کر دینے والے کسی کیمیا گر کے عزم و استقلال کی طرح وہ اپنے لشکر کے ساتھ پوکھرن کے قریب آیا پھر ان پانچوں جرنیلوں کے متحدہ لشکر پر خواص خان اور جلال خان جالو نے تصویروں کے نقوش مٹاتے عناصر کی غضبناکی' دیواروں کی عظمت و شان مٹی میں ملا دینے والی ہولناک ابتلا اور جور و ظلم کی زنجیریں کاٹ دینے والے عبدیت کے رمول کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

رات کے پچھلے پہر میں خواص خان کا یہ شب خون ایسا ہی زوردار' اچانک اور زبردست تھا جیسا اس نے پھلودی کے باہر دھنا بھائی کے لشکر پر مارا تھا۔ پوکھرن کے باہر بھی رات کی تاریکی میں ہولناک جنگ ہوئی اس جنگ میں باری باری راجہ

لدیو کے پانچوں جرنیل یعنی روپسی بھٹ' بنی داس' رام داس' دلپت اور گوگل خواص ان اور جلال خان جالو کے ہاتھوں مارے گئے ساتھ ہی ان دونوں نے ان پانچوں زنیلوں کے سارے لشکر کا بھی قلع قمع کر دیا تھا۔ یوں پھلودی اور پوکرھن میں راجہ لدیو کے سارے جرنیلوں اور ان کے لشکروں کا خاتمہ کرنے کے بعد خواص خان اور لال خان جالو بڑی تیزی سے سیوان کی طرف بڑھے تھے جہاں راجہ مالدیو نے قیام کر رکھا تھا۔

راجہ مالدیو کو جب خبر ہوئی کہ خواص خان نے اچانک پھلودی اور پوکھرن پر ایک شب خون مار کر سارے لشکریوں اور جرنیلوں کا صفایا کر دیا ہے تو وہ بدحواس ہو کے رہ گیا تھا خواص خان کا اس پر ایسا رعب دبدبہ اور خوف طاری ہو گیا تھا کہ وان سے باہر نکل کر خواص خان کا مقابلہ کرنے کے بجائے وہ سیوان سے اپنے لشکر لے کر بھاگ نکلا اس کے بھاگنے کی خبر خواص خان کو بھی ہو چکی تھی لہٰذا وہ بڑی ی سے آگے بڑھا اور بغیر کسی مزاحمت اور وقت کے اس نے سیوان شہر پر قبضہ کر تھا۔

دوسری جانب شیر شاہ سوری اپنے حصے کے آدھے لشکر کے ساتھ سامیل سے ر کی طرف روانہ ہوا تھا راستے میں سوجت اور پالی شہر پر بغیر کسی مزاحمت کے قبضہ ا ہوا شیر شاہ سوری اجمیر پہنچ گیا۔

اجمیر کا قلعہ کافی مستحکم اور پائیدار تھا جس کی حفاظت کے لئے وہاں کافی فوج اور موجود تھی قلعے کا کمانڈار شنکر بھائی نام کا ایک راجپوت تھا جو راجپوتوں میں انتہائی سورما اور جنگجو سردار خیال کیا جاتا تھا۔

شیر شاہ سوری کو بھی سیوان پر حملہ آور ہوتے ہوئے خبر ہو گئی تھی کہ خواص نے مالدیو کو وہاں سے مار بھگایا ہے ادھر سیوان سے بھاگتے ہوئے راجہ مالدیو کو ئی کہ شیر شاہ سوری نے اجمیر کا محاصرہ کر رکھا ہے لہٰذا اس نے یہ تہیہ کیا کہ کے وقت وہ شیر شاہ سوری پر شب خون مارے گا اس طرح اسے اجمیر شہر پر سے رہ اٹھانے پر مجبور کر دے گا اور خود اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اجمیر میں محصور شیر شاہ سوری کا مقابلہ کرے گا۔

راجہ مالدیو کے ان ارادوں کی خبر شیر شاہ سوری کے جاسوس بھی شیر شاہ سوری کو پہنچا چکے تھے لہٰذا جو لشکر شیر شاہ سوری کے پاس تھا اسے اس نے مزید دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اس نے اپنے بیٹے عادل خان کی سرکردگی میں دیا اور اسے اجمیر شہر کا محاصرہ جاری رکھنے کا حکم دیا۔ جبکہ لشکر کے دوسرے آدھے حصے کے ساتھ شیر شاہ سوری راجہ مالدیو کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔

راجہ مالدیو کی خوش قسمتی کہ جس وقت شیر شاہ سوری اس کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ سروہی سے اس کا ماموں دیورا چوہان بھی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اس کی مدد کے لئے پہنچ گیا دونوں ماموں بھانجوں نے مل کر آپس میں صلاح و مشورہ کیا اس کے بعد جس شاہراہ پر شیر شاہ سوری ان کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا اس شاہراہ سے چار چار میل پیچھے ہٹ کر طے یہ پایا کہ جب شیر شاہ سوری اس شاہراہ پر سے گزرے تو ایک طرف سے راجہ مالدیو کا ماموں دیورا چوہان شیر شاہ پر ٹوٹ پڑے اور دوسری سمت سے خود راجہ مالدیو حملہ آور ہو اس طرح شیر شاہ سوری کو بچ کر نہ جانے دیا جائے۔

ادھر شیر شاہ سوری بھی بڑا دانشمند بڑا محتاط حکمران تھا اس کے جاسوس چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے اور اس کے جاسوسوں نے خبر کر دی تھی کہ جس شاہراہ پر شیر شاہ سوری سفر کر رہا ہے چند میل آگے دیورا چوہان اور مالدیو گھات لگائے بیٹھے ہیں شیر شاہ سوری نے احتیاط برتتے ہوئے کچھ اس طرح سفر کیا کہ وہ رات کے وقت اس جگہ پہنچا جہاں دونوں ماموں بھانجوں نے گھات لگائی ہوئی تھی۔ پھر شاہراہ کے قریب ہی شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کا ایک حصہ گھات میں بٹھا دیا جبکہ خود وہ غم انگیز تباہی کے نزول کی طرح آگے بڑھا پھر اس نے رات کی تاریکی میں پودوں کو ویران کر دینے والے طوفان' خشونت آمیز بجلیوں کی کڑک' خوش بختی کو بدبختی میں بدل دینے والی ظلمت کی پرچھائیوں کی طرح راجہ مالدیو کے ماموں پر حملہ کر دیا تھا۔

جواب میں دیورا چوہان بھی سیاہ دل بخیل کی طوفانی تاختوں' موذی کینہ فطرت انسان کی قوت قاہرہ کی طرح شیر شاہ پر ٹوٹ پڑا تھا۔ پر شیر شاہ کا مقابلہ کرنا اتنا آسان نہ تھا۔ تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد شیر شاہ سوری نے دیورا چوہان کے لشکر کی

حالت دھنسی ہوئی صحرائی ندی کے گدلے پانی کی خشک ہوتی ہوئی دھار جیسی خراب و یاس' انگیز اور بھیڑ کی کھال کی پرانی پوستین جیسی افسردہ کرنا شروع کر دی تھی۔

ادھر راجہ مالدیو کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ شیر شاہ سوری نے اس کے ماموں دیورا چوہان پر حملہ کر دیا ہے لہٰذا وہ اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے شیر شاہ سوری کی پشت پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑھا تھا۔ جوں ہی وہ شاہراہ کے قریب آیا چھوٹا سا وہ لشکر جو شیر شاہ سوری نے شاہراہ کے قریب گھات میں بٹھایا ہوا تھا وہ پہاڑی بھتنوں' ریگستانی بیابانوں کے غول بیابان اور سمندر کی ہیجانی کیفیت کی طرح حرکت میں آیا اور راجہ مالدیو کے لشکر پر اس نے موت کے تلاطم خیز طوفانوں کی طرح پیچ و تاب کھاتے بھنور' خیالی قلعوں کو مسمار کر دینے والی خوفناک زہریلی آوازوں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

شیر شاہ کے لشکر کا یہ حصہ چونکہ تعداد میں بہت تھوڑا اور کم تھا لہٰذا اس نے راجہ مالدیو کے لشکر کے ساتھ جم کر مقابلہ نہیں کیا اور ادھر ادھر ہٹتا ہوا وہ کبھی چھپتا کبھی شبخون مارتا اس طرح رات کے وقت اس نے شاہراہ کے کنارے راجہ مالدیو کو روک کر ایک طرح سے اسے اپنے ساتھ جنگ میں مصروف کر لیا تھا۔ یہی ان کا منشا اور مدعا تھا اور وہ لشکر کا حصہ چاہتا تھا کہ راجہ مالدیو شیر شاہ سوری پر حملہ آور نہ ہو سکے۔ اتنی دیر تک شیر شاہ سوری نے راجہ مالدیو کے ماموں دیورا چوہان اور پورے لشکر کا خاتمہ کر دیا تھا اور پھر جس وقت صبح ہوتے ہی شیر شاہ سوری نے خشمناک فطرت' ریت کے بگولوں اور طوفان بدوش خزاں کی طرح راجہ مالدیو کے لشکر کی پشت کی طرف سے حلہ کیا اس وقت راجہ مالدیو شیر شاہ سوری کے چھوٹے لشکر کا تعاقب کر رہا تھا۔ لمحوں کے اندر شیر شاہ سوری نے راجہ مالدیو کے لشکر کا تعاقب کر کے اسے اجڑی اجڑی منزل' ویران ویران نگر' لہو لہو شہر میں تبدیل کرنا شروع کر دیا تھا۔

شیر شاہ سوری کا وہ چھوٹا سا لشکر جو راجہ مالدیو کے آگے بھاگا تھا اسے جب خبر ہوئی کہ پشت کی جانب سے راجہ مالدیو پر شیر شاہ سوری نے بذات خود حملہ کر دیا ہے اور شیر شاہ سوری نے راجہ مالدیو کے ماموں دیورا چوہان اور اس کے لشکر کا پوری طرح خاتمہ کر دیا ہے تو پھر اس لشکر کے ولولے بھی انتہائی عظیم ہو گئے۔ پھر وہ لشکر

مڑا اور سامنے کی طرف سے اس نے راجہ مالدیو پر خوفناک حملہ کر دیا تھا۔ راجہ مال
زیادہ دیر تک اس دو طرفہ حملہ کو برداشت نہ کر سکا لہٰذا وہ میدان جنگ سے بھاگ
قریب ہی آبو کی پہاڑیوں میں جا کر پناہ گزین ہوا تھا۔

شیر شاہ سوری نے راجہ مالدیو کے ماموں دیورا چوہان کے پڑاؤ پر قبضہ کرنے کے بعد آبو کی پہاڑیوں کا رخ کیا۔ یہاں بھی اس نے راجہ مالدیو پر خوفناک حملے کر شروع کر دیئے۔ راجہ مالدیو نے جب اندازہ لگا لیا کہ اب شیر شاہ سوری کے حملو کے سامنے پہاڑیوں میں چھپے رہنا اس کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو گا تو وہ اپ اس کمین گاہ سے بھی نکل بھاگا۔ اب اس نے سانچور کا رخ کیا۔ سانچور کا قلعہ جودھپور سے جنوب مغرب میں ایک سو بتیس میل اور ایوان سے ستر میل کے فاصلے پر تھا۔ آبو کی پہاڑیوں سے نکل کر شیر شاہ سوری نے سانچور کے بجائے راجہ مالدیو کے شہر جالور کا رخ کیا۔ جو جودھپور شہر سے پچھتر میل جنوب میں واقع تھا۔ ساتھ ہی اس نے خواص خان کی طرف قاصد بھجوائے جو اپنے لشکر کے ساتھ سیوان میں مقیم تھ اور شیر شاہ سوری نے اسے کہلا بھیجا کہ اپنے لشکر کے ساتھ سیوان سے نکل کر سانچور میں مالدیو پر حملہ آور ہو جائے۔ شیر شاہ سوری کا یہ پیغام ملتے ہی خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ سیوان سے سانچور کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

شیر شاہ سوری کی غیر موجودگی میں اس کے بیٹے عادل خان نے ابھی تک اجمیر شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ جب شیر شاہ سوری مالدیو اور اس کے ماموں دیورا چوہان سے نپٹنے کے لئے اجمیر سے چلا گیا۔ تب اجمیر میں جو راجہ مالدیو کا بہترین سالار اور جرنیل تھا اور جس کا نام شنکر بھائی تھا اس کے حوصلے کچھ بڑھ گئے کہ وہ عادل خان پر حملہ آور ہو کر اسے شکست دے سکتا ہے۔

شنکر بھائی نے یہ بھی خیال کیا کہ شیر شاہ سوری کا بیٹا عادل خان اس کی طرح جنگ کا تجربہ اور مہارت نہیں رکھتا ہو گا لہٰذا اگر وہ اجمیر شہر سے باہر نکل کر عادل خان پر حملہ آور ہو اور اسے شکست دے کر بھگا دے تو اس طرح راجہ مالدیو کے وہ لشکری جو شیر شاہ سوری کے حملوں کی وجہ سے دل شکستہ اور ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں ان کے حوصلے کسی قدر بلند ہوں گے اور وہ ایک جگہ جم کر شیر شاہ سوری سے جنگ کرنے

کے لئے اجمیر کا رخ کریں گے۔

اس خیال کے تحت عادل خان پر شب خون مارنے کے لئے شنکر بھائی خزاں رت میں کالے کوسوں کی پرہول رات کی طرح اجمیر شہر کے قلعے سے نکلا پھر خوفناک خاموشی میں الاؤ کی دھکتی آگ اور بے لگام گھمنڈ کی طرح شیر شاہ سوری کے بیٹے عادل خان پر اس نے حملہ کر دیا تھا۔

عادل خان ایک دلیر' دبنگ اور شجاع انسان تھا۔ وہ کسی بھی لمحہ شنکر بھائی کے غیر متوقع حملے کی امید رکھتا تھا لہٰذا اس نے شنکر بھائی کے اس اچانک حملے کو کسی شعلے برساتے سانڈ کی طرح روک دیا تھا۔ پھر عادل خان نے طوفانی عفریت' طاقت و جبروت کی اداس رت اور بے کنار صحرا کے سرابوں کی طرح شنکر بھائی پر جوابی حملے شروع کر دیئے تھے۔

تھوڑی دیر تک اجمیر شہر سے باہر کھلے میدانوں میں شور جانفروشاں بلند ہوتا رہا۔ ہتھیار سلاسل کی طرح بجتے رہے۔ جنگجو لہو سے سجتے رہے۔ آنکھوں کی برہمیاں' چہروں کی بے زاریاں' لہو لہو خون خون ہوتی چلی گئیں۔ کافی دیر تک گھمسان کا رن پڑا۔ یہاں تک کہ عادل خان نے شنکر بھائی کو بدترین شکست دی۔ شنکر بھائی نے بھاگ کر اجمیر کے قلعے میں داخل ہونا چاہا لیکن عادل خان نے کچھ اس خونخواری سے تعاقب کیا کہ اس تعاقب میں اس نے شنکر بھائی کو بھی تہہ تیغ کر دیا اور اس کے سارے لشکر کا خاتمہ کر دیا۔ یوں شیر شاہ سوری کی غیر موجودگی میں اس کے بیٹے عادل خان نے اجمیر پر قبضہ کر لیا تھا۔

خود شیر شاہ سوری خواص خان کو راجہ مالدیو کے تعاقب میں سانچور کی طرف جانے کا حکم دینے کے بعد جالور کی طرف بڑھا تھا۔ جالور میں بھی راجہ مالدیو کا ایک بہت بڑا لشکر تھا۔ جب اس لشکر کو خبر ہوئی کہ شیر شاہ سوری جالور پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے تو اس لشکر نے اپنی طرف سے بڑی جراتمندی کا اظہار کرتے ہوئے جالور شہر سے باہر نکل کر شیر شاہ سوری کا مقابلہ کیا۔ لیکن ان میں شیر شاہ سوری اور اس کے لشکریوں جیسا حوصلہ اور جراتمندی نہ تھی۔ جالور شہر سے باہر شیر شاہ سوری دشمن پر کہربار سوچوں کی لہروں' اندھیری راتوں کی خاموشی میں اندیشوں

کی طغیانی کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ جالور شہر کے باہر شیر شاہ سوری اور دشمن کے لشکر کے درمیان یہ جنگ تاریخ کا سرمایہ بننے والے ایک حادثے کی صورت اختیار کر گئی۔ شیر شاہ سوری نے وقت کی رفتاری میں تاریخ کا بہترین کردار ادا کرتے ہوئے اس لشکر کو بدترین شکست دی۔ لشکر کے اکثر حصے کا اس نے قلع قمع کر دیا اور جالور پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔

اتنی دیر تک خواص خان بھی اپنے لشکر کے ساتھ سانچور پہنچ چکا تھا۔ راجہ مالدیو نے اپنے لشکر کے مرکزی حصے کے ساتھ وہیں قیام کر رکھا تھا۔ پہلے راجہ مالدیو کو جب خبر ہوئی کہ تعاقب میں خواص خان سانچور کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے تو اس نے سانچور سے بھی بھاگ کر کہیں پناہ لینے کا ارادہ کیا۔ لیکن سانچور کے سرکردہ لوگوں کے علاوہ خود اس کے لشکر کے بھی سالاروں نے اسے مشورہ دیا کہ کب تک وہ خواص خان اور شیر شاہ سوری کے آگے بھاگتا رہے گا اس کے سالاروں نے اس کے یہ تجویز پیش کی کہ وہ ایک بار کھل کر شیر شاہ سوری کے سالار اعلیٰ کے مقابل آئے اور اگر اس جنگ میں مالدیو کو شکست ہوتی ہے تو مالدیو کا کچھ نہیں جائے گا کیونکہ ماضی میں بھی اسے کئی ایک شکستیں ہو چکی ہیں اور اگر میدان جنگ میں راجہ مالدیو خواص خان کو شکست دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس کے بے انتہا فوائد ہوں گے۔

وہ اس طرح کہ لوگوں کے ذہنوں سے یہ بات مٹ جائے گی کہ شیر شاہ سوری کا سالار اعلیٰ خواص خان ناقابل تسخیر ہے اور اس فتح کا دوسرا فائدہ یہ ہو گا کہ اب تک مسلسل شکستوں کے باعث راجہ مالدیو کے لشکریوں کے جو حوصلے ٹوٹ چکے ہیں ایک بار پھر شیر شاہ سوری کے لشکریوں سے جنگ کرنے کا ایک نیا اور انوکھا ولولہ پیدا ہو گا۔ راجہ مالدیو نے اپنے سالاروں کی اس تجویز کو تسلیم کر لیا اور اس نے سانچور شہر سے باہر نکل کر خواص خان کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

راجہ مالدیو کو جب خبر ہوئی کہ خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ سانچور شہر سے قریب پہنچ گیا ہے تب وہ سانچور کے قلعے سے بے تاب امنگوں کے جنوں، موت و بھوک کے سایوں کے ہجوم کی طرح نکلا اور تیغ پر اترنے والے کسی فرعون کی طرح خواص خان کے لشکر کی راہ روک کھڑا ہوا خواص خان ایسے حادثے اپنی زندگی میں بے

شمار دیکھ چکا تھا لہذا جب راجہ مالدیو نے سانچور شہر سے باہر نکل کر اس کی راہ روکی تو اسے کوئی تعجب اور اندیشہ نہ ہوا راجہ مالدیو نے خواص خان اور اس کے لشکریوں کو دم لینے کی مہلت نہ دی اور وہ صحرائے فنا کے شرر بار بگولوں، درد کے اڑتے ذرات، آسیب زدہ بحر فنا اور فطرت کے کسی باغی کی طرح خواص خان پر حملہ آور ہو گیا تھا دراصل راجہ مالدیو چاہتا تھا کہ خواص خان اور اس کے لشکری چونکہ مسلسل سفر کے باعث تھکے ہارے ہیں اس لئے اگر وہ اچانک ان پر حملہ آور ہو تو اپنے لئے فوائد حاصل کر سکتا ہے لیکن خواص خان ان جرنیلوں میں نہ تھا جو تھکاوٹ کے باعث دشمن کے آگے اپنی گردن خم کر لینے کی ذلت برداشت کر لیں۔

راجہ مالدیو کے اس حملے کے جواب میں خواص خان شب کی گھمبیر سیاہی میں سنگ سنگ اڑتے بادلوں کی دلجمعی اور اجاڑ اجاڑ سرد ٹھٹھرتی رات میں کسی مہر درخشاں کے سکون کی طرح راجہ مالدیو کے حملوں کو روکتا رہا۔

پھر آہستہ آہستہ خواص خان کی حالت اور کیفیت اس دریا کی طرح بدلنے لگی جو لمحہ بہ لمحہ اپنی طغیانی کو بلند سے بلند تر کرتا چلا جا رہا ہو پھر خواص خان نے خیالات کے سمندر اور نزع کی بے صوت حکایات کی طرح اپنے لشکریوں کو آگے بڑھایا اور دفاع سے نکل کر جارحیت اختیار کرتے ہوئے اس نے ماورائے حقیقت ساحرانہ رسم فوق الفطرت تانبے کی تہذیب کے کسی دیوتا اور آندھیوں کے جھکڑوں میں ریت کے بگولوں کی حشر سامانی کی طرح جوابی حملہ کر دیا تھا۔

خواص خان کا یہ حملہ بھی عجیب و غریب تھا دشمن پر طوفانی ضربیں لگانے کے ساتھ ساتھ وہ بلند آوازوں میں تکبیریں بھی بلند کرتا جا رہا تھا اور یہ ہی کیفیت اور حالت اس کے لشکریوں کی بھی تھی۔ ان بلند ہونے والی تکبیروں سے یوں لگتا تھا جیسے فضا کے سہمے لمحات میں وقت کی گردش تھم جائے گی یا حیرت کدے کے لرزاں عالم میں نبض ہستی ہی رک جائے گی اور ساز حیات ٹوٹ گریں گے۔ خواص خان کے ان جوابی حملوں میں ایسا زور ایسا بھیانک پن تھا کہ اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے راجہ مالدیو اور اس کے لشکریوں کے پاؤں تلے سے گویا زمین کھینچ کر رکھ دی تھی لمحہ بہ لمحہ اب وہ آہوں کے سفنوں اور جان کنی کے لمحات کی طرح راجہ مالدیو کے لشکریوں پر

چھانے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سانچور شہر سے باہر راجہ مالدیو کو خواص خان کے ہاتھوں بدترین شکست ہوئی خواص خان نے راجہ مالدیو کے لشکر کے آدھے سے زیادہ حصے کو موت کے گھاٹ اتار دیا جبکہ خود راجہ مالدیو سرائے راجپوتانہ کے گم نام علاقوں کی طرف بھاگ کر روپوش ہو گیا تھا۔ اب وہ ایک طرح سے شیر شاہ سوری اور خواص خان کے لئے بے ضرر ہو گیا تھا راجہ مالدیو کو شکست دینے کے بعد خواص خان نے آگے بڑھ کر سانچور شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔

اتنی دیر تک شیر شاہ سوری نے جالور شہر پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اب اس کا رخ سانبھر اور کچاون شہروں کی طرف تھا۔ یہ دونوں ریاست جودھپور کے چھوٹے شہروں میں شمار کئے جاتے تھے کچاون جودھپور سے 128 میل شمال مشرق میں اجمیر سے پچاس میل مشرق میں واقع تھا اور سانبھر اس کے نزدیک ہی تھا۔

سانبھر اور کچاون کا یہ علاقہ عسکری نقطہ نظر سے بہت اہم تھا اس لئے کہ یہ اجمیر، امبر اور شیخا وائی کو مارواڑ سے جوڑتا تھا راجہ مالدیو کی عمل داری پر حملہ آور ہونے کی مہم کے شروع میں شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ آگرہ سے کچاون اور سانبھر کو چھوڑ کر ایک طرف نکل گیا تھا اب راجہ مالدیو کے سارے علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے اپنی توجہ کچاون اور سانبھر کی طرف دی تھی دونوں شہروں کے باہر شیر شاہ سوری کی تھوڑی بہت مزاحمت ہوئی پر شیر شاہ سوری نے ہر قوت کو جو اس کے سامنے آئی تہہ تیغ کر دیا اور پھر اس نے سانبھر اور کچاون دونوں شہروں پر قبضہ کر لیا تھا۔

ان شہروں پر قبضہ کرنے کے بعد شیر شاہ سوری سانچور شہر میں خواص خان سے آن ملا اب شیر شاہ سوری کے سامنے تین بڑے شہر تھے ایک چتوڑ دوسرا کالنجر اور تیسرا بھاٹہ سب سے پہلے شیر شاہ سوری نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ مشہور و معروف قدیم اور تاریخی شہر اور مضبوط قلعے چتوڑ کا رخ کیا۔

چتوڑ کا راجہ ان دنوں اودھے سین تھا اسے جب خبر ملی کہ شیر شاہ سوری اپنے

متحدہ لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے چتوڑ کی طرف پیشقدمی کر رہا ہے تو وہ بڑا فکرمند ہوا اس نے اپنے سالاروں اور اپنے مشیروں سے صلاح و مشورہ کیا اور سب نے راجہ اودھے سین کو یہ ہی مشورہ دیا کہ شیر شاہ سے جنگ کرنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے لہٰذا اس کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کر لی جائے۔

چتوڑ کے راجہ اودھے سنگھ نے اس تجویز کو پسند کیا لہٰذا شیر شاہ سوری اپنے لشکر کے ساتھ جس وقت چتوڑ سے بارہ میل کے فاصلے پر تھا تو راجہ اودھے سنگھ شیر شاہ سوری کی خدمت میں حاضر ہوا اور چتوڑ کے شہر پناہ کی کنجیاں اس نے شیر شاہ سوری کے حوالے کر دیں اس طرح چتوڑ پر بغیر لڑے شیر شاہ سوری کا قبضہ ہو گیا تھا۔

○===○===○

راجپوتانہ کی تسخیر مکمل کرنے کے لئے شیر شاہ سوری کے سامنے صرف بندھیل کھنڈ کا علاقہ باقی رہ گیا تھا۔ بندھیل کھنڈ میں دو بڑے شہر پڑتے تھے ایک کالنجر دوسرا بھاٹہ۔ اب شیر شاہ سوری نے انہی دونوں شہروں کو فتح کرنے کا عزم کیا۔

بندھیل کھنڈ کی تسخیر کے لئے شیر شاہ سوری اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ سانچور سے پہلے کھوراہہ آیا یہاں اس نے قیام کیا کھوراہہ کو اس نے اپنے لشکر کا مرکز قرار دیا یہاں اس نے خوراک کے ذخائر جمع کئے تاکہ کالنجر پر حملہ آور ہونے کے دوران کھوراہہ سے اسے اپنے لشکر کے لئے خوراک اور دیگر ضرورت کا سامان مہیا ہوتا رہے اسے اپنے لشکر کے لئے خوراک اور دیگر ضرورت کا سامان مہیا ہوتا رہے سارے انتظامات مکمل کرنے کے بعد شیر شاہ سوری بندھیل کھنڈ کے دونوں بڑے شہروں یعنی کالنجر اور بھاٹہ پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر گیا تھا۔

بندھیل کھنڈ ایسا علاقہ تھا جہاں بارش کم ہوتی تھی وہاں آمد و رفت کے ذرائع بھی بہت مشکل اور کم ہی تھے۔ زراعت کی حالت بھی یہاں قابل رحم تھی کوئی بھی کاشتکار امن و چین سے یہاں اپنے لئے روزی نہیں کما سکتا تھا۔ نہ ہی اپنی فصل پرامن طور پر کاٹ سکتا تھا جب تک اس کو کسی ڈاکو یا لٹیرے کا سہارا نہ ہو بندھیل کھنڈ کی طبعی بناوٹ اونچی نیچی پہاڑیوں کی ڈھالوں پر ناقابل عبور جنگل اور گھاٹیاں

تھیں اور یہ تمام چیزیں مجموعی طور پر ایک کاہل اور ایماندار شخص کو بھی ڈاکو بننے کی ترغیب دیتی تھیں۔

اس کے علاوہ بندھیل کھنڈ جھیلوں کا علاقہ تھا جس میں قدرتی اور مصنوعی دونوں قسم کی جھیلیں تھیں انہی جھیلوں پر وہاں کی زراعت کا دارومدار تھا اور یہی ان کے مویشیوں اور آدمیوں کے لئے پانی کا ذریعہ تھیں سیلاب اکثر آتا تھا مگر جلد پانی اتر جاتا تھا زمین خشک اور پیاسی رہ جاتی تھی۔ چنانچہ بندھیل کھنڈ میں بسنے والے بندھیلوں کی جسمانی اور دماغی طاقت اس بات میں لگی رہتی تھی کہ پانی کا ذخیرہ کس طرح جمع کیا جا سکے انہوں نے پہاڑی چشموں پر مسطح بند باندھے ہوئے تھے دشمن کے حملے کے وقت یہ بند ان کی حفاظت کرتے تھے ان کو توڑ کر دشمن کو پانی سے محروم کیا جا سکتا تھا یا دشمن کے لشکر کو رات ہی رات پانی کے سیلاب میں بہایا جا سکتا تھا۔ تمام علاقہ پہاڑی قلعوں اور جنگلات سے بھرا ہوا تھا اور ان قلعوں سے میں کالنجر اور بھاٹہ زیادہ قابل اہم اور ناقابل تسخیر خیال کئے جاتے تھے۔

شیر شاہ سوری نے اپنے لشکر کے ساتھ سب سے پہلے کالنجر کا رخ کیا کالنجر کا قلعہ ایک بلند پہاڑی پر واقع تھا اور یہ پہاڑی سطح سمندر سے تقریباً 1203 فٹ مستقیماً بلند تھی اس کا محیط چار یا پانچ میل کے لگ بھگ تھا۔ کوہستانی سلسلے کی جس چوٹی پر کالنجر کا قلعہ تھا اس کے اردگرد کی دوسری کوہستانی چوٹیوں کے درمیان تقریباً 1200 گز چوڑی ایک خندق تھی جو ناقابل عبور خیال کی جاتی تھی اس کے علاوہ کالنجر کے قلعے کی دیواریں میدان سے عمودی اٹھی ہوئی تھیں جن کی اونچائی لگ بھگ 150 فٹ سے 180 فٹ تھی اور تقریباً ناقابل رسائی تھیں۔

قلعہ کے ہر چار جانب فصیل تھی جو پہاڑیوں کی تلہٹی سے شروع ہو کر اوپر تک جاتی تھی اس فصیل پر چڑھنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی جہاں ایسی قدرتی گنجائش تھی وہاں ایک مزید دیوار بنا دی گئی تھی لہٰذا اس مورچہ بند پہاڑی قلعے تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ تھا اور وہ بھی پہاڑی کی ڈھال پر سے ترچھا ہو کر جنوب مشرق کی سمت پہنچتا تھا۔ یہ راستہ تنگ و ناہموار اور جھاڑیوں سے پر تھا۔

کالنجر کا یہ قلعہ الہ آباد سے شمال مغرب میں تقریباً 100 میل کھوراہہ سے

شمال مشرق میں 38 میل پنہ سے شمال مشرق میں 25 میل اور ریوا شہر سے شمال مغرب میں لگ بھگ 50 میل کے فاصلے پر تھا۔ شیر شاہ سوری جب اپنے لشکر کے ساتھ کالنجر پہنچا تو کالنجر کے قلعے کے قریب ہی ایک بلند جگہ پر اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا پھر وہ کالنجر کے قلعہ کی فصیل کا جائزہ لینے لگا تھا۔

جائزے کے بعد شیر شاہ سوری نے عملی قدم اٹھایا کالنجر کو فتح کرنے کے لئے اس نے وہی طریقہ استعمال کیا جو اس نے رائے سین اور چندیری کے راجہ پورنمل کے خلاف استعمال کیا تھا رائے سین کا محاصرہ کرتے وقت شیر شاہ سوری نے اپنے بیٹے جلال خان کو چندیری کا محاصرہ کرنے کے لئے روانہ کیا تھا تاکہ چندیری سے رائے سین والوں کو کسی قسم کی رسد اور خوراک نہ مل سکے کالنجر میں بھی اس نے یہ ہی طریقہ استعمال کیا۔

خواص خان کے ساتھ مل کر خود شیر شاہ سوری نے تو کالنجر کا محاصرہ کر لیا جبکہ اپنے بیٹے جلال خان کو اس نے بھاٹہ کی طرف روانہ کیا اور جلال خان کو حکم دیا کہ بھاٹہ کا محاصرہ کر کے ہر صورت میں اسے فتح کرنے کی کوشش کرے تاکہ کالنجر کے بند حیلہ راجپوت بھاٹہ کی طرف سے کسی قسم کی امداد رسد یا خوراک کی امید نہ رکھیں اس طرح ان کی امیدیں ٹوٹ جائیں گی اور کالنجر جلد فتح ہو جائے گا۔

بہرحال شیر شاہ سوری نے جلال خان کو بھاٹہ کی طرف روانہ کر دیا جلال خان۔ وہاں پہنچتے ہی شہر کا محاصرہ کر لیا اور چند ہی دنوں کے محاصرے کے بعد اس نے بھاٹہ فتح کر لیا تھا۔

شیر شاہ سوری نے کالنجر کا محاصرہ کرنے کے بعد یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ کالنجر کے قلعہ کی ساخت کچھ ایسی تھی کہ اگر اس پر توپخانہ سے گولہ باری کی جائے تو وہ کارگر ثابت نہ ہو سکتی تھی اس لئے کہ کالنجر کے قلعہ کی فصیل کا اکثر حصہ کوہستانی سلسلے کی چٹانوں کو کاٹ کر بنایا تھا جن پر توپوں کے گولے تقریباً بے اثر ثابت ہوتے تھے۔ لہٰذا یہاں شیر شاہ سوری نے کالنجر کو فتح کرنے کے لئے ایک دوسرا ہی طریقہ اختیار کیا۔

شیر شاہ سوری نے پکی مٹی کے چھوٹے چھوٹے ان گنت برتن تیار کئے ان میں

بارود بھرا اور بارود کے اندر اس نے فیتے لگوا دیئے تھے پھر اپنے لشکریوں کو اس نے حکم دیا کہ ان بارود بھرے برتنوں کے اندر لگے فیتوں کو آگ لگا کر قلعے کے اندر پھینکنا شروع کر دیئے جائیں تاکہ قلعہ کے اندر آبادی پر جب وہ بارود بھرے جلتے ہوئے برتن گریں تو شہر کے اندر آگ لگ جائے اور شہر کے لوگ ہتھیار ڈال کر فرمانبرداری اور اطاعت پر آمادہ ہو جائیں۔

شیر شاہ سوری کا یہ حکم ملتے ہی اس کے لشکری حرکت میں آئے اور بارود بھرے برتنوں کو آگ لگا کر انہوں نے شہر کے اندر بڑی تیزی سے پھینکنا شروع کر دیا تھا جس کے نتیجے میں شہر کے ایک بڑے حصے میں آگ بھڑک اٹھی تھی بدقسمتی سے جس وقت بارود بھرے یہ برتن شہر کے اندر پھینکے جا رہے تھے ایک برتن شہر کی فصیل سے ٹکرا کر واپس بارود بھرے برتنوں میں آن گرا تھا جس سے بارود کے ڈھیر میں آگ لگ گئی شیر شاہ سوری بھی اس وقت وہیں کھڑا تھا لہٰذا شیر شاہ سوری آگ میں جھلس کر رہ گیا کچھ سپاہی جو وہاں کام کر رہے تھے وہ ہلاک ہو گئے شیر شاہ سوری کا آدھا جسم تقریباً جل کر رہ گیا تھا بڑی تیزی سے اسے اٹھا کر اس کے خیمے میں لایا گیا لحہ بہ لحہ شیر شاہ سوری کی حالت نازک سے نازک تر ہوتی چلی گئی تھی۔

شیر شاہ سوری کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا لہٰذا اس نے فوراً خواص خان کو طلب کیا خواص خان بھاگا بھاگا شیر شاہ سوری کے خیمے میں آیا شیر شاہ سوری نے بڑی شفقت بڑی نرمی سے اس کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کیا۔

خواص خان میرے بیٹے میرے فرزند تو نے میرے لئے وہ کام کئے جن کی میں تم سے امید اور توقع رکھتا تھا یوں جانو تم نے میری امیدوں میری توقعات سے بڑھ کر میرا ساتھ دیا اور فتوحات کو یقینی بنایا دیکھ بیٹے جس حادثے کا میں شکار ہوا ہوں شاید وہ حادثہ میری موت کا حادثہ بن جائے یہ بھی ممکن ہے کہ میں اب چند لمحوں کا مہمان ہوں اس لئے کہ موت مجھ سے تانک جھانک کرنے لگی ہے دیکھ بیٹے اس دنیا سے کوچ کرنے سے قبل میری سب سے بڑی اور آخری خواہش یہ ہے کہ کالنجر کی فتح میں اپنی موت سے پہلے سنوں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی ساری دلیری شجاعت کو کام میں لاتے ہوئے کالنجر پر حملہ آور ہو اور اسے فتح کرنے کی کوشش کرو۔

شیر شاہ سوری کے ان الفاظ نے خواص خان کو آگ بگولہ کر دیا تھا چونکہ بارود کے گولے پھینکنے سے شہر کے ایک حصے کو آگ لگ گئی تھی لہٰذا شہر کا محافظ لشکر آگ بجھانے میں مصروف تھا اس موقع سے خواص خان نے پورا فائدہ اٹھایا فصیل کے ایک حصے پر بڑی تیزی سے اس نے رسیوں کی سیڑھیاں پھنکوائی پھر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہ ان سیڑھیوں کے ذریعے کالنجر کی فصیل پر چڑھ گیا تھا بس خواص خان کا کالنجر کی فصیل پر چڑھنا تھا کہ ایک انقلاب اور قیامت برپا ہو گئی جو لشکری بھی اس کے سامنے آیا اسے اس نے تہہ تیغ کر دیا اور لمحوں کے اندر اس نے کالنجر کی فصیل پر قبضہ کر لیا تھا۔

فصیل پر قبضہ کرنے کے بعد خواص خان نیچے اترا اور شہر پناہ کا ایک دروازہ کھول دیا دروازہ کھلتے ہی باقی لشکر بھی شہر میں داخل ہو گیا۔ شہر کے اندر جو حفاظتی لشکر تھا اس نے تھوڑی دیر کے لئے مزاحمت کی پھر خواص خان نے مزاحمت کرنے والے اس سارے لشکر کا خاتمہ کر دیا تھا یوں کالنجر خواص خان کے ہاتھوں فتح ہو گیا تھا کالنجر کی فتح کی خبر جس وقت خیمے میں شیر شاہ سوری کو سنائی گئی تو شیر شاہ سوری نے پہلے کلمہ طیب پڑھا پھر سجدے میں گرتے ہوئے خداوند کا شکر ادا کیا اور اسی دوران اس کی روح اس کے جسم سے پرواز کر گئی تھی۔

○

کملاوتی اور مہاکوی دونوں فدائی خان کے خانہ بدوش قبیلے کے ایک خیمے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں زنجیروں سے اس طرح جکڑا گیا تھا کہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ دونوں باہم گفتگو کر رہے تھے کہ خیمے میں ایک ساتھ خواص خان، گنگا، نیرمل اور فدائی خان داخل ہوئے۔ ان چاروں کو دیکھتے ہوئے کملاوتی دنگ اور پریشان رہ گئی تھی اس نے دیکھا گنگا اپنے خوبصورت اور انتہائی صحت مند بچے کو اٹھائے ہوئے تھی گنگا اور نیرمل کو دیکھتے ہی بے ساختہ کملاوتی کے منہ سے نکل گیا کیا تم دونوں زندہ ہو جواب میں گنگا تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں کملاوتی کی طرف دیکھتی رہی اس دوران کملاوتی کی حالت زندگی و موت، بہار و خزاں، بارش و خشک سالی، بیماری و تندرستی، افزائش و قحط اور فتح و شکست کے تصادم اور کشمکش جیسی ہو کے رہ گئی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر قبر

کی سی خاموشی تھی آنکھوں میں سوزش و اضطراب اور چہرے پر بے چارگی اور تسمیر سی تھی۔

تھوڑی دیر تک غور سے دیکھنے کے بعد گنگا نے اسے مخاطب کیا۔

دیکھ کملاوتی دنیا کی اس زندگی میں نرمی بھی ہے اور سختی بھی نیکی بھی بدی بھی غم اور خوشی بھی سزا و جزا بھی، محبت و نفرت اور اقدام و پسپائی بھی لیکن تو ان سارے جذبوں کو پھلانگ گئی اور تو ہمارے لئے شیطانی قوت بننے کی کوشش کرنے لگی۔ دنیا میں بکھرے ان سارے جذبوں کو انسان راحت و اطمینان اور محبت و چاہت کے وجدان سے جنت بنا سکتا ہے لیکن تو نے ان سارے جذبوں کو فراموش کر دیا۔

تو جب پہلی بار یہاں آئی اور نیرمل کو تو نے اعتماد میں لیا تھا تو تو یہ خیال کرتی تھی کہ نیرمل کو اعتماد میں لینے کے بعد تو میرے شوہر خواص خان کو موت کے گھاٹ اتار دے گی لیکن سن جس روز تو نے نیرمل سے اس موضوع پر گفتگو کی تھی اسی دن ہی نیرمل نے مجھے اور میرے شوہر خواص خان کو سارے حالات سے آگاہ کر دیا تھا اس روز سے میں اور میرا شوہر دونوں دن کو سوتے تھے اور رات کو سوتا بن کر جاگتے تھے اور تم پر نگاہ رکھتے تھے۔ میں نے تمہیں اپنے شوہر کی بیوی بنایا ایسا کر کے میں تم پر احسان کرتے ہوئے تمہارے دل کے اندر اٹھنے والی بدی کو نیکی سے ڈھانک دینا چاہتی تھی میرا خیال تھا میرے شوہر کی بیوی بننے کے بعد تم اسے قتل کرنے کا ارادہ ترک کر دو گی اور اس کی بیوی بن کر اس کی خدمت کرو گی اس طرح میں تمہارے انتقام کو محبت میں بدلنا چاہتی تھی۔

لیکن تو نے ہمیشہ میرے اور میرے شوہر کے خلاف بدی کا منصوبہ بنایا تو نے تریاق کو زہر میں تبدیل کرنے کی کوشش کی تو نے ہم دونوں میاں بیوی کے خلاف شیطان کی ازلی پیکار کا نمونہ پیش کیا تو نے اسی آشیانے کو آگ لگانے کی کوشش کی جس میں تمہیں پناہ دی گئی تھی۔ سن کملاوتی تو نے میرے سر میں سوگ کی راکھ میرے بالوں میں پھول کے بجائے دھول ڈالنے کی کوش کی تو نے مجھے بیوگی کا نشان اور روگ کا عصا بنانا چاہا میں نے تمہیں روح کی پاکیزگی دینا چاہی تو خواہشوں کی گندگی میں پڑی، میں نے تیری روح کو ذلت اور ننگ سے نجات دینا چاہی پر تو اپنے لئے مقاصد

کی حیوانیت کو چنا میں تجھے شہد سا میٹھا بنانا چاہتی تھی پر تو اندرائن جیسی کڑوی ثابت ہوئی یہاں تک کہتے کہتے گنگا خاموش ہو گئی تھی اس سے اس کی نرگسی آنکھوں' گلابی رخساروں اور لالہ گوں ہونٹوں پر غصہ اور غضب ہی غضب تھا۔

گنگا پھر بولی۔

دیکھ کملاوتی تو پریشان ہو گئی کہ تیرے دو ساتھیوں نے مجھے اور نیرمل کو تو قتل کر دیا تھا اور اس قتل کی تمہیں اطلاع بھی کر دی تھی لیکن تیرے علم میں اضافے کے لئے میں یہ بتاؤں کہ مجھے اور خواص خان کے علاوہ نیرمل کو قتل کرنے کے لئے تو نے جو مہاکوی سے دو مسلح قاتل منگوائے تھے انہیں ہمارے آدمیوں نے قتل کر دیا تھا اور ان کی جگہ ہم نے اپنے آدمی تمہاری طرف بھجوا دیئے تھے جو تمہارے چاہنے والے مہاکوی کے آدمی بن کر تم سے ملتے رہے یہ آدمی تم پر کڑی نگاہ رکھتے تھے اس لئے کہ وہ ہمارے خاص آدمی تھے اور انہوں نے تمہیں جھوٹی خبر دی کہ ان دونوں نے قلعہ رہتاس میں میرا اور نیرمل کا خاتمہ کر دیا ہے۔

دیکھ کملاوتی ہم نے کالنجر شہر کو فتح کر لیا ہے اب لشکر یہاں سے واپس سہرام کی طرف کوچ کرے گا اس لئے کہ اس جنگ میں شیر شاہ سوری شہید ہو چکا ہے اور ہم اس کی لاش کو سہرام کی طرف لے جا رہے ہیں تم اور مہاکوی اپنی باقی ماندہ زندگی ان زنجیروں میں ہی جکڑے جکڑے میرے محترم فدائی خان کے خانہ بدوش قبیلے ہی میں بسر کرو گی۔

اس کے بعد گنگا نے اپنا نرم و نازک اور خوبصورت بازو خواص خان کی کمر میں ڈالا اور اسے بڑے پیار سے مخاطب کر کے کہا۔ آیئے اب چلیں۔ اس موقع پر کملاوتی تڑپ سی پڑی اور بڑی بے چینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے گنگا کو پکارا۔

گنگا میری بہن تھوڑی دیر کے لئے رکو میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں اس کے بعد تم جو بھی سزا میرے لئے متعین کرو گی میں اسے بخوشی قبول کر لوں گی۔ خواص خان کے ساتھ گنگا مڑی اور پوچھا کہو کیا کہنا چاہتی ہو کملا جواب میں کہنے لگی۔

دیکھ گنگا تو ایک عظیم عورت ہے میں تیرے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تاہم جو کچھ گناہ اور بدی مجھ سے سرزد ہوئی میں اس کی تم دونوں سے معافی مانگتی ہوں اور

عہد کرتی ہوں کہ آئندہ ایک پرخلوص بیوی کی حیثیت سے میں خواص خان کے ساتھ رہوں گی جو کچھ میں نے کیا مجھے معاف کر دو۔

تمہیں کسی بھی صورت معاف نہیں کیا جا سکتا تمہیں ساتھ رکھنے کا اب مطلب یہ ہو گا کہ تم کسی بھی وقت ہم پر حملہ آور ہو کر میرا اور میرے شوہر کا خاتمہ کر دو یہ الفاظ گنگا نے بڑی غضبناکی میں ادا کئے تھے۔

گنگا ایک بار پھر بولی۔

دیکھ گنگا۔ میری بہن میں تم پر یہ انکشاف کروں کہ میں خواص خان کے بیٹے کی ماں بننے والی ہوں لہٰذا میرے ساتھ ظلم و ستم اور جبر مت کرو گنگا پھر غضبناک ہو کر بولی دیکھ کملاوتی ناگن کا بچہ جوان ہو کر سنپولئے سے زہریلہ ناگ ہی بنے گا اور پھر تم میں یہ بھی انکشاف کروں کہ خواص خان تمہیں طلاق دے چکے ہیں اب تو بخوشی مہاکوی سے شادی کر کے میرے محترم فدائی خان کے اسی خیمے میں زنجیروں میں جکڑی اپنی زندگی بسر کر سکتی ہو۔ اب نہ تمہارا میرے شوہر خواص خان سے کوئی تعلق ہے نہ خواص(1) خان کا تم سے۔ تم آزاد ہو اپنی مرضی اور اپنی خواہش کے مطابق زندگی بسر کر سکتی ہو۔

گنگا کے اس انکشاف پر کملاوتی کی گردن جھک گئی تھی اس نے اپنا سر اپنے دونوں گھٹنوں میں دے لیا تھا پھر وہ سسک سسک کر رونے لگی تھی۔ خواص خان' گنگا' نیرمل اور فدائی خان خیمے سے نکل گئے تھے تھوڑی دیر بعد فدائی خان اپنے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ بنگال کی طرف کوچ کر گیا تھا جبکہ خواص خان اپنے لشکر کے ساتھ شیر شاہ سوری کی لاش لئے سہرام کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

○===○===○

(1) شیر شاہ سوری کے بعد اس کے بیٹے جلال خان نے خواص خان کو اپنے لئے خطرہ خیال کرتے ہوئے اس وقت دھوکہ دہی سے قتل کر دیا جب وہ قرآن مقدس کی تلاوت کر رہا تھا۔ قتل کے بعد اسے دہلی کے لال دروازے کے پاس دفن کیا جا رہا تھا۔ ایسی آندھی آئی کہ دن رات میں بدل گیا۔ پھر زلزلہ آیا اور دہلی کے کئی مکان گر گئے۔ خواص خان کے تقویٰ و پرہیز گاری اور عمدہ اخلاق کی وجہ سے لوگ اسے خلاص خان ولی کہتے تھے۔

ایم الماس ایم اے کا ایک اسلامی تاریخی ناول

خالدؓ بن ولید (سیف اللہ)

خالدؓ بن ولید (سیف اللہ) دنیا کی جنگی تاریخ میں شاید واحد اسلامی سپہ سالار ہیں جنہوں نے کسی جنگ میں بھی شکست نہیں کھائی۔
جنگ موتہ میں انہیں اس وقت سپہ سالاری دی گئی جب مسلمانوں کے تین عظیم جرنیل شہید ہو چکے تھے۔ صرف تین ہزار کا اسلامی لشکر دو لاکھ رومیوں کے گھیرے میں آیا ہوا تھا۔ مگر وہ اپنی بے مثل شجاعت اور جنگی حکمت عملی سے پورے لشکر کو رومیوں سے چھڑا لائے اور آنحضور ﷺ سے سیف اللہ کا خطاب پایا۔
بڑا سائز عمدہ طباعت قیمت صرف 300-00 روپے۔

سیف الجہاد سلطان صلاح الدین یوسف کی داستان جہاد
جناب قمر اجنالوی کا ایک مستند تاریخی ناول

سُلطان

قمر اجنالوی

سلطان صلاح الدین تاریخ کا ہر دلعزیز کردار ہے۔ وہ اپنے وقت کا ایک بڑا فاتح اور ایک عظیم مجاہد اسلام کا سچا فرزند تھا جس نے یورپ کے چھ لاکھ حملہ آوروں کے خلاف اپنے مٹھی بھر سپاہیوں کے ساتھ جنگ لڑی اور یورپ پر ایشیائی برتری ثابت کر دی۔ عیسائی دُنیا آج بھی صلاح الدین کے نام سے ڈرتی ہے۔ اس نے فلسطین کی صلیبی سلطنت کی طنابیں کاٹ دیں اور بیت المقدس پر پھر اسلامی پرچم لہرا دیئے 700 صفحات، خوبصورت گردپوش، قیمت 400-00 روپے

صاحب طرز ادیب جناب قمر اجنالوی کا ایک عظیم تاریخی ناول

لالہ رُخ

قمر اجنالوی

1857ء کی جنگ آزادی یا داستانِ غدر جو "لالہ رُخ" کے عنوان سے ترتیب دی گئی ہے، وہ جناب قمر اجنالوی کا ہی خاصہ ہے۔ شہزادی لالہ رُخ اس کہانی کا محور و مرکز ہے۔ جس میں جدوجہد آزادی کی کشمکش، ظالم و مظلوم کی آویزش اور گردش حالات کی زد میں آئی ہوئی تیموری حسینہ کی داستان محبت بیان کرنے کے لئے ایک نیا اور انوکھا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ ایک نہایت دلچسپ تاریخی ناول خوبصورت گردپوش قیمت صرف 200-00 روپے

مکتبہ القریش کی ولولہ انگیز تاریخی کتب

قمر اجنالوی

پرتھال	150-00
پنڈارے	125-00
ولی عہد	175-00
[illegible]	200-00
چاہ بابل	450-00
سلطان	400-00
جنگ مقدس	300-00
اُورخان الغازی	175-00
نئی دُنیا	350-00
لاڈو	125-00
بغداد کی رات (اول، دوئم)	800-00
دھرتی کا سفر (اول، دوئم)	700-00
مقدس مورتی (اول، دوئم)	650-00
جہان لوح وقلم	300-00
[illegible]الہ	150-00
لالہ رُخ	200-00
جاگیر کے خدا (ایک انقلاب آفرین تاریخی نظم)	75-00
قصیدہ بنام خیر الانام	75-00

الماس ایم اے

نور جہاں	100-00
بغداد جلتا رہا	150-00
فاتح الرہا	200-00
جلتے سفینے	300-00

نواب بہادر حیدر علی خان	250-00
سلطان ٹیپو شہید	300-00
سلطان نور الدین زنگی	300-00
سلطان صلاح الدین ایوبی	500-00
منگول	175-00
خالد بن ولیدؓ	250-00
پچاس سالہ جنگ	80-00
سب کے حسین	250-00
ابلیس مصر	150-00
راجکماری	150-00
زرقا	175-00
ہیلن (ثانی)	80-00
حسن بن صباح	200-00
قلوپطرا	200-00
اورنگزیب عالمگیر	90-00
سلطان عادل	150-00
امیر تیمور گورگاں (اول، دوئم)	500-00

صادق حسین صدیقی

محمد بن قاسم	200-00
جنگ خندق	90-00
سراج الدولہ	150-00
سلطان محمد غوری	65-00
عماد الدین زنگی	125-00
سلطان سبکتگین	125-00
پہلی صلیبی جنگ	150-00

مکتبہ القریش، قذافی مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون: 7231595

ایک تاریخ ..... ایک ناول

اربیکا

صاحب طرز ادیب جناب
اسلم راہی ایم اے کا شاہکار ناول

جس میں حضرت آدمؑ سے لے کر نبی کریم ﷺ تک دنیا کی تاریخ پیش کی گئی ہے۔

بڑا سائز، سفید کاغذ، مضبوط جلد، پانچ ہزار سے زائد صفحات۔

قیمت حصہ اول 300-00 حصہ دوم 300-00 حصہ سوم 750-00
حصہ چہارم 375-00 حصہ پنجم 400-00 حصہ ششم 350-00
حصہ ہفتم 450-00 قیمت مکمل سیٹ 7 جلدیں 2525/-

صاحب طرز ادیب جناب قمر اجنالوی کا ایوارڈ یافتہ سفر نامہ

ایک مہماتی سفر کی لرزہ خیز داستان

دھرتی کا سفر

قمر اجنالوی

انسانی تاریخ، آثار کے پس منظر میں ایک ہولناک سرگزشت۔ 1200 صفحات کے دو حصوں پر مشتمل باپ بیٹے کے سفر کی رومان آفرین تحیر انگیز سنسنی خیز اور دلوں پر لرزہ طاری کر دینے والی تحریر۔

قیمت حصہ اول =/350 قیمت حصہ دوم =/350

آج سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پرانی تاریخ ..... دیوتاؤں کے شہر بابل کی کہانی

جسے صاحب طرز ادیب جناب قمر اجنالوی
نے 35 سال کی طویل ریسرچ کے بعد قلمبند کیا

چاہِ بابل

قمر اجنالوی

دنیا کی سب سے بڑی داستان محبت، جو ایک سراپا جمال عورت اور ایک سراپا عشق نوجوان کے ٹکراؤ سے پیدا ہوئی۔

800 صفحات۔ قیمت 450 روپے

ایک عظیم ناول ☆ ایک عظیم تاریخ

فاتح بیت المقدس

سلطان صلاح الدین ایوبی

الماس ایم۔ اے کے قلم سے ..... اردو زبان کا سب سے زیادہ ضخیم، دلچسپ، معلوماتی و اسلامی ناول۔

بڑا سائز، خوبصورت گرد پوش 900 سے زائد صفحات، قیمت 500 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور۔ فون: 7231595